قطب الارشاد محبوب العلماء

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا حافظ

پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

کی حیات افکار اور خدمات

[مجموعۂ مضامین بین الاقوامی سیمینار]

مرتب

ڈاکٹر مفتی تمیم احمد قاسمی

بانی وناظم: انجمن قاسمیہ، چنئی

چیرمین: تنظیم فروغ اردو، تمل ناڈو (انڈیا)

زیر اہتمام

شعبۂ نشر واشاعت: انجمن قاسمیہ

پیری میٹ، چنئی، تمل ناڈو (انڈیا)

قطب الارشاد محبوب العلماء

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا حافظ

پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

کی حیات افکار اور خدمات

[مجموعۂ مضامین بین الاقوامی سیمینار]

مرتب

ڈاکٹر مفتی تمیم احمد قاسمی

بانی وناظم: انجمن قاسمیہ، چنئی

چیرمین: تنظیم فروغ اردو، تمل ناڈو (انڈیا)

زیر اہتمام

شعبۂ نشر واشاعت: انجمن قاسمیہ

پیری میٹ، چنئی، تمل ناڈو (انڈیا)

Details

ISBN : 978-81-997672-6-3

Name of book : **Hazrat Peer Zulfiqar Ahmed Sahib Naqshbandi (RH) ki Hayath Afkar aur Khidmat**
(Collection of Research Papers /Articles Presented in International Seminar)

Compiler : **Dr. Mufti Thameem Ahmed Qasmi**

Year of Printing : **FEBRUARY 2026**

Pages : **657**

تفصیلات

نام کتاب : حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی رحمہ اللہ کی حیات افکار اور خدمات

موضوع : [مجموعہ مضامین بین الاقوامی سیمینار]

مرتب : ڈاکٹر مفتی تمیم احمد قاسمی، چیرمین، تنظیم فروغ اردو، تمل ناڈو (انڈیا)

صفحات : 657 قیمت : -/700

سن اشاعت : فروری 2026 تعداد اشاعت : 300

کمپوزنگ : ایم، وائی، کے، ڈیزائنس، وانمباڑی 9042670426

آئی. ایس. بی. این: بشکریہ، ماہنامہ تعلیمی سفر، لاتور، مہاراشٹر

زیر اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت: انجمن قاسمیہ پیری میٹ، چنئی، تمل ناڈو (انڈیا) 99402 51340

کتاب حاصل کرنے کا پتہ

Dr. Mufti Thameem Ahmed Qasmi

Chairman, Organization of Promotion of Urdu, Tamilnadu. (India)

21/25, E.K. Guru Street, Periamet, Chennai-600003. Cell : 94441 92513

drthameemahmed786@gmail.com tanzeemfarogurdutn@gmail.com

فہرست

مستورات کے مضامین

مرثیے

(نوٹ : مضامین کی ساری ذمہ داری مضمون نگار کی ہوگی)

سخن اولین

ڈاکٹر مفتی تمیم احمد قاسمی
[ناظم انجمن قاسمیہ، چنئی ۔ چیرمین، تنظیم فروغ اردو، تمل ناڈو (انڈیا)]

قطب الارشاد محبوب العلماء حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددیؒ مشہور معروف عالم دین، صوفی بزرگ اور سلسلہ نقشبندیہ کے ایک مشہور و معروف شیخ الکامل تھے، جو 1953ء میں پیدا ہوئے اور 14 دسمبر 2025ء کو وفات پائی، آپ نے دلوں کی اصلاح، سنتِ نبوی ﷺ کے فروغ اور امت کی فکری و اخلاقی رہنمائی میں گرانقدر خدمات انجام دیں، اور اپنے اخلاص و سادگی سے لوگوں کے دلوں میں گھیر گئے، اصلاحِ باطن، دعوت و تبلیغ، اور امت کی فکری و اخلاقی تربیت آپ کا مستقل مشن تھا۔ اس پرفتن دور میں قطب الارشاد عارف باللہ محبوب العلماء ولی کامل شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا حافظ پیر ذوالفقار صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا وجود کسی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں تھا۔

اللہ والا وہ ہے جسے دیکھ کر اللہ یاد آئے، یہ جملہ ایک حدیثِ نبوی ﷺ کا مفہوم ہے، جس میں اولیاء اللہ کی پہچان بتائی گئی ہے کہ ان کی زیارت سے اللہ کی یاد تازہ ہوتی ہے اور ان میں عبادت کی علامات پائی جاتی ہیں۔ واقعی میں حضرت جی پیر صاحبؒ کو دیکھ کر اللہ یاد آجاتا تھا۔ اور ان کی باتیں سن کر دلوں میں سوز اور تڑپ پیدا ہوتی تھی۔ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ خالق کائنات اپنے بندوں میں سے جس سے چاہے بڑے سے بڑا کام لے لیتا ہے، آپ کا چہرہ ایسا منور ترو تازہ اور شاداب کہ نگاہ پڑے تو ہٹنا بھول جائے، لبوں پر کھیلتی مسکراہٹ آنکھوں میں یاد الٰہی کا سوز اور تڑپ، طبیعت میں حد درجہ انکسار اور تواضع، اپنی ہر ادا

سے گہری چھاپ چھوڑنے والی شخصیت علماء دیوبند کی جماعت کو مدتوں یاد رہے گی۔ الحمدللہ احقر کو تین بار حرمین شریفین میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے۔

میری خوش نصیبی تھی کہ سن 2012ء میں حضرت جی پیر صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ روضۂ اقدس ﷺ میں سلام پیش کرنی کی سعادت حاصل ہوئی۔ سنہری جالی مبارک کے سامنے ستون کے پیچھے آپ کی عجیب کیفیت کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ حضرت جی پیر صاحب رحمہ اللہ زاروقطار رو رہے تھے، مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا، ہمارے آقا ﷺ سامنے جلوہ افروز ہیں۔ ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی۔ اللھم صل علی نبینا محمد ﷺ وبارک وسلم۔ حضرت جی پیر صاحبؒ پوری امتِ مسلمہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت تھے، جن کی دینی، تعلیمی واصلاحی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت جی پیر صاحب رحمہ اللہ کے فیض کو ان کے خلفاء کے ذریعے تادم آخر جاری وساری رکھیں۔ آپ کے درجات بلند فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَارْفَعْ دَرَجَاتِهٖ فِي عِلِّيِّيْنَ،
وَاجْزِهٖ عَنِ الْأُمَّةِ خَيْرَ الْجَزَاءِ۔ آمین یارب العالمین

کڑے سفر کا تھکا مسافر تھکا وہ ایسا کہ سو گیا ہے
خود اپنی آنکھیں تو بند کر لیں لیکن ہر آنکھ بھگو گیا ہے

زیر نظر کتاب" قطب الارشاد محبوب علماء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کی حیات افکار و خدمات" الحمدللہ یہ میری ''دسویں'' کاوش ہے۔ اس سے قبل" اکیسویں صدی اور فکر اقبال"، " فیض احمد فیض : شخصیت اور فن،" عصر حاضر میں جنوبی ہند کے ممتاز اردو ناقدین اور محققین"، " عصر حاضر میں کلام غالب کی معنویت"، " اردو صحافت کا بدلتا منظر نامہ"، " اردو ادب کے سیاق وسباق میں میر تقی میر کی ادبی حیثیت"، "تمل ناڈو کے ادباء وشعراء کی ادبی خدمات"، " امیر خسرو : شخصیت اور فن"، " اردو زبان وادب میں جدید رجحانات" وغیرہ

شائع ہو کر الحمدللہ داد و تحسین حاصل کر چکی ہیں، ہمارے اس بین الاقوامی آن لائن سیمینار میں 90 سے زائد مضامین پر مشتمل علمی و دینی مجلہ کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے جسے ISBN نمبر کے ساتھ دستاویزی حیثیت حاصل ہے۔

میں دل کی گہرائیوں سے میرے مشفق استاذ محترم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری نقشبندی مجددی دامت برکاتہم العالیہ استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند کا اور حضرت اقدس مولانا سید محمد طلحہ صاحب نقشبندی مجددی دامت برکاتہم العالیہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو مجھے وقتاً فوقتاً قیمتی مشورے سے نوازتے رہے۔ ہمارا یہ بین الاقوامی سیمینار کے تین بڑے اجزاء پر مشتمل ہے۔ افتتاحی تقریب ایک تکنیکی سیشن اور اختتامی تقریب وغیرہ، میں تمام مضمون نگار کا بے حد ممنون مشکور ہوں کہ انھوں نے وقت مقررہ سے پہلے اپنے مضامین ارسال فرما کر کتاب کو زینت بخشی، بہت سارے مضامین کی تصحیح کرنے میں میرا تعاون فرمانے والے مخلص کرم فرما حضرت مولانا مفتی محمد یاسین خان صاحب نقشبندی بنگلور کا، اور بہترین کمپوزنگ کرنے والے حضرت مولانا قاری عبدالعلام صاحب قاسمی وانمباڑی کا، سوشل میڈیا کے ناظم میرے عزیز دوست ڈاکٹر عرفات حسین شاہ کشمیری کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ہم سب کی مشترکہ کوشش یہی ہونی چاہیے کہ اس پرفتن دور میں اہل اللہ کے ساتھ جڑے رہے۔ اور ان سے اصلاحی تعلقات بنائے رکھیں، ہمارے حضرت قطب الارشاد محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندیؒ جن کو اللہ تعالی نے پورے عالم میں ایسی غیر معمولی محبوبیت اور مقبولیت عطا فرمائی ہیں کہ اس جیسی مقبولیت کے نمونے تاریخ میں تلاش کرنے سے مشکل سے ملتے ہیں۔ اللہ تعالی حضرت جی پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین یارب العالمین

(نوٹ : مضامین کی ساری ذمہ داری مضمون نگار کی ہوگی)

مقدمہ

حضرت مولانا محمد سلمان بجنوری صاحب نقشبندی مجددی دامت برکاتہم العالیہ
استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

شیخ المشائخ محبوب العلماء والصلحاء شیخنا ومرشدنا حضرت مولانا پیر ذو الفقار احمد نقشبندی مجددی نور اللہ مرقدہٗ دورِ حاضر میں دورِ ماضی کی شخصیات کا ایک نمونہ تھے، ان کو اللہ رب العزت نے جن کمالات سے نوازا تھا وہ اس دور میں کم یاب ہیں، خاص طور سے محبتِ الٰہی اور اتباعِ سنت میں جس مقام پر وہ فائز تھے وہ اللہ کے منتخب بندوں ہی کو نصیب ہوتا ہے۔

انہوں نے اپنی زندگی میں شروع ہی سے جس انداز پر محنت کی، مجاہدات کئے، خاص طور سے ذکر کی محنت میں انہوں کالج اور یونیورسٹی کی طالب علمی کے دور سے ہی جس معیار پر اپنے کو پہنچایا اس کی مثال ملنا مشکل ہے، پھر اس کے بعد جس طرح اپنے آپ کو دین کے لئے وقف کیا اور تقریباً چالیس برس کی عمر میں ملازمت چھوڑ کر پورے طور پر سلوک وتزکیہ کی محنت کو اپنا دن رات کا مشغلہ بنالیا اور راتوں کو جاگ کر زندگی کے لمحات کی قدر کرنے اور ایک ایک لمحہ کو دین کے لئے استعمال کرنے کی جو مثال قائم کی وہ انتہائی حیرت انگیز اور ناقابل یقین ہے۔

حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی انہی محنتوں اور مجاہدات کی برکت تھی کہ اللہ رب العزت نے ان سے کام بھی بے مثال لیا، اُن کی صحبت اور تحریر وتقریر میں ایسی تاثیر پیدا کردی جس نے لاکھوں دلوں کو بدل ڈالا اور اُن کا فیض ساری دنیا میں عام ہوگیا، آج دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں ان سے مستفید ہونے والوں کی ایک قابل ذکر تعداد موجود ہے، اور بعض ممالک

میں یہ تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے، ان کا فیض جس طرح علماء امت اور مدارس کے لوگوں میں پہنچا اسی طرح مغربی تعلیم وتہذیب کے پروردہ لوگوں اور انتہائی آزاد ماحول میں پلنے والے جوانوں تک بھی اس مضبوطی کے ساتھ پہنچا کہ ان کی زندگیاں بدل گئیں اور وہ اپنے لباس اور رفتار وگفتار اور تمام صفات میں دینی ماحول کا حصہ بن گئے اور اسی رنگ میں رنگ گئے۔

حضرت نوراللہ مرقدہٗ کی امتیازی خدمات کو سمجھنے کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؒ کے جانشین گرامی مرتبت حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب نقشبندی مجددی مدظلہٗ کی ایک مختصر گفتگو کا خلاصہ پیش کر دیا جائے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرتؒ کے ذریعہ اللہ رب العزت نے جو عظیم انقلابی اور تجدیدی کام کرائے اُن کو چار موضوعات میں سمیٹ کر دیکھا جا سکتا ہے!

(۱) حضرات اکابر دیوبند رحمہم اللہ کے یہاں شریعت وطریقت یا علم وذکر ساتھ لے کر چلنے کا معمول تھا اور اس کے مطابق مدت دراز تک عمل ہوتا رہا لیکن کچھ عرصہ سے مدارس میں تزکیہ وسلوک کے موضوع پر توجہ کم ہو گئی تھی، بہت سے علماء تصوف کی لائن کو غیر ضروری خیال کرنے لگے تھے اور اس سلسلہ میں کوتاہی بڑھتی جا رہی تھی، اللہ رب العزت نے حضرتؒ کی محنت کی برکت سے سلوک وتصوف اور تزکیہ واحسان کے موضوع کو مدارس کی دنیا میں دوبارہ رونق بخشی اور علماء کرام کو اس طرف عمومی طور پر توجہ ہوئی۔

(۲) علماء کرام اور عصری تعلیم یافتہ طبقہ میں دوریاں بڑھتی جا رہی تھیں اور جدید تعلیم وتہذیب سے متاثر طبقہ دین سے دور ہوتا جا رہا تھا، اللہ رب العزت نے حضرتؒ کی شخصیت سے اس میدان میں بھی بڑا کام لیا جس کے نتیجے میں اعلیٰ ڈگریوں کے حامل ہزاروں افعاد خالص دینی رنگ میں رنگ گئے اور لاکھوں نوجوانوں کی زندگیاں بدل گئیں اور وہ دینی خدمات

سے بھی وابستہ ہو گئے۔

(۳) حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے نہایت مضبوطی کے ساتھ اس بات کی تحریک چلائی کہ عصری تعلیم یافتہ حضرات باقاعدہ دینی تعلیم حاصل کریں، چنانچہ حضرت سے وابستہ ہزاروں افراد ایسے ہیں جو پہلے سے ڈاکٹر، انجینئر تھے یا کسی اور جدید ڈگری کے حامل تھے اور اب وہ ماشاء اللہ باقاعدہ نصاب پڑھ کر عالم اور مفتی بن چکے ہیں، اسی کے تحت حضرات خلفاء کے لئے بھی حضرتؒ کے یہاں عملی طور پر یہ ضروری تھا کہ یا تو پہلے سے عالم ہوں یا اجازت وخلافت کے بعد باقاعدہ عالم بنیں۔

(۴) حضرت نور اللہ مرقدہٗ کا ایک بڑا کارنامہ خواتین کی دینی تربیت اور ان کو اعلیٰ دینی تعلیم سے آراستہ کرنے کے میدان میں ہے، یہ کام بھی حضرت نے ایک تحریک کے طور پر کیا، جس کے نتیجے میں آج دنیا کے مختلف ممالک میں لاکھوں خواتین باقاعدہ عالمہ بن چکی ہیں اور نسل نو کی تربیت میں اعلیٰ کردار ادا کر رہی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے ذریعہ دنیا میں ایک خاموش انقلاب آیا، سلوک وتصوف کے شعبہ کو قوت ملی، خانقاہوں میں رونق آئی، توبہ کا مزاج اور اپنی اصلاح کی فکر کا اہتمام عام ہوا، انہوں نے ستر سے زائد ملکوں میں اپنے براہ راست مستفیدین چھوڑے ہیں اور بالواسطہ فائدہ اٹھانے والے اور ان کے بیانات اور کتابوں سے استفادہ کر کے اپنی زندگی سنوارنے والے لوگ تو تقریباً ہر ملک میں ہیں، اسی طرح اُن کی محنت سے تیار ہونے والے افراد (خلفاء) کی بھی ایک بڑی تعداد ہے جو عام طور سے حضرت کے مشن کے مطابق کام کر رہے ہیں۔ مجموعی اعتبار سے حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی شخصیت اس دور میں، حضرات اکابر کا نمونہ

تھی، اسی لئے اُن کا غم ساری دنیا میں شدت سے محسوس کیا جارہا ہے، اور ان کے بارے میں تحریر وتقریر کے ذریعہ اپنے تاثرات ظاہر کرنے کا سلسلہ غیر معمولی طور پر جاری ہے۔ اسی سلسلہ کا ایک نہایت عمدہ اور مثالی کام یہ ہے جو اللہ رب العزت نے برادر عزیز جناب مولانا ڈاکٹر تمیم احمد قاسمی زید مجدہٗ سے لیا ہے، موصوف کا نام اب اردو ادب کے حلقوں میں بہت متعارف ہو چکا ہے اور ان کو مختلف موضوعات پر مقالات کی ترتیب وغیرہ کے کام کا خاصا تجربہ ہو چکا ہے، انہوں نے اپنے اس تجربہ اور سلیقہ کی مدد سے حضرتؒ کی شخصیت پر ایک عالمی آن لائن سیمینار کا اہتمام کیا ہے اور اس سے پہلے مقالات کا یہ مجموعہ تیار کر کے شائع کر رہے ہیں۔

بلا شبہ یہ ایک عظیم کام ہے اور جتنے کم وقت میں یہ کام ڈاکٹر مفتی تمیم احمد قاسمی نے انجام دیا وہ اُن کی فعالیت وصلاحیت کا ثبوت بھی ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت موصوف کی اس محنت کو قبول عام عطاء کرے اور ان مقالات کو حضرتؒ کی شخصیت سمجھنے اور اُن کا فیض عام ہونے کا ذریعہ بنائے! آمین

سایہ مرشد بہتر ست از ذکر حق

جانشین قطب الارشاد محبوب العلماء حضرت جی پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی رحمہ اللہ،

حضرت مولانا پیر حبیب اللہ صاحب نقشبندی مجددی دامت برکاتہم العالیہ

إِنَّ اللهَ مَعَ الصَّابِرِين وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :المرأ مع من احب او كما قال عليه الصلوة والسلام سبحان ربک رب العزت عما يصفون وسلام على المرسلين والحمدلله الرب العلمين والحمدلله الرب العلمين۔ اللہم صلی علی سیدنا و مولانا محمد و بارک وسلم

آج ہم ایک ایسی مجلس میں یہاں پہ جمع ہیں۔ سب کے دلوں کے اوپر ایک صدمہ ہے۔ یہ ایک ایسا صدمہ ہے کہ زندگی میں شاید ہی اتنا شدید جھٹکا کوئی لگا ہو، شاید ہی اتنا شدید جھٹکا کوئی انسان کو مل سکتا ہے۔ آج ہمارے دلوں میں ایک ایسا غم ہے، اگر وہ غم پہاڑوں پہ ڈال دیا جائے تو شاید اس کے لیے بھی اٹھانا مشکل ہو جائے۔ وہ ہستی آج دنیا سے چلی گئی جن کی دعائیں ہمارے گرد پہرہ دیا کرتی تھیں۔ جس طرح بھیڑ بکریوں کے گلے کا ایک نگہبان ہوتا ہے، محافظ ہوتا ہے، اس کی موجودگی میں کوئی بھیڑیا، کوئی اور جنگلی جانور ان بھیڑ بکریوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتا؛ اسی طرح شیخ کی موجودگی میں مریدین کے قلوب پہ بھی اللہ رب العزت کی رحمت کا پہرہ ہوتا ہے؛ اسی لیے فرمایا: " سایہ مرشد بہتر ست از ذکر حق" (مرشد کا جو سایہ ہوتا ہے وہ ذکر حق سے بہتر ہوا کرتا ہے)

حضرت کی شخصیت بہت رحیم اور کریم تھی، بہت شفیق ذات تھی۔ ہر آدمی یوں سمجھتا تھا کہ مجھ سے سب سے زیادہ تعلق ہے، مجھ سے سب سے زیادہ محبت ہے، جوانوں سے پوچھیں تو وہ کہتے ہیں حضرت ہم سے سب سے زیادہ محبت کیا کرتے تھے، بوڑھے آ کے بتاتے ہیں کہ حضرت ہم سے سب سے زیادہ محبت کرتے تھے، بچوں کی دیوانگی الگ نظر آتی ہے۔ ہر ایک کے ساتھ اپنا محبت کا تعلق تھا۔ حضرت کے پورے خصائل وفضائل تو اس مجلس میں نہیں بتائے جاسکتے، بس اتنا عرض کروں گا کہ ہمارے لیے بہت بڑا صدمہ ہے اور ہمیں اس پہ صبر کرنا ہے (اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنن بعدہ) اس مسنون دعا کے پڑھنے سے اللہ رب العزت ہمیں عافیت عطا فرمائیں گے، ہماری حفاظت فرمائیں گے۔

ایک مرید کو اپنے شیخ کے ساتھ عشق ومحبت کا جتنا تعلق ہوتا ہے، اسے شیخ کی جدائی کا غم اس کے بقدر ہوا کرتا ہے۔ اس سلسلے میں ہر آدمی کی کیفیت جدا ہوا کرتی ہے۔ ہم اگر اپنے مشائخ، علماء، سلف صالحین کی زندگی کو دیکھیں تو جب وہ اس دنیا سے جایا کرتے تھے تو ان کے مریدین متوسلین پہ بھی یہی کیفیت طاری ہوا کرتی تھی، ان کے لیے غم برداشت کرنا مشکل ہوا کرتا تھا۔ اگر ہم تاریخ کے اوراق دیکھیں تو تاریخ بھری ہوئی ہے۔ بعض ایسی ہستیاں ہوتی ہیں جن کا وجود لاکھوں انسانوں کے ایمان کی بقا کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ ایسی شخصیت کا ایسے انسان کا دنیا سے اٹھ جانا کوئی معمولی بات نہیں ہوا کرتا۔ ایسی شخصیات تو دنیا میں انقلاب کی مانند ہوتی ہیں؛ لیکن ان کے چلے جانے سے زمین کے وہ ٹکڑے روتے ہیں جہاں وہ بیٹھ کے عبادات کیا کرتے تھے، آسمان کے وہ دروازے روتے ہیں جہاں سے ان کے لیے رزق اتارا جاتا تھا۔ ان حضرات کی جدائی دل پہ ایسا زخم دی جاتی ہے جسے کوئی بھی مرہم ختم نہیں کر سکتا۔

جب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی امیر خسرو رحمہ اللہ

نے ہندوی زبان میں اشعار لکھے۔اس کا مفہوم یہ ہے کہ :اے خسرو سارے دیس میں ایک تاریکی معلوم ہوتی ہے تو چل اپنے گھر کی طرف کہ اب تو دیش کے اندر تاریکی ہوگئی، اب اپنے گھر کی طرف چلو۔خواجہ نظام الدین اولیاءؒ شیخ تھے، امیر خسرو ان کے مرید تھے۔ان دونوں میں اتنی محبت تھی کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے :اگر شرع شریف کی اجازت ہوتی تو میں وصیت کرتا کہ مجھے اور امیر خسرو کو ایک ہی قبر میں دفن کیا جائے۔اور دوسری طرف مرید امیر خسرو کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک سائل آیا اس نے سوال کیا کہ حضرت کچھ دے دیجئے۔اس وقت حضرت کے پاس کوئی چیز موجود نہیں تھی۔لہذا حضرت نے اپنے جوتے اسے دے دیے، اور کہا: یہی جوتے میرے پاس موجود ہیں، آپ اس کو لے جاؤ۔(جی ہاں جو سخی پہ در پہ آتا ہے سخی اس کو اپنے در سے خالی ہاتھ نہیں لوٹایا کرتے) وہ شخص حضرت کے جوتے لے کے جا رہا تھا۔راستے میں خسرو آ گئے۔انہوں نے دیکھا خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے شخص آ رہا ہے، اس کے ہاتھ میں جوتے ہیں، اور یہ تو حضرت کے جوتے ہیں۔چنانچہ پہچان گیا کہ سائل نے جا کے سوال کیا ہوگا، حضرت کے پاس کچھ موجود نہیں ہوگا، حضرت نے اپنے جوتے عطا کر دیے ہوں گے۔چنانچہ اس سے ملے، مل کے کہنے لگے : بھائی! کیا تم میرے ساتھ ان جوتوں کا سودا کرو گے؟۔وہ پہچان گیا کہ وجہ کچھ اور ہے۔کہنے لگا :اپنی مرضی کی قیمت لوں گا۔چنانچہ اس کی مرضی کی قیمت اسے عطا کی۔اپنے شیخ کے جوتے لے کے اپنے سر کے اوپر رکھے۔حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔امیر خسرو کو اپنے شیخ سے بہت محبت تھی، بہت محبت کیا کرتے تھے۔فرمایا کرتے تھے کہ :میں تو ہو جاؤں اور تو میں ہو جا، میں تو ہو جاؤں تو میں ہو جا، میں تن بن جاؤں تو روح بن جائے۔(من تو شدم تو من شدی من تن شدن تو جاں شدی)۔تا کہ بعد میں کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ تو اور ہے میں اور ہوں (اتنی محبت

ہوا کرتی تھی)

اسی طرح ہمارے حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کی شفقت ہے، ان کی محبتیں ہمیں زندگی بھر رلاتی رہیں گی۔ ہر انسان کا برا حال ہے، جس سے بات کرر ہے ہیں وہ حضرت کی محبت کے تذکرے سنا رہا ہے۔ حضرت میرے ساتھ یوں محبت کرتے تھے، یوسف علیہ السلام کا معاملہ کیا کرتے تھے۔ اور واقعی ہمارا حال حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام کے حال سے مختلف نہیں ہے؛ کیونکہ اگر ان کا بیٹا ان سے جدا ہو گیا تھا تو میرے تو والد مجھ سے جدا ہو گئے۔ غور کیجیے حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام پہ کیا کیفیت گزری تھی۔ قرآن مجید اس کی گواہی دیتا ہے (وابیضت عیناہ من الحزن) رورو کے ان کی آنکھیں سفید ہو گئی تھیں، کہنے والوں نے یوں کہا: اگر وہ بیٹے کی جدائی میں اتنا رو سکتے ہیں تو انسان باپ کی جدائی پہ کتنا روئے گا۔ اور واقعی حضرت ہمارے سے چلے گئے ہیں، اور آنکھوں کو سمجھ ہی نہیں آرہی ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ جب فوت ہوئے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کو تقریباً پندرہ دن تک خطوط آتے رہے۔

حضرتؒ ایسی شخصیت تھی کہ ہزاروں خصائل وفضائل والی ذات تھی۔ ہزاروں سال میں جا کے کوئی ایسی شخصیت پیدا ہوتی ہے۔ ان کا تقوی، زہد، علم وعرفان پر عالم اسلام کے مشائخ اور علماء نے صلحاء نے مہر ضبط کر دی ہے۔ اللہ رب العزت نے حضرت کو پوری دنیا کے اندر قبولیات عطا کی تھی اور قبولیت عامہ تامہ تھی۔

ہمارے حضرت نے پوری زندگی (انی دعوت قومی لیل ونہارا) کے مصداق اللہ رب العزت کے دین کے سربلندی کے لئے لگا دی۔ سارے دن کا پروگرام رضائے الٰہی کا حصول ہوتا تھا۔ ہر وقت ایک ہی سوچ ہوا کرتی تھی، ہر وقت سالکین کے اوپر نظر ہوا کرتی تھی، غلطی کے اوپر محبت کے ساتھ سمجھایا کرتے تھے۔ ان کی محفل کے حالات دیکھتا تھا انسان ان

کی محفل میں بیٹھ کے محبت میں اپنا دل دے بیٹھتا تھا۔

تو محترم جماعت! یہ صدمہ فقط ہمیں پیش نہیں آیا بلکہ ہمارے بڑوں کے ساتھ بھی پیش آیا ہے۔حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ : جس دن رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تھے تو مدینہ کی ہر چیز منور ہوگئی تھی اور جس دن محبوب ﷺ نے وفات پائی، پردہ فرمایا، مدینہ منورہ کی ہر چیز پہ ظلمت نازل ہونے لگی۔ پھر آگے ایک اور بات کہی، فرمانے لگے کہ : آپ ﷺ کو ہم نے ابھی دفن نہیں کیا تھا مٹی کے اندر، ہاتھ صحیح طرح نہیں جھاڑے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں کی کیفیت کو بدلتا ہوا محسوس کیا۔یعنی وہ جو انوارات تھے وہ جو فیوضات تھے وہ جو تجلیات تھیں جو آقا ﷺ کی حیات مبارکہ میں تھی وہ تبدیل ہوتی نظر آئی تھی۔آج ہم سب کے اوپر بھی یہی کیفیت ہے۔یہ ایک فطری عمل ہے یہ ایک فطری طریقہ ہے کہ جب بڑے چلے جاتے ہیں تو انسان کے اوپر حالات بدل جاتے ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ کیا اندر اندر ہم رو رو کے حال برا کرلیں، آنسو بہاتے چلے جائیں؟ یا کچھ اور راستہ اختیار کریں۔اسی طرح کی غم کی حالت میں اپنا وقت گزاریں یا اس کے اوپر صبر کریں۔یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے شیخ نے ہمیں کیا تعلیمات دی تھی، ساری زندگی وہ ہمیں کیا سکھا کے گئے، دنیا میں جو بھی ہستیاں دنیا کو سنوارنے والی ہوتی ہیں، ان کی محنتیں اور کوششیں محض انفرادی نہیں ہوا کرتیں۔ بلکہ وہ ایک انقلاب لانے والی ہوا کرتی ہیں وہ شخصیتیں لوگوں کو ایک لائحہ عمل دے کے جاتی ہیں، ان کے اندر اس محنت کی جڑیں اتنی گہری کر دیتی ہیں کہ جب وہ اس دنیا میں نہیں رہتی تو جو لوگ ان سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں وہ اس راستے کے اوپر گامزن ہو جاتے ہیں۔ یہی بات تھی کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی ایسی تربیت کی تھی کہ جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا، وفات ہوئی صحابہ کرام اس غم کی وجہ سے ہوش وحواس کھو بیٹھے تھے۔حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی ہاتھ میں تلوار اٹھا کے کہنے

لگے: جس نے کہا رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے، میں اس کی گردن اڑا دوں گا، حضور ﷺ تو اپنے آقا سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے ہیں۔

لیکن آپ ﷺ کی تعلیمات ان کے سامنے تھی، ایک راستہ متعین کر دیا گیا تھا، ایک دستور العمل تھا، جس کی جڑیں بہت گہری تھیں۔ اسی وجہ سے سیدنا صدیق اکبرؓ کھڑے ہوئے حضرت عمرؓ کی اس کیفیت میں اس طرح غلبہ پایا کہ اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہنے لگے: لوگو! سنو اگر تم رسول اللہ ﷺ کی عبادت کرتے تھے تو نبی ﷺ تو فوت ہو گئے، اور اگر تم اللہ کی عبادت کرتے تھے تو اللہ رب العزت زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں ائے گی۔ (اللہ اکبر) فرمایا: وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ۔

صحابہ کرام فرماتے ہیں: یہ آیت ہم نے پہلے بھی سنی تھی، ہم پہلے بھی پڑھا کرتے تھے، لیکن موقع کے محل کے حساب سے تلاوت کی گئی تو ہمیں یوں معلوم ہوا جیسے قرآن کی آیت آج ہم پہ نازل ہو رہی ہے۔ تو محترم جماعت آج ہمارے اوپر بھی جدائی کا ایک صدمہ ہے، یہ جدائی کا وقت ہے، ایک غم کا وقت ہے، اس وقت ہمارے سامنے دو باتیں ہیں، دو راستے موجود ہیں، یا تو اس جدائی کے غم سے ہم ناامید ہو کے بیٹھ جائیں، دوسرا راستہ یہ ہے کہ حضرت کی تعلیمات کو جس طرح انہوں نے اپنی زندگی گزاری، جس طرح انہوں نے ہمیں زندگی گزارنے کا طریقہ سکھایا، ہم ان کی تعلیمات کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے اپنے ساتھ عزم اور جزم کریں کہ ہم ان کے نقش قدم پہ چلنا ہے۔ ہم کو اللہ رب العزت کے راستے پہ چلنا ہے۔ اللہ رب العزت ہمارے اس غم اور بوجھ کے صدمے کو جانتے ہیں۔ یاد رکھیے گا: — مومن پہ جب کوئی صدمہ گزرتا ہے، اس کی زندگی کی کتنی ہی خطاؤں کو بخش دیا جاتا ہے۔ اگر اِس وقت میں

ہم نے صبر وضبط کا مظاہرہ کیا، اپنے لائحہ عمل کو اپناتے ہوئے اپنی زندگی کا رخ موڑا، تقوی والی زندگی کو اختیار کیا، آخرت میں ہمیں اللہ رب العزت کی رضا نصیب ہوگی۔ حدیث مبارکہ میں آتا ہے (المرأ مع من احب) بندہ روز محشر اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کو محبت ہوگی۔

تو میرے دوستو! ہمیں حضرتؒ سے بے پناہ محبت تھی، اگر یہ محبت آئندہ بھی ہمارے دلوں میں رہے گی، ان کے ارشادات وفرموات ہماری پوری جان ودل کے ساتھ رہیں گے، اور انشاء اللہ ہم اس کے اوپر عمل کریں گے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت کی جو تعلیمات تھی، ہمیں ان کے اوپر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ رب العزت کی انسان کے اوپر رحمت نازل ہوتی ہے، جب وہ آتی ہے تو ہمیشہ بندے کی کشتی کو کنارے پہ لگا دیا کرتی ہیں۔ ہم میں سے اب تک جو غلطیاں کرتا رہا یا آئندہ ہم نے غلطیاں کی، ہمیں ان کے اوپر حسرت ہے، افسوس ہے؛ لیکن ہمیں چاہیے کہ ہم نفس کے ہاتھوں شکست نہ کھائیں بلکہ آگے منزل کی طرف بڑھنے کی کوشش کریں۔ آپ نے دیکھا ہوگا دو پہلوان آپس میں لڑتے ہیں، ان میں سے ہر ایک دوسرے کو گرانے کی کوشش کرتا ہے، اگر کوئی نیچے آ بھی جائے تو وہ نیچے سے دل برداشتہ نہیں ہوتا، وہ ہمت کرتا ہے، وہ دوبارہ اوپر آتا ہے، اور اوپر والے کو نیچے لٹا دیتا ہے، اسی لیے کہ وہ داؤ پیچ آزماتا ہے، ایک کل کا نور استعمال کرتا ہے کوشش اور فن کو استعمال کر کے نیچے سے اوپر آجایا کرتا ہے۔ اسی طرح اگر زندگی میں ہمیں ٹھوکنے لگ جائیں ہم سے گناہ ہو گئے ہم سے خطائیں ہوگئی ہمیں چاہیے کہ ہم دوبارہ سنبھل جائیں، تو بتائیں ہو جائیں منزل کو سامنے رکھتے ہوئے قدم اٹھاتے چلے جائیں۔ اسی لیے ایک بزرگ نے بہت ہی خوبصورت بات فرمائی نہ چت کر سکے نفس کے پہلوان کو، نہ چت کر سکے نفس کے پہلوان کو، تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے، ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی، کبھی وہ گرالے کبھی تو گرالے۔

اگر کسی موقع پہ نفس ہمیں دباتا ہے تو ہم بھی کسی دوسرے موقع پہ نفس کو دبالیں جیسے پہلوان کھیلتے ہیں ایک دوسرے سے زیادہ سکور بنانے کی کوشش کرتے ہیں اسی طرح ہماری بھی نفس کے ساتھ یہ جنگ ہے جو چلتی رہے گی۔ حضرتؒ نے بہت خوبصورت زندگی گزاری اور ان کی موت بھی بہت خوبصورت آئی ۔آخری علماء جو ہیں وہ کلمے کے ساتھ اس دنیا سے تشریف لے گئے آخری آخری وقت تھا حضرت مولانا ذیشان صاحب حضرت جیؒ کے ساتھ تھے حضرتؒ نے پوچھا حبیب اللہ کہاں ہے میں باہر تھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ باہر گئے ہیں پھر حضرت نے دوبارہ پوچھا کہ جو ہمارے مقیمین حضرات ہیں، سالکین حضرات ہیں، ان سے دعاؤں کا کہیں پھر اس کے بعد بات فرمائی فرمانے لگے جو حافظات بچے اور بچیاں ہیں ان سے دعاؤں کا عرض کریں اور اس کے بعد حضرت نے جزاک اللہ کہا جتنے لوگ موجود تھے ان سب کا شکریہ ادا کیا دائیں کروٹ لی ماتھے کے اوپر پسینہ آیا وہیں دو دفعہ کلمہ پڑھا اور اللہ کے حضور تشریف لے گئے ہمارے لیے بہت صدمے کا موقع ہے بہت غم کی گھڑی ہے لیکن ہمیں چاہیے کہ حضرت نے ہمیں قرآن وحدیث روشنی میں جو تعلیمات دی ہیں ان کے اوپر عمل کرنا ہے اس راستے کے اوپر چلنا ہے اللہ رب العزت قران مجید میں فرماتے ہیں: فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ تم نماز ادا کرو زکوۃ دیا کرو اللہ کی رسی کو مضبوط تھامو! تو ہم نے نماز ادا کرنی ہے زکوۃ دینی ہے اللہ رب العزت کی رسی کو مضبوطی سے تھامنا ہے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اب ہمارا کیا کام ہے اس مجلس کے اختتام پے یہ دعا پڑھوں گا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ہم لوگوں نے صبر کرنا ہے حضرت والد صاحبؒ نے اس عاجز پر ایک بوجھ ڈالا تھا جو نیابت کا بوجھ تھا عاجز جو کہ اپنے آپ کو نا اہل سمجھتا ہے لیکن حضرت بڑے تھے سمجھ نہیں آتی تھی لیکن حضرت نے اس عاجز کے اوپر یہ بوجھ ڈالا اب سمجھ آتی ہے کہ جب ہر

طرف سے لوگ رجوع کر رہے ہیں کہ ہمیں بیعت کر لیجئے۔

محترم جماعت نے یہ سمجھا کہ اس وقت میں یہ محفل ضروری ہے کہ جتنے حضرت سے بیعت کئے تھے یا مزید نئے لوگ متعلقین ہے یا متوسلین ہے وہ رجوع کرنا چاہتے ہیں یا بیعت کرنا چاہتے ہیں تو آن لائن ایک مجلس کا انعقاد کیا جائے جس میں تمام حضرات کو بیعت کے کلمات پڑھا ئے جائیں توبہ کے کلمات پڑھائے جائیں یا حضرتؒ کی جو تعلیمات تھی جو مشن تھا جو کام تھا اس کو لیکر آگے بڑھا جائے دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں صبر کی توفیق عطاء فرمائیں بہت بڑا صدمہ ہے اس سے گزرنا آسان کام نہیں ہے لیکن حضرت کی تعلیمات ہمارے سامنے موجود ہے ہم نے شریعت وسنت کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت کی تعلیمات پر عمل کرنا ہے۔ دعا ہے اللہ رب العزت حضرت کی جو برکتیں رحمتیں تھیں وہ ہمارے اوپر تادیر قائم ودائم عطا فرمائیں پروردگار عالم حضرت کے جتنے لواحقین ہے حضرت والدہ اما جان صاحبہ ہے بھائی ہے بہن ہے اللہ تعالی سب کو صبر جمیل عطا فرمائیں اور میں اپنی طرف سے تمام خلفاء عظام مشائخ عظام اپنی پوری جماعت کے احباب سے بھی تعزیت کرتا ہوں حضرت کی طرف سے، انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ رب العزت ہمیں حضرت کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یہ عاجز اب بیعت کے کلمات پڑھے گا آپ سب حضرات سچے دل سے دوبارہ عہد کیجئے تجدید عہد کیجئے حضرت کے ساتھ ہم نے جو عہد کیا تھا جو ہم نے وفا کی تھی ان شاء اللہ سلسلہ نقشبندیہ میں اسی عہد کو لیتے چلیں گے تجدید کرتے ہیں اور اپنے آپ کو گناہوں سے بچائیں گے نیکی تقوی والی زندگی اختیار کریں گے اللہ رب العزت ہم سب کو اپنے نیک بندوں اور بندیوں میں شامل عطا فرمائیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ امنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالی

والبعث بعد الموت امنت بالله فما هو باسمائه وصفاته وقبلت جميع احكامه اكرام باللسان وتصديق بالقلب اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله استغفر الله ربي من كل ذنب واتوب اليه برحمتك يا ارحم الراحمين

یہ کلمات پڑھنے سے آپ بیت ہو چکے ہیں چند معمولات ہیں جن کو باقاعدگی سے کریں گے دل میں اللہ رب العزت کی محبت آئے گی سب سے پہلے صبح شام سوسو مرتبہ **استغفر الله ربي من كل ذنب واتوب اليه**۔ دوسری چیز صحبت صبح شام سوسو مرتبہ درود شریف پڑھنا **اللهم صلى على سيدنا محمد وعلى ال سيدنا محمد وبارك وسلم**۔تیسری چیز قرآن مجید کی تلاوت کرنا ایک پارہ ہوتو بہت اچھا ورنہ کم از کم آدھا پارہ روزانہ تلاوت کیجئے، چوتھی چیز چلتے پھرتے لیٹے بیٹھے ہر وقت دل میں اللہ رب العزت کا دھیان دست وقار کے ساتھ ہر کام کاج میں دل اللہ رب العزت کی یاد میں مصروف۔ پانچویں چیز مراقبہ ہے صبح یا شام میں تھوڑی دیر کے لیے آنکھوں کو بند کرلیں سر کو جھکا لیں دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہیں اس سے ہٹ کٹ کے اللہ رب العزت کی یاد میں ڈوب جائیں بس یہ سوچیں اللہ رب العزت کی رحمت آرہی ہے میرے دل میں سما رہی ہے دل کی ظلمت اور سیاہی دور ہو رہی ہے اور میرا دل اللہ اللہ کہہ رہا ہے میں سن رہا ہوں۔چھٹی چیز رابطہ شیخ ہوتی ہے وقتا فوقتا اپنے حالات معمولات وغیرہ فون کے ذریعے واٹس ایپ کے ذریعے بتاتے رہیں دعا ہے اللہ رب العزت ہم سب کو اپنے مقبول بندوں اور بندیوں میں شامل فرمائیں۔ **اللهم صلى على سيدنا محمد وعلى ال سيدنا محمد وبارك وسلم** رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ پروردگار عالم ہمارے صغیرہ کبیرہ گناہوں کو معاف فرما، اللہ ہماری نگاہوں کو پاک فرما دلوں کو صاف فرما سینوں کو اپنی محبت سے لبریز فرما، اللہ اپنے عشق عادت سے ہمارے سینوں میں پیدا فرما، اپنے ذکر کو جاری فرما، ہماری زبان سے اپنے ذکر کو جاری فرما، ہڈی

ہڈی بوٹی میں اپنی محبت پیدا فرما، پروردگار عالم ہمارے حضرت جیؒ اس دنیا سے تشریف لے گئے اللہ بہت غم اور دکھ کے اندر ہیں اے میرے مولا یہ غم برداشت کرنے کی توفیق عطا فرما اللہ اس پہ ہمیں صبر عطا فرما اے میرے مولا صبر کرنے کی توفیق عطا فرما اللہ ہمارے لیے صبر کرنا مشکل ہے اے میرے مولا ہمیں ہمت اور طاقت عطا فرما پروردگار عالم بہت ڈر لگتا ہے وہ ذات جو ہمارے ارد گرد دعائیں کیا کرتی تھی اللہ ان کی دعائیں پہرہ دیا کرتی تھی اے میرے مولا جب جاتے تھے تہجد کا وقت ہو فجر کا وقت ہو بیٹھے دعائیں کیا کر رہے ہوتے تھے اے میرے مولا وہ ذات اور اس دنیا سے چلی گئی اللہ ڈر لگتا ہے نفس مارا ہے شیطان بدبخت پیچھے پڑا ہے پروردگار عالم کہیں ہمیں بھٹکا نہ لیں، اے میرے مولا ان کی وجہ سے جو رحمتیں اور برکتیں تھیں اللہ اس کو ہمیشہ جاری و ساری فرما اے میرے مولا ہمیشہ ساری فرما پروردگار عالم ہمیں ان کے نقش قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرما اللہ ان کی تعلیمات پہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرما اللہ وہ آپ کے نیک اور مقرب بندے تھے اے میرے مولا جس طرح آپ نے ان سے دین کا کام لیا اللہ اس نااہل کو بھی قبولیت عطا فرما اللہ اس نااہل کو بوجھ اٹھانے کی توفیق عطا فرما اے میرے مولا اپنے مشائخ کے نقش قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرما اللہ دین کی خدمت کے لیے قبول فرما پروردگار عالم اس عاجز کو بھی قبولیت عامہ نصیب فرما اے میرے مولا حضرت کا جو مشن ہے اس کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرما پروردگار عالم ہمیں اور ہماری قیامت تک آنے والی نسلوں کو دین کی خدمت کے لیے قبول فرما اللہ جتنے حاضرین مجلس ہیں سب کے دلوں کی نیک مرادوں کو پورا فرما نیک تمناؤں کو پورا فرما اللہ حضرت کی قبر پہ کروڑوں اربوں کھربوں رحمتیں نازل فرما اللہ اعلی علّیین میں جگہ عطا فرما اے میرے مولا ہماری طرف سے ہمارے حضرت کو بہترین جزائے خیر عطا فرما اے میرے مولا سب کو صبر جمیل عطا فرما مولا مانگنا نہیں آتا بن مانگے ہمیں عطا فرما!

صلی اللہ تعالی علی حبیبہ سیدنا محمد و الہ صحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

میرے والد اور میرے شیخ

حضرت مولانا پیر سیف اللہ احمد صاحب نقشبندی مجددی دامت برکاتہم العالیہ

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ اشعار پسند فرماتے تھے، لیکن شعرائے کرام میں آپ کو علامہ محمد اقبال کی جو شاعری تھی وہ بہت پسند تھی، آپ نے اپنی زندگی میں خود بھی اشعار لکھے، کچھ کلام بھی لکھے، نعت بھی لکھی، جیسے "ہوا وحرص والا دل بدل دے" اس کا پہلا شعر کسی اور بزرگ کا تھا لیکن بعد میں جتنے بھی آگے کلام ہیں وہ حضرت والد صاحب نے اس کے اندر لکھا، اسی طرح اے دوست وہ سب مل کے کہو! اپنے رب کو یاد کرو! اس نے نبی کی امت سے ہمیں پیدا کیا! سبحان اللہ! یہ بھی حضرت والد صاحبؒ نے لکھا اسی طرح مختلف کلام لکھے لیکن ایک شعر ایک کلام کے اندر انہوں نے لکھا ایسا لگتا ہے کہ وہ زبانِ شاعری میں اپنا مقام اور مرتبہ بیان کر گئے لیکن کسی نے توجہ نہیں کی وہ کلام تقریباً آج سے کوئی 22/25 سال پہلے حضرت والد صاحب نے لکھا تھا اور فرمایا

مجھے درد دل ملا ہے سن لو　　　اے دنیا والو مجھے درد دل ملا ہے
سن لو اے دنیا والو　　　میں فقیر بے نوا ہوں مجھے مل گئی ہے شاہی

تو اس طرح حضرت والد صاحبؒ نے اور بھی اشعار لکھے بلکہ اس عاجز کو یاد ہے کہ فرمانے لگے کہ میرے اندر اشعار لکھنے کی صلاحیت بہت زیادہ تھی لیکن میں نے پڑھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ رب العزت نے اس چیز سے محفوظ فرمایا تھا اور فرمایا تھا وما علمناہ الشعر وماینبغی

لہ تو اللہ رب العزت نے اس سے چونکہ اپنے محبوب کو محفوظ رکھا تو میں نے بھی سوچا کہ میری مناسبت نسبت کامل ہونی چاہیے تو میں نے بھی اپنے اشعار لکھنے کو اپنے آپ کو بہت کنٹرول کیا، اگر میں اشعار لکھتا تو آج ضرور ان اشعار کا ایک دیوان ہوتا لیکن فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی نسبت کو میں نے اپنے اوپر غالب رکھا اور میں نے اشعار نہیں لکھے پھر چند ایک جو لکھے کچھ کلام یا کچھ اشعار وہ آپ حضرات نے مختلف جگہوں پہ سنے، پڑھے، جیسے حضرت والد صاحبؒ نے ایک مرتبہ لکھا کہ

کتنے بڑے ہیں حوصلے پروردگار کے ہم نے کیے گناہ اس نے نہ کی پکڑ

اللہ رب العزت کی محبت میں لکھے، نبی ﷺ کی محبت میں لکھے، انسان وہ کلام حضرت والد صاحبؒ کے پڑھتا ہے تو حیران ہوتا ہے اللہ رب العزت نے آپ کو کس کس فیلڈ میں اور کون کون سی صلاحیتیں عطا فرما رکھی تھی، ایک ہی شخص تھا، ایک ہی دماغ تھا، لیکن کئی دماغوں کا مجموعہ تھا، وہ اکیلا شخص تھا جو کئی ہزاروں لوگوں کے اوپر غالب تھا، ہزاروں لوگ وہ کام نہ کر سکے جو وہ ایک اکیلا بندہ اس دنیا سے کر کے چلا گیا، اللہ کے ہاں کامیابی اور کامرانی پا گیا، تو اللہ رب العزت نے یہ صلاحیت بھی حضرت والد صاحبؒ کو دی تھی اس لیے آپ ان کے اگر خطبات کا مطالعہ کریں تو اپ کو ہر بیان میں کچھ نہ کچھ اشعار ملیں گے کہ بہت بہترین انتخاب بھی تھا ان کا اشعار کا جب آپ کسی اور شاعر کا کوئی شعر پڑھتے تو اس کا انتخاب آپ کا بہت پیارا ہوتا تھا اور موقع کی مناسبت سے ہوتا تھا ایسا نہیں تھا کہ بے موقع بس شعر پڑھ دیا نہیں اگر آپ گفتگو کر رہے ہوتے تھے بالکل اسی مناسبت سے گفتگو کرتے تھے جیسے بعض مرتبہ سالکین ایسے ہوتے ہیں کہ جو محنت کرتے ہیں کرتے ہیں لیکن

ایک وقت آتا ہے کہ وہ سوچتے ہیں کہ اب ہم نے اتنی محنت کی ہمیں کچھ حاصل نہیں ہو رہا تو اپنی کیفیات کچھ محسوس نہیں ہو رہی ہم آگے بڑھنا چاہ رہے ہیں بڑھ نہیں پا رہے ہے تو حضرت والد صاحب ایسے موقع پر شعر پڑھتے تھے

حسرت ہے اس مسافر مضطر کے حال پر   جو تھک کے رہ گیا ہو منزل کے سامنے

تو اس طرح آپ اپنے کلام میں اپنے گفتگو میں اشعار فرماتے تھے تو آج کی یہ مجلس اسی حوالے سے ہے حضرت والد صاحبؒ کے اشعار تو آپ کو مناجات فقیر کے نام سے ایک کتاب ہے اس میں بھی مل جائے گی ''وجدان فقیر'' کے نام سے کتاب ہے اس میں بھی مل جائے گی لیکن ابھی دو چار ایسے ایونٹس یا اشعار آپ کے سامنے یا سنائیں آپ نے خاص موقع کے اوپر تو وہ آپ کو ایک دو باتیں اس حوالے سے عرض کر دوں

ایک مرتبہ رات تقریباً ساڑھے تین پونے چار کا وقت تھا، فجر کا وقت ابھی شروع نہیں ہوا تھا تہجد کا وقت تھا تو عاجز اس کمرے میں حاضر ہوا حضرت صاحبؒ کی خدمت میں، تو حضرت والد صاحب جو ہیں وہ اس وقت کرسی پر تشریف فرما تھے اور مراقبے میں تھے اور ایک عجیب مراقبے کے اندر خاموش کمرہ ایک عجیب کیفیت تھی وہ کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی بس وہ جو اس وقت محسوس ہوا، وہی محسوس ہوا، اس کو الفاظ کا جامہ پہنا کر عملی جامہ پہنا کر آپ کے سامنے میں بول نہیں سکتا کہ کیا کیفیت تھی اس وقت تو عاجز نے سلام کیا تو سر اٹھایا جواب دیا اور فرمانے لگے کہ بیٹا بہت عرصے کے بعد بہت اچھے اشعار ملے ہیں تو میں نے پوچھا جی آپ بتائیں کون سے اشعار تو اس وقت یہ شعر پڑھا فرمایا :

کن فیکون جد رب فرمایا

عالم ارواح میں جب اللہ رب العزت نے انسانی ارواح سے گفتگو کی تو اس حوالے سے یہ تذکرہ ہے پنجابی کے اشعار کہ

کن فیکون جدرگ فرمایا اسی وی اٹھائی ہاتھ سے قالو بلا اسی کنی سنیا
کوئی گونگے ڈورے نا سے اصل مکاں لامکاں ہے ایساڈا اسیں ان بتاوچ پھاسے
اس نفس پلید پلید چا کیتا کوئی اصل پلید نہ سے

تو یہ اشعار سنائے اور ایسی کیفیت تھی کہ انسان حیران ہوتا تھا پھر اسی طرح ایک مرتبہ ایک اشعار تھے آپ نے یہ اشعار بہت کثرت سے ابتدا میں مراقبے میں پڑھا کرتے تھے بہت کثرت سے ہم نے اپنی زندگی میں نہ جانو بیسیوں درجنوں مرتبہ یہ اشعار مراقبے میں آپ سے سنیں، لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ آپ جہاز کے سفر پہ ہوتے تھے اور تنہا بیٹھ کے یوں مراقبے میں ہوتے تھے اور اپنے آپ میں یہ اشعار گنگنایا کرتے تھے، یہ اشعار یا کلام کہہ لیں آپ اس کو تو کلام تو لمبا ہے تو عاجز اس میں سے جو مین ٹکڑا ہے وہ آپ کے سامنے جو ہے وہ عرض کرتا ہے وہ جو اشعار آپ گنگناتے تھے جہاز میں بھی اور مراقبے میں تو بہت کثرت سے وہ تھے کہ

مٹ مٹ کے مٹ جا فقیرا مٹ مٹ کے مٹ جا اس مٹنے نوں سمجھ نہ مٹنا
اس تو وی مٹ جا فقیرا مٹ مٹ کے مٹ جا رات دا جاگن اے نہ سمجھی
مل گئی ہے اولیائی

پھر اس لائن کے بعد حضرت والد صاحب مزید کچھ اشعار تھے جو کسی اور کلام کے تھے لیکن آپ یہاں پر اس لائن کے بعد فرماتے تھے

راتیں جاگیں تے شیخ سڈاویں | راتی جاگ گئے کتے سین تھواتھے
رکھا سکھا ٹکڑا کھا کے | دین جان رکھاوچ ستے تیں تھواتیں
در مالک دا مول نہ چھوڑن | بھاوے ماریں سو سو جتے اتے
اٹ بلیا تو یار منالے | نہیں تا بازی لے گئے کتے تیں تھواتے

اور پھر دوبارہ پڑھتے تھے

رات دا جاگن اے نہ سمجھی مل گئی ہے اولیائی
رات نو کتے جاگ جاگ پہرا دیندے بھائی
او ایک ٹکڑے بدلے جاگن تو لکھ نعمت کھائی
کتے تیتھوں لے گئے بازی منہ گریاوچ پا فقیرا
مٹ مٹ کے مٹ جا فقیرا مٹ مٹ کے مٹ جا

تو یہ اشعار بھی بہت کثرت سے آپ پڑھتے تھے اور سناتے تھے، پھر اسی طرح ایک مرتبہ جب بھی آپ حرم مدینہ کی طرف سفر فرماتے تھے تو جب حرم کی حدود کے قریب ہوتے تھے یا راستے میں ہوتے تھے اس وقت یہ اشعار آپ جو ہیں وہ پڑھتے تھے، اللہ اکبر کبیرہ فارسی کے اشعار تھے عاجز اس ترجمے میں بھی ساتھ کر دے گا وہ اشعار کیا تھے کہ آپ حرم مدینہ جا رہے ہیں محبوب ﷺ کی خدمت میں ہے ابھی پہنچنا ہے سلام پیش کرنا ہے آقا ﷺ کی طرف جاتے ہوئے آپ پڑھتے تھے

نسیبا جانب بطحا گزر کن | زا حوالم محمد را خبر کن | توی سلطان عالم یا محمد
زیر ہوئے لطف سوئے من نظر کن | بے برائی جا مشتاقم براں جا | فدائے روضہ خیر البشر کن

مشرف گرچشود جامی زی لطف خدایا این کرم بارے دگر کن

اس کا ترجمہ کیا ہے کہ "اے صبا بطحا کی طرف چل اور میرے احوال محمد ﷺ کو بیان کر ان کو سنا کہ اے محمد ﷺ آپ ہی دونوں جہان کے سلطان ہیں ایک نگاہ کرم مجھ پر بھی ڈالیں میری بے تاب جان کو اس جگہ لے جاتا ہے کہ یہ حضور ﷺ کے روزہ اقدس پر نثار ہو جائے جامع اگرچہ آپ ﷺ کے لطف سے محظوظ ہے مگر اے اللہ مجھ پر تیرا کرم یہ بار بار ہوتا رہے" تو اس طرح موقع بہ موقع آپ اشعار پڑھتے تھے اور خود بھی محظوظ ہوتے تھے اور جو حضرات محفل میں ہوتے تھے ان کو بھی خوب محظوظ فرماتے تھے اور کئی مرتبہ تو اشعار پڑھتے ہوئے آپ کی انکھوں سے ایسے آنسو جاری ہوتے تھے کہ انسان حیران ہو جاتا تھا کہ اللہ رب العزت نے دل میں کیا عشق اور کیا محبت رکھی ہوگی، اپنی محبت اپنے پیارے محبوب کی محبت،

جس قلب کی آہوں نے دل پھونک دیے لاکھوں
اس قلب میں یا اللہ کیا آگ بھری ہوگی

اللہ جانے کیا آگ تھی ان کے سینے میں جو وہ اپنے اندر دبائے بیٹھے تھے اپنی کیفیات کو اپنے جذبات کو احساسات کو لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے بظاہر ایسا لگتا تھا کہ جیسے ہم ایک نارمل انسان ہیں لیکن باطنی کیفیات ہماری اور ان کی زمین وآسمان سے زیادہ فرق تھا ایک مرتبہ آخری بات عرض کر کے بات مکمل کرتا ہوں مدینہ طیبہ میں موجود تھے تو کمرے میں یہ عاجز تھا بڑے بھائی تھے حضرت صاحبزادہ حبیب اللہ احمد نقشبندی دامت برکاتہم اور حضرت والد صاحب تھے تو ڈیڑھ دو بجے کے قریب عاجز کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ حضرت والد صاحب اپنے بستر پر بیٹھے ہیں اور یوں مراقب ہیں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور یہ اشعار

پڑھ رہے ہیں وہ پنجابی کے اشعار تھے کیا اس وقت پڑھ رہے تھے مدینہ طیبہ کے کمرے میں بیٹھ کر کہ

ساڈے ول سونیا، نگاواں کدو ہونیا — دسو منظور اے دعاواں کدو ہونیا
رو رو ساری عمر جدائیاں وچ گالی یے — ہن ساڈی زندگی دی شام ہون والی یے
معاف ماہی ساڈیاں خطاواں کدوں ہونیا — ساڈے والے سونیا نگاواں کدو ہونیا
عشق دے بیماراں نو دارو کوئی نہیں چاہیدا — انہاں دا علاج ہے دیدار سونے ماہی دا
عشق دے بیماراں نوں شفاواں کدوں ہونیا — ساڈے ول سونیا نگاواں کدوں ہونیاں

تو اس طرح آپ جو ہے اپنی زندگی اتنی خوبصورت بہترین با کمال گزار کے چلے گئے کہ بیان سے قاصر ہے عاجز، اللہ تعالی ہمیں ان کے نقش قدم پر چلتے چلتے آپ ﷺ اور پھر آگے اللہ رب العزت کی محبت عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

خراج تحسین

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

حضرت پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر ملی۔ بہت افسوس ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کی مکمل مغفرت فرمائے، درجات عالیہ عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے بہت کام لیا۔ بے شمار انسانوں کی زندگیاں ان کی صحبت سے تبدیل ہوئیں۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے ذریعے دین، سنت اور تزکیہ کا کام اس طرح لیا کہ خاندان کے خاندان — ماشاءاللہ — تزکیہ کی زینت سے آراستہ ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی۔ وکل عندہ باجل مسمی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کی مکمل مغفرت فرما کر، اور اُن کو درجات عالیہ عطا فرما کر ان کے تمام منتسبین کو اور ان کے تمام اہل خانہ کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے۔ اور ان کے خلفاء اور منتسبین ان کے تعلیمات کو آگے بڑھائیں، اور ان کا پھیلایا ہوا فیض جاری وساری رہے۔ دل سے دعا کرتا ہوں۔

وآخر دعوان ان الحمد للہ رب العلمین

تعزیتی کلمات

شیخ حرم حضرت مولانا محمد مکی حجازی صاحب حفظہ اللہ، شیخ التفسیر والحدیث، مسجد الحرام، مکہ المکرمہ

کل ہمارے شیخ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی. بہت بڑی عظیم شخصیت تھی، اور بہت بڑا خلق وسیع رکھتے تھے۔ وہ خود اتنی تکلیف میں تھے لیکن پھر بھی وہ ویلچیر پر اس عاجز کو عیادت کرنے کے لیے گھر آئے۔ یہ ان کا بہت بڑا اخلاق ہے، وسعت اخلاق ہے۔

باقی بات ہے یہ کہ موت اور حیات برحق ہیں؛ بلکہ اگر آپ قرآن کا مطالعہ کریں تو موت مقدم ہے اور حیات بعد میں ہے۔ خلق الموت والحیاۃ۔ اللہ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے، سورۃ الملک آپ کھولیں گے اور پڑھیں گے

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ- وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا كه الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ

موت مقدم اور حیات مؤخر ہے۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی صدمہ آئے اور کوئی مصیبت آئے تو اس وقت آدمی میری موت کو یاد کیا کریے تو جب آپ میری موت کو یاد کریں گے تو آپ کا صدمہ جو ہے وہ ہلکا ہو جائے گا۔ سارے قرآن پاک کو کھول کر دیکھ لیں کہ جو وقت مقرر ہے وہ آگے پیچھے نہیں ہوسکتا۔

لَنْ يُؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا

لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ

اور میں چونکہ مریض ہوں، معذور ہوں، اور دوسرا ابھی مجھے سفر کی اجازت بھی نہیں ملی؛ اس لئے حضرت مولانا محمد ریاض شاہ جھنگی جو ہمارے مدرسہ کے مہتمم بھی ہے ان کو نیابتاً بھیج رہا ہوں تا کہ وہ حضرت کے جنازہ میں شرکت کریں اور حضرت کے جنازہ میں شریک ہونے کے بعد میری طرف سے تعزیت بھی پیش کریں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور اللہ ان کے پسمندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اللہ ان کے جو ادارے ہیں وہ ہمیشہ کھلتے رہیں قائم رہیں اور دائم رہیں۔

والسلام

محمد مکی حجازی مکہ المکرمہ

تقریظ

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد، وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین، ومن تبعھم بإحسان الی یوم الدین أما بعد :

محبوب العلماء والصلحاء، حضرت اقدس، مولانا، حافظ پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددیؒ کی ذات والاصفات، دیندار حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے ۔

حضرت کی حیات طیبہ میں ہی جس طرح آپکا فیض، ملکوں اور براعظموں کو عبور کر کے دنیا کے کونے کونے میں پہونچا، اور لاکھوں لاکھ مرد وخواتین نے من مانی زندگی سے توبہ کر کے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑا، انکے دل روشن ہوے، اور زندگیاں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آباد ہوئیں ۔فسق وفجور میں ڈوبے ہوئے نوجوان بچے اور بچیاں نور ولایت کے امین اور دعوت دین کے علمبردار بنے۔

حضرت کی زبان اور قلم میں اللہ تعالیٰ نے جو غیر معمولی تاثیر رکھی تھی، نیز آپکو جسقدر ظاہری وباطنی حسن وجمال سے نوازا تھا۔اسکی مثال صدیوں میں ملنا مشکل ہے ۔

حضرت اپنے بزرگوں کے، خصوصا اکابر دیوبند کے عاشق تھے ۔اور یقینا آپکو یہ ساری صفات اپنے بڑوں سے ہی وراثت میں ملی تھیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص تکوینی حکمتوں کے مطابق ان ساری صفات کو اپنے اس مقبول بندے میں یکجا فرمادیا تھا ۔اسی لئے آپکے انتقال پر ملال کا غم بلا مبالغہ ساری دنیا میں محسوس کیا گیا۔عوام وخواص سب نے حضرت کے وصال کو اپنا ذاتی نقصان سمجھا۔ایسی جامع الکمال شخصیات کی زندگی کا ہر گوشہ لائق تقلید ہوتا

ہے۔

قابل مبارکباد ہیں محترم ڈاکٹر تمیم قاسمی صاحب کہ انہوں نے مختلف اصحاب علم ودانش کی، حضرت رحمہ اللہ کی زندگی کے مختلف گوشوں پر تحریریں یکجا شائع کرنیکا بیڑا اٹھایا، اوراس عاجز کوبھی انگلی کٹا کرشہیدوں میں شامل ہونیکا حکم دیا ۔

دعاہے کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کوقبول فرمائے۔

ہمارے لیے حضرت رحمہ اللہ کے فیض کو جاری رکھے اور حضرت کے دنیا سے رخصت ہوجانیکے بعد ہم فقیروں کوکسی آزمائش میں نہ ڈالے ۔

کتبہ العبد الفقیر الی رحمۃ ربہ الغنی

سید/محمد طلحہ قاسمی

خانقاہ دارالاحسان بنگلور ۔

13/رجب المرجب 1447ھ

2/1/26

باسمہ تعالیٰ

الجامعۃ الاسلامیہ دارالعلوم دیوبند الہند

Darul Uloom Deoband

PIN 247554, U.P. INDIA

Ref: 229/1/44 Date: 18-12-25

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مکرمان محترمان جناب مولانا حبیب اللہ نقشبندی صاحب ومولانا سیف اللہ نقشبندی صاحب زید مجدکما

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاج گرامی!

آپ کے والد محترم اور عالم اسلام کی عظیم اصلاحی وروحانی شخصیت، حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی نور اللہ مرقدہ کے حادثۂ وفات پر اپنی اور دارالعلوم دیوبند کے تمام اساتذۂ کرام، ارکان شوریٰ اور طلبہ ومتعلقین کی جانب سے تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہوں۔

بلاشبہ یہ آپ اور آپ کے خاندان ہی نہیں پوری ملت اسلامیہ کا غم ہے، اس لیے کہ اللہ رب العزت نے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کو عالمی سطح پر ہمہ گیر محبوبیت ومقبولیت سے نوازا تھا، وہ اکابر ومشائخ کی نسبتوں کے امین اور انتہائی بافیض اور پُرتاثیر شخصیت کے مالک تھے، اُن کی صحبت اور بیانات نیز تالیفات سے لاکھوں بندگانِ خدا فیض یاب ہوئے اور ان کی اصلاح ہوئی، حضرت پیر صاحبؒ کی زندگی میں محبت الٰہی اور اتباع سنت کے اوصاف نمایاں تھے اور اسی مزاج کی بنا پر وہ حضرات اکابر دیوبند کے سچے عاشق تھے، دارالعلوم دیوبند اور اس کے خدام سے اُن کو والہانہ محبت تھی، اسی نسبت سے ذاتی طور پر، احقر سے بھی بہت محبت فرماتے تھے، ۲۰۱۱ء میں دیوبند تشریف آوری ہوئی تو دارالعلوم دیوبند کی انتظامی خدمت احقر سے متعلق ہو چکی تھی، اسی وقت سے حضرتؒ کی دعاؤں کا سلسلہ اور ملاقات پر غیر معمولی اکرام کا معاملہ جاری رہا، سفر ہند کے موقع پر دیوبند اور دیگر مقامات پر ان کی آمد کی برکات نمایاں طور پر محسوس کی گئیں۔ بہت سے اساتذہ اور علماء اُن سے وابستہ ہوئے۔ ایسی بافیض شخصیت کا اٹھ جانا یقیناً بہت بڑا حادثہ ہے۔

میری دعاء ہے کہ اللہ رب العزت حضرتؒ کے ساتھ خاص رحمت کا معاملہ فرمائے، اُمت کو ان کا نعم البدل عطاء فرمائے اور آپ تمام پسماندگان اور ان سے محبت کرنے والے تمام لوگوں کو صبر جمیل عطاء فرمائے اور آپ دونوں حضرات کو ان کا سچا جانشین بنائے، آمین!

والسلام

(مولانا مفتی) ابوالقاسم نعمانی

مہتمم دارالعلوم دیوبند

۱۴۴۷/۶/۲۵ھ = ۲۰۲۵/۱۲/۱۷ء

+91-1336-222429/ FAX: +91-1336-222768 darululoomdeoband.com info@darululoomdeoband.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجامعۃ الاسلامیۃ دار العلوم وقف دیوبند الہند

DARUL - ULOOM WAQF DEOBAND -247554 (U.P.) INDIA

التاریخ ______________ الرقم ______________

گرامی قدر محترم القام جناب مولانا حبیب اللہ صاحب و جناب مولانا سیف اللہ صاحب نقشبندی، زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے!

دار العلوم وقف دیوبند کے شعبۂ بحث وتحقیق حجۃ الاسلام اکیڈمی کے زیرِ اہتمام حضرت امام المحدثین علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کی حیات وخدمات کے مختلف علمی وفکری پہلوؤں پر منعقدہ عالمی سیمینار کی تیسری نشست اپنے اختتامی مرحلے میں داخل ہو چکی تھی اس تیسری وقیع نشست کی صدارت حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ صاحب مسعودی دامت برکاتہم شیخ الحدیث دار العلوم وقف دیوبند، فرمارہے تھے اور صدارتی خطاب کے دوران اجلاس میں موجود علماء، فضلاء اور اربابِ علم وعرفان کی نظریں، دل اور توجہات یکسو ہو کر ان کے بیان پُر اثر پر ہمہ تن گوش کلماتِ حکمت وبصیرت کی سماعت میں مستغرق تھیں اسی روح پرور اور علمی فضا کے دوران اچانک حضرت مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری دامت برکاتہم، استاذ حدیث دار العلوم دیوبند، کے فون پر ایک کال موصول ہوتی ہے کال سنتے ہی حضرت موصوف مکرم کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا آنکھوں سے اشکوں کا بے اختیار سیلاب امڈ آیا اور جسم پر ایک غیر ارادی لرزش طاری ہوگئی جو اس بات کی خاموش مگر پُر اثر شہادت تھی کہ کوئی نہایت جانکاہ اور دل دہلا دینے والی خبر پہنچی ہے اس ناگہانی پیش آمدہ صورت حال نے شہہ نشین پر موجود تمام اکابر ومعزز شخصیات کو گہری تشویش میں مبتلاء کر دیا اور جب یہ صاعقہ اثر اطلاع عام ہوئی کہ عالمی شہرت یافتہ بزرگِ طریقت ومرشدِ اہلِ دل حضرت شیخ پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی قدس سرہ وصال فرما گئے ہیں تو سیمینار ہال میں موجود علماء وافاضل کا مجمع دم بخود خاموشی کے حصار میں آ گیا اور پورا ماحول یہ یک دم حزن وملال اور دل شکستہ کیفیت میں ڈھل گیا جہاں خاموش آنسو، جھکی نگاہیں اور مضطرب دل اس عظیم روحانی سانحہ پر قلبی کربِ باطن، تسلیم ورضا اور صبرِ جمیل کی خاموش شہادت دے رہے تھے، ”اناللّٰہ وانا الیہ راجعون“

شمسِ نیم روز کی طرح یہ حقیقت بالکل ناقابلِ تردید ہے کہ اس دارِ فانی میں کسی کو بھی دوام حاصل نہیں البتہ اعمال کا انجام مختلف ہے اگر اعمال صالحیت اور رضائے حق کے متنوع عناوین سے متصف ہوں تو حیاتِ دنیوی میں بھی حق تعالیٰ کی محسوس اور نمایاں رحمتوں اور برکتوں کا ہر ایک ظہور من جانب اللہ جزائے خیر کا اعلان بن کر سامنے آتا ہے اور انتہا میں یہی اعمال دائمی اور ابدی کامیابیوں، سرخروئی آخرت اور قربِ الٰہی کی ضمانت وشہادت قرار پاتے ہیں جبکہ اس کے برعکس سوءِ عمل کا غلبہ ہو تو اس کا انعکاس آغاز ہی سے زوال پذیری کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور انجام بالآخر سراسر فنا، خسران اور محرومی پر منتج ہو جاتا ہے، حضرت والاؒ کی عظیم شخصیت اول الذکر جواہر آراء اوصاف سے مزین ایسی قابل رشک نمونہ تھی جس کی مسلم شریف میں تعبیری تجسیم ان الفاظ میں وارد ہوئی ہے ”یُبْعَثُ کُلُّ عَبْدٍ عَلَی مَا مَاتَ عَلَیْہِ“ ہر بندہ اسی حالت پر اٹھایا جائے گا جس حالت پر اس کی موت آئی“ یہی وجہ ہے کہ جس طرح حیاتِ انسانی میں مراتب وتفاوت پائے جاتے ہیں اسی طرح موت بھی ہر ایک کی یکساں نہیں ہوتی بلکہ جب موت کسی عام انسان کے درِ حیات پر دستک دیتی ہے تو گویا ایک فرد رخصت ہوتا ہے، اور اس کے اثرات عموماً دائرۂ خانہ اور خاندان تک محدود رہتے ہیں لیکن جب فرشتۂ اجل کسی ایسی نابغۂ روزگار، مقبولِ عام اور محبوبِ خاص ہستی کے حضور پروانۂ رخصت لے کر حاضر ہوتا ہے، جسے حق تعالیٰ جل مجدہ نے قبولیتِ عامہ اور روحانی محبوبیت کے آثارِ نجات سے سرفراز فرمایا ہو تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ محض ایک شخص کا جنازہ نہیں اٹھا بلکہ ایک پوری امتِ محبین اپنے دلوں کے بوجھ کو کندھوں پر اٹھائے اُس عظیم ہستی کو اس کی آخری آرام گاہ کی طرف رخصت کر رہی ہے۔

ذاتِ حق جل مجدہ نے حضرت پیر صاحب نقشبندیؒ کو اصحاب علم سے لیکر عام طلبا تک اور خواص سے لیکر عوام تک عجیب وغریب مقبولیت سے سرفراز فرمایا تھا واقعتاً وہ ایک باکمال اور جذاب ومحبوب شخصیت کے مالک تھے جس کی حسی دلیل اُن کے مسترشدین ومستفیدین اور مخلصین ومحبین کی طویل

Office : +91-8439412767, E-mail: rector@dud.edu.in / info@dud.edu.in , website : www.dud.edu.in

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجامعۃ الاسلامیۃ دار العلوم وقف دیوبند الہند

DARUL - ULOOM WAQF DEOBAND -247554 (U.P.) INDIA

التاریخ ————— الرقم —————

ترین فہرست میں ملتی ہے، سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ کی ذاتِ اقدس کو حق تعالیٰ نے روحانی گرویدگی اور باطنی کشش کا ایسا مرکز ومحور عطا فرمایا تھا کہ ان کے عہد میں جبالِ علم وعمل اور اصحابِ فنون وکمال بھی حضرت حاجی صاحبؒ کے حلقۂ ارادت میں شمولیت کو اپنی عظیم سعادت اور سرمایۂ افتخار سمجھتے تھے۔ حالاں کہ رسمی تعلیم کے اعتبار سے ان کا دائرہ نہایت محدود تھا اور وہ زیادہ سے زیادہ ابتدائی متون اور کافیہ تک ہی محیط تھا لیکن اس کے باوجود ذاتِ حق جل مجدہ نے اپنے خصوصی فضل وعطاء کے زیر اثر ان کی باطنی نسبت میں صدقِ حال وصدقِ مقال اور جذبۂ للٰہیت کو ایسے انجذابی اوصاف وکیفیات سے مرصع فرمایا تھا کہ بانیٔ دار العلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، فقیہ الامت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ جیسے متعدد ممتاز علماءِ علم وفضل ان کے حلقۂ ارادت وعقیدت میں شمولیت کو اپنے لیے کردار کی طہارت، دنیوی اصالت اور اخروی سعادت پر محمول فرماتے تھے، ایک مرتبہ کسی سائل نے اسی امر کو بظاہر عام فہم معیار پر پرکھتے ہوئے حضرت حکیم الامتؒ کے سامنے سوال رکھا تو آپؒ نے ”کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ “ کے اصول کے پیش نظر نہایت بلیغ تمثیل کے ذریعے حقیقت کو واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، فرض کیجیے ایک شخص کو تمام مٹھائیوں کے نام ازبر ہیں، مگر مٹھائی اس کے پاس موجود نہیں، اور دوسرا وہ ہے جسے اگرچہ ناموں کا علم تو نہیں لیکن بہ القاءِ ربانی مٹھائیوں کے خواص وجزئیات سے بھی بخوبی واقف ہے اور اس مٹھائی کا ڈبہ بھی اسی کے ہاتھ میں ہے تو بتایئے طالب کس کے پاس جائے گا؟ نام جاننے والے کے پاس یا مٹھائی کا ڈبہ تھامنے والے کے پاس؟ پھر فرمایا: ہمارے حاجی صاحب قدس سرہ کے ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ بھی اور الہامی طور پر مٹھائیوں کی خاصیات کا بھی علم رکھتے ہیں جبکہ ہم مٹھائیوں کے ناموں سے تو واقف ہیں لیکن مٹھائی کے ڈبہ سے تہی دست بھی ہیں اور طالب ومتلاشی بھی ہیں لہٰذا آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ کس کے در پہ جا کر دستک دینی چاہیے؟

یہ وہ ملکاتِ الٰہیہ ہیں جو حق تعالیٰ جل مجدہ اپنے منتخب ومحبوب بندوں میں سے جسے چاہے عطا فرما دیتے ہیں اور حضرت نقشبندیؒ کی عمومی وعوامی مقبولیت درحقیقت اسی ربانی انتخاب، روحانی فیضان اور صدقِ نسبت کا روشن اور ناقابلِ انکار مظہر تھی، بہر حال مرگ وزیست اس عالمِ کون ومکاں کا ایک ناگزیر اور لازمی جز ہے خواہ انسان کیسے ہی مراتبِ بلند پر فائز ہو، رفعت وسربلندی کی انتہاؤں کو چھو لے، کامیابیوں کے آفتاب وماہتاب کو مسخر کرلے، یا شہرت ومقبولیت اور فیض رسانی کے اوجِ ثریا تک ہی کیوں نہ رسائی پالے مگر موت سے فرار کسی کے لیے بھی ممکن نہیں ہے، تاہم بعض نفوسِ قدسیہ کے لیے موت محض اختتام نہیں بلکہ ایک بے مثل ولا مثال عطیۂ خداوندی بن کر جلوہ گر ہوتی ہے اس لیے کہ جس نے منبعِ کمال، ذاتِ لازوال کی بندگی اور اطاعت میں عمر بھر کے ایام بسر کیے گئے ہوں آج اسی حاکمِ مطلق کی بارگاہِ عالیہ میں اجر وجزاء کے لیے حاضری کی سعادتِ عظمیٰ میسر آئی تو گویا شرفِ بندگی اپنی معراج کو پہنچ چکی ہے ظاہر ہے کہ پھر اس سے بڑھ کر شرف وسعادت اور خوش بختی کا کوئی بھی درجہ باقی نہیں رہتا ہے۔

تمام دنیا میں لاکھوں افراد کے درمیان راقم السطور بھی دار العلوم وقف دیوبند کے مؤقر ومحترم اساتذۂ کرام، واراکین سمیت ایصال ثواب کے بعد بارگاہ رب ذو الکرم کی بارگاہ عالی میں دست بہ دعاء ہے کہ حق تعالیٰ جل مجدہ اپنی بیحد وحساب سایہ فگن رحمتوں کے جلو میں مرحوم ومغفور کو اعلیٰ علیین میں مقام کریم سے سرفراز فرماتے ہوئے جملہ اہل خانہ وخاندان اور مسترشدین ومستفیدین کو صبر جمیل کی توفیق سے سرفراز فرمائیں۔ آمین یارب العالمین

محمد سفیان قاسمی

مہتمم دار العلوم وقف دیوبند

مورخہ: ۲۵ رجمادی الثانی ۱۴۴۷ھ

مطابق: ۱۸ر دسمبر ۲۰۲۵ء

Office : +91-8439412767, E-mail: rector@dud.edu.in / info@dud.edu.in , website : www.dud.edu.in

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

+91 9868990544
+91 11 23317729

Jamiat Ulama-i-Hind
1-BAHADUR SHAH ZAFAR MARG, NEW DELHI- 110 002
E-mail : info@jamiat.org.in • URL : www.jamiat.org.in

جمعية علماء الهند

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کے انتقال پر
صدر جمعیۃ علماء ہند کا تعزیتی پیغام

نئی دہلی ۱۵ر دسمبر ۲۰۲۵ء: جمعیۃ علماء ہند کے صدر مولانا محمود اسعد مدنی نے نامور اسلامی اسکالر، سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے ممتاز روحانی پیشوا حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے۔

اپنے تعزیتی پیغام میں مولانا مدنی نے کہا کہ پیر صاحب کا شمار عصرِ حاضر کی ان قابل قدر روحانی واصلاحی شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے قرآن وسنت کی روشنی میں تزکیۂ نفس، اصلاحِ اخلاق اور اتباعِ سنت کے پیغام کو عالمی سطح پر عام کیا۔ ان کی وفات سے عالمِ اسلام بالخصوص برصغیر ایک مخلص داعی، صاحبِ نسبت صوفی بزرگ اور بے لوث مربی سے محروم ہو گیا ہے۔

مولانا مدنی نے کہا کہ حضرتؒ کی یہ امتیازی خصوصیت تھی کہ انہوں نے تصوف کو عملی زندگی، معاشرت اور خاندانی نظام سے جوڑ کر پیش کیا اور جدید تعلیم یافتہ طبقے کو بھی دین وشریعت کے قریب لانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ان کی تصانیف واصلاحی بیانات ان کی دینی بصیرت اور فکری وسعت کا روشن ثبوت ہیں۔

مولانا مدنی نے حضرتؒ سے اپنے اصلاحی اور دلی تعلق کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ان کی وفات سے ذاتی خسارہ اور سخت صدمہ ہوا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت ممدوح کی تمام دینی وروحانی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل نصیب فرمائے۔ آمین۔

مدیر محترم اس پریس ریلیز کو شائع فرما کر شکر گزار کریں

نیاز احمد فاروقی

سکریٹری جمعیۃ علماء ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Khalid Saifullah Rahmani

خالد سیف اللہ رحمانی

تعزیتی پیغام

نہایت رنج والم اور افسوس کا موقع ہے کہ عالم اسلام کی معروف روحانی شخصیت اور صاحبِ نسبت بزرگ حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون، ان کی وفات حسرت آیات نے خواص وعوام سبھی کو غمگین اور سوگوار کر دیا۔

انہوں نے نصف صدی سے زائد عرصہ دین اسلام کی خدمت، اصلاح وارشاد، تزکیۂ نفس اور وعظ ونصیحت میں صرف فرمایا، آپ کی زندگی محبتِ الٰہی، اتباعِ سنت اور اکابر واسلاف سے گہری عقیدت کا عملی نمونہ تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی مقبولیت اور محبوبیت عطا فرمائی تھی، آپ کی بافیض صحبت سے دنیا بھر میں مریدین ومتوسلین کا ایک بڑا حلقہ وابستہ رہا، آپ کے مواعظ، خطبات اور تصانیف کے ذریعہ بے شمار لوگوں کی زندگیوں میں تبدیلیاں آئیں، بالخصوص عصری تعلیمی اداروں سے وابستہ نوجوانوں میں دین سے وابستگی، تقویٰ اور اتباعِ سنت کا جذبہ بیدار ہوا، اور آپ کے ذریعہ روحانی فیوض وبرکات عام ہوئے۔

آپ کی رحلت یقیناً امتِ مسلمہ کے لئے غیر معمولی نقصان اور بہت بڑا خلا ہے، آپ کی دینی واصلاحی خدمات، خلفاء ومریدین کی بڑی تعداد، ادارہ معہد الفقیر، بے شمار تالیفات وتصنیفات آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام دینی واصلاحی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے، درجات بلند کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔

میں حضرتؒ کے اہلِ خانہ، صاحبزادگان، خلفاء اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مریدین ومتوسلین سے دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور امتِ مسلمہ کو ان کے بہترین نعم البدل سے نوازے۔

خالد سیف اللہ رحمانی

(خادم: المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)

۲۹ر جمادی الثانی ۱۴۴۷ھ

۲۱ر دسمبر ۲۰۲۵ء

• Director : Al Mahad Ul Aali Al Islami, Hyderabad
• President : All India Muslim Personal Law Board
• General Secretary : Islamic Fiqh Academy, INDIA
• Member of International Fiqh Academy, Makkah Mukarramah

• مدیر: المعهد العالي الاسلامي حيدرآباد
• رئيس: هيئة قانون الأحوال الشخصية الإسلامية لعموم الهند
• امين عام: مجمع الفقه الإسلامي (الهند)
• عضو: مجمع الفقه الإسلامي بمكة المكرمة

• ناظم: المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد
• صدر: آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ
• جنرل سکریٹری: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا
• رکن: انٹرنیشنل فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ

"Bait-ul-Hamd" H.No : 16-182/1, Quba Colony, P.O. Pahadi Sharif, Hyderabad- 500005, Telangana State, INDIA
WhatsApp : +91 8247271290, Mobile : +91 9959642747
Email : ksrahmani@yahoo.com, Website : www.khalidrahmani.in

قائم شدہ سنہ ۱۳۸۲ھ   Reg. No. 508

جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت کاندھلہ — **JAMIA BADRUL ULOOM GARHI DAULAT. KANDHLA**

ضلع شاملی (یوپی) ✆ 9917750201 — Distt. Shamli (U.P.) Pin - 247775
www.jamiabadruluIoom.com

Ref. No. ....   Date ....

تعزیت نامہ

بر وفات حسرت آیات حضرت مولانا پیر فقیر ذوالفقار صاحب نقشبندی نور اللہ مرقدہ

۱۴ر دسمبر ۲۰۲۵ء بروز اتوار دوپہر کے وقت واٹس ایپ کے ذریعے یہ غم ناک خبر موصول ہوئی کہ محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا پیر فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ شروع میں خبر سن کر یقین نہیں آیا؛ لیکن موت ایک اٹل حقیقت ہے، اس لیے خبر پر یقین کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔

حضرت پیر صاحب سے اللہ تعالیٰ نے دین کا بڑا کام لیا، تصوف وسلوک اور اصلاحی بیانات کے حوالے سے حضرت کی بڑی خدمات ہیں، آپ کی خدمات کا دائرہ ساٹھ سے زائد ملکوں میں پھیلا ہوا ہے، دنیا بھر میں آپ کے مریدین لاکھوں کی تعداد میں ہیں جن میں ایک بڑی تعداد علماء، طلبہ اور دانشورانِ قوم کی ہے، آپ کے مواعظ وملفوظات اور خطبات و بیانات سے پوری امت مسلمہ مستفیض ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے بیانات میں بڑی تاثیر عطا فرمائی تھی، سننے والوں کے دل کی دنیا بدل جاتی تھی۔ یہ ناچیز بھی آپ کے مطبوعہ خطبات سے ایک زمانہ سے استفادہ کر رہا ہے، جب آپ ۲۰۱۱ء میں دار العلوم دیوبند تشریف لائے، تو یہ ناچیز بھی اپنے والد محترم حضرت مولانا محمد کامل صاحب نور اللہ مرقدہ کی معیت میں، حضرت مولانا سید محمود اسعد مدنی دامت برکاتہم کے مکان پر آپ کی خصوصی مجلس میں شریک ہو کر آپ کی زیارت وملاقات سے مشرف ہوا تھا، اس کے بعد بھی دلی تمنا رہی کہ خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے اکتسابِ فیض کروں؛ لیکن عدیم الفرصتی اور مشغولیات کی کثرت نے اس کا موقع نہ دیا، جس کا ہمیشہ افسوس رہے گا۔

جمعہ کے روز نماز فجر کے بعد ماہانہ اصلاحی مجلس میں، جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت کی ''مسجد کامل'' میں ایک تعزیتی نشست منعقد کی گئی، جس میں جامعہ کے طلبہ واساتذہ اور باہر سے آئے ہوئے سالکین نے قرآن کریم پڑھ کر ایصال ثواب کیا، اس کے بعد مولانا محمد توقیر صاحب کاندھلوی نقشبندی، استاذ شعبہ انگریزی دار العلوم دیوبند وخلیفہ حضرت مولانا پیر فقیر ذوالفقار صاحب نقشبندی نے حضرت پیر صاحب کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی، پھر اس ناچیز نے حضرت پیر صاحب کو اُن کی زریں خدمات پر خراجِ تحسین پیش کیا۔

آپ کی وفات پوری ملت کے لیے بڑا خسارہ ہے، جس کی بھرپائی مشکل ہی سے ہو سکے گی۔ اس غم واندوہ کے موقع پر ہم خدام جامعہ حضرت پیر صاحب مرحوم ومغفور کے صاحبزادگان، جملہ پس ماندگان اور متعلقین ومحبین کے غم میں برابر کے شریک ہیں، اور ان سب کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہیں، اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آپ کی تمام دینی وملی خدمات کو قبول فرمائے، اور جملہ متعلقین واہل خانہ کو صبر جمیل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین)

محمد عاقل

محمد عاقل قاسمی کاندھلوی
شیخ الحدیث ومہتمم جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت، کاندھلہ، ضلع شاملی (یو۔ پی)
۲۸ر جمادی الاخری ۱۴۴۷ھ، مطابق ۲۰ر دسمبر ۲۰۲۵ء

مہتمم جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت
کاندھلہ ضلع شاملی (یوپی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جامعہ عربیہ اسلامیہ ضیاء القرآن

مکان نمبر ۲۵ گلی نمبر ۱۳۸ مؤگون ینگون

[illegible]

[illegible]

بسمہ سبحانہ وتعالیٰ

تعزیت نامہ بروفات محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی نوراللہ مرقدہ

خلیفۂ اجل مرشد عالم خواجہ غلام حبیب نقشبندی

مکرمان محترمان جناب مولانا حبیب اللہ احمد نقشبندی صاحب و مولانا سیف اللہ احمد نقشبندی صاحب زید مجد کما

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاج گرامی!

آپ کے والد محترم اور عالم اسلام کی عظیم اصلاحی وروحانی شخصیت، سلسلہ نقشبندیہ کے سرتاج حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی نور اللہ مرقدہ کے حادثہ وفات پر اپنی اور جامعہ ضیاء القرآن رنگون کے تمام اساتذہ کرام، ارکان شوریٰ اور طلبہ و متعلقین کی جانب سے تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہوں۔

إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ

دو مہینے سے پہلے سمیر بھائی سلمہ کے ذریعہ یہ معلوم ہوا کہ حضرت جی کی طبیعت ناساز ہے گردے کے متعلق غیر معمولی آپریشن کرنا ہے خبر ملتے ہی بندہ نے خانقاہوں میں متوسلین سے دعا کرایا۔ اور خود بھی دعا کرتا رہا اس کے بعد وقتاً فوقتاً سمیر بھائی سلمہ سے خبر لیتا رہا۔ بروز منگل صبح بارہ بجے اچانک سے سمیر بھائی سلمہ سے فون آیا، اور خبر دیا کہ حضرت جی بات کرنا چاہتے ہیں۔ بندہ نہایت مسرت ہو کر اپنے بیٹے مفتی نور اللہ سلمہ کو بھی بلا کر انتظار کیا، اس کے بعد حضرت جی اس طرح مجھ سے بات فرمایا کہ مفتی صاحب گردے کی آپریشن کی کامیابی کے لیے دعا کریں، دعاؤں سے تو چلے گا، اس فرمائش کے بعد میں نے پورے ملک میں حضرت جی کی محبین کو نیٹ کے ذریعہ اعلان کر کے دعا کرایا۔

بروز اتوار ایک صاحب نے خبر دیا حضرت کی وفات کا خبر نیٹ میں آرہا ہے، مجھے یقین نہیں آیا سمیر بھائی سلمہ کو فون لگایا مگر اٹھایا نہیں ۔ اس کے بعد ہندوستان کے حضرت جی کا خلیفہ اجل حضرت مولانا سلمان بجنوری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی طرف سے اعلان کو سنا تو وفات پر یقین ہو گیا، اس خبر پر دل نہایت رنجیدہ ہوا مغموم دل سے ملک میں اعلان کرایا گیا۔ یقیناً یہ سانحہ ارتحال صرف حضرت جی کے اہل خانہ، خلفاء اور متوسلین ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ پورے امت مسلمہ بالخصوص اہل علم، اہل تصوف اور طالبان حق کے لیے ایک عظیم نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت جی کی بال بال مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے، اور مرقد کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنائے اور حضرت جی کی تمام خدمات کو قبول فرمائے۔ نیز اہل خانہ متعلقین، متوسلین اور تمام محبین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے اور اس عظیم صدمے کو برداشت کرنے کی توفیق دے۔ بلاشبہ اہل علم ومشائخ کی وفات علم کے اٹھ جانے کی مترادف ہے مگر مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت جی کی فیض کو حضرت جی کے جانشین (حضرت مولانا حبیب اللہ احمد نقشبندی صاحب و مولانا سیف اللہ احمد نقشبندی صاحب) اور خلفاء کے ذریعے پوری دنیا میں جاری رکھیں گے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت جی کے نقش قدم پر چلنے اور اخلاص وتقویٰ اور خدمت دین کو اپنی زندگی کا مقصد بنانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

والسلام مع الاحترام

یکے از خدام حضرت جی

(مولانا مفتی) محمد ادریس مظاہری، رنگونی، برمی

مقیم حال مکہ مکرمہ

مہتمم جامعہ ضیاء القرآن، رنگون، بانی و رئیس اعلیٰ وفاق المکاتب الاسلامیہ برما

۵/رجب المرجب/۱۴۴۷ھ = شب جمعہ

میرے حضرت، میرے شیخ

حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب نقشبندی مجددی دامت برکاتہم العالیہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں زندگی میں کئی بار یتیم ہوا ہوں، زندگی میں کئی بار بے سہارا ہوا ہوں۔ اور میں کن کن صدموں سے گزرا ہوں۔ یہ جملے محض الفاظ نہیں، بلکہ وہ حقیقت ہیں جنہوں نے میرے وجود کو تراشا ہے۔ میں نے زندگی میں ایک نہیں، کئی عظیم ہستیوں کی جدائی کا زخم اپنے سینے میں سہا ہے۔ ایسے صدمات جنہوں نے دل کو چھلنی کر دیا، مگر ایمان کو کمزور نہ ہونے دیا۔ سب سے پہلے میرے والدِ محترم اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ پھر علم وفکر کے آفتاب، حضرت مولانا ابو الحسن علی صاحب ندویؒ چلے گئے۔ اس کے بعد میرے پہلے شیخ، حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ، اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ بھی اپنے رب کے حضور پہنچ گئے۔ پھر حضرت جی داعی الی اللہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی جدائی کا صدمہ آیا۔ اور سب سے آخر میں وہ صدمہ جس نے دل کی گہرائیوں کو ہلا دیا' میرے شیخ ومرشد، میرے محبوب، محبوبُ العلماء والصلحاء، حضرت اقدس پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددیؒ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ دو ڈھائی مہینے ہوئے ہوں گے کہ میری ایک روحانی بیٹی، جو اللہ کے دین کی محنت کرنے والی ہیں اور پیشے کے اعتبار سے ریڈیالوجسٹ ڈاکٹر ہیں، عمرے پر گئی ہوئی تھی۔ وہاں حسنِ اتفاق سے حضرت جیؒ سے ملاقات ہوئی۔ وہ پہلے ہی حضرت جی سے بیعت ہو چکی تھیں۔ اس ملاقات میں جب انہوں نے پوچھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے، تو

حضرت جیؒ نے اس فقیر غلام کا نام لے کر فرمایا : ''سجاد سے رابطہ رکھنا''۔ یہ حضرت کی نگاہِ انتخاب تھی، جو بندے کی حیثیت سے نہیں بلکہ کام کی نسبت سے ہوتی ہے۔ اللہ نظرِ بد سے بچائے اور قبولیت عطا فرمائے۔ اسی طرح آخری ملاقات میں حضرت نے طویل وقت تک میرا تذکرہ فرمایا، سلام کہلوایا اور یہ فرمایا کہ ''میں مولانا سجاد کے لیے بہت دعا کرتا ہوں، وہ بہت بڑا کام کر رہے ہیں''۔ سوچیے! وہ پیرِ دانا، وہ مردِ حکیم، وہ اس ملک کے حالات، دینی محنتوں اور افراد پر کیسی گہری نظر رکھتے تھے۔ آج آپ جس مرکز میں بیٹھے ہیں، یہ سب حضرت کی جوتیوں کے صدقے ہیں۔ میں خود کو اس حال میں بھی نہیں پاتا کہ حضرتؒ کا کوئی تفصیلی تذکرہ کروں۔ ایک واقعہ مسجدِ نبوی کا ہے، جو اللہ کے بندوں کی توجہ کا آئینہ دار ہے۔ میں مغرب کے بعد مسجد نبوی میں حضرت کے پیچھے بیٹھا تھا۔ نماز کے بعد حضرت نے مجھ سے فرمایا : ''انڈیا کا نقشہ مل سکتا ہے؟'' میں حیران رہ گیا۔ مسجدِ نبوی میں اُس وقت انڈیا کا نقشہ کہاں سے لاتا؟ میں نے عرض کیا : ''دعا فرمائیں، میں کوشش کرتا ہوں''۔ ابھی میں دعا مانگتا ہوا مسجد کے دروازے کی طرف بڑھا تاکہ مسجدِ نبوی کے قریب واقع بُک اسٹال سے شاید نقشہ مل جائے۔ ابھی میں مسجد سے نکلا ہی تھا کہ ایک صاحب مسجد کے اندر داخل ہوتے ہوئے ملے۔ سلام کے بعد کہنے لگے : ''میں آپ ہی کو ڈھونڈ رہا تھا۔ میں اپنے کمرے کی صفائی کر رہا تھا تو انڈیا کا ایک نقشہ ملا۔ میں نے سوچا میرے کس کام آئے گا، آپ کو دے دوں''۔ اللہ اکبر!

یہ ہے اللہ کے بندوں کی توجہ اور ان پر اللہ کی توجہ میں خوشی خوشی تیز قدموں سے چلتا ہوا حضرت تک پہنچا۔ حضرت دیکھ کر مسکرائے اور پھر نقشہ کھول کے بیٹھ گئے۔ اس وقت تک

میرا قیام لکھنؤ ہی میں تھا۔ میں نے تو نیرل اور ممدہ پور کا نام بھی نہیں سنا تھا۔ اس جگہ کو میں جانتا بھی نہیں تھا۔ حضرت کچھ دیر تک نقشہ کو دیکھتے رہے اور ایک جگہ پہ انگلی رکھی، کہا :" یہ جگہ کون سی ہے؟۔ میں نے کہا کہ میں اتنا جانتا ہوں کہ یہ کوکن کا ایریا کہلاتا ہے۔ ممبئی اور پونا بڑے شہر ہیں، یہ ان کے بیچ کی جگہ ہے جہاں آپ نے انگلی رکھی ہے۔ کہنے لگے مولانا! آپ یہاں اپنا مرکز بنائیے۔ اللہ! میرے تو پسینے چھوٹ گئے، اس لیے کہ لکھنؤ چھوڑ کر آنا میرے لیے بالکل ممکن ہی نہیں تھا۔ وہاں ادارے چل رہے تھے الفرقان کا دفتر قائم تھا۔ میرا گھرانہ وہاں آباد لیکن بڑوں کا حکم تو میں نے، مولویانہ شرارت، سن لو مولویو! تم لوگ جوڈنڈی مارتے ہو۔ ہم بھی کبھی مارتے تھے تو ہم نے وہ ڈنڈی مارنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے یہ کہا کہ کبھی کبھی چلا جایا کروں گا تو حضرت ہنسے،" ہاں، شروع میں کبھی کبھی پھر مستقل۔" مولانا سلامت اللہ تو گواہ ہیں بہت ہی تفصیلات کے، اللہ اکبر اللہ، اکبر اللہ، اللہ ہمیں اپنے بڑوں کی قدر سے نصیب فرمائے۔ ناقدری کے سب سے بڑے گناہ سے بچائے۔ لاکھوں گناہوں کا سبب بڑوں کی ناقدری ہے۔ ایک یہ گناہ ہزاروں نیکیوں سے محروم اور ہزاروں گناہوں کا مجرم بنا دیتا ہے۔ بہر حال پھر اللہ نے دھیرے دھیرے دھیرے دھیرے اسی جگہ پر بسیرا ڈال دیا اور آپ سب نے اس کو آباد کرنا شروع کر دیا۔ اللہ آپ سب کے خاندانوں کو آباد کرے۔ حضرت کا جو سفر ہوا تھا، اس سلسلے میں الفرقان مئی اور جون کے دو ہزار گیارہ کے شمارے میں جو کچھ میں نے لکھا تھا، آپ کی محبت و طلب کی تسکین کے لیے اسے پڑھ کر سنانا چاہتا ہوں۔ سناؤں؟ فیس لگے گی۔ کیا فیس ادا کرو گے؟۔ فیس تقویٰ۔" غالباً ستائیس رمضان المبارک ۲۹؍۱۴۱اھ کا دن تھا یہ عاجز بھی بہت سے دوسرے طالبین کے ساتھ جسا کا زامبیا کی مسجد عمر میں

معتکف تھا، یہ عاجز اور برادر محترم مولانا صلاح الدین سیفی صاحب باہم مشورے کے بعد اپنے شیخ و مرشد اور شمعِ محفل، حضرت مولانا الفقار احمد نقشبندیؒ کے خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت سے ہندوستان کا دورہ کرنے کی گزارش کی۔ہم نے جو کچھ عرض کیا اس کا خلاصہ یہ ہے، متکلم میں ہی تھا مختلف پہلو ہیں جن کی وجہ سے آپ کے یہ غلام آپ کی ہندوستان تشریف آوری کو ضروری سمجھ رہے ہیں، جن میں سے ایک تو یہ ہے کہ بڑوں کی پوری صف کے اٹھ جانے کے بعد ہمارا شیرازہ منتشر ہوتا جا رہا ہے اور ہمیں ایک ایسی شخصیت کی شدید ضرورت ہے جس کے دامن میں سب کو پناہ مل سکے جو سب کو اپنا سمجھے اور جسے سب اپنا سمجھے اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کی موجودہ اور آنے والی نسلیں غیر شعوری طور پر مشرکانہ کلچر سے مانوس اور متاثر ہوتی جا رہی ہیں۔ہمارے لاکھوں بچے بچیاں، جو تعلیم پا رہے ہیں اور ہمارے جو عام لوگ تجارت یا سیاست وغیرہ میں لگ کر ہر وقت دوسروں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں توحید و شرک کے بارے میں اس حساسیت سے وہ بالکل محروم ہوتے جا رہے ہیں جو اسلام میں یقیناً مطلوب ہے۔ہمیں امید ہے کہ خاص کر ان دونوں پہلوؤں سے اور دوسرے اور پہلوؤں سے بھی جن کی تفصیل کا موقع نہیں، حضرت والا کی تشریف آوری سے اللہ کے بندوں کو بہت نفع ہوگا، ہمارا خیال ہے کہ غربت کدۂ ہند میں مسلمانوں کو مجددی نسبت کی رہبری و دستگیری کی ایک بار پھر سخت ضرورت ہے، میں نے حضرت سے جو کچھ کہا تھا اُن میں یہ بھی کہا تھا کہ حضرت ہم آپ کو اِس لیے اپنے ملک میں نہیں بلانا چاہتے کہ لوگ آپ سے بیعت ہو جائیں، آپ کے مرید ہو جائیں، صرف اِس لیے بالکل نہیں بلانا چاہتے، مجدد الف ثانیؒ نے اِس ملک کو ایک مرتبہ ہندو راشٹر بننے سے بچایا تھا، آپ اس وقت پوری دنیا میں ہماری معلومات کے مطابق

مجددی نسبت کے سب سے بڑے حامل ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ اِس نسبت کے قدم ہمارے ملک میں اتر لگ جائیں تو شاید ایک بار پھر ہم بچ جائیں، ان بڑے مقاصد کو بھی اپنے ذہن میں ڈالو، خانقاہ آتے وقت، اصلاح کراتے وقت حضرت نے ہماری یہ معروضات سنیں، تھوڑی دیر کے لیے گردن جھکا کر کچھ سوچا اور پھر جب سر اٹھایا تو ہم نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں آنسو تھے لیکن انہوں نے اپنی قلبی کیفیت کو چھپاتے ہوئے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکالا جس پر پورے سال کا پروگرام ان کا لکھا رہتا ہے اور اس کاغذ کو مجھے سونپتے ہوئے فرمایا: "بہت اچھا، کیا میٹھا انداز تھا۔ (ہائے ہائے اُف۔ کیسے کوئی نقل اتارے ان کی۔ بہت اچھا، یہ چارٹ میں دیکھ لیں، فلاں یا فلاں مہینے میں کوئی پندرہ دن خالی ہوں تو ان دنوں کی ترتیب بنا لیں، یہ عاجز حاضر ہے۔" ہم دونوں باہر نکلے، میں اور مولانا صلاح الدین سفی صاحب، اللہ ان کے فیض کو عام فرمائے، ہم خوشی سے ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ کچھ دیر تک اشکبار آنکھوں سے دعاؤں میں لگے رہے اور یہ طے کیا کہ وطن واپس جا کر حضرت کے لیے ویزے کی کوشش کرنی ہے۔ ہم لوگ ابھی اس کوشش کے شروع کرنے کے چکر ہی میں تھے کہ پھر اسی سال رمضان المبارک میں دوبارہ اعتکاف کے لیے جب زامبیا حاضر ہوئی تو اس وقت حضرت نے بتایا کہ مولانا محمود مدنی صاحب اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ پاکستان آ کر ملے تھے، انہوں نے ہندوستان کے سفر کی دعوت دے دی اور ویزے کے سلسلے میں ذمہ داری بھی لی۔ چنانچہ ہم لوگوں کو یہ سن کر بہت خوشی ہوئی اور امید بندھ گئی کہ ہم لوگ جو کام نہیں کر پا رہے تھے، امید ہے کہ مولانا محمود میاں مدظلہ کے ذریعے وہ کام انجام پا جائے گا اور الحمدللہ کہ ایسا ہی ہوا۔ غالباً نومبر کے آخر کی کوئی تاریخ تھی جب خوشخبری ملی کہ مولانا محمود میاں کی کوشش کے

نتیجے میں حکومتِ ہند کی طرف سے اسلام آباد میں واقع ہندوستانی ہائی کمیشن کو ویزے جاری کر دینے کے احکام صادر ہو گئے ہیں۔ پھر وہ لمبی کہانی ہے جس کے لیے الفرقان کا شمارہ مئی اور جون دو ہزار گیارہ اور اس کے علاوہ پھر ایک خاص نمبر، بہت ضخیم، حضرت جو یہاں آئے اس پورے ملک میں جہاں جہاں گئے، اس کی روداد اور کارگزاری اور اس کے بیانات۔ جس میں پورے دورہ ہند میں جو حضرت کے جہاں جہاں بیانات ہوئے اس کو الحمدللہ شائع کیا گیا ہے اور حضرت کی بہت دعائیں ملی تھیں اور حضرت کے صاحبزادگان کی جواب حضرت کی جگہ پر ہیں، اللہ ان دونوں صاحبزادوں کو سلامت رکھیں اور ان سے اپنے والدِ مجید کی طرح روحانی فیض پہنچائے۔ تو جو کتاب یہاں موجود ہے وہ جو حضرات خرید سکیں وہ لے لیں اور آئندہ کے لیے اپنا آرڈر بھی لکھوا دیں تا کہ مزید وہ کتابیں لکھنؤ سے منگوائی جائیں۔ میری اصرار سے گزارش ہے، مردوں اور خواتین دونوں سے، کہ "خطباتِ ہند" آپ منگوائیے۔ آپ ضرور اگلی مجلس میں حاصل کیجئے اگر اس وقت نہ ملے اور خطبات ہند کو غور سے پڑھیئے اپنی اصلاح کے لیے ان شاء اللہ آپ کو بہت فائدہ ہوگا۔

حدیثِ دل بزبانِ دل

حضرت اقدس مولانا صلاح الدین سیفی صاحب نقشبندی مجددی دامت برکاتہم العالیہ

اللہ اللہ اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

انسانوں سے بھری اس دنیا میں اللہ رب العزت کے پیدا کردہ بندوں میں کچھ ایسے نرالے ہوتے ہیں جو بذاتِ خود ایک فرد ہوتے ہیں.. لیکن اپنی ذات میں خوبیوں کی ایک انجمن ہوتے ہیں... جن کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں.. بل کر دل خوش ہوتا ہے... ساتھ رہ کر زندگی سنورتی ہے... ایسے ہی افراد میں ایک نام حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے... جنہوں نے عشقِ الٰہی و عشقِ رسول کو اپنی زندگی کا موضوع بنایا ہوا تھا یہاں تک کہ محبتِ الٰہی پر زندگی بھر گفتگو فرمائی... ہر ملنے والے کو محبتِ الٰہی کا پیغام سنایا، یہاں تک کہ محبوبُ العلماء والصلحاء کا لقب پا گئے۔

حق تعالیٰ نے ان کے ظاہر کو بھی اتنا پیارا بنایا تھا کہ دیکھنے والا گرویدہ ہو جاتا تھا... اور دل کہتا تھا کہ پیارے اللہ! جب آپ نے میرے محبوب ﷺ کے امتی کو اتنا پیارا بنایا تو محبوب ﷺ کا کیا حال ہوگا۔

حضرت مرحوم رحمۃ اللہ علیہ وجیہ ہونے کے ساتھ ساتھ بلند اخلاق باکردار سنتِ نبوی کا چلتا پھرتا نمونہ تھے... کئی بار آدمی اپنے ظاہری رکھ رکھاؤ کے اعتبار سے اپنے آپ کو تماشہ بنا لیتا ہے... بلکہ بھیانک بنا لیتا ہے... لیکن حضرتؒ سادگی کے ساتھ فقیری میں شاہ لگتے

تھے... ہر آدمی حضرت والاؒ کی نقل کرنا اپنے لئے سعادت سمجھتا تھا.. خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو ان کی صحبت کا حصہ ملا۔

۲۰۰۱ء میں حضرت کا براہِ افریقہ بعد رمضان المبارک ہندوستان کا سفر ہوا... اس میں حضرت کا داعی کوئی نہ تھا بلکہ اس سفر کا داعیہ خود حضرت کے دل میں پیدا ہوا... چنانچہ اصل گجرات میں تشریف لائے اور ملک کے کچھ اور حصے میں تشریف لے گئے۔

یہ سفر حضرت کے جذبۂ محبت اور علماء دیوبند اور اکابر و مشائخ کی محبت کا غماز تھا... اس سفر کے اندر حضرت پیر صاحبؒ نے بہت سے بیانات فرمائے... جن کو اِس عاجز نے ''دوائے دل'' کے نام سے مرتب کیا... جو ہند و پاک میں بڑی مقدار میں طبع ہو کر عام ہوئے۔ اگرچہ حضرت والاؒ دنیا میں نہ رہے... لیکن حضرت کے مواعظِ حسنہ صبحِ قیامت تک لوگوں کے دلوں کو محبتِ الٰہی سے گرماتے رہیں گے۔

چھوٹوں کے ساتھ ذرّہ نوازی کا یہ حال کہ یہ عاجز ایک بار درمیانِ سال میں ''زامبیا'' سے اپنے وطن واپس آ رہا تھا اور حضرتؒ بھی اسی فلائٹ کے ''کینیا'' تک کے مسافر تھے۔

حضرتؒ کی نشست فرسٹ کلاس میں تھی اور اِس عاجز کی عام سیٹ تھی... ہم دونوں بورڈ ہونے کے لئے جب فلائٹ کی طرف بڑھے... تو فرسٹ کلاس والوں کے لئے سیڑھی آگے کے حصے میں لگی تھی اور عام لوگوں کے لئے پیچھے کی طرف... حضرتؒ نے میری ٹرالی بیگ اپنے ہاتھ میں لے لی... یہ عاجز حضرتؒ کا ایک دستی بیگ پہلے سے اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھا۔ میں نے جب معذرت چاہی کہ حضرت! میں اپنا بیگ خود لوں گا... اس پر حضرتؒ نے فرمایا: نہیں، مولانا! مجھے بھی تو مسافر جیسا لگنا چاہئے... اور پیچھے کی سیڑھی سے

میرے ساتھ چلیے... جب کہا گیا حضرت! آپ اگلی سیڑھی سے سوار ہو جائیے... تو فرمایا نہیں، یہ راستہ بھی وہیں پہنچے گا... جب میری سیٹ آئی تو اپنے ہاتھوں سے میرا بیگ کیبن میں رکھا اور محبت بھرا سلام کر کے آگے بڑھ گئے۔ مختصر الفاظ میں دل کی بات بخوب فرماتے تھے۔

بچیوں کے مدرسہ میں زیارت کے لئے تشریف لے گئے... ایک جملہ فرمایا:

''مرد پڑھا، فرد پڑھا... عورت پڑھی خاندان پڑھا''

جب یہ عاجز پہلے سفرِ ہند کے بیانات ''دوائے دل'' کے نام سے چھپوا کر پیش کرنے کے لئے پاکستان گیا، حضرت جیؒ سے ملاقات تو نہ ہوسکی، البتہ مجموعۂ بیانات ''دوائے دل'' کو کسی نے حضرت جیؒ کی خدمت میں زامبیا اعتکاف کے اندر پہنچا دیا، اس سال ۲۰۰۲ء میں اِس عاجز کا پہلا سفرِ حج ہوا، اس سفر میں ایک نیت حضرت جیؒ سے ملاقات وزیارت بھی تھی۔

ایک روز رکن یمانی اور حجرِ اسود کے محاذات میں بعد عشاء تنہا بیٹھے دیکھا... دیوانہ وار حضرتؒ کے سامنے حاضر ہوا اور سلام پیش کر کے مصافحہ کیا اور عرض کیا حضرت! ''صلاح الدین سیفی'' انڈیا سے آیا ہوں... حضرتؒ نے خود فرمایا : ''دوائے دل'' والے؟ میں نے کہا : جی حضرت!... حضرت والاؒ کھڑے ہو گئے اور سینے سے لگا لیا... پھر اِس عاجز نے دائیں طرف خالی مصلّٰے پر بیٹھ کر حضرتؒ کی ران پر دونوں ہاتھ رکھ کر عرض کیا : حضرت! اپنی غلامی کے لئے قبول فرما لیجئے... اپنے پیروں کی جوتی بنا لیجئے! مجھے اللہ سے ملا دیجئے۔

اس پر حضرتؒ نے فرمایا : جس کا عمل ہو بے ریا اس کی جزاء کچھ اور ہے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف اور اخلاق پر جتنا لکھا جائے کم ہے... رب کریم! حضرتؒ کے درجات کو بلند فرمائیں اور اپنی شایانِ شان بدلہ عطا فرمائیں۔

راہِ حق کا ایک مسافر

حضرت مولانا مفتی شکیل احمد صاحب نقشبندی مجددی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی. أما بعد:

أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم،

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ. سبحان ربك رب العزة عما یصفون

وسلام علی المرسلین، والحمد للہ رب العالمین

. اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد و بارك وسلم،

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد و بارك وسلم،

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد و بارك وسلم.

مصیبتوں میں سب سے بڑی مصیبت

حضرات! اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: " يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَيُّمَا أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ، أَوْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أُصِيبَ بِمُصِيبَةٍ، فَلْيَتَعَزَّ بِمُصِيبَتِهِ بِي عَنِ الْمُصِيبَةِ الَّتِي تُصِيبُهُ بِغَيْرِي فَإِنَّ أَحَدًا مِنْ أُمَّتِي لَنْ يُصَابَ بِمُصِيبَةٍ بَعْدِي أَشَدَّ عَلَيْهِ مِنْ مُصِيبَتِي. "(ابن ماجہ 1599)

کہ جس شخص پر کتنی ہی بڑی مصیبت آپڑے، اسے چاہیے کہ وہ میری وفات کو یاد کرے؛ کیونکہ میری وفات سے بڑھ کر اس امت پر کوئی صدمہ نہیں آیا۔

موت: ایک یقینی اور اٹل حقیقت:

یہ بات ہمیں اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ دنیا کی ہر تکلیف، ہر آزمائش اور

ہر صدمہ عارضی ہے، مگر موت ایک یقینی اور اٹل حقیقت ہے، جو اپنے مقررہ وقت پر، بلا کسی تاخیر کے، ہر انسان پر وارد ہو کر رہتی ہے۔

اسی ابدی حقیقت کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مجید میں نہایت بلیغ اور پر اثر انداز میں بیان فرمایا: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾

ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ یہ بھی فرمایا جا سکتا تھا کہ ہر انسان مر جائے گا، مگر اللہ جل جلالہ نے محض مرنے کا لفظ استعمال نہیں فرمایا، بلکہ چکھنے کی تعبیر اختیار فرمائی، تا کہ یہ بات دلوں میں اتر جائے کہ موت محض ایک واقعہ نہیں بلکہ ایک کیفیت، ایک احساس اور ایک ذاتی تجربہ ہے۔

چکھنے میں فرق ہوتا ہے : کوئی ذائقہ میٹھا ہوتا ہے، کوئی کڑوا، کوئی کھاری۔ کچھ چیزیں انسان رغبت اور شوق سے چکھتا ہے، اور کچھ کو کراہت اور بیزاری کے ساتھ۔ انسان جب صحت مند ہوتا ہے تو اچھی غذا اسے لذت دیتی ہے، اور جب بیمار ہوتا ہے تو وہی غذا اس کے لئے ناگوار بن جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح موت کا ذائقہ بھی سب کے لئے یکساں نہیں ہوگا، کسی کے لئے یہ راحت اور آرام کا پیغام ہوگی، اور کسی کے لئے سختی اور حسرت کا لمحہ۔ یہ سب انسان کے ایمان، اعمال اور اس کے باطن کی کیفیت پر موقوف ہے۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہر انسان کو موت کا سامنا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے، ہمارے حق میں موت کے اس لمحے کو آسان بنائے، اور اس ذائقے کو ہمارے لئے شیریں اور راحت بخش بنا دے۔ آمین یارب العالمین۔

آغوش عائشہؓ میں آخری لمحات: حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ اس حال میں فرمایا کہ آپ ﷺ کا سر مبارک میرے سینے اور گردن کے درمیان تھا۔ اسی حالت میں، اسی قرب میں، آپ ﷺ سے بیلیم اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ذرا سوچیے! اُس گھڑی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دل پر کیا گزری ہوگی، وہ دل جو محبوب خدا ﷺ کے فراق سے چور ہو رہا تھا۔

خطبہ صدیق : تاریخ ساز الفاظ:

وہ دن بھی کتنا عجیب دن تھا! صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت نسبتاً بہتر محسوس ہو رہی تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یار غار، رفیق سفر، ہر لمحہ ساتھ رہنے والے اسی بہتری کو دیکھ کر اجازت لے کر اپنے سسرال تشریف لے گئے، جو مدینہ سے کچھ فاصلے پر تھا۔ ابھی وہاں پہنچے ہی تھے کہ یہ اندوہناک خبر پہنچی کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرما گئے ہیں۔

ادھر بیٹی کی گود میں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سینے سے لگ کر روح اقدس پرواز کر رہی ہے، اور ادھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ واپس لوٹ رہے ہیں۔ جب مدینہ پہنچے تو منظر ہی بدلا ہوا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صدمے کی شدت میں خود میں نہیں تھے، آپے سے باہر ہو چکے تھے اور اعلان کر رہے تھے: ”جو یہ کہے کہ محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں، میری تلوار اس کا فیصلہ کرے گی! آپ ﷺ اللہ کے پاس گئے ہیں، جیسے موسیٰ علیہ السلام گئے تھے، اور آپ ﷺ دوبارہ تشریف لائیں گے؟ کسی کو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، غم، اضطراب اور انتشار ہر طرف چھایا ہوا تھا۔ ایسے نازک اور مشکل وقت لمحے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ حجرہ مبارک میں داخل ہوئے، رسول اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور سے

کپڑا ہٹایا، پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور فرمایا: ''یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں فرمائے گا۔ آپ یقیناً وہ موت پا چکے ہیں جو اللہ نے آپ کے لئے لکھی تھی۔''

پھر آپ باہر تشریف لائے۔ مجمع بے قرار تھا، ماحول میں شدید انتشار اور ہیجان تھا۔ ایسے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وہ تاریخی کلمات ارشاد فرمائے جنہوں نے امت کو سنبھال لیا۔ آپ نے فرمایا:

اجلِسْ يَا عُمَرُ، فَأَبَى عُمَرُ أَنْ يَجْلِسَ، فَأَقْبَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ، وَتَرَكُوا عُمَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَمَّا بَعْدُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ، قَالَ اللهُ: وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران 144) إِلَى قَوْلِهِ الشاكرين (آل عمران 144) وَقَالَ: وَاللَّهِ لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ هَذِهِ الْآيَةَ حَتَّى تَلَاهَا أَبُو بَكْرٍ، فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ، فَمَا أَسْمَعُ بَشَرًا مِنَ النَّاسِ إِلَّا يَتْلُوهَا فَأَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، أَنَّ عُمَرَ قَالَ: وَاللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ تَلَاهَا فَعَقِرْتُ، حَتَّى مَا تُقِلُّنِي رِجْلَايَ، وَحَتَّى أَهْوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ حِينَ سَمِعْتُهُ تَلَاهَا، عَلِمْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ (صحیح بخاری – حدیث 4454).

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا عمر! بیٹھ جاؤ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کیا۔ اتنے میں لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے اور آپ

نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا، اما بعد! تم میں جو بھی محمد کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کی وفات ہو چکی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو وہ سن لے کہ (اس کا معبود) اللہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اور اس کو کبھی موت نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ محمد صرف رسول ہیں، ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں ارشاد ''الشاکرین'' تک۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، خدا کی قسم! ایسا محسوس ہوا کہ جیسے پہلے سے لوگوں کو معلوم ہی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاوت کی تو سب نے ان سے یہ آیت سیکھی۔ اب یہ حال تھا کہ جو بھی سنتا تھا وہی اس کی تلاوت کرنے لگ جاتا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اللہ کی قسم! جیسے ہی میں نے ابوبکر کو یہ آیت پڑھتے سنا، میرے پاؤں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا اور میں زمین پر گر پڑا تب مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں۔'' اب سب کو یقین آ گیا۔ اضطراب کی وہ کیفیت ختم ہو گئی مگر غم اپنی جگہ باقی رہا۔

خلیفۃ الرسول ﷺ کا انتخاب:

اسی دوران خبر پہنچی کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار اور مہاجرین کے درمیان امارت کے مسئلے پر گفتگو شروع ہو گئی ہے۔ یہ نہایت سنگین اور نازک مرحلہ تھا۔ اگر اس وقت دو امیر مان لیئے جاتے تو امت ہمیشہ کے لئے انتشار کا شکار ہو جاتی۔ وہاں پہنچ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی، اسی لیئے آپ کو خلیفہ رسول اللہ ﷺ کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد رفتہ رفتہ باقی مسائل بھی طے ہوتے گئے۔ یہ فیصلہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو کپڑوں سمیت غسل دیا جائے گا، اور تدفین وہیں ہوگی جہاں آپ ﷺ نے پردہ فرمایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ کا نبی جہاں وفات پاتا ہے، وہیں دفن کیا جاتا ہے۔'' یوں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں قبر مبارک کھودی جانے لگی۔

ذرا تصور کیجئے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سب کچھ دیکھ رہی ہیں، مگر دل ماننے کو تیار نہیں۔ وہ فرماتی ہیں: ''جب کدالوں کی آواز آئی، قبر کھودنے کی آواز کانوں میں پڑی، تب دل پر ایک زبردست چوٹ لگی، تب یقین ہوا کہ واقعی میرا محبوب مجھ سے جدا ہو رہا ہے۔''

فراق مصطفی ﷺ اور حضرت فاطمۃ الزہراء کی حالت:

ادھر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا حال تو اور بھی دردناک تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لما ثقل النبی صلی الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَتَغَشَاهُ الْكَرْبُ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ وَا كَرْبَ آبَاهُ فَقَالَ لَهَا لَيْسَ عَلَى أَبِيكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ يَا أَبَتَاهُ أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ يَا أَبَتَاهُ مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهُ يَا أَبَتَاهُ إِلَى جِبْرِيلَ نَنْعَاهُ فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ :يَا أَنَسُ أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَحْثُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (مشکوۃ المصابیح 5961)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب نبی ﷺ کا مرض شدت اختیار کر گیا تو آپ پر کرب و تکلیف چھانے لگی، تو فاطمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، ابا جان کو کتنی تکلیف ہے، آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: ''آج کے بعد آپ کے ابا جان کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔''

جب آپ وفات پا گئے تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا :ابا جان! آپ نے اپنے رب کے بلاوے پر لبیک کہا، ابا جان! آپ وہ ہیں جن کا ٹھکانا جنت الفردوس ہے، ابا جان! ہم جبریل کو آپ کی موت کی خبر سناتے ہیں، جب آپ کو دفن کر دیا گیا تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا :انس! تمہارے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مٹی ڈالنے کے لئے کیسے آمادہ ہو گئے؟ رواہ البخاری۔ اور پر درد اشعار پڑھی ہے۔

صُبَّتْ عَلَى مَصَائِبُ لَوْ أَنَّهَا
صُبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا
مَاذَا عَلَى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ أَحْمَدٍ
أَلَّا يَشُمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا

مجھ پر ایسی ایسی مصیبتیں نازل ہوئیں کہ اگر وہ دنوں پر پڑتیں تو دن رات میں بدل جاتے۔

جس نے احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مٹی کی خوشبو سونگھ لی، اس پر کیا لازم ہے کہ
وہ عمر بھر کسی اور خوشبو کو سونگھے؟

فتنوں کا آغاز اور صدیق کی للکار:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین کے بعد ابھی ہم نے اپنے ہاتھوں سے مٹی جھاڑی بھی نہ تھی کہ ہم نے اپنے دلوں کی کیفیت کو بدلتے ہوئے محسوس کیا۔ وہی دل تھے، وہی لوگ تھے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرمانے کے ساتھ ہی دلوں کا حال بدل چکا تھا۔ اللہ اکبر! کیسا المناک اور فیصلہ کن وقت تھا۔

ایسے نازک لمحے میں سلام ہو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر جنہوں نے بکھرتی

ہوئی امت کو تھاما سنبھالا اور ایک مضبوط بندھن میں باندھ دیا۔ حالات یہ ہو گئے تھے کہ چاروں طرف سے فتنوں نے سر اٹھا لیا۔ کچھ لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا، (نعوذ باللہ) کہ محمد ﷺ کا دین ختم ہو گیا، اسلام اب باقی نہیں رہا۔ کچھ نے اعلان کر دیا کہ ہم اب زکوۃ نہیں دیں گے، جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دیتے تھے۔ داخلی اور خارجی فتنے بیک وقت کھڑے ہو گئے، مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان سب کے مقابل ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے دوٹوک الفاظ میں فرمایا: ''کیا دین میں کمی واقع ہو جائے، اور ابو بکر زندہ رہے؟ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا!'' میرے جیتے جی دین میں کمی آ سکتی ہے؟

آپ نے نہایت حوصلے، استقامت اور یقین کے ساتھ فیصلے کئے اور قدم آگے بڑھایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس موقع پر کچھ نرم پڑ رہے تھے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے عمر! تم جاہلیت میں تو بڑے مضبوط تھے، اور اسلام میں اتنے نرم ہو گئے ہو؟''

یہی وہ لمحہ تھا جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا، اور حق ان پر بھی واضح ہو گیا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک ایک معاملے کو سنبھالا، ایک ایک فتنے کا سد باب کیا۔

ان تمام آزمائشوں میں سب سے بھیانک اور سخت امتحان جنگ یمامہ تھی، جہاں مسیلمہ کذاب جھوٹا مدعی نبوت رسالت محمدی ﷺ کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے کھڑا ہوا۔ اس کے خلاف ہونے والی اس جنگ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بڑی تعداد شہید ہوئی، خصوصاً حفاظ قرآن کی کثیر جماعت نے جام شہادت نوش کیا۔

یہ سانحہ اس قدر عظیم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی پوری سیرت مبارکہ میں ایک ہی معرکے میں اتنے صحابہ شہید نہیں ہوئے تھے۔ مگر اس قربانی کی وجہ بھی اتنی ہی عظیم تھی: یہ معرکہ دراصل ختم نبوت، تحفظ دین اور بقائے اسلام کی جنگ تھی۔

ہم اللہ کے بندے ہیں، ہماری اصل پہچان بندگی ہے:

ہمارے دل و دماغ میں یہ بات ہمیشہ زندہ رہنی چاہئے کہ ہم اللہ کے بندے ہیں، اور بندے کا اصل کام بندگی ہے۔ ہم اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور اسی پر بھروسا رکھتے ہیں۔ آج جو گھڑی ہم پر آئی ہے کہ ہمارے پیر و مرشد کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آ گیا اور وہ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو گئے، اس موقع پر دلوں میں بیشمار سوالات جنم لے رہے ہیں۔

عوام کے ذہنوں میں ابھرنے والے سوالات اور اس کا جواب:

لوگ پوچھ رہے ہیں:

اب ہم کیا کریں؟

کس سے وابستہ رہیں؟

کون سے سلسلے میں چلیں؟

کیا ہماری بیعت باقی ہے؟

ان سوالات کی کثرت نے اضطراب کی کیفیت پیدا کر دی ہے، اسی لئے ضروری ہے کہ ان امور پر کھل کر بات ہو۔ ان تمام سوالات کا نہایت سادہ اور جامع جواب یہ ہے: ہم اللہ کے بندے ہیں، ہمیں بندگی کرنی ہے۔ مرشد کی جدائی کا مطلب راستے سے ہٹ جانا نہیں بلکہ اس راستے پر اور مضبوطی سے قائم رہنا ہے۔

حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پوری امت پر ایک عظیم احسان ہیں۔ ایسی باکمال شخصیات صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہر طبقے میں بے قراری ہے، حتی کہ وہ نوجوان بھی بلک بلک کر رو رہے ہیں جن کے بارے میں کبھی گمان بھی نہ تھا۔ ہر طبقے میں بیداری اور دلوں کی بے قراریاں آج ہر حلقے اور ہر طبقے میں ایک ہی سوال گونج رہا ہے: ''اب کیا ہوگا؟ ہم کیا کریں؟'' یہ کیفیت اس بات کی علامت ہے کہ اللہ والوں کا اثر دلوں پر کس قدر گہرا ہوتا ہے۔ خصوصاً تمل ناڈو میں حضرت کے حوالے سے غیر معمولی بیداری نظر آ رہی ہے۔ لوگ ان کے حالات پوچھ رہے ہیں، معلوم کر رہے ہیں کہ کیا ان کی کتابیں تمل زبان میں ہیں؟ اور ان کے بیانات سنے جا رہے ہیں۔ اسی عرصے میں کئی نئی کتابیں لکھی گئیں اور ایک روحانی بیداری پیدا ہوئی۔

اللہ والوں کی قبولیت کی روشن علامت:

یہ اللہ والوں کی قبولیت کی واضح نشانی ہے کہ ان کی زندگی بھی رحمت ہوتی ہے اور ان کی وفات بھی۔ جو پہلے غافل تھے وہ متوجہ ہو رہے ہیں، جو نہیں پڑھتے تھے وہ پڑھ رہے ہیں، اور جو سنجیدہ نہ تھے وہ اب سنبھل رہے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کی طرف بلاتے ہیں اور اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، ان کے راستے کو اختیار کرو۔ یہی راستہ ہمیں اللہ والوں نے سکھایا اور اسی پر ہمیں چلا کر گئے۔

ہمارا جمع ہونا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی نسبت سے ہے۔ حضرت ہی کے حکم اور توجہ سے یہ سلسلہ قائم ہوا، اور ان کی دعائیں اور عنایتیں ہمارے ساتھ رہیں۔ ان شاء اللہ، آج

بھی ان کی دعائیں ہمارے شامل حال ہیں اب وقت مایوس ہونے کا نہیں بلکہ اور زیادہ جڑنے مضبوط ہونے اور پابندی اختیار کرنے کا ہے۔ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جانا یا حوصلہ ہار دینا درست طریقہ نہیں ۔آج لاکھوں کروڑوں لوگ سوگوار ہیں۔ جنازے خود اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ کسی بندے کی اللہ کے ہاں کیا مقبولیت ہوتی ہے۔ یہ ان کی کامیاب زندگی اور کامیاب موت کی علامت ہے۔

اب ہمیں اپنی موت کے بارے میں سوچنا ہے اور اپنی آخرت کی تیاری کرنی ہے۔ یہی اس پورے واقعے کا اصل اور واضح پیغام ہے۔اب ہمیں اللہ کی طرف پوری طرح متوجہ ہو کر اپنی غفلتوں، کوتاہیوں، سستیوں اور لاپرواہیوں کا جائزہ لینا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے اور نئی زندگی، نئی سنجیدگی اور مضبوط عزم کے ساتھ آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے۔

وقت ضائع نہ کریں:

آج میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ ایسے احباب، جن سے برسوں پہلے ملاقات ہوئی تھی، وہ بھی آج یہاں نظر آرہے ہیں۔ یہ سب اللہ ہی کی خاص مہربانی ہے اور حضرت کی محبت ہے جو دلوں کو کھینچ لائی ہے۔ جب اتنا بڑا مجمع جمع ہو گیا ہے، نئے بھی اور پرانے بھی، تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اور زیادہ پابندی والی زندگی اختیار کریں، اس سلسلے میں واپس آئیں، اس سے جڑیں اور مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں۔اسی کو سلسلہ کہتے ہیں، مگر شرط یہ ہے کہ ہم اس پر عمل بھی کریں۔ یہی اصل پیغام ہے، اس کے علاوہ کوئی اور پیغام نہیں۔اسی لئے آنے والے احباب سے بار بار گزارش کی جارہی ہے، اور آج بھی کی جارہی ہے، کہ لوگ بڑی بڑی قربانیاں دے کر

یہاں آتے ہیں۔ جان، مال اور وقت قربان کر کے آتے ہیں۔ جب یہاں پہنچ جائیں تو اپنے وقت کو قیمتی بنائیں یہ ہماری مخلصانہ اور بار بار کی درخواست ہے۔ ایسا ہرگز نہ ہو کہ لوگ بیٹھ کر باتیں کرتے رہیں، تذکرے اور تبصرے چلتے رہیں۔ اس سے دل کو بہت تکلیف ہوتی ہے، اور سب سے بڑھ کر اس کا نقصان خود آپ ہی کو ہوتا ہے۔ یہ طریقہ بالکل درست نہیں ہونا چاہیئے۔ جو پرانے احباب باقاعدہ بستیوں سے نئے ساتھیوں کو لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں: " حضرت! یہ پہلی بار آئے ہیں تو یہ بہت خوشی کی بات ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ پہلی بار آنے والے یہاں سے کیا تاثر لے کر جائیں گے؟ اس پہلو پر ہمیں خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اس لئے جہاں کہیں بھی ہم ہوں، جب ہم خانقاہ کے عنوان سے گھر سے نکلیں تو یہاں آ کر پورا وقت اسی ماحول میں گزاریں۔ یہ نہیں کہ یہاں کہیں پھر رہے ہیں، وہاں کہیں پھر رہے ہیں، کل رات مغرب کے وقت خانقاہ کا نام لے کر نکلے، اور ادھر اُدھر گھومتے پھر آج مغرب سے پہلے پہنچ رہے ہیں۔ یہ کوئی طریقہ نہیں۔

یہ کیا بات ہوئی کہ کل مغرب کو نکلے تھوڑی دیر یہاں آئے، ایک آدھ گھنٹہ رکے، اور پھر واپسی کی تیاری شروع کر دی؟ صحیح طریقہ یہ ہے کہ یہاں آ کر پورا وقت اسی ماحول میں گزارا جائے۔ جو نئے ساتھی ساتھ لائے جاتے ہیں، پتہ نہیں بیچارے کن کیفیتوں میں ہوتے ہیں، اس لئے یہاں آنے کے بعد اجتماعی اعمال میں باقاعدہ پابندی کے ساتھ شریک ہونا ضروری ہے، چاہے وہ تعلیم ہو تسبیح ہو، تلاوت ہو، مراقبہ ہو یا ذکر۔ ہر عمل میں اپنے آپ کو لگا کر رکھنا ہے اور پابند بنانا ہے۔ یہاں آ کر باتوں کا ماحول نہ بنائیں۔ اسی طرح جو حضرات رات میں قیام کرتے ہیں، ان سے بھی خاص گزارش ہے کہ باتوں کا ماحول نہ بنائیں۔ اگر عبادت

میں دل لگے تو عبادت میں وقت گزاریں، ورنہ جلدی سو جائیں اور صبح جلدی اٹھنے کی کوشش کریں۔ یہ وقت بہت قیمتی ہوتا ہے، یہ اللہ سے راز و نیاز کا وقت ہے، اللہ سے ذاتی ملاقات کا وقت ہے۔ اسے غنیمت سمجھیں، باتوں میں ضائع نہ کریں۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ برسوں سے آنے والے بعض احباب بھی وہی پرانی روش اپنائے رکھتے ہیں، حلقے بنا بنا کر باتوں میں لگ جاتے ہیں۔ یہ بہت افسوسناک اور تکلیف دہ بات ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔

میں پھر بار بار کہہ رہا ہوں : لوگ وقت نکال کر، قربانیاں دے کر، جان و مال لگا کر یہاں آتے ہیں۔ جب ہم کچھ کھو رہے ہیں تو کچھ پانے کے لئے ہی کھو رہے ہیں، کیونکہ حقیقت یہی ہے کہ کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا پڑتا ہے۔ لہٰذا ہمیں پانے والوں میں شامل ہونا ہے، اور اس کا پورا اہتمام کرنا ہے۔ ہرگز باتوں کا ماحول نہ بنائیں، اللہ کے واسطے اس بات کو سنجیدگی سے سمجھ لیں۔ جو کیفیت اس مجلس میں بنتی ہے، وہ اللہ کی عظیم نعمت ہے۔ اس نعمت کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہئے، ورنہ کیفیت آئے گی اور پھر ختم ہو جائے گی۔ اس لئے یہاں آ کر، اور یہاں سے جانے کے بعد جب تک ہم یہاں مقیم ہیں، ہمارا ہر لمحہ قیمتی ہے اس کی حفاظت کرنی ہے۔

بیعت کے بعد وابستگی اور تعلیم کے تسلسل کی ضرورت:

اب چند اہم باتیں عرض کرنا مقصود ہیں۔ چونکہ بعض احباب نے اس بارے میں استفسار کیا ہے، اس لئے مناسب ہے کہ انہیں وضاحت کے ساتھ عرض کر دیا جائے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا منشا بالکل واضح اور حکیمانہ تھا۔ فطری بات ہے کہ ہر شخص یہ

چاہتا ہے کہ حضرت سے بیعت ہو، تعلق قائم ہو اور فیض حاصل ہو۔ اور یہ خواہش بجا بھی ہے، اس لئے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک عالمی اور ہمہ گیر شخصیت تھے۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر فرد کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ ہمیشہ بالمشافہ ملاقات کر سکے، بار بار حاضر ہو یا اپنے احوال بنفس نفیس عرض کرتا رہے۔

الحمد للہ! جن خوش نصیبوں کو یہ سعادت نصیب ہو گئی کہ انہوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کر لی، یہ ان کے لئے بہت بڑی نعمت اور اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ لیکن بیعت پر بات ختم نہیں ہوتی، بلکہ اصل مرحلہ بیعت کے بعد شروع ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس کے بعد کیا ہوگا؟ کب ملاقات ہوگی؟ کب اپنے احوال عرض کرنے کا موقع ملے گا؟ اکثر صورتوں میں یہ نوبت ہی نہیں آپاتی۔ ایسے میں اگر آدمی کسی اور سے بھی وابستہ نہ ہو، تو بیچ میں شیطان حائل ہو جاتا ہے۔ نہ حضرت سے ملاقات باقی رہتی ہے، نہ کسی اور سے تعلق قائم ہو پاتا ہے، اور یوں آدمی بے سمت اور غیر محفوظ ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہ صورت حال نہ صرف نقصان دہ ہے بلکہ روحانی زندگی کے لئے انتہائی خطرناک بھی ہے۔ اسی لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا منشا یہ تھا کہ جن حضرات نے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی ہے، کلمہ پڑھا ہے، الحمد للہ یہ بہت اچھی اور باعث سعادت بات ہے، مگر اس کے بعد فوراً یہ ضروری ہے کہ وہ کسی ایسے شخص سے رجوع کریں جو اسی سلسلے سے وابستہ ہوں، تا کہ تعلیم کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔ کیونکہ اصل چیز بیعت کا، نام نہیں بلکہ تعلیم کا تسلسل اور عمل کی پابندی ہے۔

اس حقیقت کو مثال سے سمجھیں کہ فیض ایک ہی ہے، راستے الگ الگ ہو سکتے ہیں۔ جیسے ایک ہی ٹینک کا پانی مختلف پائپس کے ذریعے دائیں طرف بھی پہنچ رہا ہے اور

بائیں طرف بھی ادھر بھی نل لگے ہیں اور ادھر بھی۔ مگر پانی سب میں ایک ہی ہے۔ اسی طرح فیض بھی ایک ہی ہے، چاہے وہ سیدھے ہاتھ کے نل سے آئے یا بائیں ہاتھ کے نل سے۔ مقصد یہ نہیں کہ نل کون سا ہے، مقصد یہ ہے کہ پانی جاری رہے۔ لہذا یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ حضرت کا اصل منشا یہ تھا کہ جن سے مناسبت ہو، جن سے ملاقات ممکن ہو، جن کے سامنے آدمی اپنے احوال رکھ سکے، انہی سے وابستہ ہو کر اپنی تعلیم کو آگے بڑھایا جائے اور اس پر عمل کرتے ہوئے ترقی کی جائے۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جو مجموعی شخصیت تھی، وہ مسلم ہے۔ بعض حضرات نے یہ سوال بھی کیا کہ جیسے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت ہوئی، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کرام نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تو کیا اسی طریقے پر ہمیں اب بیعت کرنی ہوگی؟

اس کا جواب بالکل واضح ہے۔ جو حضرات پہلے سے بیعت کئے ہوئے ہیں، وہ اپنی بیعت پر قائم رہیں اور جو معمولات انھیں بتائے گئے ہیں اسی پر عمل کرتے رہیں۔ اور جو حضرات ابھی تک کسی سے رجوع نہیں کر سکے، وہ بلا تاخیر رجوع کریں، اور اسی تعلیم کو جاری رکھتے ہوئے آگے بڑھیں، ترقی کریں اور اپنے ایمان و عمل کی حفاظت کریں۔ یہی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی منشا کا خلاصہ ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت، محبت اور دلوں پر اثر:

باقی اللہ جل جلالہ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو جو صفات عطا فرمائی تھیں، اور جو غیر معمولی قبولیت ان کے حصے میں آئی تھی، وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ وہ قبولیت جو اللہ تعالیٰ

کی طرف سے عطا ہوتی ہے، وہ دلوں پر خود بخود نقش ہو جاتی ہے، اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ حقیقت سب پر عیاں تھی۔ اللہ اکبر! جو شخص بھی زندگی میں ایک مرتبہ حضرت سے مل لیتا، اس کے دل میں یہ کیفیت پیدا ہو جاتی کہ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ہر صحابی یہ سمجھتا تھا کہ رسول اللہ علیہ وسلم مجھ سے سب سے زیادہ محبت فرماتے ہیں۔ بعینہ یہی کیفیت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پیش آتی تھی۔ حضرت ہر شخص سے ہنستے ہوئے، کھلے چہرے اور بھرپور بشاشت کے ساتھ ملاقات فرماتے، اور سامنے والا یہ محسوس کرتا کہ حضرت کی خاص توجہ اور محبت اسی کے لئے ہے۔ پرسوں ہمارے ہی علاقے کے ایک نوجوان سے ملاقات ہوئی، جو عمرہ پر گیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ اسے حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، اور حضرت نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا: ''مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔'' سبحان اللہ! حضرت کا یہ ایک جملہ اس نوجوان کے لئے عمر بھر کا سرمایہ بن گیا۔ وہ اس بات کو اپنی زندگی کی عظیم سعادت سمجھ رہا تھا کہ حضرت نے اس سے محبت کا اظہار فرمایا اور خوشی کا اظہار کیا۔ یہی حضرت کا خاص وصف تھا کہ ان کی نظر ہر ایک پر ہوتی تھی، وہ ہر ایک کو چاہتے تھے، اور ہر ایک کو اپنی محبت کا احساس دلا دیتے تھے۔

ہم نے یہ مناظر خود دیکھے، زامبیا وغیرہ میں۔ وہاں نوجوان آتے تھے، بعض بظاہر آزاد قسم کے ہوتے، بال بڑے، لباس مختلف، حلیہ الگ۔ مگر چند ہی دنوں میں ان کا ظاہر بھی بدلنے لگتا اور باطن بھی سنورنے لگتا۔ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے کہ جو نوجوان جس حالت میں آیا تھا، جاتے وقت اس کی صورت، اس کی سیرت اور اس کی پوری شخصیت کس قدر بدل

چکی ہوتی تھی۔ یہ کوئی ظاہری جبریاتی تربیت کا نتیجہ نہیں تھا، بلکہ یہ محبت، چاہت اور قبولیت کا اثر تھا۔

یہ وہ خاص عطیہ تھا جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بطور خاص عطا فرمایا تھا۔ یہی ان کی مقبولیت تھی، یہی ان کا فیض تھا، اور یہی وہ نسبت تھی جو دلوں کو بدل دیتی تھی، اور انسان کو انسان سے جوڑ کر اللہ سے قریب کر دیتی تھی۔

آپ کی رہنمائی دین کے تمام شعبوں پر محیط تھی:

حضرت کے بیانات اور ارشادات دین کے تمام شعبوں پر محیط تھے۔ یہ ہرگز درست نہیں کہ چونکہ آپ ایک پیر تھے، صرف تسبیح سکھا دی یا مراقبہ کرایا اور بس۔ حقیقت میں حضرت دین اسلام کے جملہ شعبہ ہائے زندگی کی جامع اور ہمہ گیر تعلیم دیتے تھے۔ خاص طور پر نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جو بھی آپ کی صحبت میں آتے، حضرت فوراً انہیں علم کی طرف راغب کر دیتے۔ اسی تعلیم وتربیت کے اثر سے آج کتنے ہی سافٹ ویئر انجینئرز، ڈاکٹرز، پروفیسرز اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے وابستہ افراد ہیں جو اپنے پیشے میں نمایاں مقام رکھتے ہیں، اور ساتھ ہی دینی علم بھی حاصل کر رہے ہیں: کوئی حفظ قرآن کر رہا ہے، کوئی عالمیت کی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔

حضرت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ علم کی طرف فوری توجہ دلاتے اور زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی فرماتے۔ خواہ مردوں کے مسائل ہوں یا خواتین کے، ذاتی زندگی کے امور ہوں یا گھریلو معاملات، انفرادی مسائل ہوں یا سوسائٹی اور کمیونٹی کے امور، حضرت ہر پہلو میں واضح اور دینی رہبری فرماتے تھے۔

مرض کی نشان دہی نہیں، بلکہ علاج بھی بتاتے:

حضرت کی تعلیمات صرف بیماریوں یا برائیوں کے ذکر تک محدود نہیں تھیں، بلکہ ہر مسئلے کا حل اور ہر بیماری کا علاج بھی واضح انداز میں بیان کرتے تھے۔ یہ قرآن کے اسلوب کی عکاسی ہے : جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ قوموں کی برائیوں کا ذکر فرماتا ہے، ساتھ ہی شفا اور علاج بھی بیان کرتا ہے۔ جہاں جہنم کا تذکرہ آتا ہے، وہاں جنت کا ذکر بھی ہے، جہاں برے لوگوں کا تذکرہ ہے، وہاں نیک لوگوں کی بھی بات ہے۔ یہی خاص اسلوب قرآن کا ہے اور حضرت نے اپنی رہبری میں اس کی پیروی فرمائی۔

مثال کے طور پر بدنظری ایک بیماری ہے جو آج ہر جگہ پھیل چکی ہے۔ اگر ہم صرف بیماری کے بارے میں بات کرتے رہیں، تو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ حضرت فرماتے تھے کہ یہ ایک بیماری ہے، اس سے بچنے کی تدبیر کیا ہے، اور ہم اس تدبیر کو کیسے اپنائیں۔ بدنظری کے نقصانات اور بچاؤ کے طریقے حضرت نے ایک چھوٹے رسالے میں بیان کئے، جس میں تقریباً ۲۰ اہم نکات شامل ہیں۔ اس رسالے کو اردو، انگریزی، تمل، ملیالم، تیلگو اور دیگر زبانوں میں بھی شائع کیا گیا، اور ہزاروں لوگوں نے آج تک اس سے فائدہ حاصل کیا۔

اسی طرح میاں بیوی کے تعلقات، جھگڑے، غلط فہمیاں، گھریلو معاملات، صفائی، بچوں کی پرورش ہر شعبے میں حضرت نے رہنمائی فرمائی۔ عبادات کے اسرار اور رموز، ہر سورہ کی تفسیر، جیسے سورہ یوسف کے ۱۰۱ اسرار حضرت نے بیان کئے۔ ہر لائن میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ علمی شان واضح نظر آتی تھی۔ اسی عظیم شخصیت کی صحبت سے ہم وابستہ ہیں، اور ہمارے سلسلے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہم دین کے تمام شعبوں پر عمل کریں، اپنی زندگی کو بہتر بنائیں، اور حضرت کی منشا کے مطابق علم و عمل کے راستے پر ثابت قدم رہیں۔

حضرت :ایک فرد نہیں، ایک امت، ایک اکیڈمی تھے :

حضرت اپنی ذات میں محض ایک فرد نہیں تھے، بلکہ وہ اپنی ذات میں ایک امت تھے۔اس مفہوم کو سمجھنے کے لئے تابعی بزرگ حضرت عروہ کا وہ واقعہ بہت رہنمائی کرتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ جب وہ آیت کریمہ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا پڑھ رہے تھے تو انہوں نے یوں پڑھا :إِنَّ مُعَاذًا كَانَ أُمَّةً ہم نے سمجھا کہ شاید حضرت ابن مسعودؓ کو اشتباہ ہو گیا ہے۔کسی نے عرض بھی کیا کہ حضرت! قرآن میں تو إِنَّ إِبْرَاهِيمَ ہے۔لیکن حضرت ابن مسعودؓ نے دوبارہ بھی اسی طرح پڑھا، پھر فرمایا : کیا تم جانتے ہو کہ امت کسے کہتے ہیں؟ امت وہ ہے جو لوگوں کو خیر اور بھلائی کی تعلیم دے۔اور قانت وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مکمل فرمانبردار ہو۔ یہ دونوں صفات حضرت معاذ رضی اللہ عنہ میں موجود تھیں ،اسی لئے میں نے یوں پڑھا۔

آج ہم نے حضرت کی شخصیت کو دیکھا تو الحمدللہ وہ حقیقتاً اپنی ذات میں ایک امت تھے۔ جہاں بھی جاتے، خیر ہی کی بات کرتے، خیر ہی کی تعلیم دیتے۔آپ کے ملفوظات میں یہ بات بار بار سننے کو ملتی تھی کہ یا تو خیر کی بات کرو، ورنہ خاموش رہو۔فضول گفتگو، بے فائدہ تبصرے اور لاحاصل تذکرے، ان سب سے بچنے کا حضرت خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ یورپ میں جو کام ایک پوری اکیڈمی کرتی ہے، ہمارے یہاں اللہ والے وہ کام اکیلے انجام دیتے ہیں۔ یورپ کی ایک اکیڈمی میں کئی شعبے، درجنوں ورکرز اور بے شمار افراد مل کر جو کام کرتے ہیں، ہمارے ہاں ایک

اللہ والا وہ سب کچھ تنہا کر دیتا ہے۔ یہی حال حضرت کا تھا، حضرت واقعی اپنی ذات میں ایک مکمل اکیڈمی تھے۔

کتنی مساجد، کتنے مدارس، کتنے جامعات، کتنے ادارے اور کتنے نسوانی شعبے، ان کا شمار ممکن نہیں۔ یورپ اور امریکہ جیسے ممالک میں حضرت کے خلفاء اور متوسلین کی تعداد بھی بے شمار ہے۔ ہماری ملاقاتیں جامعہ میں ہوتی تھیں، جہاں بڑے بڑے ڈاکٹرز، پرنسپل، نیویارک جیسے شہروں میں رہنے والے افراد، دینی تعلیم حاصل کرتے نظر آتے تھے۔ وہ صرف عالم ہی نہیں بن رہے تھے، بلکہ عملی میدان میں اتر کر مدارس قائم کر رہے تھے، قرآن کی تعلیم عام کر رہے تھے۔ ان ملکوں میں رہتے ہوئے بھی ماشاءاللہ ان کے چہرے نورانی، داڑھیاں گھنی لباس باوقار اور کردار اسلامی شان کا مظہر ہوتے تھے۔ ہزاروں افراد ایسے تھے جو اس ماحول میں رہتے ہوئے بھی دین پر مضبوطی سے قائم تھے، یہ سب حضرت کی ہمہ گیر تربیت اور فیض صحبت کا ثمرہ تھا۔

حضرت کی بے مثال محنت اور شب بیداری:

حضرت کی زندگی میں جو چیز ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھی وہ انتہائی محنت اور راتوں کو جاگنا تھی۔ اللہ اکبر! ابھی ایک صاحب بتا رہے تھے کہ حضرت کی صحت پر کم خوابی کا گہرا اثر رہا۔ یقیناً ایسا ہی تھا۔ زامبیا میں رمضان کے معمولات دیکھ لیجئے : تراویح ہوتی، اس کے بعد عمومی بیان، جو خاصا طویل ہوتا، پھر کچھ وقفہ، اور اس کے بعد خلفاء اور علماء کے لئے خصوصی نشست۔

ہم نے یہ عجیب منظر بارہا دیکھا کہ جوں جوں رات آگے بڑھتی جاتی، حضرت کے

اندر بشاشت بڑھتی چلی جاتی۔ آواز بلند، انداز تازہ، اور چہرے پر کسی قسم کی تھکن کا اثر نہیں۔ واقعی یہ منظر اس قول کی عملی تصویر تھی : رہبان باللیل و فرسان بالنہار رات کو مصلی پر، اور دن میں میدانِ عمل کے شہسوار۔

آرام کی درخواست اور تیاری کا احساس:

بڑے بڑے خلفاء بار بار عرض کرتے : ''حضرت! اب آرام فرمالیجئے، طبیعت متاثر ہوجائے گی۔ ایک موقع پر حضرت نے بات مان لی، لیٹ گئے، لائٹ بند ہوگئی۔ مگر تھوڑی ہی دیر گزری کہ حضرت پھر اٹھ بیٹھے، مطالعہ اور تیاری شروع کردی۔

جب یہ حضرات دوبارہ گئے اور عرض کیا : حضرت! اللہ کے واسطے، ہمارے اوپر رحم کیجئے! تو حضرت نے نہایت سادگی سے فرمایا : ''بھائی! آپ لوگ تو پڑھے لکھے گھرانوں کے ہیں، میں ایسا نہیں ہوں۔ کل میرا بیان بھی ہے، اس کے بعد کئی پروگرام ہیں، اگر میں تیاری نہ کروں تو میں کیا بول سکوں گا؟'' یہ وہ شخصیت تھی جن کے خطبات چالیس چالیس جلدوں میں شائع ہورہے ہیں، جن کی باتیں پوری دنیا سنتی ہے، اور پھر بھی یہ احساس کہ تیاری کے بغیر بات کیسے کروں؟

بات میں اثر کا راز:

حضرت کی باتوں میں جو غیر معمولی اثر ہوتا تھا، وہ یقیناً اللہ کی طرف سے تھا، مگر اس کے ساتھ ایک سبب یہ بھی تھا کہ حضرت، موضوع کو مضبوط، مربوط اور یکسو انداز میں پیش کرتے۔ جس موضوع کو چھیڑتے، اسی کو کھولتے چلے جاتے، ادھر اُدھر نہیں جاتے۔ یہی یکسوئی سامعین کے دلوں پر گہرا اثر ڈالتی تھی۔

اثر ورسوخ کے ساتھ بے مثال عاجزی:

میں نے پہلا براہ راست بیان، زامبیا میں سنا، اعتکاف کے دوران۔ حضرت اس دعا کا مفہوم بیان فرمارہے تھے جو نبی کریم ﷺ نے سکھائی :اللّٰھُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ، وَابْنُ عَبْدِكَ، وَابْنُ أَمَتِكَ حضرت یہ جملے ادا کررہے تھے اور زاروقطار آنسو بہہ رہے تھے۔ دل پر ایسا اثر ہوا کہ بندگی کا حقیقی احساس جاگ اٹھا:

میں بھی تیرا بندہ ہوں، میرا باپ بھی تیرا بندہ، میری ماں بھی تیری بندی، دعا میں عبدیت کا اعلیٰ سبق ختم قرآن کی دعا میں (جو قبولیت کا خاص وقت ہوتا ہے) حضرت سے دعا کرائی جاتی تھی۔

ایک مرتبہ دعا میں فرمایا : ”اے اللہ! جو حاجی بننا چاہے اسے حاجی بنادے، جو عالم بننا چاہے اسے عالم بنادے، جو حافظ بننا چاہے اسے حافظ بنادے، اے اللہ! ہم انسان بننا چاہتے ہیں، ہمیں انسان بنادے۔“

اللہ اکبر! یہ ہے اپنے بارے میں کچھ بھی نہ ہونے کا احساس۔ سب کچھ ہونے کے باوجود، اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنا یہی اصل عبدیت ہے، یہی قابل تقلید وصف ہے

کہہ رہا ہے شورِ دریا سے سمندر کا سکوت — جس کا جتنا ظرف ہے، اتنا ہی وہ خاموش ہے

ہمارے حضرت مولانا ابوسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (بانی ومہتمم دارالعلوم سبیل الرشاد، جنہیں دنیا ”بڑے حضرت کے نام سے جانتی ہے“ فرمایا کرتے تھے: ”جب میں دہلی یا لکھنؤ جاتا ہوں تو دیکھتا ہوں : کوئی دودھ والا، کوئی چپل والا، کوئی موزے والا کہلاتا ہے۔ میں پوچھتا ہوں تم میں سے ہر ایک اللہ والا کیوں نہیں ہے؟ لوگ اپنی نسبت جوتے اور

موزے سے جوڑ رہے ہیں، ہم اپنی نسبت اللہ سے کیوں نہ جوڑیں؟'' پھر فرماتے: ''بولو! کیوں نہیں ہم اللہ والے بنیں گے؟'' حضرت کی پوری شخصیت اسی نسبت کی حامل تھی۔

مجالس کا آداب اور طریقہ کار:

ہمیں بھی چاہیئے کہ اسی نسبت کو پانے کی کوشش کریں۔ جہاں کہیں احباب ہفتہ مجالس منعقد کریں:

۱۔ وقت کی پابندی ہو۔

۲۔ نام ونمود نہ ہو۔

۳۔ شور وغوغا نہ ہو۔

۴۔ کسی کو زبردستی اصرار کر کے نہ بلایا جائے۔

۵۔ ایک متعین جگہ ہو۔

۶۔ کم از کم ایک گھنٹہ ایسا ہو جس میں کوئی اور مصروفیت نہ ہو۔

۷۔ کھانے پلانے کا ماحول نہ ہو۔

وہاں بیٹھ کر:

۱۔ حضرت کی کتب کی تعلیم ہو۔

رہے سلامت تمہاری نسبت، باادب بانصیب، خطبات فقیر، مجالس فقیر وغیرہ سے کچھ پڑھا جائے

۲۔ تھوڑی دیر استغفار، درود شریف، ختم خواجگان۔

۳۔ انفرادی مراقبہ

۴۔ آخر میں کسی ایک سے مختصر دعا۔

اگر اتنا اہتمام ہوگا تو ان شاء اللہ ربط بھی مضبوط ہوگا، اور فیض بھی جاری رہے گا۔

اخلاص اور استقامت

۱۔اپنے متعلق بڑی باتیں نہ ہوں۔

۲۔لمبے چوڑے دعوے نہ ہوں۔

۳۔سوشل میڈیا پر تشہیر اور اشتہارات نہ ہوں۔

۴۔دو چار آدمی بھی آجائیں تو کافی ہے۔

ہم کچھ بھی نہیں، ہم کیا ہیں، اللہ جانتے ہیں، اور ہم خود بھی جانتے ہیں۔

آخری بات:

۱۔استقامت کے ساتھ جڑے رہیں۔

۲۔مرکز سے اپنا رابطہ مضبوط رکھیں۔

۳۔تعلیم کو آگے بڑھاتے رہیں۔

۴۔تذبذب اور بے قراری سے بچیں۔

۵۔جو لوگ اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، انہی کے راستے کو اپنائیں۔

۶۔حضرت کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے، لہذا ہمارا بھی حق بنتا ہے کہ ہم ان کے لئے ایصال ثواب کرتے رہیں۔

حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر جمیل

مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد طلحہ قاسمی نقشبندی مجددی مدظلہ
(خلیفۂ اجل حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ)

اَلْحَمْدُ لِلهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن، وَ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْأَوَّلِيْن وَ الْآخِرِيْن، وَ عَلٰى آلِهٖ وَ أَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْن، أَمَّابَعْد :فَقَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى: ﴿وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ﴾ (طٰہ 41) صدق اللہ العظیم۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک و سلم

۞ تمہید

الحمد للہ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں اب تک اتنے بیانات اور اتنی تحریریں منظر عام پر آچکی ہیں کہ حضرت کے کافی حالات بہت تفصیل کے ساتھ سننے اور پڑھنے والوں کو معلوم ہو چکے ہیں۔ ان حالات اور واقعات کو جاننے کا اصل مقصد اور اصل کام تو یہ ہے کہ ہم سب کو اپنی اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے۔ اپنے نفوس کا تزکیہ کرنا چاہیے۔

ویسے تو مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے؛ مگر ایک بات بہت اہم ہے، جو اب تک مجھے کسی کے کلام میں نہیں ملی۔ اس وقت وہی بات مجھے آپ کو بتانی اور تفصیل کے ساتھ سمجھانی ہے۔

اِسی کے ساتھ یہ عاجز حضرت کے تعلق سے چند واقعات وحالات پر اکتفا کرے گا۔

اللہ تعالی کے غیبی انتظامات

یہ عاجز دیکھ رہا ہے کہ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں جو مضامین آرہے ہیں، ان میں ایک سطحی بات یہ کہی جارہی ہے کہ ''پیر صاحب تو اسکول وکالج کے پڑھے ہوئے تھے، علمی اور مدرسے والی لائن کے آدمی نہیں تھے۔ بس اللہ نے اتفاق سے ان سے کام لے لیا، اور کچھ نہیں'' حالاں کہ یہ بات سوفی صد غلط ہے۔ ایسا کہنا جہالت کی بات ہے۔ (اِسی غلطی کے تعلق سے اہم بات آپ کو سمجھانی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ سمجھ جائیں گے) غور سے سنیں کہ: اللہ تعالی خالق کائنات ہیں۔ ہر چیز کو اور تمام انسانوں کو اللہ تعالی نے بنایا ہے۔ انسانوں میں کچھ افراد ایسے ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالی اپنے کسی پسندیدہ کام اور اہم خدمت کے لیے خصوصیت سے منتخب فرمالیتے ہیں۔ پھر جب اپنے اُس منتخب بندے سے کام لینا ہوتا ہے، تو اُس کو اُس کام کی صلاحیتیں بھی عطا فرماتے ہیں، اس کی تربیت بھی فرماتے ہیں۔ جن حالات میں جس کام کے لیے جن صلاحیتوں کی ضرورت ہے، اور جس قسم کی تربیت کی ضرورت ہے، اللہ تعالی خاص طور سے اس کا انتظام فرماتے ہیں۔ (یہ ایک واضح حقیقت ہے جو قرآن میں اور انبیاء کے واقعات وحالات کے تذکرے میں صاف بتلائی گئی ہے۔ یہاں ایک بات آپ اچھی طرح سمجھ لیں کہ قرآن میں جو واقعات ہیں، وہ دراصل اللہ کے "تکوینی نظام" کی مثالیں اور اشارے ہیں۔ ان کو اگر آپ صحیح پڑھیں گے اور سمجھیں گے تو اِن کے دوسرے واقعات کو سمجھنا اور اللہ تعالی کے "تکوینی انتظامات" کو سمجھنا آپ کے لیے آسان ہوجائے گا)۔

دیکھو: اللہ تعالی نے حضرت موسی سے ارشاد فرمایا: ﴿وَ اصْطَنَعْتُکَ لِنَفْسِیْ﴾ اے موسی! میں نے آپ کو اپنے لیے بنایا ہے۔ یعنی: مجھے آپ سے ایک مخصوص کام لینا ہے۔ سیدنا موسی

علیہ السلام سے اللہ کو جس قوم میں کام لینا تھا، وہ قوم برسوں سے غلامی کی زندگی جی رہی تھی، اس کے ساتھ بدترین سلوک ہورہا تھا۔ اِس قوم میں اللہ تعالی ایک نئی بیداری پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اس کے لیے اللہ تعالی نے حضرت موسی کا انتخاب فرمایا۔ اور اُس زمانے کے، اور اُس علاقے کے حالات میں جن جن صلاحیتوں کی ضرورت تھی، اللہ تعالی نے حضرت موسی کو اُن صلاحیتوں سے نوازا، ویسے انتظامات کیے، ویسے حالات بنائے، اور ﴿ وَ لِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ ﴾ اپنی خاص نگرانی میں حضرت موسی علیہ السلام کی تربیت فرمائی۔ چناں چہ

۞ حضرت موسی کی تربیت کا پہلا انتظام

اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو بچپن سے لے کر جوانی تک فرعون کے محل میں رکھا۔ صرف اتنا کافی نہیں تھا کہ حکمرانوں کی کمزوریوں سے واقف ہوجائیں؛ بل کہ ان کی دینی اور اخلاقی تربیت بھی ضروری تھی تو اب اللہ تعالی نے مصر سے ہجرت کرانے کا فیصلہ فرمایا (یہاں یہ بھی سمجھ لیں کہ فیصلے دو طرح کے ہوتے ہیں: (1) ایک یہ کہ کسی انسان نے کسی کو اپنا بڑا مان لیا، اس کے ہاتھ پر ہاتھ دیدیا۔ اور اُس بڑے نے اس کے لئے فیصلہ کیا کہ اب تم کو یہ کرنا ہے۔ یہ انسانی فیصلہ ہے۔ (2) دوسرا فیصلہ، ذرا اِس سے اوپر کی سطح کا ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالی کی طرف سے فیصلہ ہوتا ہے، کسی کو پتہ نہیں ہوتا۔ حتی کہ جس کے لئے فیصلہ ہورہا ہے، اس کو بھی پتہ نہیں ہوتا (اور جب اللہ اپنا فیصلہ نافذ فرماتے ہیں تو تکوینی طور پر ویسے اسباب پیدا کر دیتے ہیں۔ جس سے وہی ہوتا ہے جو اللہ کا فیصلہ ہوتا ہے)

خیر؛ جب حضرت موسی، فرعون کے محل میں پہونچائے گئے اور وہ وہاں شہزادوں کی طرح رہے، تو اُن میں شہزادوں جیسی ہمت و جرأت پیدا ہوگئی۔ انہوں نے محل میں رہ کر خوب اچھی طرح دیکھ لیا کہ یہ لوگ اندر سے کتنے کمزور ہیں، کتنے کھوکھلے ہیں۔ اِن میں کیا بیماری ہے، ان کی کون سی نس کم زور ہے۔ (یہ حضرت موسی کے لیے اللہ کے انتظام و تربیت کا پہلا مرحلہ تھا)

دوسرا انتظام

جب یہ مرحلہ مکمل ہو گیا۔تو مزید اخلاقی اور دینی تربیت کے لئے اللہ تعالی نے مدین بھیجنے کا فیصلہ نافذ کر دیا۔کیوں کہ اِس تربیت کے لئے کہ جو کام مدین میں ہونا تھا، یہاں مصر میں اس کا انتظام نہیں تھا۔تو اب اس کا تکوینی طور پر یہ انتظام کیا گیا کہ حضرت موسی علیہ السلام (جو ہمت کا پہاڑ بن چکے تھے) آپ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو–اُس کی نالائقی اور سخت ترین غلطی پر–ایک تھپڑ لگایا۔حضرت موسی کو بالکل بھی اِس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ اس تھپڑ سے اس کا کام ہی تمام ہو جائے گا۔(مگر اللہ تعالی یہی چاہتے تھے،تو یہی ہوا کہ وہ شخص ایک ہی تھپڑ سے وہیں مرگیا)۔دوسرے دن پھر اسی سے ملتا جلتا اور ایک واقعہ پیش آیا) اس کی خبر، فرعون کے شاہی دربار میں پہونچ گئی۔(اور جو پہلے سے تھوڑا اندازہ تھا کہ حضرت موسی علیہ السلام اسرائیل نسل سے ہیں۔ تو اب اس واقعے سے یہ اندازہ اور پکا ہو گیا) جیسے ہی دربار میں خبر پہونچی، وہاں سے حکم صادر ہو گیا کہ موسی کو پکڑو اور ختم کرو۔ایک شخص جو ویسے تو فرعون کے گھرانے کا تھا؛ مگر اس کے اندر انسانیت تھی، اس کو بنی اسرائیل سے اور حضرت موسی علیہ السلام سے ہمدردی تھی۔اس نے آ کر ٹھیک دوپہر کے وقت، جب سخت گرمی میں سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں تھے آ کر کے کہا:﴿ يٰمُوْسٰى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴾ موسی وہاں تمہارے قتل کے مشورے ہو رہے ہیں، میں تمہارا ہمدرد ہوں، میری رائے یہ ہے کہ تم فوراً مصر سے نکل جاؤ۔

حضرت موسی کے پاس اتنا وقت بھی نہیں تھا کہ وہ جا کر اپنی والدہ کو اور اپنے بڑے بھائی حضرت ہارون کو اطلاع کر سکتے کہ یہ حکم ہو گیا ہے، اس لئے میں جا رہا ہوں۔بس جہاں تھے وہیں

سے روانہ ہو گئے۔گھر والوں کو کچھ پتہ نہیں چلا کہ موسیٰ کہاں ہیں؟۔اس لئے کہ اتنی دیر میں تو پولیس آجاتی اور تلاش ہو جاتی ہے۔بس حضرت موسیٰ فوراً روانہ ہو گئے۔اور مصر سے نکل کر ایشیا میں آگئے۔(اس طرح تکوینی حالات پیش آئے۔ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں ہی رہتے،وہاں سے نہ نکلتے۔تو جس طرح فرعون کے محل میں پہونچنے کے حالات بنائے گئے،اسی طرح مصر سے نکلنے کے حالات بنائے گئے۔یہ تھا دوسرا تکوینی انتظام)

تیسرا انتظام

حضرت موسیٰ علیہ السلام جان بچا کر،مصر سے نکل کر مدین آتو گئے۔مگر یہاں کسی کو جانتے نہ تھے،سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ جائیں کہاں؟۔بس درخت کے سائے میں بیٹھ گئے،اور دعاء کرنے لگے:
﴿رَبِّ اِنِّیْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ﴾ پروردگار عالم!محتاج ہوں،آپ کے سوا کوئی نہیں ہے میرا،رحمت کا کوئی دروازہ کھول دیجئے،میرے لئے کچھ انتظام کر دیجئے۔دعاء قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو مدین کے ایک شیخ کے پاس پہنچا دیا۔عام طور سے مشہور ہے کہ وہ حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔محققین کو اس میں تامل ہے کہ وہ شیخ حضرت شعیب علیہ السلام ہی تھے،یا کوئی اور تھے۔بہر حال جو بھی تھے،وہ اللہ کے نبی تھے۔قرآن نے صرف شیخ کہا ہے،ایک بزرگ تھے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام اُن کے پاس پہنچا دیے گئے۔

عام طور سے تعلیمی نصاب کتنا ہوتا ہے؟۔آٹھ سال ہوتا ہے،یا دس سال کا ہوتا ہے۔اتنی ہی مدت اللہ تعالیٰ رکھنا چاہتے تھے۔تو وہ جو بزرگ تھے،انہوں نے کہا کہ:بیٹے!میرا کوئی بیٹا تو ہے نہیں،میری دو بیٹیاں ہیں۔اور تم نے جو حالات سنائے ہیں،تو اب تمہارا مصر جانا تو بالکل مناسب نہیں ہے۔مطمئن رہو،یہاں تو اُس ظالم کی حکومت نہیں ہے،وہ یہاں تمہارا کچھ نہیں

بگاڑ سکتا۔ میں ایسے تو تم کو اپنے گھر میں رکھ نہیں سکتا (اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ بہت نیک اور متقی نوجوان ہے، تو یوں کہا) میں اپنی ایک بیٹی کا تمہارے ساتھ نکاح کر دیتا ہوں تا کہ تم محرم ہو جاؤ، اور گھر کے فرد بن جاؤ۔ تم رہو، لیکن دیکھو! آٹھ سال تمہیں رہنا پڑے گا، میرے گھر کا کام کاج جو بھی ہے کرنا ہوگا۔ (اس زمانے میں کام کاج کیا ہوتا تھا؟ بکریاں ہوتی تھیں انہیں پر گزر بسر ہوتا تھا ان کو چرانا ہوتا تھا بڑی تعداد میں) تو آٹھ سال تم کو رہنا ہے، اور اگر دس سال رہو تو بہت اچھی بات ہے۔

حضرت موسی علیہ السلام نے کہا: حضرت! آٹھ سال کا تو وعدہ ہے، باقی مزید دو سال میں رُکوں گا، یا نہیں؛ یہ بعد میں دیکھوں گا۔ لیکن آٹھ سال کا وعدہ ہے۔ (یہ اللہ کے تکوینی انتظام اور تربیت موسوی کا تیسرا مرحلہ تھا)

۞ تربیت کا چوتھا اور تکمیلی انتظام

آٹھ دس سال رہنے کے بعد حضرت موسی گھر والوں سے ملنے کے لیے مصر چلے۔ اپنے ساتھ اپنی اہلیہ کو لے لیا۔ رات کا وقت تھا، سردی کا موسم تھا۔ اہلیہ کو سردی لگ رہی تھی، تکلیف ہو رہی تھی تو حضرت موسی نے اہلیہ محترمہ سے فرمایا: دیکھو مجھے پہاڑ پر آگ نظر آ رہی ہے، میں جا کر دیکھتا ہوں، ہوسکتا ہے کہ آگ لانے کا کوئی انتظام ہو جائے تو میں لے کر کے آجاؤں گا۔ ورنہ پھر تم کو لے جانے کے لئے راستہ دیکھ کر کے آؤں گا، تم کو لے کر چلوں گا۔

جب آگ کے پاس پہنچے، تو اللہ تعالی نے گفتگو فرمائی۔ اور وہاں پر اُس وقت اللہ تعالی نے اظہار فرمایا: ﴿ وَاصْطَنَعْتُکَ لِنَفْسِیْ ﴾ کہ اے موسی! اب تیار ہو جاؤ۔ اپنے کام کے لیے اب تک تم کو تیار کیا جا رہا تھا۔ یہ جو آپ کو مختلف مراحل سے گزارا گیا ہے، یہ میرے

انتظامات تھے: میں ہی نے فرعون کے محل میں رکھا تھا، میں نے ہجرت کا تکوینی انتظام کیا تھا، مدین کے مدرسے اور خانقاہ میں بھی میں نے بھیجا تھا۔ یہ آخری مرحلہ ہے۔ اب آپ اُس کام کے لیے تیار ہو جائیں جو ہمیں منظور ہے اور جس کے لیے یہ سارے انتظامات کیے ہیں

(اِس نکتے پر غور کریں جو میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں۔ اور اِن واقعات پر غور کریں اور بتائیں کیا یہ سب محض اتفاق سے ہوا، یا اللہ کی مرضی وانتظام سے ہوا تھا؟!)

حضرت پیر صاحب اور خدائی انتظامات

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات اور اِس تناظر میں حضرت پیر صاحب کے حالات وواقعات پر اور آپ کے اِس زمانے پر غور کریں۔ اب یہ بات سنیں اور سمجھیں کہ:

اِس وقت امت کا کیا حال ہے۔ حال یہ ہے کہ یہ امت دو حصوں میں بٹ گئی ہے :(2) ایک حصہ میں وہ طبقہ ہے جو مدارس سے، خانقاہوں سے جڑا ہوا ہے۔(2) دوسرے میں ایک بڑا طبقہ ہے جو(University,College,school) سے جڑا ہوا ہے۔ اور اِن دونوں کے درمیان ایک زبردست خلیج پیدا ہوگئی ہے بل کہ پیدا کر دی گئی ہے۔ اور یہ فاصلے روز بہ روز بڑھتے جا رہے تھے، بل کہ بڑھائے جا رہے تھے۔

ایک طرف مسئلہ یہ ہے کہ امت کا مکھن اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں جا رہا ہے۔ بڑے تاجر اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ جو حکومتوں کی باگ ڈور سنبھالتے ہیں، جو قوموں کی قیادت کرتے ہیں، جس میں تاجر بھی ہیں، وکلاء بھی ہیں (Judges) بھی ہیں، لیڈر بھی ہیں، پروفیسر بھی ہیں، جو پوری نسلوں کی ذہن سازی کرتے ہیں۔

دوسری طرف دین دار طبقہ ہے، جس میں پہلے طبقے سے ایک زبردست قسم کی مرعوبیت پیدا ہوگئی ہے۔ اور جس کی وجہ سے خالص مدرسے کے ماحول میں پروردہ کوئی شخص اُس طبقے کو

مائل اور (Appeal) نہیں کر پا رہا ہے۔(اس زمانے میں یہ دو قسم کے طبقے اور دو طرح کے مسئلے درپیش ہیں)

ایسے زمانے میں، ایسے حالات میں امت کی بڑی راہ نمائی اور بڑی تبدیلی کے لیے اللہ تعالی نے اپنے "تکوینی فیصلے" سے ایک ایسے جوہر کا انتخاب فرمایا جو حضرت موسی علیہ السلام کی طرح اپنی جوانی فرعون کے محل جیسے فرعونی ماحول (یعنی موجودہ حالات کے اسکول، کالج، یونیورسٹی) میں گزارے تا کہ وہاں کی ساری کمزوریوں سے واقف ہو جائے، اسکول میں پڑھے، یونیورسٹی میں پڑھے اور (Top) کرے، تا کہ کسی طرح کی کوئی مرعوبیت نہ ہو۔ حضرت موسی کے شیخ کی طرح اپنے زمانے کے مشائخ کے پاس رہے، تربیت پائے تا کہ دینی ذہن و مزاج بن جائے اور مکمل تربیت ہو جائے۔(جس طرح حضرت موسی کے لیے نظام کائنات چلانے والے رب کی طرف سے انتظامات ہوئے تھے، اسی طرح حضرت کے مناسب اور موجودہ زمانے میں کام کرنے کے لیے اللہ رب العزت کی طرف سے حضرت پیر صاحب کے لیے تعلیم و تربیت کے تکوینی انتظامات کیے گئے)

تربیت کا پہلا انتظام : والد محترم

روزِ اول سے حضرت کے اندر ولایت کی صفات نمایاں تھیں۔ آپ کے والد صاحب ولی کامل تھے۔ والد صاحب کا معمول یہ تھا کہ رات میں جلدی سو جاتے تھے، رات کے آخری پہر جلدی اٹھ جاتے تھے، تہجد پڑھتے، دعائیں مانگتے، اپنے معمولات کرتے جو بھی ان کے شیخ نے بتلائے تھے، فجر سے پہلے اور فجر کے بعد روزانہ چار پانچ پارے تلاوت کرتے تھے۔(روزانہ پابندی سے چار پانچ پارے کی تلاوت کرنا آسان نہیں ہے۔ جو افراد تلاوت کرتے ہوں گے

ان سے یہ پوچھیئے) پھر بقیہ اوقات میں دن کے وقت بچوں کو ناظرہ قرآن پاک خالص اللہ کے لیے پڑھاتے تھے، اور اس پر کوئی معاوضہ نہیں لیتے تھے۔

حضرت کے والد صاحب کو اپنی اصلاح اور تزکیہ کی بڑی فکر رہتی تھی۔ ہر وقت سنت کے مطابق عمل کا اہتمام فرماتے تھے۔ عاجز نے حضرت ہی کی زبان سے اُن کا واقعہ سنا کہ : میرے والد صاحب کا طریقہ تھا کہ جب کھانا کھانے بیٹھتے تھے تو سالن میں بہت تھوڑا سا پانی ڈال لیتے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟۔ والد صاحب نے جواب دیا کہ: دیکھو، کھانا ایک ضرورت ہے، تو اِس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کھالیتا ہوں۔ مگر یہ جو نفس ہے اُس کو کھانے میں مزہ چاہیے؛ اور میں نہیں چاہتا کہ میرے نفس کو یہ مزہ ملنے پائے؛ اس لیے میں کھانے میں پانی ڈال لیتا ہوں۔ اس سے ایک طرف ضرورت پوری ہوجاتی ہے، اور دوسری طرف نفس کی اصلاح بھی ہوجاتی ہے۔ (بتائیے: ایسی گہری نظر اور ایسا زبردست عمل، کیا معمولی بات ہے؟!۔ اِسی سے آپ اندازہ لگائیے کہ حضرت کے والد مرحوم بھی ولایت کے کس اعلی مقام پر رہے ہوں گے)

دوسرا انتظام : والدہ محترمہ

حضرت پیر صاحب کی والدہ مرحومہ بھی ایسی ولیہ کاملہ تھیں کہ اُن کی تہجد کبھی قضا نہیں ہوتی تھی۔ حضرت فرماتے ہیں کہ : جب میں تین سال کا تھا، تہجد کے وقت میں میری آنکھ کھل جاتی، اور میں دیکھتا کہ والدہ محترمہ بستر کے قریب ہی مصلی بچھا کر نماز پڑھ رہی ہیں۔ نماز پڑھ کر خوب رو رو کر دعائیں مانگ رہی ہیں۔ حضرت نے فرمایا: میں نے اپنی زندگی میں تہجد میں رونے والی ایسی کوئی خاتون نہیں دیکھی، کسی کو نہیں دیکھا، نہ مردوں میں نہ عورتوں میں۔ بہت زیادہ رو رو کر، اور خوب گڑ گڑا کر دعائیں مانگتی تھیں اور اپنا آنچل پھیلا کر اللہ تعالی

سے اس انداز سے مانگتی تھیں گویا بھیک مانگ رہی ہیں۔ وہ جو روزانہ دعائیں مانگتی تھیں اُن میں سے ایک دعاء یہ ہوتی تھی کہ :اے اللہ! میرے " ذُوْ الْفِي " کو اولیاء کا امام بنا دیجیے۔ (اس سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ حضرت کی والدہ مرحومہ کا کیا مقام رہا ہوگا)

حضرت نے یہ بھی سنایا کہ : ہم بھائی بہن چھوٹے چھوٹے تھے۔ کئی دنوں سے مسلسل بارش ہو رہی تھی، پورا گھر ٹپک رہا تھا، ہر جگہ سے پانی آرہا تھا، نیچے پورے مکان میں پانی بھر گیا تھا، کوئی جگہ نہیں بچی تھی۔ ایک کمرے میں جہاں کچھ سامان اور گدے رکھے ہوئے تھے، اس کے اوپر امی نے مجھے اور بہن کو بیٹھا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہاں بھی پانی ٹپکنا شروع ہوا، تو امی جان نے اپنا سر کھڑکی سے تھوڑا باہر نکالا اور آسمان کی طرف دیکھ کر کہا: بس کر اے اللہ!۔ بس امی نے اتنا ہی کہا تھا کہ اسی پل بارش رک گئی۔ (یہ میں کوئی سنی سنائی باتیں آپ کو نہیں سنا رہا ہوں، یہ وہ باتیں ہیں جو میں نے حضرت پیر صاحب کی زبان سے بلاواسطہ (Direct) سنی ہیں)

۞ تیسرا انتظام : بڑے بھائی صاحب

حضرت کے بڑے بھائی بھی تھے، جو ایک اسکول میں (Teacher) تھے۔ اور جن کی کمائی سے گھر میں گزارہ ہوتا تھا۔ بھائی صاحب بھی بڑے نیک اور متقی تھے۔ حضرت سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ جب حضرت بچے تھے تب انہوں نے حضرت سے کہا تھا :

ذوالفقار! تم کو جو چاہیئے وہ تمہیں ملے گا۔ بس ایک کام ہے جو تم کو میری مرضی کے مطابق کرنا ہوگا۔ پوچھا بھائی جان ! وہ کیا؟۔ کہا: تمہارے دوست میری مرضی کے ہوں گے۔ میں جن سے دوستی کی اجازت دوں گا صرف اُن سے تمہاری دوستی ہوگی۔ اور جن سے اجازت نہیں دوں

گا ان سے تمہاری دوستی نہیں ہوگی۔ اور پھر بھائی صاحب حضرت کی نگرانی بھی کرتے تھے اور دیکھتے رہتے کہ کہیں کسی غلط اور بری صحبت میں تو نہیں ہیں۔

دوستو! اس طرح اللہ تعالی نے پہلے دن سے ہی اور گھر سے ہی یہ خصوصی انتظامات فرما دیے تا کہ بچپن سے ہی دینی رنگ چڑھ جائے۔ اور ہوا بھی ایسا ہی جیسا اللہ نے نظام بنا دیا تھا)

ازخود حفظ قرآن کا شوق

چناں چہ حضرت پیر صاحب نے سنایا کہ:

جب بچے تھے اسکول میں پڑھتے تھے، تبھی حضرت کے دل میں ازخود قرآن حفظ کرنے کا شوق پیدا ہو گیا اور حضرت نے کسی کے حکم کے بغیر ہی اپنے آپ سے حفظ کرنا شروع کر دیا۔ دنیاوی تعلیم کے ساتھ اسکول، کالج اور یونیورسٹی میں حفظ کرتے رہے۔

حضرت نے خود فرمایا کہ : حفظِ قرآن بھی شروع اس لیے کیا تھا کہ قرآن کا حفظ کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ میرا دل چاہتا تھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حافظِ قرآن تھے، تو مجھے بھی حافظِ قرآن بننا چاہیے۔ (تو دوستو! کسی کی دیکھا دیکھی، کسی کے کہنے سے نہیں؛ بل کہ حضرت نے سنت سمجھ کر، اتباع سنت کی نیت سے حفظ شروع فرمایا تھا۔ اب بتائیے: بچپن سے، اسکول کے زمانے میں، ملازمت کے عرصے میں حفظ قرآن کی جانب دل کا مائل ہونا، اور اتباع سنت کی جانب ذہن کا خود سے منتقل ہونا، کیا یہ اللہ تعالی کی طرف سے غیبی انتظام نہیں ہے)

اتباع سنت کا عشق

آپ دیکھیں: کالج اور یونیورسٹی کے زمانے میں بھی حضرت کے سر پر عمامہ ہوتا تھا، اور کرتا پہنتے تھے۔ اور یہ ایک گنڈی والا کرتا، حضرت نے خود ڈیزائن کیا تھا۔ اس کی خاطر دنیا کے ان میوزیموں کو جا کر کے خود دیکھا تھا جہاں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس محفوظ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے کرتے کو دیکھنے کے بعد خود ڈیزائن کیا تھا۔ (حضور کے کرتے میں الگ سے بٹن نہیں ہوتا تھا، گنڈی ہوتی تھی۔ میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ بٹن لگانا ناجائز ہے، یا کوئی اور شکل میں کرتہ پہننا ناجائز ہے، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا کیسا ہوتا تھا) حضرت کو ایسا عشق تھا سنتوں سے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیسے مسکراتے تھے، آئینے کے سامنے بیٹھ کر کے ان احادیث کو پڑھ پڑھ کر مسکرانے کی مشق کرتے تھے تاکہ مسکراہٹ بھی ویسی ہی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیسے چلتے تھے، اپنے اصحاب کو حدیث سناتے اور کہتے تھے کہ: دیکھو، میں چل رہا ہوں؛ اس میں کوئی فرق تو نہیں ہو رہا ہے۔ مجھے بتلاؤ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیسے اٹھتے تھے، کیسے بیٹھتے تھے؟ سنتوں کا ایسا عاشق مشکل سے نظر آئے گا۔

چوتھا انتظام: دینی علوم کی باقاعدہ تحصیل

دوستو! لاہور میں جب یونیورسٹی میں داخل ہوئے، تو خیال آیا کہ ہمیں دینی علوم بھی تو حاصل کرنے ہیں۔ چلو ذرا معلوم کرتے ہیں کہ یہاں قریب میں کوئی مدرسہ ہے کیا۔ پتا چلا کہ جہاں (Campus) تھا، وہاں بالکل قریب میں ایک مدرسہ ہے۔ حضرت اُس مدرسہ میں چلے گئے وہاں کے جو ذمہ دار تھے ان سے جا کر ملاقات اور بات کی۔ پہلے تو وہاں کے مہتمم صاحب نے سوچا کہ یونیورسٹی کا لڑکا ہے، اس لیے کوئی اہمیت نہیں دی۔ لیکن حضرت کئی مرتبہ جاتے رہے، ملاقات اور بات کرتے رہے تب انہوں نے دیکھا کہ لڑکے کے اندر بڑی نیکی اور تقوی ہے۔ تو پوچھا کہ بیٹا تم چاہتے کیا ہو؟ حضرت نے عرض کیا کہ: حضرت! بس میں سنتوں کا عاشق ہوں، اور اِس علم کے بغیر سنتوں پر عمل نہیں ہوسکتا۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میرے پاس جو وقت خالی ہوا کرے اس میں آجایا کروں، اور یہاں کوئی استاذ مجھے پڑھا دیا کریں۔

حضرت نے اسی زمانے میں کتابیں شروع کردیں اور یونیورسٹی کے زمانے میں اور اس کے

بعد بھی جہاں رہے، دینی علوم حاصل کرتے رہے۔ کسی استاذ کے پاس صرف پڑھ رہے ہیں کسی کے پاس نحو پڑھ رہے ہیں۔ کسی سے ترجمہ وتفسیر، کسی سے حدیث اور کسی سے فقہ پڑھ رہے ہیں۔

حضرت کے مدرسے کے جو شیخ الحدیث ہیں : مولانا حبیب اللہ صاحب (جو معہد الفقیر کے شیخ الحدیث ہیں، جو پہلے حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے، بعد میں خود حضرت سے بیعت ہوئے) وہ حضرت کے مرید بھی ہیں، خلیفہ بھی ہیں اور حضرت کے بخاری شریف کے استاذ بھی ہیں۔ حضرت نے حدیث کی کتابیں باقاعدہ ان سے پڑھی ہیں اور" دورۂ حدیث" مکمل کیا ہے۔

پرانا طریقہ ہوتا تھا کہ الگ الگ اساتذہ سے پڑھتے تھے۔ اس طرح حضرت نے متعدد اساتذہ سے تمام علوم باقاعدہ پڑھے ہیں۔ ایک بات یہ کہ حضرت کو مختلف اداروں نے سند دی ہے، دارالعلوم دیوبند نے بھی سند دی ہے۔ آپ ذرا سوچیے: اُن کے علم پر، اُن کے فضل پر دارالعلوم دیوبند نے اعتماد کیا تب جا کر ان کو سند دی ہے۔ ہے ناں؟!۔ (جاہل ہے وہ جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو عالم نہیں سمجھتا)

۞ پانچواں انتظام : عصری علوم میں کمال

اسی طرح خاص طور سے اِس زمانے کا جو حال ہو گیا ہے، جتنے فتنے برپا ہو رہے ہیں، اور دین کو نقصان پہنچانے والی جتنی نئی نئی آوازیں اٹھ رہی ہیں، وہ کہاں سے اٹھ رہی ہیں؟۔ وہ کالجوں سے اٹھ رہی ہیں، وہ یونیورسٹیوں سے اٹھ رہی ہیں۔ یہ وہ طبقہ ہے جو انسانوں کو (Lead) کرتا ہے، ذہین ترین لوگ اِسی طبقہ کی سنتے ہیں؛ علماء کی نہیں سنتے۔

علماء کی اپنی ایک مخصوص زبان ہوتی ہے، اردو، اس کے اوپر فارسی اور عربی کا غلاف چڑھا ہوتا ہے۔ یہ کالج اور یونیورسٹی والوں کے لئے بالکل نامانوس زبان ہے۔ وہ طبقہ بے چارہ سمجھنا بھی چاہے تو اِس زبان کو نہیں سمجھ سکتا، اس نے تو انگریزی پڑھی ہوئی ہے۔ تو اب مسئلہ یہ ہو گیا کہ اہل علم کی زبان الگ ہوگئی، اور اِن لوگوں کی زبان الگ ہوگئی۔ اِن تک دین کی بات صحیح طریقے پر نہیں پہنچی، اور نہیں پہنچتی ؛ اِس لیے اِن کی زبان کا جاننا ضروری تھا۔ لیکن صرف زبان کا جان لینا کافی نہیں، صرف اسکول میں اور کالج میں پڑھ لینا کافی نہیں، مستند علم بھی تو چاہئے، قرآن وحدیث سے واقفیت بھی تو چاہئے تا کہ معلوم ہو کہ ہمیں پہنچانا کیا ہے۔ جب اللہ تعالی کسی قوم میں اپنا پیغام پہونچانا چاہتے تھے تو اسی کی زبان میں پیغمبر بھیجتے تھے۔ ﴿وَ مَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِیُبَیِّنَ لَهُمْ﴾ اسی طرح جب اِس زمانے میں کالج اور انگریزی طبقے تک اللہ تعالی اپنا پیغام پہونچانا چاہتے تھے تو اللہ تعالی نے اس کا بھی انتظام فرمادیا۔ حضرت نے اسکول میں ہمیشہ ٹاپ کیا ہے، یونیورسٹی میں ہمیشہ ٹاپ کیا ہے، حتی کہ کھیلوں میں بھی انہوں نے ہمیشہ ٹاپ کیا ہے، وہ تیراکی کے (Champion) تھے، اپنے دوستوں میں سب سے اچھے تیراک تھے، وہ اپنی ٹیم کے (Captain) ہوا کرتے تھے، سب سے اچھے کھلاڑی تھے، ہر میدان میں وہ ممتاز تھے۔۔۔ یہ انتظام وتربیت اللہ تعالی کی طرف سے تھا تا کہ کسی طرح کی کوئی مرعوبیت حضرت کے دل میں باقی نہ رہے۔۔۔ یہ کالج میں اور یونیورسٹی میں پڑھنے والا، اولیاء کا امام بنایا جارہا تھا۔ جس میدان میں کام لینا تھا، اس میدان کی مرعوبیت نکالی جارہی تھی۔

چھٹا اور تکمیلی انتظام : سلوک وخلافت

حضرت پیر صاحب نے راہِ سلوک واحسان میں خوب محنت کی تھی۔ حضرت نے خود فرمایا : چھ

سال ایسے گزرے ہیں کہ پوری رات مراقبے میں گزرتی تھی، بس عشاء کے بعد مراقبے کی نیت سے بیٹھ جاتے تھے اور تہجد تک مراقبہ اس کے بعد کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے، چھ سال ایسے گزرے ہیں۔۔۔ بعد میں تو حضرت کا پوری زندگی کا معمول تھا کہ ساری ساری رات عبادت کرتے تھے۔صرف رات میں فجر سے پہلے اتباع سنت کی خاطر تھوڑی دیر لیٹ جاتے تھے۔اور اشراق کے بعد تھوڑی دیر سوتے تھے۔(Zambia) میں ہم لوگ دیکھتے تھے حضرت پوری رات بیدار رہتے تھے، مراقبے کرتے تھے اور اشراق کے بعد تھوڑی دیر آرام کرتے تھے ۔ اور ہم لوگ رات میں بھی سوتے تھے اور صبح فجر کے بعد بھی آرام کرتے تھے۔ پوری رات عبادت کرنے کے بعد بھی حضرت دن کے وقت مستورات کے مجمع میں جب بیان فرماتے تو بالکل ہشاش بشاش ہوتے تھے، اور ہم لوگ تھکن سے چور ہو جاتے تھے۔(تو بچپن سے ہی عبادت کا شوق تھا، ریاضت و محنت کے عادی تھے)

حضرت نے اپنے بچپن کا واقعہ سنایا کہ: ایک دن فجر سے پہلے اتباع سنت کی نیت سے لیٹ گئے تو خواب میں دیکھا کہ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ تشریف لائے اور آپ کے لطیفۂ قلب پر اپنی انگلی رکھ کر تین مرتبہ فرمایا" اللہ اللہ اللہ" ۔اسی وقت آپ کا قلب جاری ہو گیا۔حضرت ابھی تک کسی سے بیعت نہیں ہوئے تھے لیکن قلب جاری ہو گیا۔حضرت فرماتے ہیں :ایسی شدت سے قلب میں حرکت شروع ہوئی کہ کئی دنوں تک تو کپڑے کے اندر سے رومال باندھ کر رکھنا پڑا۔ایسی حرکت محسوس ہوتی تھی کہ برداشت سے باہر تھا۔

اور ایک واقعہ سنیے۔ یہ میں نے حضرت کے چھوٹے فرزند مولانا سیف اللہ صاحب سے سنا ہے۔انہوں نے مجھے واقعہ سنایا کہ: حضرت کے دوسرے شیخ (حضرت مرشد عالم غلام حبیب

صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنھوں نے (۱۹۸۳ء) میں حضرت کو اجازت وخلافت دی، انہوں نے ایک مرتبہ مجمع میں کہا کہ: لوگوں کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے تو بڑے خوش ہوتے ہیں۔ دیکھو، یہ ذوالفقار ہیں جن کو بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے۔ (اللہ اکبر)

اسی طرح حضرت کی نوجوانی کا ایک واقعہ ہے کہ:

حضرت مرشد عالم غلام حبیب صاحبؒ کی خدمت میں بڑے بڑے علماء، مدارس کے مشائخ تفسیر وحدیث تشریف فرما تھے۔ حضرت مرشد عالم نے اچانک اِن حضرات سے پوچھا : کیا آپ لوگوں نے کبھی دیکھا ہے کہ "قلبِ ذاکر" کیسا ہوتا ہے؟۔ اِس پر سب حضرات حیرت میں پڑ گئے۔ پھر مرشد عالم حضرت پیر صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: ذوالفقار! کھڑے ہو جاؤ۔ حضرت ایک دم گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔ مرشد عالم نے حضرت پیر صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سب حضرات علماء ومشائخ سے فرمایا: دیکھ لو "قلبِ ذاکر" ایسا ہوتا ہے۔

(دراصل یہ سب اشارے تھے کہ حضرت پیر صاحب اللہ کے مخصوص بندے ہیں، جن سے اللہ تعالی کو کچھ بڑا کام لینے والے ہیں)

جیسا دور ویسے افراد کی تیاری

خوب یاد رکھئے: قرآن کتابِ ہدایت ہے، اس امت کے لئے نازل ہوا ہے اور قیامت تک کے لیے نازل ہوا ہے۔ تو یہ صرف ایک اتفاقی واقعہ نہیں ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت موسی سے فرمایا: ﴿ وَاصْطَنَعْتُکَ لِنَفْسِیْ ﴾۔ بل کہ یہ جملہ نقل کر کے اللہ نے اشارہ دے دیا کہ میں اِس طرح منتخب کرتا ہوں، اس طرح تکوینی طور پر تربیت کرتا ہوں۔ یہ میرا طریقہ ہے، اس کو سمجھو۔ لہذا ہر دور میں جس قسم کے افراد کی ضرورت ہوئی، جیسی صلاحیتوں کی ضرورت ہوئی، اللہ تعالی نے ایسے افراد پیدا کئے ہیں، ایسی صلاحیتیں ان کو دی ہیں۔

اس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی انتظامات ہوا کرتے ہیں۔

اب مجھے امید ہے کہ یہ بات آپ کے سامنے واضح ہوگئی ہوگی کہ یہ کہنا کہ" صاحب ! پیر صاحب تو اسکول کالج کے آدمی تھے، بعض بزرگوں سے جڑ گئے اور اللہ نے ان سے اتنا بڑا کام لے لیا، یہ تو بس اتفاق کی باتیں تھی" یہ ناسمجھی اور جہالت ہے۔ (یہ محض اتفاق سے نہیں ہوا، یہ تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک تکوینی انتظام تھا)

عصر جدید کے داعی اعظم

آپ سمجھئے اس بات کو کہ :- ایک وہ وقت کا کہ حضرت موسی کو فرعون کے محل میں تربیت دی جاری تھی تا کہ وہ فرعونیوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکیں۔ اب وہ وقت تھا کہ جس میں حضرت جیسے داعی اعظم کی کالجوں، یونیورسٹیوں میں تربیت کرائی جا رہی تھی۔ اور اِس کے ساتھ ساتھ اُن کو نہایت پختہ عالم باعمل بنایا جا رہا تھا تا کہ وہ دنیا کے اور کالج و یونیورسٹی کے اِن طبقات کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت سے کتنا کام لیا وہ سب کے سامنے ہے۔ انہوں نے اس طبقے کے افراد کو دین دار بنایا، ہزار ہا ہزار افراد کو، پروفیسروں کو، ججوں کو، وکلاء کو، اعلی تعلیم یافتہ تاجروں کو، ہزاروں کو باقاعدہ قرآن وحدیث اور فقہ کا عالم بنایا۔ ہزار ہا ہزار ایسی خواتین ہیں جو نہایت اعلی تعلیم یافتہ ہیں ان کو پردہ کرنا سکھایا، عالمہ بنایا، حافظہ بنایا، اور اسی کے ساتھ پوری دنیا میں ادارے قائم ہیں جو حضرت کی نگرانی میں، سر پرستی میں اور حضرت کے خلفاء کی نگرانی میں چل رہے ہیں۔ اللہ کرے کہ یہ سلسلہ قیامت تک باقی رہے، اس کے نتائج صدیوں تک نکلتے رہیں۔ اللہ اِن کاموں اور اداروں کی حفاظت فرمائے۔ اللہ حضرت پیر صاحبکو اپنی شایان

شان اجر عطا فرمائے۔آمین۔

دنیاوی میدان میں بھی اعلی

اللہ تعالی نے حضرت کو دنیاوی دولت بھی خوب عطا فرمائی تھی۔ایک زمانہ تھا کہ حضرت اپنے شہر میں سب سے بڑے(Taxpayer) تھے۔یوں تو لوگ پیسے بہت زیادہ کماتے رہے ہوں گے لیکن ساتھ میں ٹیکس کی چوری بھی کرتے ہیں؛مگر حضرت کہتے ہیں کہ: میں نے کبھی ایک پیسہ بھی ٹیکس کی چوری نہیں کی، میں پوری ایمان داری کے ساتھ پورا ٹیکس ادا کرتا تھا،اور سب سے بڑا(Taxpayer) تھا۔

بعض لوگوں کو میں نے کہتے سنا ہے کہ حضرت تیس کمپنیوں کے مالک تھے۔۔۔یہ غلط ہے۔ حضرت تیس کمپنیوں کے نگران تھے،جنرل منیجر تھے۔اور اپنا کام بڑی مہارت اور پوری امانت کے ساتھ کرتے تھے۔۔۔جب حضرت کی عمر چالیس سال ہوئی تو یہ ملازمت وغیرہ سب چھوڑ دی اور صرف دین کی خدمت میں لگ گئے،اور طے کرلیا کہ اللہ نے مجھے جو دیا ہے بس اسی میں گزر بسر ہوگا،اور اب میں مزید کوئی دنیاداری کا کام نہیں کروں گا۔بس استعفاء دے دیا۔مگر کمپنی کے مالک (جوحضرت کے نہایت عقید ت مند تھے،اور وہ بھی حضرت کو "پیر صاحب" ہی کہتے تھے،تو) کمپنی کے مالک نے حضرت کو جواب لکھا کہ : حضرت! آپ نے ہمیں چھوڑا ہے،ہم آپ کو نہیں چھوڑ سکتے۔۔۔استعفاء کے دسیوں سال بعد بھی جس کمرے میں، جس ٹیبل پر حضرت بیٹھتے تھے،حضرت کا جو چشمہ اور پین رکھا ہوا تھا،کمپنی کے مالک نے نہ اس چشمے کو(Touch) کیا تھا، نہ اس پین کو ٹچ کیا تھا۔اور آگے ان کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی اور کمرے کو گلاس سے پیک کر دیا گیا تھا کہ باقی دوسرے جو منیجر

آئیں گے وہ دوسری جگہ بیٹھیں گے۔ یہ کمرہ ایسے ہی رہے گا۔ یہ پیر صاحب کا کمرہ ہے۔ یہاں آپ کا نام رہے گا تا کہ اس کی برکت حاصل ہو۔ (مطلب ہوا کہ حضرت یہاں بھی با کمال اور اعلیٰ تھے)

ایک شرابی جوان شخص پر حضرت کا اثر

آپ دیکھیں:۔ اللہ تعالی نے حضرت کو ایسی غیر معمولی کشش عطا فرمائی تھی، آپ کی صورت دیکھ کر دلوں پر ایسا عجیب اثر ہوتا تھا۔۔۔آپ نے (Zambia) کے ایک بیان میں یہ واقعہ سنایا (یہ واقعہ عاجز نے خود حضرت کے سامنے بیٹھ کر سنا ہے، واقعہ سنایا کہ:

میں کسی (Airport) پر بیٹھا ہوا اپنی (Flight) کا انتظار کر رہا تھا۔تبھی ایک جوان شخص جس نے جاپان کی کسی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کیا ہوا تھا، کسی بہت بڑی کمپنی میں بہت اعلی عہدے پر تھا، اُس کے ہاتھ میں شراب کی بوتل تھی ، شراب کی چسکیاں لے رہا تھا ،اور ایئر پورٹ پر اس طرح وہ ٹہل رہا تھا۔۔۔اچانک اس کی نظر حضرت کے چہرے پر پڑی، تو اس نے (Hi, Hello) کیا۔حضرت بھی ان ہی کی طرح زبردست انگریزی بولتے تھے، حضرت نے جواب دیا۔اس کے بعد اُس جوان نے کہا: کیا میں آپ کے جیسا بن سکتا ہوں؟ ۔۔۔میں نے سوچا کہ شاید اس کو میرا کرتا، یا عمامہ پسند آ گیا ہوگا۔۔۔تو میں نے پوچھا: کیا یہ عمامہ؟۔اُس نے کہا: نہیں؛ جیسا آپ کا چہرہ ہے میں بھی اپنا چہرہ ایسا بنانا چاہتا ہوں۔ (چہرہ گورا ہونا، خوب صورت ہونا الگ ہے۔اور وہ جو نور چھوٹتا تھا، وہ تو رسول پاک ﷺ کی خاص وراثت ہے، وہ کسی کسی کو ملتی ہے، نور چھوٹتا تھا نور، ایسا لگتا تھا جیسے اندر لائٹیں لگی ہوئی ہیں۔خیر)

حضرت نے فرمایا : میں تو بوڑھا ہو رہا ہوں آپ تو جوان ہیں، آپ اس سے بھی اچھے بن سکتے ہیں، کچھ مشکل نہیں ہے۔اس نے کہا: میں ابھی آتا ہوں۔۔۔حضرت فرماتے ہیں : وہ گیا اور (Dustbin) میں جا کر کے شراب کی بوتل پھینک دی، پھر (Wash basin) پر

جا کے اچھی طرح کلی کیا، منہ دھویا، آیا اور کہا کہ :میں اپنے آپ کو مکمل آپ کے حوالے کرنا چاہتا ہوں، آپ مجھے اپنے جیسا بنا دیجئے۔ حضرت نے اُسے بیعت کے کلمات پڑھائے اور کچھ معمولات بتلائے، اور اپنا نمبر دے دیا کہ اس پر رابطہ رکھئے۔

حضرت نے فرمایا : تقریباً ایک مہینے کے بعد اس کا(Message) آیا کہ :حضرت! میں جاپان میں ہوں (اس کی بھی ایسی ہی پینتیس/ چالیس لاکھ تنخواہ تھی، جتنی میری تنخواہ تھی) یہاں مجھے کوئی روکنے والا بھی نہیں ہے۔ پہلے میرے بستر پر ہر شب میں کوئی نئی مہمان ہوا کرتی تھی ؛لیکن اس ایک مہینے میں مجھ سے کوئی گناہ نہیں ہوا۔ وہ لکھ رہا ہے کہ مجھے سمجھ میں نہیں آرہا ہے کون سی طاقت ہے جس نے مجھے روکا ہوا ہے، مجھے سنبھالا ہوا ہے کہ اِس ایک پورے مہینے میں مجھ سے کوئی گناہ نہیں ہوا۔ (اللہ اکبر)

ایک بڑے عالم پر حضرت کا اثر

میں اور ایک واقعہ سناتا ہوں: ہمارے ہندوستان کے ایک مشہور عالم ہیں جو اب حضرت کے خلیفہ بھی ہیں۔ ان کو پہلے دیوبند کے ایک شیخ سے اجازت تھی۔ یہیں مہاراشٹر میں رہتے ہیں۔ حج، یا عمرے کے موقع پر وہ حضرت سے ملاقات کی نیت سے تشریف لے گئے۔ مکہ مکرمہ میں ڈھونڈ رہے تھے، پھر کسی سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ: یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم کہ حضرت جی کہاں ہیں۔ البتہ اُن کے ایک بہت قریبی ہیں جو آپ کے ملک سے ہی ہیں، آپ اُن کو ڈھونڈ لیجیے تو حضرت آپ کو آسانی سے مل جائیں گے۔ یہ کہہ کر انہیں اِس عاجز کا نام بتا دیا اتفاق سے اُسی زمانے میں کلکتہ وغیرہ کے احباب کے ساتھ حرم پاک میں جہاں ملک فہد کے پاس والا علاقہ ہے وہاں ہم بیٹھتے اور ذکر، تلاوت، مراقبہ کرتے تھے۔۔۔ایک دن ظہر کی

نماز سے کافی پہلے ہماری ملاقات ہوگئی، ہم ایک دوسرے کو جانتے نہیں تھے۔ وہ میرے نام سے واقف تھے، مگر پہچانتے نہیں تھے۔ اِس عاجز نے اُن کو روک کر نام پوچھا، پھر اپنا تعارف اور کہا کہ: میرا نام طلحہ ہے، مہاراشٹر کے بھیونڈی علاقے میں رہتا ہوں۔ ایک دم سے وہ لپکے اور کہا :مولانا! آپ ہی کو تو میں ڈھونڈ رہا ہوں۔ میں حضرت پیر صاحب سے ملنے کے لیے آیا ہوں، کئی دن ہوگئے، پتہ نہیں چل رہا ہے۔

میں نے کہا :اچھی بات ہے، ابھی حضرت ظہر کی نماز کے لیے باب الملک فہد سے تشریف لائیں گے۔ چلے جائیے گا، حضرت سے مل لیجئے گا، اور مصافحہ کر کے فورًا کہہ دیجئے گا کہ حضرت! ہندوستان سے بیعت ہونے کی نیت سے آیا ہوں۔ حضرت جب اشارہ کردیں گے تو بس نماز کے بعد پیچھے پیچھے ہوٹل میں چلے جائیے گا۔۔۔ انہوں نے کہا: آپ ساتھ چلئے۔ میں نے کہا: میں نہیں جاسکتا، یہاں حضرت سے ملاقات کرانے کی مجھے اجازت نہیں ہے۔ اس لئے میں نہیں جاسکتا۔ آپ کو میں پتہ بتلاتا ہوں، آپ خود مل لیجئے گا۔ انہوں نے کہا: میں پہچانوں گا کیسے؟ میں نے کہا: پورے حرم میں دوسرا ایسا کوئی چہرہ نہیں ہے، اور شاید آپ نے اپنی پوری زندگی میں ایسا چہرہ نہیں دیکھا ہوگا، اس لئے کسی تعارف کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ دیکھتے ہی پہچان لیں گے۔ وہ چلے گئے۔ انہوں نے جا کر حضرت سے ملاقات کی۔ واپس جب لوٹے تو بتایا کہ تقریباً ایک گھنٹہ حضرت کے حجرے میں رہے۔ یہی ہوا جیسے ہی وہ گئے دیکھتے ہی بس انہوں نے پہچان لیا۔ ملاقات کیا، مصافحہ کیا۔ حضرت سے بیعت ہوگئے۔

کچھ عرصے کے بعد زامبیا میں جب حضرت نے ان کو اجازت دینے کا ارادہ فرمایا اور ہم چند خدام تنہائی میں ساتھ میں تھے، تو ہم لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ ابھی ذرا اور کچھ دن تربیت ہوجاتی،

اس کے بعد اجازت دیتے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ: میں نے پہلی ہی ملاقات میں ان کے دل کو دیکھ لیا تھا، ان کا دل روشن تھا؛ اسباق ہوتے رہیں گے؛ لیکن ان کو اجازت ملنی چاہئے اور وہ کام کریں۔ (بعد میں ان کے اسباق حضرت نے اس عاجز کے ہی ذمے لگادیے)

ملک شام کے بڑے عالم پر اثر

حرم پاک میں حضرت جی کے خادم نے مجھے یہ واقعہ سنایا کہ ملک شام کے ایک بڑے عالم جو سلسلۂ نقشبندیہ سے تھے، وہ حضرت کو جانتے نہ تھے۔ انہوں نے جب حرم پاک میں حضرت کو دیکھا تو لوگوں سے پوچھا کہ: یہ بزرگ کون ہیں؟۔ لوگوں نے حضرت کا تعارف کرایا۔ تو اس پر اُن بڑے عالم صاحب نے کہا: — بھائی! میں اِن کو بالکل بھی نہیں جانتا۔ مگر بات یہ ہے کہ آج تیسرا دن ہے، مطاف میں اِن پر میری نظر اور مجھ پر ان کی نظر جب سے پڑی ہے، تب سے اب تک میرا قلب مسلسل جاری ہے۔

بریلویوں پر حضرت کی ولایت کا اثر

ایک مرتبہ ہمارے یہاں مؤمن مسجد میں، قریب میں ایک پیر صاحب تشریف لائے ہوئے تھے۔ الہ آباد کے ہیں، ابھی بھی ہیں، سید سراواں کے پیر صاحب ہیں۔ اللہ تعالی ان کی حفاظت فرمائے۔ یہاں ان کا بیان ہوا تھا، تو انہوں نے اپنے بیان میں کہا تھا کہ: یہ نہ سمجھو کہ اس زمانے میں دنیا میں اولیاء اللہ نہیں ہیں، جیسے حضرت اجمیری کی شکل دیکھ کر کے لوگ کلمہ پڑھتے تھے آج بھی دنیا میں ایک نقشبندی بزرگ ہیں: حضرت پیر ذوالفقار صاحب، جن کا چہرہ دیکھ کر لوگ کلمہ پڑھتے ہیں۔

مؤمن مسجد میں حضرت پیر ذوالفقار صاحب کا تذکرہ ہوا۔ جمعے کے بیان کی آواز ہمارے گھر میں

پہونچتی ہے۔میں جب گھر آیا تو اہلیہ نے کہا : مبارک ہو، آج تو عجیب واقعہ پیش آیا۔ میں نے کہا: کیا ہوا؟۔ کہا: مؤمن مسجد میں کوئی صاحب بیان کر رہے تھے، انہوں نے حضرت پیر ذوالفقار صاحب کا نام لیا، اور یہ یہ کہا۔

میرا ایک بیٹا ہے، اس کی دوستی تھی۔ محلے میں اسی بلڈنگ میں ایک دوسرا گھرانہ تھا اور کچھ نوک جھوک چلا کرتی تھی، تو اس گھرانے کے ایک لڑکے نے کہا: تم لوگ کیا جانو، تم وہابی لوگ ہو، گستاخ لوگ ہو، تمہیں کیا پتہ کہ اولیاء کیسے ہوتے ہیں؟۔آج ہمارے پیر صاحب نے بتلایا کہ :ایک ایسے ولی ہیں جن کا چہرہ دیکھ کر کے لوگ کلمہ پڑھ لیتے ہیں۔۔۔تو اِس نے کہا: اچھا، کیا نام بھی بتلایا؟۔اُس نے کہا: ہاں، وہ ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب ہیں۔ تو میرے بیٹے نے کہا : میرے والد ان ہی کے خلیفہ ہیں۔ یہ سنتے ہی ایک دم سے ہکا بکا ہو گیا۔ آپ یقین مانئے اس گھرانے کا انداز اسی دن سے میرے ساتھ بالکل بدل گیا۔ پھر تو یہ ہوا کہ اس گھر کے افراد جب ملتے مجھ سے خیریت پوچھتے، اور پوچھتے کہ : پیر صاحب کہاں ہیں، کس حال میں ہیں؟۔

۞ امریکہ میں یہودیوں وعیسائیوں پر فتح

اور ایک واقعہ آپ کو سناتا ہوں، جو حضرت کی جوانی کا واقعہ ہے۔اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ اللہ تعالی نے حضرت کو کیسا علم، کیسی بصیرت، کیسی حکمت اور دانائی عطا فرمائی تھی۔ حضرت کا جس زمانے میں امریکہ میں قیام تھا تو وہاں بین المذاہب مذاکرے کی ایک مجلس ہوا کرتی تھی، جس میں مسلمان نمائندہ، عیسائی نمائندہ، یہودی نمائندہ، یہ خاص طور سے تین مذاہب کے نمائندے آتے تھے۔۔۔حضرت نے خود سنایا کہ: امریکا کے احباب نے کہا کہ

: یہاں ایسا ایک مذاکرہ ہوتا ہے کہ اگر ہم دنیا کے کسی پڑھے لکھے آدمی کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجتے ہیں، تو وہ چوں کہ بڑے چالاک لوگ ہیں، قرآن وحدیث کے سوالات شروع کر دیتے ہیں، وہ وہاں دھچکا کھا جاتا ہے۔ اور جب ہم کسی عالم کو بھیجتے ہیں تو سائنس وغیرہ کے سوالات شروع کر دیتے ہیں، وہاں عالم صاحب غوطہ کھا جاتے ہیں۔۔۔ اللہ تعالی نے آپ کو مَجْمَعُ الْبَحْرَیْن بنایا ہے، دونوں طرح کے کمالات عطا فرمائے ہیں، تو آپ جائیے۔۔۔ حضرت نے فرمایا: یہ ہمارا تو یہ کام نہیں ہے، ہم ایسی جگہوں پر نہیں جاتے ہیں۔ ہمارا تو کام بالکل دوسرا ہے۔۔۔ مگر سب نے اصرار کیا۔ سب کے اصرار پر حضرت تشریف لے گئے۔

وہاں گئے تو پہلی ہی مجلس میں حضرت کو اندازہ ہو گیا کہ یہ صرف دھوکہ دینے کے لئے اور مسلمانوں کو ان کے دین سے بدظن کرنے کے لئے انتظام کیا گیا ہے۔ تو یہ مرغی ہی ذبح کر دینی چاہیئے تاکہ یہ سلسلہ ہی بند ہو جائے۔۔۔ غالباً پہلی ہی مجلس میں، یا ایک آدھ مجلسوں میں اس مجلس کے جو صدر ہوتے تھے، وہ بڑے یہودی عالم ہوتے تھے۔۔۔ حضرت کہتے ہیں: میں نے صدر صاحب سے کہا: اگر اجازت ہو تو اگلی مجلس کے لئے ایجنڈا میں بتلا دوں؟۔ کہا: ہاں، بالکل، سب کو حق ہے، آپ بتلائیے۔۔۔ حضرت نے کہا: ایسا کریں کہ اگلی مجلس میں ہر مذہب والا اپنے مذہب کی کتاب سنائے ، اس کے پاس جو اللہ کی کتاب ہو وہ سنائے۔ سب کو بہت اچھا لگا۔ اعلان ہو گیا کہ اگلی مرتبہ ہر نمائندہ اپنے اپنے مذہب کی اور خدائی کتاب، آسمانی کتاب پڑھ کر سنائے گا۔۔۔ اب یہودی نے خوب تیاری کی کہ میں "احکام عشرہ" سناؤں گا۔ عیسائی نے خوب تیاری کی کہ میں پہاڑی کا وعظ سناؤں گا۔

حضرت کہتے ہیں : میں جا کر بیٹھ گیا۔ ترتیب یہ ہوئی کہ سب سے پرانا یہودی مذہب ہے تو

پہلے یہودی نمائندہ آئے، پھر عیسائی نمائندہ آئے، پھر مسلمان آئے۔تو یہودی نمائندہ کھڑا ہوا، وہ جیسے ہی پڑھنا شروع کیا، میں نے صدر سے کہا کہ : میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ کہا : کہئے۔فرمایا : موضوع یہ طے ہوا تھا کہ ہر شخص اپنی کتاب سے سنائے گا۔ ان سے کہئے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جو تورات دی گئی تھی اس کے اصل الفاظ اور اصل کتاب سنائے ؛یہ صاحب تو اس کا ترجمہ سنا رہے ہیں ۔اس پر وہ یہودی عالم تھوڑی دیر تک کھڑے رہے اور پھر مائک چھوڑ کر آ کے بیٹھ گئے ۔اب دوسرا نمبر عیسائی عالم کا تھا، اُن کو تو اٹھنے کی بھی ہمت نہیں ہوئی۔۔۔بس اس پر یہودی صدر مائک پر آیا، اور اس نے کہا کہ : ذوالفقار صاحب! میں معذرت چاہتا ہوں، اس پوزیشن میں دنیا میں آپ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔اصل الفاظ صرف آپ لوگوں کے پاس ہیں، آپ تشریف لائیں اور قرآن سنائیں۔

حضرت کہتے ہیں : پھر میں مائک پر آیا، سورۂ فاتحہ کی تلاوت کی، اور مختصر تشریح کی۔

اس پر وہ مجلس ایسی ختم ہوئی کہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی، ٹکڑوکوں کا در باصاف ہوگیا۔(یہ بصیرت اللہ تعالی نے عطا فرمائی تھی کہ فتنوں کا کیسے مقابلہ کرنا ہے؟ دجالی فتنوں کو کیسے ختم کرنا ہے۔کوئی بحث نہیں کچھ نہیں، وہ خود پھنس گئے۔انہوں نے اقرار کیا کہ اس پوزیشن میں تو صرف آپ ہیں، صرف قرآن ہے جو (اصل شکل) میں محفوظ ہے، اس لئے کہ اگر کچھ عبرانی زبان میں سناتا تو اگلا سوال ہوتا کہ اس کی سند کیا ہے؟۔کیا یہی ہیں وہ الفاظ جو اللہ تعالی کی طرف سے ملے تھے؟۔اس کی کوئی سند نہیں ہے۔ نہ یہودیوں کے پاس کوئی سند ہے، نہ عیسائیوں کے پاس کوئی سند ہے ۔جب کہ ساری دنیا اس پر متفق ہے کہ حضور پاک ﷺ نے قرآن جیسا سنایا تھا ویسا ہی ہے۔یہ کہنے کی کسی کی ہمت نہیں ہے کہ اس میں کوئی تبدیلی

ہوئی ہے۔ قرآن جیسا حضور ﷺ نے سنایا، آج بھی ویسا ہی حرف بہ حرف محفوظ ہے، اس میں نقطہ برابر بھی کمی بیشی نہیں ہے)

حضرتؒ جامع علم وفضل

واقعی جنہوں نے قریب سے حضرت پیر صاحب کی زندگی نہیں دیکھی وہ تصور نہیں کر سکتے کہ حضرت کیا چیز تھے؟ جس طرح علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں محققین اہل علم نے یوں کہا کہ: پانچ سو سال میں ایسا کوئی محدث پیدا نہیں ہوا۔ آپ یقین مانئے کئی سو سالوں میں دنیا میں حضرت جیسا کوئی فرد فرید پیدا نہیں ہوا۔ جنہوں نے قریب سے دیکھا ہے، ان کو اندازہ ہے وہ کیا چیز تھے؟!۔ اللہ تعالیٰ نے کیسے کمالات ان کے اندر جمع کئے تھے؟!۔

حضرت کے علم اور مطالعے کا تو یہ عالم ہے کہ اتنا وسیع المطالعہ اس زمانے میں شاید ہی کوئی ہو۔ الا ماشاء اللہ۔ مطالعے کی وسعت کے ساتھ مطالعے کا تنوع اللہ اکبر!۔ ہم لوگ حیران ہو جاتے تھے جب زامبیا میں حضرت کے بیانات سنتے تھے۔ جب انہوں نے بچوں کی تربیت کے سلسلے میں بیان کرنا شروع کیا (جو کتابی شکل میں چھپی ہوئی ہے) اس کو کوئی پڑھے، تو وہ حیران ہو جائے گا۔

ایک مرتبہ حضرت نے نجی مجلس میں فرمایا کہ : میں نے اس سلسلے کا پورا لٹریچر دنیا کے مختلف ممالک سے منگا کر پورا پڑھا ہے، اور پڑھ کر کے یہ نوٹ تیار کیا ہے۔۔۔ حضرت کا طریقہ تھا کہ پہلے مکمل پڑھتے تھے، بالاستیعاب مطالعہ کرتے تھے، پھر نوٹ لکھتے تھے۔

طالب علم تو طالب علم ہوتا ہے، ہمیں بھی شوق ہوتا تھا۔ تو ایک مرتبہ میں نے پوچھ لیا : حضرت! یہ آپ نوٹ کس طرح مرتب کرتے ہیں؟۔ حضرت نے فرمایا : میں کثرت سے مطالعہ کرتا

ہوں، اور جہاں موقع ملتا ہے، سفر میں حضر میں ہر وقت مطالعہ کرتا ہوں، اور جو خاص باتیں ہوتی ہیں ان کو نوٹ کرتا جاتا ہوں۔ اس کے بعد میں انتظار کرتا ہوں۔ بس اللہ تعالی کی طرف سے خاص کیفیت طاری ہوتی ہے اور اس وقت اللہ کی طرف سے رہنمائی ہوتی ہے اور میں بیٹھ کر کے وہ سارے نوٹس جو ہیں، ان کو مرتب کرتا ہوں۔

حضرت کے بیانات میں اللہ تعالی نے عجیب تاثیر رکھی ہے۔ یہ بیانات طبع ہو چکے ہیں، آپ مطالعہ کر سکتے ہیں اور اس تاثیر کو محسوس کر سکتے ہیں۔۔۔اس موقع پر ایک بات عرض کر دوں کہ حضرت کے وہ بیانات کتابی شکل میں جمع کیے گئے ہیں۔ میں اِس محنت و خدمت کا احترام کرتا ہوں۔لیکن اسی کے ساتھ عرض کر دوں کہ بہت سی جگہوں پر ایسا ہوا ہے کہ سن کر لکھنے والا کسی جملے کو نہیں سمجھا، اپنی فہم کے مطابق اسے غلط لکھ دیا، عربی کے کسی لفظ کو نہیں سمجھا اور اسے غلط لکھ دیا۔ ان شاءاللہ، حضرت کی کتابوں پر باقاعدہ تحقیقی کام کیا جائے گا، اور اس قسم کی غلطیاں جو لکھنے والوں سے اور (Compose) کرنے والوں سے ہوگئی ہیں، ان کو دور کیا جائے گا۔ اللہ تعالی نے چاہا تو بہت تحقیقی کام پیش کیا جائے گا۔آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی یہ کام "دارالاحسان" سے کرادیں۔ ہماری یہ بڑی تمنا ہے۔اور میرا تو خیال ہے کہ حضرت کے متعلقین میں سے ہر ایک کی تمنا ہوگی کہ یہ کام ہو، اور جلد سے جلد ہو۔

قرآن مجید کا عشق اور خاص فہم

حضرت کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ بچپن سے ہی حضرت کو قرآن پاک سے گہرا تعلق اور عشق تھا۔اور اللہ تعالی نے آپ کو قرآن کا ایسا خصوصی اور عظیم فہم عطا فرمایا تھا کہ جب آپ قرآن کے مضامین بیان فرماتے، اور قرآنی آیات سے استشہاد کرتے تھے، تو ہم نے (زامبیا)

کی مجلسوں میں شریک ہونے والے دنیا کے بڑے بڑے علماء کو ہکا بکا ہوتے دیکھا ہے۔ ہم نے ہندوستان کے ان علماء کو دیکھا ہے جو اپنے سامنے کسی کو کچھ نہیں سمجھتے تھے، وہاں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے تھے۔ جس وقت ہم لوگ بیٹھتے تھے، اور آپس میں تبصرے کرتے تھے تو ایسا لگتا تھا جیسے کہنے والوں کو اپنے قلبی تاثرات کو بیان کرنے کے لئے الفاظ کم پڑ رہے ہیں الحمدللہ اس عاجز پر اللہ کا یہ فضل واحسان ہے اور بڑوں کی جوتیوں کا صدقہ ہے کہ بہت جلد قرآنی مضامین کی جانب ذہن منتقل ہوجاتا ہے، اور کوئی بات پیش آتی ہے تو اس کے تعلق سے کوئی آیت اور قرآنی مضمون فوراً ذہین میں آجاتا ہے۔ یہ عاجز کہتا ہے — اور دیگر وہ حضرات جو سال ہا سال سے قرآن کی تفسیر پڑھا رہے ہیں، وہ بھی کہتے ہیں — کہ بعض مرتبہ حضرت کوئی مضمون بیان فرما رہے ہیں تو ہم کو خیال بھی نہیں آتا تھا کہ اس کی طرف قرآن میں کوئی اشارہ بھی ہوگا؛ مگر عجیب بات ہے کہ جب حضرت پیر صاحب آیت کریمہ پڑھتے اور بیان فرماتے تو پتا چلتا کہ اشارہ نہیں؛ بل کہ وہ مضمون صراحتاً قرآن میں موجود ہے۔ (یہ عالم تھا حضرت کی قرآن فہمی کا)

۞ حضرت سے اِس عاجز کا تعلق

حضرت پیر صاحب سے اِس عاجز کا تعلق کیسے ہوا اس کی مختصر روداد سناتا ہوں، اس سے آپ کو اور اچھا سمجھ میں آجائے گا کہ اللہ تعالی کے تکوینی فیصلے اور انتظامات کیسے ہوتے ہیں۔

تدریس کے زمانے میں عاجز کا دل بہت تڑپتا تھا کہ اللہ تعالی کے گھر کی زیارت کروں، عمرہ یا حج پر جاؤں۔ اللہ کی عنایت وتوفیق سے (1996ء) میں پہلی مرتبہ بیت اللہ حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس وقت بزرگوں کی توجہات اور نانی مرحومہ کی دعاؤں کا اثر تھا کہ اس

عاجز کو شدت سے محسوس ہوتا تھا کہ یہ وقت، اِس صدی کی تبدیلی کا خاص وقت ہے، اللہ کی طرف سے کسی نہ کسی کا انتخاب ہوگا۔ اس احساس کی وجہ سے یہ عاجز حرم شریف میں کعبہ کے بالکل قریب بیٹھ کر بہت دیر تک روتا رہتا اور اللہ سے دعا کرتا رہتا کہ اے اللہ! آپ نے اپنے کسی خاص بندے کا انتخاب فرمایا ہوگا۔ اے اللہ! اس عاجز کو اُس بندے کے قدموں میں پہونچا دیجیے۔ اگر یہ اُس کا ساتھی بننے کے قابل نہیں ہے تو اے اللہ! اپنے اُس منتخب بندے کا باورچی بنا دیجیے، اس کے قافلے میں اس عاجز کو بھی شامل فرما دیجیے۔ (پورے سفر میں یہ عاجز رو رو کر یہ دعا کیا کرتا تھا)

پھر اللہ تعالی کا کرنا ایسا ہوا کہ (2005ء) میں ایک دن حضرت پیر صاحب کی کتاب ملی، اس کا مطالعہ کیا تو اِس سے دل پر کافی اثر ہوا۔ اعظم گڑھ کے ایک سفر میں حضرت کے خطبات کی پانچویں جلد ساتھ لے لی۔ پورے سفر اور پورے دن اس کو پڑھتا رہا، اور زار و قطار روتا رہا۔ یہ عاجز حضرت کی قرآن فہمی اور قرآنی استشہادات سے بہت متاثر ہوا۔ اسی سفر میں طے کرلیا کہ حضرت سے اصلاحی تعلق قائم کرنا ہے۔ اس کے بعد حضرت سے فون پر بات کی، غائبانہ بیعت کی، اور حضرت کے بتائے ہوئے معمولات پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ پھر دو سال بعد اللہ تعالی نے حضرت کے پاس (زامبیا) پہونچا دیا۔ وہاں اس عاجز پر حضرت کی جیسی محبتیں اور شفقتیں رہیں، بس اللہ ہی حضرت کو اپنے شایانِ شان اجر نصیب فرمائے۔

۞ حضرت سے عاجز کے والد کا تعلق

چوں کہ یہ عاجز حضرت پیر صاحب سے شدید متاثر ہوا تھا، اور بیعت و تعلق سے اپنے آپ کو روک نہیں پا رہا تھا، تو عاجز نے ضرورت نہیں سمجھی کہ اس بارے میں کسی سے مشورہ کرے، یا

کسی سے پوچھے۔ جب بیعت ہو گیا اور خود کو حضرت کے حوالے کر دیا تو عاجز کو اب یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیسے والد صاحب (حضرت مولانا سید نفیس اکبر صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کو اس کے بارے میں بتائے۔ ڈر رہا تھا کہ والد صاحب نے اگر پوچھا کہ اتنے بڑے ہندوستان میں تمھیں کوئی نظر نہیں آیا کہ تم وہاں جا کر بیعت ہو گئے؟۔ تو یہ عاجز اس سوال کا کیا جواب دے گا خیر ڈرتے ڈرتے والد صاحب کو فون کیا اور اطلاع کی۔ تو والد صاحب نے اس پر مسرت کا اظہار فرمایا۔

اس کے بعد ایک مرتبہ جب والد صاحب یہاں (بھیونڈی) تشریف لائے تو چوں کہ آپ حضرت پیر صاحب سے زیادہ واقف نہ تھے اور عاجز کا دل چاہ رہا تھا کہ کچھ واقف ہو جائیں، مگر صاف کہنے کی ہمت نہیں ہو پا رہی تھی تو ایسا کیا کہ حضرت پیر صاحب کی کتاب "عمل سے زندگی بنتی ہے" والد صاحب کے قریب ایسے رکھ دیا کہ اُن کی نظر پڑ جائے۔ ہوا یہ کہ والد صاحب نے کتاب دیکھی، پڑھنا شروع کر دیا۔ پھر حال یہ ہوا کہ کھانے پر بیٹھے ہیں تو وہ کتاب پڑھ رہے ہیں، آرام فرما رہے ہیں تو وہ کتاب ہاتھ میں لیٹے لیٹے پڑھ رہے ہیں۔

دو تین دن کے بعد جب آپ واپس جانے لگے تو عاجز نے کہا کہ: آپ پریشان نہ ہوں، حضرت کی اور ایک کتاب "لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمرقند" ہے وہ اِس سفر میں آپ کے ساتھ رکھ دیتا ہوں، سفر میں مطالعہ فرماتے رہیں تو سفر بھی کٹ جائے گا اور تنہائی کا احساس بھی نہیں ہوگا۔ اس طرح والد صاحب نے اِس کتاب کا بھی مطالعہ کر لیا۔ اور جب یہ عاجز (ہتھورا) گیا تو والد صاحب نے فرمایا : حضرت پیر صاحب سے بیعت کرنی ہے، مجھے حضرت کے پاس لے چلو۔

اس کے کچھ دنوں بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا انتظام ہو گیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ حضرت پیر صاحب عمرے پر تشریف لا رہے ہیں تو عاجز نے فوراً اس کی تیاری کر لی اور اس عمرے کے سفر میں والد صاحب کو حضرت کے پاس لے گیا۔ حضرت پیر صاحب والد مرحوم سے مل کر بڑے خوش ہوئے۔ جب بھی ملاقات ہوتی حضرت پیر صاحب کھڑے ہو کر استقبال فرماتے، محبت سے مصافحہ، معانقہ کرتے۔ والد صاحب حضرت سے بیعت ہو گئے۔ اور اسی سفر میں روانگی سے دو تین دن پہلے حضرت نے والد مرحوم کو اجازت وخلافت سے نوازا۔ (اب اس کے بعد تو ایسا لگتا تھا کہ جیسے پورے گھر میں نسبت کا ایک جھونکا آ گیا)

قاری امیر الحسن صاحب کا تاثر

یہ تھا حضرت پیر صاحب کی محبوبیت اور کشش کا عالم کہ اللہ کے بے شمار بندے حضرت سے متاثر تھے۔ صرف عوام اور عام علماء نہیں؛ بڑے بڑے علماء جو یقیناً علم کے آفتاب تھے، اور بڑے بڑے اولیاء جن کی ولایت پر سب لوگ دل سے اعتقاد رکھتے تھے، ایسے حضرات بھی حضرت پیر صاحب سے متاثر تھے۔

آپ کو بتاؤں کہ حضرت قاری امیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جو سچ میں اللہ کے بڑے ولی تھے، اور یہ عاجز اُن کا بے پناہ معتقد تھا) جب حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اِس عاجز نے فون پر یہ بات بتائی کہ: حضرت! یہ عاجز مولانا پیر ذوالفقار صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہے، اور اعتکاف کے لیے (زامبیا) جا رہا ہے، آپ سے دعا کی درخواست ہے۔ تو حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ چیخ اٹھے اور فرمایا: مولانا! ہمارے گھر کے بھی وہی پیر ہیں، ہمارے گھر کی خواتین پیر صاحب ہی کی کتابیں پڑھتی ہیں۔ (حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم ولی اللہ یہ

فرمارہے ہیں تو آپ اندازہ لگائیے کہ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ومرتبہ کتنا اعلی ہے)

یہ ہے اللہ کا تکوینی انتظام

دوستو! حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات اتنے ہیں کہ اگر میں ان واقعات کو ذکر کروں تو رات کم پڑ جائے گی، لیکن اس کی ضرورت نہیں ہے، جتنا عرض کیا گیا وہ کافی ہے۔

اب مجھے امید ہے کہ آپ کے سامنے یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ یہ کہنا کہ" صاحب پیر صاحب تو اسکول کالج کے آدمی تھے، بعض بزرگوں سے جڑ گئے اور اللہ نے ان سے اتنا بڑا کام لے لیا، یہ تو بس اتفاق کی باتیں تھی" ایسی بات، نا سمجھی اور جہالت ہے۔

کیوں کہ یہ محض اتفاق سے نہیں ہوا، یہ تو بندوں کے لیے اللہ تعالی کی جانب سے تکوینی انتظام تھا۔ اور اللہ کی عادت وسنت ہے کہ جب اپنے کسی کام کے لیے کسی کو منتخب فرماتے ہیں تو اس کے لیے اس طرح انتظامات فرماتے ہیں اور جس زمانے میں جن صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے اللہ تعالی اپنے منتخب بندے کو اُن صلاحیتوں سے نوازتے ہیں۔

آخری بات

بس اب آپ حضرت پیر صاحب کے لیے دعاء مغفرت فرمائیں، ایصال ثواب کریں۔ اور آخر میں ایک ضروری اور اہم بات یہ ہے کہ ہم اپنے ایمان وعمل کی فکر کریں، اس کے لیے ہمارے وقت میں جو اولیاء اللہ موجود ہیں ان کی قدر کریں، کسی نہ کسی سے جڑے رہیں، اپنے اندر کامل اخلاص پیدا کریں۔ علم آسانی سے آجاتا ہے، آدمی محقق بن جاتا ہے، مفسر بن جاتا ہے خطیب بن جاتا ہے، مخلص بہت مشکل سے بن پاتا ہے۔ اللہ ہم سب کو کامل اخلاص نصیب فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

حضرت جی پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی نور اللہ مرقدہٗ کی ہندوستان آمد پر لکھا گیا ایک تفصیلی مضمون

جناب ندیم الواجدی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (دارالعلوم دیوبند انڈیا)

وہ آئے اور ہمیں بھولا ہوا سبق یاد دلا گئے

پاکستان سے تعلق رکھنے والے عالمی شہرت یافتہ صوفی بزرگ حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ العالی ان دنوں ہندوستان تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اپنے دورۂ ہند کے تیسرے مرحلے میں وہ دیوبند بھی تشریف لائے اور چار روز قیام کر کے حیدرآباد چلے گئے۔ قیام دیوبند کے دوران انہوں نے متعدد چھوٹی بڑی مجلسوں سے خطاب کیا ان کی تشریف آوری کے لوگ شدت سے منتظر تھے اور دور دور سے سفر کر کے ان کی ایک جھلک پانے کے لیے اور ان کی تقریریں سننے کے لیے دیوبند پہنچے ہوئے تھے۔ یوں تو دیوبند میں دارالعلوم کی برکت سے سال کے بارہ مہینے دینی اور علمی شخصیتوں کی آمد و رفت رہتی ہے مگر شیخ ذوالفقار کی آمد کا واقعہ اپنے آپ میں بالکل انوکھا واقعہ ہے، اگر یہ کہا جائے کہ وہ اس طرح آئے جیسے صحرا کی سخت دھوپ میں ہوا کا خوش گوار جھونکا میسر آجائے اور روح میں اتر کر اندر تلک شاداب و شرسار کر جائے تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا، اہل دیوبند کو یہ چار تاریخی دن مدتوں یاد رہیں گے اور دیر تک ان کے روحانی وجود کی مہک دیوبند کی فضاؤں میں رچی بسی رہے گی۔

اس دورِ قحط الرجال میں حضرت مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی کا وجود کسی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں وہ اس امت کا ایک زندہ معجزہ ہیں انہیں دیکھ کر خدا یاد آتا ہے اور ان کی باتیں سن کر دلوں میں سوز اور تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ یہ صرف میں ہی نہیں کہہ رہا بلکہ تقریباً یہی جملے ہر اس

شخص کی زبان پر ہیں جس نے ان چار دنوں میں سے کوئی ایک لمحہ بھی ان کے ساتھ گزار لیا ہے یا ان کی باتیں دل کے کانوں سے سن لی ہیں۔ واقعی کوئی زمانہ للہ کے نیک بندوں سے خالی نہیں رہتا، اس کے ساتھ یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ للہ اپنے بندوں میں سے جس سے چاہے بڑے سے بڑا کام لے لیتا ہے، ماضی قریب میں جو کام سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے تھانہ بھون کی خانقاہ میں کیا، ان کے بعد جو کام ان کے باکمال خلفاء حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ پھر ان حضرات کے خلفاء شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن گنگوہیؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور ان حضرات کے بالواسطہ یا بلاواسطہ جانشینوں نے کیا آج وہی کام پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی انجام دے رہے ہیں، اصل میں تو یہ کام حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی روحانی اولاد کا تھا جو دارالعلوم دیوبند سمیت ہزاروں مدارس میں بکھری ہوئی ہے لیکن انجام دے رہے ہیں شیخ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی جو اصطلاحی معنوں میں اس روحانی سلسلے سے وابستہ نہیں اور نہ اس سلسلۂ زریں کے باقاعدہ فیض یافتہ ہیں۔ ہوسکتا ہے شیخ کی آمد اسی بھولے ہوئے سبق کو یاد دلانے کے لیے ہو، جس طرح لوگ ان کی مجلسوں میں ٹوٹ کر پڑے اور جس طرح ذوق وشوق کے کانوں سے ان کے مواعظ کا ایک ایک لفظ انہوں نے سنا اور دل میں اتارا اس سے پتہ چلتا ہے کہ راہ حق کے طلب گاروں کی کمی نہیں ہے تشنگان شوق بھی بے شمار ہیں بس ایک راہنما کی ضرورت ہے جو ہاتھ پکڑ کر منزل پر پہنچا دے اور ایک صاحب دل ساقی کی ضرورت ہے جو ''مئے حق'' پلا کر تشنہ کاموں کی پیاس بجھا دے۔

لفظ ''پیر'' سے لگتا ہے کہ وہ کوئی بہت ہی بوڑھے اور عمر رسیدہ بزرگ ہوں گے جنہیں لوگوں کے سہارے سے چلنا پڑتا ہو گا لیکن ایسا نہیں ہے وہ ابھی ساٹھ سال کے بھی نہیں ہوئے

ماشاءاللہ صحت بھی اچھی ہے، بلند قد و قامت اور معتدل جسامت کے ساتھ ان کی صحت قابل رشک ہے۔ہم نے اپنے بہت سے بزرگوں کو دیکھا ہے جن پر نگاہ پڑتی تھی تو ہٹنے کا نام نہیں لیتی تھی، بعینہٖ یہی کیفیت پیر صاحب کی ہے، چہرہ ایسا منور تروتازہ اور شاداب کہ نگاہ پڑے تو ہٹنا بھول جائے، لبوں پر کھیلتی مسکراہٹ آنکھوں میں یادالٰہی کا سوز اور تڑپ، طبیعت میں حد درجہ انکسار اور تواضع، اپنی ہر ادا سے گہری چھاپ چھوڑنے والی شخصیت، اہل دیوبند کو مدتوں یاد رہے گی۔

مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی کی پیدائش *1953ء* کو صوبہ پنجاب پاکستان کے شہر جھنگ میں ایک کھرل خاندان میں ہوئی، ان کے والدین نہایت دین دار اور عبادت گزار تھے، گھر میں نماز، تلاوت کا بڑا اہتمام تھا، یہاں تک کہ تہجد کی بھی پابندی ہوتی تھی، اپنی والدہ محترمہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"والدہ ماجدہ بھی پابند صوم وصلوٰۃ تھیں، راقم جب تین برس کی عمر کا تھا تو رات کے آخری پہر میں والدہ صاحبہ کو بستر میں موجود نہ پا کر اٹھ بیٹھتا، دیکھتا تھا کہ وہ سرہانے کی طرف مصلّٰی بچھا کر نماز تہجد پڑھنے میں مشغول ہیں، راقم منتظر رہتا کہ نماز کب ختم ہوگی، والدہ صاحبہ نماز کے بعد دامن پھیلا کر اونچی آواز سے رو رو کر دعائیں مانگتیں، راقم نے اپنی زندگی میں تہجد کے وقت جس قدر اپنی والدہ صاحبہ کو روتے دیکھا ہے کسی اور کو اس قدر روتے نہیں دیکھا، بعض اوقات والدہ صاحبہ راقم کا نام لے کر دعائیں کرتیں تو راقم خوشی سے پھر بستر پر سو جاتا۔"

(حیات حبیب ص744)

یقینا یہ والدہ محترمہ کی دعائے سحر گہی اور نالۂ نیم شبی کا نتیجہ ہے کہ آج ان کے بیٹے کا نام پورے عالم میں گونج رہا ہے اور ان سے دلوں کی اصلاح کا کام لیا جا رہا ہے۔

مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی کی تعلیم اسکولوں اور کالجوں میں ہوئی۔ انہوں نے کئی

عصری کورس کئے *1972* ء میں بی ایس سی الیکٹریکل انجینئر کی ڈگری حاصل کر کے اسی شعبے سے وابستہ ہو گئے، پہلے اپرنٹس الیکٹریکل انجینئر، پھر اسسٹنٹ الیکٹریکل انجینئر بنے، اس کے بعد چیف الیکٹریکل انجینئر بن گئے، جس زمانے میں وہ انجینئر بن رہے تھے اس زمانے میں جمناسٹک، فٹ بال، سوئمنگ کے کیپٹن اور چمپیین بھی رہے۔ ان حالات میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کوئی طالب علم دین کی طرف مائل بھی ہو سکتا ہے، مگر یہ معجزہ ہوا، انہوں نے عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ ناظرہ بھی پڑھا، ابتدائی دینیات، فارسی اور عربی کی کتابیں بھی پڑھیں، قرآن کریم بھی حفظ کیا، یہاں تک کہ جب وہ لاہور یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے ان کا تعلق عمدۃ الفقہ کے مصنف حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحبؒ سے ہو گیا، جو نقشبندیہ سلسلے کے ایک صاحب نسبت بزرگ تھے، شیخ ذوالفقار احمد نے ان سے مکتوبات مجدد الف ثانی سبقاً سبقاً پڑھی، ان کی وفات کے بعد وہ حضرت مرشد عالم خواجہ غلام حبیب نقشبندی مجددیؒ کے دامن سے وابستہ ہو گئے، یہ 1980ء کی بات ہے، 1983ء میں خلافت سے سرفراز کئے گئے، اس دوران انہوں نے جامعہ رحمانیہ جہانیاں منڈی اور جامعہ قاسم العلوم ملتان سے دورۂ حدیث کی اعزازی ڈگری بھی حاصل کی، اپنے مرشد کی وفات کے بعد وہ پوری طرح دین کے کاموں میں لگ گئے، کئی سال امریکہ میں گزار کر اب مستقل طور پر جھنگ میں مقیم ہیں، لڑکوں اور لڑکیوں کے متعدد دینی ادارے ان کی سرپرستی اور اہتمام میں چل رہے ہیں، پچاس سے زائد ملکوں کے اصلاحی و تبلیغی دورے بھی کر چکے ہیں، ہر وقت سرگرداں رہتے ہیں، دینی و عصری علوم کی جامعیت حضرت والا کی امتیازی خصوصیت ہے، انگلش زبان پر عبور حاصل ہے انہیں دینی علوم کو عصری اسلوب میں اور مخاطب کی زبان میں پیش کرنے کا غیر معمولی طور پر ملکہ حاصل ہے، ہر سال رمضان المبارک کا مہینہ (صرف آخری عشرہ) افریقی ملک زمبیا میں گزرتا ہے، جہاں حضرت اپنے مریدین اور خلفاء کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ اعتکاف فرماتے ہیں۔

ہر سال حج کے ایام میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں مجلسیں لگتی ہیں اور بے شمار عقیدت مند، ان مجلسوں میں ان سے استفادہ کرتے ہیں، گویا سال کے بارہ مہینے ان کا فیض جاری رہتا ہے۔

مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی کو علماء دیوبند سے بڑی عقیدت ہے اور یہ عقیدت ان کی ہر تقریر اور تحریر سے جھلکتی ہے آپ ان کی کوئی بھی تقریر سن لیں، یا کوئی کتاب اٹھا کر دیکھ لیں آپ کو علماء دیوبند کا ذکر ضرور ملے گا، یہ عقیدت ہی ان کے ہندوستان آنے کا سبب بنی، افسوس انہیں بعض مقامات کا ویزہ نہیں مل سکا، ورنہ تھانہ بھون، گنگوہ، نانوتہ، رائے پور اور سہارن پور جیسے مقامات پر جہاں کبھی بزرگوں کی خانقاہیں ہوا کرتی تھیں ان کا دل جانے کے لیے بڑا بے چین رہا، جب کوئی سبیل جانے کی نہ نکل سکی تو دہلی سے دیوبند کا سفر انہوں نے شاملی اور تھانہ بھون کے راستے کیا تاکہ اگر ان بستیوں میں اندر نہ جاسکیں تو کم از کم ان بستیوں کے باہر سے تو گزر جائیں۔ علماء دیوبند کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے جذبات قابو میں نہیں رہتے، خود بھی روتے ہیں اور سننے والوں کو بھی رلا دیتے ہیں وہ بار بار کہتے ہیں کہ اکابر علماء دیوبند تو صحابۂ کرامؓ کی مقدس جماعت کے وہ افراد ہیں جنہیں اللہ نے چودہ سو سال بعد پیدا فرمایا تاکہ لوگ دیکھ لیں کہ میرے حبیب ﷺ کے صحابہؓ ایسے ہوا کرتے تھے۔

حضرت کی زبان میں تاثیر بہت ہے، تقریریں تو بہت لوگ کرتے ہیں، گھنٹوں گھنٹوں کرتے ہیں، الفاظ کا سماں باندھ دیتے ہیں لیکن جب لوگ مجلسوں سے اٹھتے ہیں تو ان کے پلے کچھ بھی نہیں ہوتا، جیسے آئے تھے ویسے ہی رخصت ہوجاتے ہیں۔ حضرت پیر صاحب کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ عام سی، سادہ سی باتیں اس سوز کے ساتھ کرتے ہیں کہ دل پر اثر انداز ہوتی ہیں، ہر چہ از دل خیزد بر دل ریزد کا صحیح مشاہدہ حضرت پیر صاحب کی تقریریں سن کر ہوا، وہی باتیں جو بار بار کتابوں میں پڑھیں، وہی قصے جو زندگی بھر پڑھتے اور سنتے رہے ان کی زبان سے سنے تو بالکل نئے محسوس ہوئے، ان کی آواز کا سوز، اور دل کا اخلاص سننے والے کو

اپنے حصار میں لے لیتا ہے، ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ ہزاروں کا مجمع تقریر کے دوران بالکل ساکت و صامت ہوجائے اور ماحول پر ایسا سناٹا طاری ہوجائے کہ سوئی گرے تو اس کے گرنے کی آواز سنائی دے، حضرت پیر صاحب جب تقریر شروع کرتے ہیں تو ایسا ہی ہوتا ہے اور بدشوق سے بدشوق انسان کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ کب تقریر شروع ہوئی اور کب ختم ہوگئی، دو ڈھائی گھنٹے کس طرح منٹوں میں گزر گئے۔

تقریریں تو بہت سنی ہیں، لیکن اتنی جامع، مرتب، حسب حال اور پر اثر تقریریں کم ہی سنی ہیں۔ حضرت کے ایک خلیفہ نے راقم کے استفسار پر بتلایا کہ حضرت پیر صاحب ہر تقریر سے پہلے مکمل تیاری کرتے ہیں، نوٹس تیار کرتے ہیں، احادیث کا متن نوٹ کرتے ہیں، حوالے تلاش کرتے ہیں، حسب حال واقعات اور اشعار کے ذریعے اپنی ہر تقریر کو سجاتے سنوارتے ہیں، تقریر سے کچھ دیر پہلے تنہائی اختیار کر لیتے ہیں اور رب کریم سے رو رو کر دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ میری تقریر میں اثر دے، میری زبان میں حق بات کہنے کی صلاحیت پیدا فرما، حضرت پیر صاحب خود فرماتے ہیں کہ میں الہامی تقریر نہیں کرسکتا، رات رات بھر مطالعہ کرنے کے بعد سامعین کو مخاطب کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی تقریر موضوع کے دائرے میں رہتی ہے، حشو و زوائد سے پاک اور نہایت مرتب، حضرت پیر صاحب کی تقریروں میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا رنگ جھلکتا ہے، جن کے وعظ ہم نے سنے نہیں ہیں پڑھے ضرور ہیں، جو حضرت کے باکمال شاگردوں نے کئی کئی گھنٹے بیٹھ کر من و عن نقل کئے، ماضی قریب میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کی تقریریں بھی سادگی، پرکاری، شگفتگی، اثر انگیزی اور برجستگی کے لحاظ سے بے نظیر تھیں، راقم کو حضرتؒ کی مجلسوں میں بیٹھنے اور ان کی تقریریں سننے کی سعادت حاصل رہی ہے، حضرت پیر صاحب کی تقریریں سن کر مجھے اپنے ان دونوں بزرگوں کی یاد آ گئی، اللہ نے آج حضرت پیر صاحب کو یہ خصوصیت عطا کی

ہے بلاشبہ یہ کوئی کسبی ملکہ نہیں ہے بلکہ خالص وہبی چیز ہے اللہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

حضرت پیر صاحب جدید تعلیم یافتہ طبقے کو متاثر کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں، ان کا مطالعہ بڑا وسیع ہے، مشاہدہ گہرا ہے، وہ مغربی تہذیب کے مظاہر دیکھ چکے ہیں، اس کی برائیوں سے اچھی طرح واقف ہیں اور دینی تعلیم کی برکت سے ان برائیوں کا علاج بھی خوب جانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے استفادہ کرنے والوں میں ایک بڑی تعداد ڈاکٹروں، انجینئروں اور عصری علوم سے وابستہ لوگوں کی بھی ہے۔ یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ جس قدر جدید تعلیم یافتہ طبقہ ان کی طرف بڑھ رہا ہے اسی قدر دینی تعلیم سے وابستہ لوگ بھی ان کے دامن سے وابستہ ہورہے ہیں۔ آج سے چند سال پہلے انہیں کوئی جانتا بھی نہیں تھا، خاص طور پر ہندوستان میں تو ان سے کوئی واقف بھی نہیں تھا، دس پندرہ سال پہلے وہ کسی کے ساتھ دیوبند آئے اور گھوم پھر کر چلے گئے نہ کسی نے ان کی آمد کا نوٹس لیا اور نہ نظر بھر کے ان کی طرف دیکھا، اچانک ان کی شہرت کا سفر شروع ہوا، اور جس طرح مشک کی خوشبو مہکتی ہے اسی طرح ان کے وجود کی خوشبو مہکنے لگی۔ یہ خوشبو سرحدوں سے نکلی اور دور دور تک پھیل گئی، آج شاید ہی کوئی جگہ ایسی ہو جہاں یہ خوشبو نہ پہنچ رہی ہو اور مشام جاں کو معطر نہ کررہی ہو۔ اس میں بہت کچھ دخل ان تقریروں کا ہے جو مولانا صلاح الدین سیفی کے ذریعے مرتب ہو کر پوری دنیا میں پھیل چکی ہیں۔ ہندوستان کے گجرات سے تعلق رکھنے والے مولانا صلاح الدین نے ان کو کس طرح دریافت کیا، بقول ان کے وہ ہند میں سب سے پہلے بکنے والوں میں ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ دس بارہ سال قبل وہ تقریروں کا مجموعہ لے کر میرے پاس تشریف لائے اور اس کو دارالکتاب سے شائع کرنے کی خواہش ظاہر کی، میں نے مقرر کا نام دیکھ کر معذرت پیش کردی۔ دراصل میرے لیے یہ نام بالکل اجنبی تھا، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تصوف کے موضوع پر ہمارے اکابر کے علاوہ بھی کسی کی تقریر یا تحریر قابل اشاعت ہوسکتی ہے مگر مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ جس

مجموعے کو میں مقرر کا نامانوس نام دیکھ کر واپس کر رہا ہوں وہی مجموعہ اور اس جیسے بیسیوں مجموعے خود دیوبند سے شائع ہوں گے اور ان کو عوام وخواص میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوگی۔ حضرت پیر صاحب دوسری بار جب ہندوستان آئے تو ان کی شہرت وعظمت کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ چکا تھا، آج وہ جہاں جا رہے ہیں عقیدت مندوں کی بھیڑ انہیں سر آنکھوں پر بٹھا رہی ہے۔

دیوبند میں ان کے تین بڑے اجتماعات ہوئے، تینوں میں حاضرین کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہے اگر یہ کہا جائے کہ اجتماع گاہوں میں سر سے سر بج رہا تھا تو یہ کہنا غلط نہ ہوگا، تینوں جگہ انہوں نے الگ الگ موضوع پر خطاب کیا لیکن تینوں موضوع کا تعلق ایک ہی موضوع سے تھا جسے ہم تصوف وطریقت، سلوک اور احسان کہتے ہیں، یہ ایک ہی مفہوم کے مختلف عنوانات ہیں۔ عام طور پر تصوف کے بارے میں بڑی غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ تصوف کا مقصود محض ذکر ہے، آپ جب کسی شیخ سے بیعت کرتے ہیں تو وہ آپ کو کچھ اذکار و اوراد بتلا دیتا ہے آپ ان اذکار و اوراد کا اہتمام کرتے ہیں، صرف یہ چیز تصوف نہیں ہے، بعض لوگ اس سے آگے بڑھ کر یہ کہتے ہیں کہ تصوف مراقبے، مجاہدے اور چلہ کشی کرنے کا دوسرا نام ہے، یہ بھی بڑی غلط فہمی ہے، ذکر اور مجاہدہ اصلی نہیں ہے اصل مقصود وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اس آیت میں بیان فرمایا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (الشمس 9)

”وہ شخص کامیاب ہوا جس نے نفس کا تزکیہ کر لیا۔“

اور جس کا ذکر ہمیں اس ارشاد ربانی میں ملتا ہے:

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ (البقرۃ 129)

”اور وہ رسول ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں۔“

ان دونوں آیتوں میں تزکیے کا ذکر ہے جس کے معنی ہیں پاک صاف کرنا۔شریعت کی اصطلاح میں تزکیہ سے مراد یہ ہے کہ جس طرح انسان کے ظاہری اعمال وافعال ہوتے ہیں اوران کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی ہیں جیسے نماز پڑھو، روزہ رکھو، حج کرو، زکوۃ دو، جھوٹ نہ بولو، شراب نہ پیو، زنا نہ کرو، چوری نہ کرو، غیبت اور چغل خوری نہ کرو، ان اوامر ونواہی کا تعلق بندوں کے ظاہری اعمال سے ہے، اسی طرح انسان کے باطن یعنی قلب سے متعلق بھی کچھ اوامر ونواہی ہیں، ان اوامر کو انجام دینا بھی واجب ہے اوران نواہی سے بچنا بھی واجب ہے، جیسے تواضع ، اخلاص ،توکل، صبر وغیرہ اوامر ہیں،تکبر، حسد، ریاکاری وغیرہ نواہی ہیں، ان میں سے اول الذکر کوفضائل اوراخلاق فاضلہ کہتے ہیں، ثانی الذکر کو رذائل اور اخلاق رذیلہ کہا جاتا ہے۔حضرات صوفیاء اور مشائخ کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے مریدین کے دلوں میں اخلاق فاضلہ کی آب یاری کرتے ہیں اور اخلاق رذیلہ کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتے ہیں یہی تزکیہ ہے۔اسلامی نظام حیات میں تزکیۂ نفس کی اہمیت اورضرورت کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں ہے، عقائد، عبادات ، اخلاق ومعاملات ، ہر شعبے میں اس کی ضرورت مسلّم ہے۔

تصوف وسلوک کی تعلیم بھی بہت ضروری ہے، اس تعلیم سے سالک کی زندگی پر بڑا خوش گوار اثر مرتب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق مضبوط ہوجاتا ہے، اس کے اندر اتباعِ سنت کا جذبۂ کامل پیدا ہوجاتا ہے، اس کے شخصی حالات، اس کے اخلاق، اس کے معاملات سب شریعت کے دائرے میں آجاتے ہیں، اس کی زندگی کا نصب العین آخرت کی فوز وفلاح بن جاتا ہے، دنیا کی بے وقعتی اس کے قلب ونظر میں سماجاتی ہے اس کے اندر مخلوق کی خیر خواہی کا جذبہ اس حد تک پیدا ہوجاتا ہے کہ مخلوق کو ایذاء دینا تو ایک طرف مخلوق کی ایذاء کے تصور سے بھی اس کی روح کانپ اٹھتی ہے، بالکل ایک نئی شخصیت ابھر کرنکھر کر سامنے آتی

ہے۔

سلوک و معرفت کے جتنے بھی سلسلے ہیں سب کے مشائخ یہی ایک کام کر رہے ہیں، یعنی دلوں کی دنیا آباد کر رہے ہیں اور انہیں خدا سے قریب کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں سب کا انداز جدا جدا ہے، مگر ایک چیز سب کے یہاں قدر مشترک کے طور پر ہے اور وہ ہے اللہ کے ذکر پر مداومت اور اس کے ذریعے باطن کی اصلاح و تعمیر، یہ وہ نسخہ ہے جو خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کے لیے تجویز فرمایا تھا۔ ترمذی شریف کی ایک روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن بسرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نفلی عبادات اتنی زیادہ ہیں کہ میں تمام عبادات انجام دینے کی اپنے اندر ہمت نہیں پاتا آپ میرے لیے کوئی ایسی چیز تجویز فرمادیں کہ میرا شوق بھی پورا ہو جائے اور عباداتِ نافلہ کی ادائیگی میں کمی بھی باقی نہ رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کا علاج یہ ہے کہ تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے ہمیشہ تر رہے۔ یہی وہ بات ہے جو قرآن کریم میں اس طرح فرمائی گئی:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا

"اے ایمان والو اللہ کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کیا کرو۔"

کبھی ارشاد فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ (آل عمران 191)

"یہ وہ لوگ ہیں جو اٹھتے بیٹھتے اور سوتے جاگتے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔"

ان آیات مبارکہ سے دو باتیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں، ایک یہ کہ اللہ کا ذکر ہر حال میں کرو اور دوسرے یہ کہ ہر وقت کرو صوفیائے کرام کا کام ہی یہ ہے کہ وہ مختلف طریقوں سے لوگوں کو ذکر الٰہی اور یاد الٰہی کی طرف مائل کرتے ہیں اور اس راستے سے انہیں قرب الٰہی

تک لے جاتے ہیں جو مومن کا اصل مقصود ہے اور جو دین و دنیا میں فلاح و کامرانی کی دلیل ہے۔ حضرت پیر ذوالفقار نقشبندی اسی ذکر کا پیغام لے کر آئے اور دے کے چلے گئے، انہوں نے ہمیں کوئی نیا سبق نہیں دیا بلکہ ہمیں ہمارا بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ ہمارے مدارس کا مقصدِ تاسیس ہی ظاہر کی تعمیر اور باطن کی تطہیر ہے۔ دارالعلوم کے اولین معماروں کی اور ان کے بعد آنے والے بزرگوں کی نظر اسی مقصد پر رہی۔ یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم کی فضائیں قال اللہ و قال الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نغموں سے بھی گونجا کرتی تھی اور اللہ اللہ کی ضربوں سے بھی۔ دارالعلوم کا ایک دور وہ بھی تھا جب یہاں کے شیخ الحدیث سے لے کر دربان تک عابد شب زندہ دار اور تہجد گزار لوگ ہوا کرتے تھے، یہ وہ سبق ہے جو اب فراموش ہو چکا ہے عجب نہیں کہ اللہ نے یہ بھولا ہوا سبق یاد دلانے ہی کے لیے شیخ کو یہاں بھیجا ہو۔

شیخ کی مجلسوں میں جس طرح لوگ پہنچے اور جس ذوق وشوق کے ساتھ ان کو سنا اس سے پتہ چلتا ہے کہ لوگوں میں تشنگی کا احساس ہے ان کے دل بے چین ہیں، اور ان کی نگاہیں کسی مرشد کامل کے انتظار میں ہیں۔ علماء کی ہمارے ہاں کوئی کمی نہیں مقرر بھی ایک سے بڑھ کر ایک موجود ہیں لکھنے والے بھی بے شمار ہیں مگر اس ہجوم میں کوئی صاحب دل نہیں ہے اللہ کی حقیقی معرفت رکھنے والا نہیں ہے کوئی ایسی ہستی نہیں جس کا سینہ جذبۂ سوز دروں سے معمور ہو اور جس میں عشق الٰہی کی آگ سلگ رہی ہو، وہ آئے اور سب کو عشق الٰہی کی روشنی دکھلا کر چلے گئے اب یہ ہم پر موقوف ہے کہ ہم روشنی میں کب تک چلتے ہیں دوسرے لفظوں میں ہم یہ بات اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو سبق شیخ نے ہمیں یاد دلایا اسے ہم کب تک یاد رکھتے ہیں۔

(نوٹ آج صاحبِ مضمون بھی ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں ڈاکٹر یاسر ندیم الواجدی صاحب کے والد بزرگوار سال گزشتہ امریکہ میں انتقال کر گئے اور اس دنیا فانی سے دار خلد کی جانب ہمیشہ ہمیش کے لیے کوچ فرما گئے) اللہ تعالیٰ مضمون نگار واجدی صاحب کی بال بال مغفرت فرمائے! آمین!!!

ہمارے جنازے فیصلہ کریں گے مقبولیتِ عامہ اور کردار کشوں کی شکست

(حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق)

محمد نعمان مکی

تاریخ اور مشاہدہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ جب بھی کوئی شخص معاشرے میں نمایاں مقام حاصل کرتا ہے یا کوئی غیر معمولی کارنامہ انجام دیتا ہے، تو جہاں اس کے مداح پیدا ہوتے ہیں، وہیں حاسدین کا پیدا ہونا بھی ایک فطری عمل بن جاتا ہے۔

اپنوں میں حسد کا محرک عموماً احساس کمتری یا عدم تحفظ ہوتا ہے، جب کہ غیروں میں، اسلام دشمنی اور ان شخصیات کی اثر انگیز محنتوں سے ان کی سازشوں پر پڑھنے والی کاری ضربیں محرک بنتی ہیں۔ حسد درحقیقت اپنی محرومی کو دوسرے کی کامیابی میں دیکھنے کا نام ہے۔ جب کوئی بڑا کام کرتا ہے، تو وہ انجانے میں دوسروں کو ان کی سستی یا کمتری کا احساس دلا دیتا ہے۔ حاسد اس محنت اور قربانی کو دیکھنے کے بجائے، جو اس کامیابی کے پیچھے ہوتی ہے، صرف نتیجے پر نظر رکھتا ہے اور اسے اپنی 'انا' کی شکست تصور کرتا ہے۔ چونکہ حاسدین اخلاقی یا علمی طور پر اس بڑے کام کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اس لیے وہ بدنام کرنے کی سازشوں کا سہارا لیتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح سے عوام کا اعتماد اس شخص سے اٹھا دیا جائے۔ اور اس شخص کی توجہ اس کے اصل مقصد سے ہٹا کر دفاعی پوزیشن پر لائی جائے۔ اور اس کی ساکھ کو نقصان پہنچا کر اس کے کام کی اہمیت کم کر دی جائے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ دنیا کے عظیم علماء، فقہا، محدثین، ائمہ، مصلحین، مفکرین، اور سائنسدانوں کی اکثریت کو اس مرحلے سے

گزرنا پڑا ہے۔ انبیاء کرام [علیہم السلام] سے لے کر دورِ حاضر کے بڑے ناموں تک، ہر اس شخص کو جس نے 'جمود' توڑنے کی کوشش کی، اسے شدید مخالفت اور الزامات کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ بھی انہی بڑے عظیم لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے جمود کو توڑا اور عالمی سطح پر ایسا موثر کام کیا کہ لاکھوں لوگوں کے قلوب کو پلٹ کر رکھ دیا۔ اور اصل انقلاب تو قلوب کا پلٹ دینا ہی تو ہے۔ حضرت جیؒ نے ایسے وقت میں تصوف کا تجدیدی کام کیا ہے، جس وقت ایک مخصوص طبقے نے یوٹیوب وغیرہ کے ذریعے، عالمی سطح پر تزکیہ نفس اور تصوف کی شکل کو مسخ کر کے پیش کیا ہے۔

جس طرح سے مغربی طاقتوں نے اسلام کے مقدس الفاظ کو غلط تعبیرات سے جوڑ کر ان کو بدنام کرنے کی کوشش ہے، جیسے لفظ جہاد کو دہشت گردی کا ہم معنی بنا دیا، اور اس کو صحیح ثابت کرنے کے لیے گمراہ اور سر پھرے مجرموں کو بطور مثال کے پیش کیا۔ بالکل اسی طرح ایک طبقے نے تصوف کو غلط تعبیرات سے جوڑ کر اس کو بدنام کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، یہاں تک کہ تزکیہ، تصوف اور صوفیا جیسے الفاظ کو شرک و بدعت اور گمراہی کا ہم معنی بنا دیا۔ اور اس کو ثابت کرنے کے لیے اہل بدعت اور جاہل صوفیاء کو بطور مثال کے پیش کیا۔ ایسے وقت میں تزکیہ نفوس کا اتنا بڑا کام کرنا اور دین دار طبقہ اور علماء کے ساتھ ساتھ عصری علوم سے وابستہ لوگوں کے دلوں کو بھی اللہ کی طرف پھیر دینا، اور لاکھوں لوگوں سے توبہ کروا کر ان کے دل و زبان پر اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری کروا دینا، بلاشبہ ایک تجدیدی کام تھا۔ جو اللہ تعالیٰ نے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لیا ہے۔

ظاہر سی بات ہے جس بندے نے اتنا موثر کام کیا ہو، اسکے حاسدین تو ہونگے، اپنے

بھی اور غیر بھی۔ اور عموماً جس بندے کا کام خالص اصلاحی، تربیتی اور تعلیمی ہو، سیاسی یا عسکری نہ ہو اس کو طاقت کے زور پر یا قانونی بندھنوں میں جکڑ کر روکنا مشکل ہوتا ہے، لہٰذا تاریخ گواہ ہے کہ ایسے لوگوں کے خلاف حاسدین گہری سازش رچتے ہیں، تہمت اور بہتان بازی کے ذریعے ان کی ذات کی شبیہ کو خراب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور وقتی طور پر اس میں وہ کامیاب بھی ہو جاتے ہیں۔ کچھ لوگوں کو متاثر بھی کر لیتے ہیں۔

اللہ کے ولیوں کے خلاف رچی جانے والی ان سازشوں اور پروپیگنڈوں سے، جو متعلقین متاثر ہو جاتے ہیں، وہ ان کے خیر سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اور جو جانے انجانے میں اس جھوٹ کے پھیلانے کا ذریعہ بن جاتے ہیں وہ بدبختی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان سازشوں کی وجہ سے ان اللہ والوں کو جو تکلیف اور کرب پہنچتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ ان کے روحانی درجات کو مزید بلند کر دیتے ہیں۔

بڑے لوگ بڑا کام کرتے ہیں، اور ان کی خصوصیات میں، استقامت اور اخلاص شامل ہوتا ہے۔ لہذا ایسے لوگ اپنی توانائی حاسدین کو جواب دینے میں ضائع نہیں کرتے ہیں، بلکہ اپنے کام کے معیار کو مزید بہتر بناتے ہیں۔ بدنامی کی مہمیں وقتی ہوتی ہیں، جبکہ ٹھوس کام اور سچائی دیرپا ہوتی ہے۔ جب انسان کا عمل اس کے قول کی گواہی دے، تو سازشیں خود بخود دم توڑ دیتی ہیں۔ حسد کی آگ سب سے پہلے خود حاسد کو جلاتی ہے۔

یہ تحریر ان احباب کے لیے ہے جن کے دل میں حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمۃ اللہ کے تعلق سے ابھی بھی کچھ خلش باقی ہے۔ ویسے تو حضرت جی کے جنازے نے حضرت کی عند اللہ مقبولیت کو واضح کر ہی دیا ہے۔ مزید کسی وضاحت کی ضرورت باقی نہیں

رہتی ہے۔علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ ''البدایہ والنہایہ'' میں امام اہل سنت احمد بن حنبل کے حالات میں لکھتے ہیں :وَقَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ :سَمِعْتُ أَبَا سَهْلِ بْنَ زِيَادٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَحْمَدَ يَقُولُ : سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ :قولوا لأهل البدع بيننا وبينكم الجنائز حين تمر.وقد صدق الله قول أحمد في هذا، فإنه كَانَ إِمَامَ السُّنَّةِ فِي زَمَانِهِ، وَعُيونُ مُخَالِفِيهِ أحمد بن أبي دؤاد وهو قاضي قضاة الدنيا لم يحتفل أحد بموته، ولم يتلفت إليه.ولما مات ما شيعه إلا قليل من أعوان السلطان.وَكَذَلِكَ الْحَارِثُ بْنُ أَسَدٍ الْمُحَاسِبِيُّ مَعَ زُهْدِهِ وَوَرَعِهِ وَتَنْقِيرِهِ وَمُحَاسَبَتِهِ نَفْسَهُ فِي خَطَرَاتِهِ وَحَرَكَاتِهِ، لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ إِلَّا ثَلَاثَةٌ أَوْ أَرْبَعَةٌ من الناس.وكذلك بشر بن غياث المريسي لم يصل عليه إلا طائفة يسيرة جِدًّا، فَلِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ.

کہ امام الدارقطنی نے امام عبداللہ بن احمدؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ: میرے والد گرامی فرمایا کرتے تھے، اہل بدعت سے کہہ دو کہ ہمارے جنازے جب نکلیں گے تو وہی ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کریں گے۔'' (یعنی تم سمجھتے ہو کہ ہمیں اہل اسلام کی حمایت اور ساتھ حاصل نہیں، یا اللہ کی طرف سے قبولیت کا شرف حاصل نہیں تو)

امام ابن کثیر فرماتے ہیں: اللہ تعالی نے امام احمدؒ کا یہ قول سچ کر دکھایا۔کیونکہ وہ اپنے دور میں اہل سنت کے امام تھے۔اور انکے چوٹی کے مخالف ''احمد بن ابی داود'' جو چیف جسٹس بھی تھا، اس کو جب موت آئی تو کسی نے ادھر توجہ نہ دی۔اور اس کے جنازے کے ساتھ چند سرکاری عہدیداروں کے سوا کوئی نہ تھا۔اور مشہور صوفی حارث بن اسد المحاسبی باوجود اس کے کہ بڑے زاہد، پارسا، اور اپنے نفس کا شدید محاسبہ کرنے والے تھے، ان کے جنازے پر بھی تین چار افراد ہی آئے۔اسی طرح بشر بن غیاث المریسی (جو جھمیہ کا نمائندہ داعی تھا) جب فوت ہوا تو محض چند افراد ہی اس کے جنازے پر حاضر تھے۔(البدایۃ والنہایۃ۔ج۔۱۰۔ص ۳۷۵)

آخر میں، جن لوگوں کے دلوں میں ابھی بھی کچھ خلش باقی ہے، ان کی خدمت میں بندہ، حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب ملفوظ پیش کرنا چاہتا ہے۔علامہ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ،

" جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ خیر چاہتے ہیں اور مجاہدہ اختیار یہ سے اس کو قاصر و عاجز دیکھتے ہیں تو ایسے اسباب غیب سے پیدا فرما دیتے ہیں جس سے اس کے امراض نفسانیہ حب جاہ وغیرہ کا علاج ہو جاتا ہے، مثلاً اس پر کوئی مرض مسلط ہو جاتا ہے یا کوئی عدو مسلط ہو جاتا ہے جو اس کو ایذائیں، خصوصی بدنامی کی ایذا پہنچاتا ہے جس کی روایات کو اگر کوئی غلط سمجھتا ہے تو دوسرا سچ سمجھتا ہے اور اس طرح سے وہ رسوا ہو جاتا ہے جو اول اول نفس کو بے حد ناگوار ہوتا ہے مگر جب وہ صبر و رضا اختیار کرتا ہے تو پھر تو اس میں ایسی قوت تحمل کی ہو جاتی ہے کہ نہایت ہمت کے ساتھ یہ کہنے لگتا ہے۔

ساقیا برخیز و درده جام را　　　خاک برسر کن غم ایام را

گرچہ بدنامی است نزد عاقلان　　　ما نمی خواہیم ننگ و نام را

پھر **مع العسر یسرا** کے موافق اس کو قبول عام و عزت نصیب فرماتے ہیں جس میں اس کو ناز نہیں ہوتا۔جس قدر رفعت بڑھتی جاتی ہے نیاز میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔بس جاہ عظیم میسر ہوتی ہے اور جاہ پسندی فنا ہو جاتی ہے۔

(ملفوظات حکیم الامت : جلد ۲۳، ص ۴۷) (کمالات اشرفیہ) (سلسلہ ملفوظ نمبر۔2269)۔

اللہ تعالیٰ حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمۃ اللہ کے درجات کو بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔آمین

پیر ذوالفقار نقشبندی صاحبؒ ایک عہد ساز روحانی شخصیت

حضرت مولانا مفتی عبدالوہاب صاحب مدظلہم

پیر ذوالفقار نقشبندی صاحبؒ ایک عظیم الشان روحانی شخصیت تھے۔ وہ لوگوں کے دلوں کو ربّ سے جوڑنے والے، مایوس دلوں کو امید دینے والے، اور گناہوں کے دلدل سے نکال کر اللہ کی طرف رخ موڑنے والے انسان تھے۔ ان کی صحبت دلوں کی صفائی، روحانیت کی بیداری اور اللہ و رسول ﷺ کی محبت جگانے کا ذریعہ تھی۔ کروڑوں دلوں میں "اللہ اللہ" کی صدائیں بلند کرنے والی یہ ہستی آج ہم سے رخصت ہو چکی ہے، مگر ان کا اثر اور پیغام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

مجھے کچھ عرصہ افریقہ (زمبابوے) میں رہنے کا موقع ملا۔ پیر ذوالفقار نقشبندی صاحبؒ سے میرا پہلا تعارف غالباً 1999 میں ہوا، جب آپ ہرارے تشریف لائے۔ اس وقت ان کا تعارف ایک انجینئر کے طور پر کروایا گیا۔ عشاء کے بعد ہرارے کی مسجد میں ان کا بیان تھا، جو انہوں نے انگریزی زبان میں کیا۔ یہ میری زندگی کا پہلا موقع تھا کہ میں نے ان کا بیان سنا۔

مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ بظاہر ایک بڑے عالم اور روحانی شخصیت ہونے کے باوجود ان کی گفتگو نہایت سادہ، مؤثر اور شستہ انگریزی میں تھی۔ اس موقع پر دل میں ایک حسرت بھی پیدا ہوئی کہ کاش ہمارے مدارس میں انگریزی زبان کو بھی بطور ذریعۂ اظہار اپنایا جاتا، تاکہ ہم جیسے لوگ بین الاقوامی سطح پر دین کا پیغام زیادہ مؤثر انداز میں پہنچا سکتے۔ یہ بات میں بطور ضمنی احساس ذکر کر رہا ہوں، کیونکہ افریقہ میں رہتے ہوئے مجھے زبان کی کمی ایک بڑی

رکاوٹ محسوس ہوئی۔

اس بیان کے بعد ان سے مصافحہ اور مختصر ملاقات بھی ہوئی۔ پھر میں انگلینڈ آ گیا، لیکن جب بھی پیر صاحب افریقہ تشریف لاتے، ہمارے گھر ضرور آتے۔ ان کی آمد پر ہمارے گھر میں ایک ضیافت ہوتی، جس میں مقامی علماء کو بھی مدعو کیا جاتا تھا۔

بعد ازاں، کراچی میں قیام کے دوران مجھے ان کا بیان دوبارہ سننے کا موقع ملا، جو بیت السلام مسجد میں ہوا۔ اس مسجد سے میرا تعلق کافی پرانا ہے، جس پر میں ان شاء اللہ کسی اور وقت لکھوں گا۔ اس وقت مولانا عبدالستار صاحب نئے امام بنے تھے اور مختلف معروف علماء و شخصیات کو دعوت دیتے تھے تاکہ لوگوں کا مسجد سے تعلق مضبوط ہو۔ انہی دعوتوں میں پیر ذوالفقار نقشبندی صاحبؒ بھی تشریف لائے۔ ان کا بیان حسبِ معمول نہایت مؤثر، دل کو چھو لینے والا اور روح کو جھنجھوڑ دینے والا تھا۔

پیر ذوالفقار نقشبندی صاحبؒ ''اللہ اللہ'' کی صدائیں بلند کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے، مگر اپنے پیچھے لاکھوں مریدین، متوسلین، جانشین اور متعلقین چھوڑ گئے ہیں، جو ان کے مشن کو آگے لے کر چلیں گے۔ یہ اللہ کا نظام ہے کہ دنیا کبھی اللہ والوں سے خالی نہیں رہی۔ ہر دور میں اللہ کو یاد کرنے والے موجود رہے ہیں اور ان شاء اللہ ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ پیر ذوالفقار نقشبندی صاحبؒ کی کامل مغفرت فرمائے، انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ بلاشبہ ان کا خلا پُر ہونا آسان نہیں، اور یہ ہمارے لیے ایک بڑا علمی و روحانی نقصان ہے کہ آہستہ آہستہ ہمارے اکابر علماء اور بزرگ ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔ تاہم مجھے پورا یقین ہے کہ پیر صاحبؒ نے ایسے افراد ضرور تیار کیے ہوں گے جو ان کے مشن کو آگے بڑھائیں گے اور ان کی کمی کو کسی حد تک پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دل فِگار و دل نِگار حضرت پیر ذوالفقارؒ

مفتی محمد یاسین خان قاسمی، بنگلور

حامداو مصلیا و مسلما:

"اللہ" کی واحد ذاتِ عالی ہے جو باقی رہنے والی ہے۔اس کے سوا ہر شخصیت خواہ کتنی ہی دل کش، کتنی ہی پر بہار، کتنی ہی ہر دل عزیز اور کتنی ہی حیات افروز ہو، بالآخر ایک دن اُسے یہاں سے جانا ہی ہے۔ گزشتہ چند سالوں میں ایسی عظیم شخصیات اٹھالی گئی ہیں کہ جن کا حادثۂ ارتحال کسی فرد، یا ادارے، یا طبقے، یا کسی علاقے کا نہیں؛ بل کہ پوری ملت اور امت کا عالم گیر صدمہ ہے۔ایسی ہی ایک آفاقی اور عبقری شخصیت تھے: محبوب العلماء والصالحین حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ عشق الٰہی میں دل فِگار تھے۔ "صِبغَةَ الله" کے رنگ ریز اور دِل نگار تھے۔علماء وصلحاء کے دِل دار اور "اہلِ دل" کے لیے موسم بہار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے سانحۂ فراق کے سبب اہل حق کے قلوب پارہ پارہ اور جگر پاش پاش ہیں۔

یہ بات واضح کردوں کہ یہ حضرات صرف اس لیے دل گیر نہیں ہیں کہ حضرت والا کی ذات جدا ہوگئی اور ایک جسمانی صورت رخصت ہوگئی؛ بل کہ غم زدہ اور نم دیدہ ہونے کی اصل و بڑی وجہ یہ ہے کہ حضرت چوں کہ "تعلیماتِ نبویہ" کے حامل اور "کیفیات نبویہ" سے موصوف تھے، تو جو "معارف و اِفاضاتِ اِلٰہیہ، فیوض و برکاتِ روحانیہ" کا "فیضانِ خاص" دلوں پر نازل ہوتا تھا، وہ آپ کی وفات سے منقطع ہوگیا۔

یہاں ایک صحیح واقعہ یاد دلادوں کہ: سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے کچھ دنوں بعد حضرات ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ، حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی زیارت کے لیے اُن کے گھر

تشریف لے جاتے ہیں۔حضرت ام ایمن کی آنکھوں میں آنسوں دیکھ کر دونوں حضرات عرض کرتے ہیں: جب آپ ﷺ کے لیے اللہ تعالی کے پاس یہاں سے زیادہ بہترین دولت ونعمت موجود ہے، تو اب رونے کی کیا بات ہے؟۔حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں : میرے رونے کی وجہ یہ ہے کہ آسمانوں سے جووحی ربانی کا فیضان ہم پر نازل ہوتا تھا، وہ منقطع ہوگیا۔ یہ درد بھرا کلام سننا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ ،حضرت عمرؓ بھی تڑپ اٹھے اور رونے لگے۔
اِس خاک نشین نے یوں تو یہ حدیث اور واقعہ پڑھنے کو پڑھ رکھا تھا،مگر اِس میں اظہار کردہ سببکا ادراک، اور گہرے درد کا احساس نہیں ہوا تھا؛لیکن جب حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسی عاشق ربانی اوروارث نبوی ہستی کی وفات ہوئی، اور آج اُن کی یاد آتی ہے، تو مجھ جیسے زنگ آلود اور سنگ دل شخص کو بھی اپنی اوقات کے حساب سے وہ دردِدل صاف محسوس ہوتا ہے۔ اور ہر صاحبِ دل یقیناً یہ کہے گا کہ جو درد، اور جو حال صحابہ رسول کا ہوا تھا ’’اصحابِ دل‘‘ کا کچھ ایسا ہی درد وحال ہوتا ہے جب ’’سچا وارثِ نبی‘‘ اُن سے اس طرح رخصت ہوجاتا ہے۔

اب دیکھ لیجیے کہ حضرت پیر صاحب کی صرف ’’حیات‘‘ ہی نہیں؛ آپ کی ’’وفات‘‘ کا فیض اور اثر بھی کس قدر عظیم ومعنی خیز ہے!۔حضرت جاتے جاتے اچھی طرح سمجھا گئے کہ ’’نسبت‘‘ کا درد،فکر اور احساس ہی اصل روح ہے۔اور یہ یقین مانو کہ جس میں یہ روح ہے، وہ واقعی زندہ ہے۔جس میں یہ روح نہیں ہے، وہ اگر زندہ ہے بھی تو مردہ ہے۔

غیبی تربیت اور توفیق کا انتظام

(الف) حضرت کا نام (ذوالفقار) ہے،جس میں ’’فقر‘‘ کے حروف ہیں۔(ب) آپ کا پسندیدہ لقب اور تخلص ’’فقیر‘‘ ہے،جس کا مادہ ’’فقر‘‘ ہے۔(ج) آپ جس طبقے کے پروردہ، وابستہ، خلیفۃ، راہ نما اور محبوب ہیں، وہ (علماء اور صلحاء) کا طبقہ ہے،جس کے ماتھے کا جھومر ’’فقر‘‘ ہے۔(د) دین کے جس خاص وعظیم کام کی تعلیم وتلقین اور دعوت وتبلیغ سے

تاحیات مربوط رہے، اُس کا نام اور موضوع: اَلاِحْسَان، اور بہ الفاظِ دیگر تزکیہ، تصوف، سلوک زہد اور ''فقر'' ہے۔ (ہ) اِس نام وصفت کے ساتھ اور اس عظیم کام کی عالمی سطح پر زریں خدمت، سنہری تجدید و تذکیر اور پر اثر ترغیب و تشویق کے لیے ایسی صدی میں پیدا کیے گئے جو ویسے تو مادی وظاہری ترقیات کا زمانہ ہے، مگر روحانی واخلاقی لحاظ سے کنگال یعنی ''فقیر'' ہے۔ (و) آپ کے اصلاحی ودعوتی اسفار — خاص طور پر اور زیادہ تر — مغربی ممالک میں، مغرب زدہ ماحول میں، دنیاوی تعلیم یافتہ اور مادہ پرست افراد کے درمیان ہوتے رہے؛ یہ ممالک اور لوگ وہ ہیں جو دینی تعلیم وتربیت سے خالی ہاتھ، اور حد درجے محتاج یعنی ''فقیر'' ہیں۔ (ز) مزید یہ کہ ایسے زمانے اور لوگوں میں اتنے بلند معیار پر اور اتنی بڑی مقدار میں دین کے اِس خاص وعظیم کام کے لیے جس معیاری تعلیم ومواد، جس مستحکم مزاج وزبان اور جس دل کش ودل پذیر انداز وبیان کی واقعی ضرورت ہے، اُن سے ہمارے اکثر تعلیمی، تربیتی، دعوتی حلقے تہی دست یعنی ''فقیر'' ہیں۔ (ح) پھر کسی عارضی جوش، وقتی اثر، جذباتی کیفیت، یا کسی مخدوم وبزرگ کے حکم پر نہیں؛ بل کہ گہری وسنجیدہ فکر، کامل استخارہ ودعاء کے بعد، اپنی عاشقانہ طلب وتڑپ اور خالص عارفانہ الہام واحساس کے تحت ''اَلاِحْسَان'' کی دینی وضروری اور اہم وعظیم خدمت کے لیے، ٹھیک 40 / چالیس برس کی تکمیل پر، حاصل شدہ رئیسانہ عیش وآرام اور امیرانہ ٹھاٹ باٹ کو ترک کر کے، تادمِ حیات جو کام یاب زندگی گزاری ہے، اس کو ''فقرِ اختیاری'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

یہ اور اِن کے علاوہ دیگر زندہ شواہد صاف اعلان کرتے ہیں کہ حضرت جیسی عبقری شخصیت، اللہ تعالی کے تکوینی انتظام وربانی تربیت کا خاص حصہ تھی۔ آپ کی حیات وخدمات کے پس پردہ درحقیقت رب العالمین کی خصوصی مرضی ومشیت کارفرما تھی۔ یہ بات لوگوں کو بہت زمانے بعد سمجھ میں آئی، مگر اہل بصیرت پر پہلے ہی من جانب اللہ واضح کردی گئی تھی۔ خود

حضرت پر بھی ، چناں چہ درج اقتباس میں اس جانب صریح اشارہ ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بھائی! ہم تو واقعی عاجز ہیں۔ ''عاجز'' کا لفظ مجھے اچھا لگتا ہے۔ ''فقیر'' کا لفظ بھی اچھا لگتا ہے۔ ''فقیر'' کا تو اِس لیے کہ پروردِگار ہمیں کہہ رہے ہیں: اَنۡتُمُ الۡفُقَرَاءُ اِلَی اللّٰہِ، وَ اللّٰہُ ھُوَ الۡغَنِیُّ الۡحَمِیۡدُ (اللہ غنی ہے اور تم فقیر ہو) اس لیے ہمیں تو اپنے آپ کو ''فقیر'' ہی کہلوانا چاہیے۔ (اصلاح دل کے لیے روحانی نسخے 52)

حضرت پر عشق الٰہی کا جذبہ جنون

اہل دل کی شہادت اور اہل نظر کا مشاہدہ ہے کہ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالی کے سچے محب اور عاشق صادق تھے۔ چناں چہ آپ (الف) ''اِذَا رُؤُوۡا ذُکِرَ اللّٰہُ'' جیتا جاگتا مظہر اور چلتی پھرتی تصویر تھے۔ آپ کے نورانی چہرے کی زیارت سے دیدۂ دل کو مشاہدۂ ربانی ہوتا تھا۔ (ب) ''خَلَقَ اللّٰہُ آدَمَ عَلٰی صُوۡرَتِہٖ کی ''عاشقانہ توجیہ'' کا صاف وشفاف آئینہ دار تھے۔ (ج) ''اَلۡمَرۡءُ مَعَ مَنۡ اَحَبَّ'' کی درخشاں مثال ونمایاں صورت تھے۔ (د) ''مَنۡ اَحَبَّ شَیۡئًا اَکۡثَرَ ذِکۡرَہٗ'' کا پختہ ثبوت تھے۔ (ہ) ''اُذۡکُرُوا اللّٰہَ حَتّٰی یَقُوۡلُوۡا اِنَّہٗ مَجۡنُوۡن'' کا عملی نمونہ اور روا وضح مصداق تھے۔ (و) آپ کی عملی زندگی، انوکھے واقعات اور دل پذیر بیانات کے پیشِ نظر دل گواہی دیتا ہے کہ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''عشق الٰہی'' کے حوالے سے اُس مقام پر فائز تھے جس کو ''فنا، جنون، دیوانگی، وارفتگی، جذب واجتباء'' وغیرہ ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ (ز) آپ نے از خود فرمایا بھی ہے کہ: اس فقیر نے اپنے ''اللہ'' کو سچ میں بہت ٹوٹ کر چاہا ہے۔۔۔ نہ صرف یہ کہ آپ نے ایسا چاہا ہے، بل کہ آپ کا دل چاہتا تھا کہ ساری دنیا اللہ تعالی کو ٹوٹ کر چاہنے والی اور ''اللہ والی'' بن جائے۔ چناں چہ آپ بڑی طلب وتڑپ اور شدت وکثرت کے ساتھ فرماتے کہ:

بھائی! ہم کو اللہ تعالی کا نام مرتے مرتے لینا ہے، اور لیتے لیتے مرجانا ہے۔ دوستو! ہمیں صرف اپنی زبان و دل کو نہیں، باطن کے "ہر لطیفے" کو اللہ والا، جسم کے "ہر حصے" کو ذِکر والا بنانا ہے۔ دوستو! یہ ایک زندگی ہے، ہمارے پاس ایک ہی دل ہے، اور یہ دل صرف ایک اللہ کے لیے ہے؛ اس لیے "پورے دل" سے اللہ کو چاہنے والے ہو جاؤ، پوری زندگی اللہ اللہ کرنے والے بن جاؤ۔

اب نمونہ کے طور پر حضرت کے ایسے اعمال آپ کی نظر و فکر کے حضور پیش کرتا ہوں جو ظاہر میں بہت عام سمجھے جاتے ہیں، اور جن پر عموماً سرسری نظر بھی نہیں ڈالی جاتی؛ لیکن عام و معمولی نظر آنے والے یہ اعمال بھی بہ آواز بلند اعلان کرتے ہیں کہ: حضرت رحمۃ اللہ علیہ واقعی اللہ تعالی کی محبت میں "مجنون" اور اپنے اندرون میں "مجذوب صفت" تھے۔ چناں چہ

☆ حضرت کے اصلاحی خطوط کا ایک مجموعہ بہ نام "مکتوباتِ فقیر" ہے، جس میں 73/ مکاتب ہیں۔ اِن میں سے ہر مکتوب کے شروع میں باسمہ تعالی کے بعد "اللہ اللہ اللہ" نقش ہے۔ ایک بھی مکتوب ایسا نظر نہیں آیا کہ جس میں نام باری تعالی لکھا ہوا نہ ہو، یا صرف ایک ہی بار لکھا گیا ہو۔ بل کہ ہر مکتوب کی پیشانی پر باقاعدہ "اللہ اللہ اللہ" منقوش نظر آتا ہے۔

آپ ہی بتائیے: کیا یہ عشق وجنون کا حال نہیں ہے؟!۔ یہ فرزانہ کا کام ہے، یا مجنونانہ عمل ہے؟!۔ غور فرمائیں کہ: اصلاحی خطوط و مکتوبات، نجی اور ذاتی ربطے سے متعلق، اور تنہائی و خلوت سے جڑے ہوتے ہیں، اور عموماً اس ایسے وقت وحالت میں آدمی فراغت و راحت اور تھوڑا سا آزاد و بے فکر رہنا چاہتا ہے؛ اب ایسے موقع پر بھی اس کثرت اور اس اہتمام کے ساتھ "اللہ اللہ اللہ" نقش کرنا، کیا اس راز کا غماز نہیں ہے کہ حضرت کے دل میں "اللہ اللہ اللہ" نوشتہ و نگارشتہ کر دیا گیا تھا؟!۔۔۔ نیز یہ بھی غور فرمائیں کہ: لسانیات و ادب پر نظر رکھنے والے اہل بصارت بھی کہتے ہیں کہ: خطوط و مکتوبات کی زبان، دل و باطن کی سچی ترجمان

ہوتی ہے، جس میں تصنع وتکلف نہیں ہوتا، جس میں دلی جذبات وتعلقات کا اظہار، راست اور بلا کم وکاست ہوتا ہے۔ لہٰذا اِس اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ نظر آتا ہے کہ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا "عاشق دل" قصدوارادے تک کے تکلف سے ماورا ہوکر جاری رہتا تھا۔ ورنہ آپ ہی بتائیں کہ "اللہ اللہ اللہ" ہر وقت جاری وساری نظر کیوں آرہا ہے۔

☆ "اللہ اللہ اللہ" کے مانند عربی کا یہ کلام مفید "كَانَ اللهُ لَهٗ عِوَضًا عَنْ كُلِّ شَیْءٍ" باقاعدہ لکھا ہوا ہوتا ہے، خواہ طویل مضمون ہو، یا چھوٹا خط اور ایک صفحے کی تقریظ ہو۔

اب آپ بتائیے کہ کیا یہ "اُذْكُرُوا اللهَ حَتّٰى يَقُولُوا اِنَّهٗ مَجْنُوْن" کا نمونہ نہیں ہے ؟!۔ ذرا غور فرمائیے گا کہ "كَانَ اللهُ لَهٗ عِوَضًا عَنْ كُلِّ شَیْءٍ" والا یہ خلوص وللّٰہیت سے بھرپور فقرہ لکھا جارہا ہے، یا لکھوایا جارہا ہے۔ کیوں کہ اس میں دو معانی کا احتمال ہے: (1) یہ جملہ انشائیہ ہے۔ (2) جملہ خبریہ ہے۔ پہلا احتمال، طلب ودعا کو بیان کرتا ہے، جب کہ دوسرا احتمال اِثبات واِظہار کو بیان کرتا ہے۔

جملہ انشائیہ ودعائیہ کی صورت میں "كَانَ اللهُ لَهٗ عِوَضًا عَنْ كُلِّ شَیْءٍ" کا مطلب ہے کہ: یااللہ! آپ کے اِس فقیر بندکو ہر چیز اور ہر عمل کے عوض صرف آپ ہی آپ مطلوب و محبوب ہیں، اس کی دعا اور درخواست ہے کہ — اے اللہ — اُسے سوائے آپ کے اور کچھ بھی نہیں چاہیے۔

جملہ خبریہ کی صورت میں اس راز کا اظہار کیا جارہا ہے اور اس واقعہ کی خبر دی جاہی ہے کہ: ذوالفقار، اللہ کا وہ طالب وفقیر بندہ ہے کہ جس کی جھولی غیر اللہ سے خالی ہے، اور وہ شاہی فقیر ہے کہ جس کو "اللہ اللہ اللہ" کی دولت حاصل ہے۔ (اللہ کے ساتھ حضرت کے اِس اَٹوٹ رابطہ کی تاثیر اور کرامتِ تذکیر دیکھ لیجئے کہ اِن سطور کو لکھتے وپڑھتے ہوئے عاجز نے اور آپ نے کتنی مرتبہ اللہ کا ذکر کرلیا اور کتنی دفعہ "اللہ" کا نام لے لیا۔ کیا یہ حضرت کے ذکر قلبی کا اثر نہیں ہے؟!۔ آپ ہی بتائیے

کہ: جب حضرت کے دوسرے الفاظ و بیانات میں یہ جذبہ جنون اور دردِ عشق محسوس ہوتا ہے تو کیا خالص ''اللہ اللہ'' کے اظہار میں یہ دیوانگی نظر نہیں آتی!)

☆ سورۂ کہف کا لب لباب سمجھنے کے لیے حضرت نے پورے دو سال غور و فکر میں گزارے۔ اور ایک سو بیس (120) سے زیادہ تفاسیر کا مطالعہ فرمایا۔ 30 / اردو تفاسیر، ایک فارسی تفسیر اور باقی عربی تفاسیر۔ پھر اس کے بعد آپ نے سورۂ کہف کا درس و تفسیر شروع فرمایا۔ یہ دروسِ تفسیر کتابی شکل میں تقریباً 1200 صفحات پر مشتمل دو جلدوں میں طبع ہو چکے ہیں۔ جس کا نام ہے : ''سورۂ کہف کے فوائد''

بتائیے کہ : پورے دو سال، ایک سو بیس سے زیادہ تفاسیر کا مطالعہ؛ کیا یہ صرف طلب علم کا نتیجہ ہے؟۔ یا پھر ''عشق و جنون'' کا اثر و حاصل ہے۔

☆ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک خطاب میں فرماتے ہیں:

بنی اسرائیل کا ایک بوڑھا شخص تنہائی میں بیٹھے محبت کی باتیں کر رہا تھا، اور وہ ایسی باتیں تھیں جو اللہ تعالی کے شایانِ شان نہ تھیں؛ مگر وہ محبت سے کر رہا تھا۔۔۔ جب وہ باتیں اللہ کو پسند آئیں، تو اگر کوئی بندہ وہ باتیں کرے جو اللہ کے شایانِ شان ہوں، اور وہ بھی محبت سے کرے، تو پھر اللہ تعالی کو وہ باتیں کتنی پسند آئیں گیں؟!

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''تحتاج القلوب إلى أقوالها من الحكمة كما تحتاج الأجسام إلى أقوالها من الطعام'' (جس طرح انسان کے جسم کو کھانے کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح انسان کے دل کو اللہ کی محبت بھری باتوں کی ضرورت ہوتی ہے) (خطباتِ فقیر 24)

غور فرمائیں : ''الحكمة'' سے مراد ایک فلسفی کے نزدیک ''فلسفہ'' ہے، اور ایک

طبیب کے نزدیک "طب" ہے، ایک عالم کے نزدیک "علم" ہے؛ جب کہ "عارف باللہ، عاشقِ خدا" کی نظر میں "اَلْحِکْمَۃ" سے مراد "اللہ کی محبت بھری باتیں" ہیں۔

☆ آخر میں درج ذیل شعر اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی اس کی شرح ملاحظہ فرمائیے :

"اس شرط پہ کھیلوں گی، پیا! پیار کی بازی جیتوں تو تجھے پاؤں، ہاروں تو میں تیری"

حضرت فرماتے ہیں : ویسے یہ شعر ہے تو کسی فاسقہ عورت کا؛ لیکن بات اُس نے بڑی عجیب کہی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اپنے اللہ سے ایسی راز کی باتیں کیا کریں، تنہائی میں بیٹھ کر اپنے رب کو پکارا کریں، دل کی تاریں چھیڑا کریں، اپنے اللہ سے دعائیں مانگا کریں کہ اے اللہ! مجھے اپنا بنالے۔ (خطباتِ فقیر 24)

☆ خاص عشق الٰہی کے موضوع پر مستقل کتاب کے علاوہ آپ کے 20/ سے زیادہ بیانات مطبوع ہیں۔ اگر ان آپ ان کا سرسری مطالعہ بھی کریں تو راقم نے جس مقام فنا و جذب کا دعوی کیا ہے، اِن شاء اللہ آپ اس کی تصدیق فرمائیں گے۔

آفاقی محبوبیت کے چند ظاہری اسباب

خلق اللہ اور بندگانِ خدا کا معزز طبقہ آپ کو "محبوب العلماء والصلحاء" کے لقب سے یاد کرتا ہے۔ یاد رہے "علماء وصلحاء" کے ضمن میں "عالمات وصالحات" بھی داخل ہیں۔ حضرت محبوب کہلائے وہ بھی "علماء" کے، اور "صلحاء" کے۔ حضرت محبوب تھے "اکابر" کے، "اصاغر" کے، "معاصرین" کے۔ حضرت محبوب رہے گھر میں بھی، گھر سے باہر بھی، ملک میں بھی اور دنیا بھر میں بھی۔ یہ تو اہل علم ونظر جانتے ہیں کہ زمین پر کسی بندے کا ایسا محبوب اور مقبول ہونا، دراصل عند اللہ محبوب ہونے کا آسمانی اعلان ہے۔

اِس محبوبیت ومقبولیت کے بہت سے اسباب ہیں، ان میں سے ایک اہم سبب اور عمل حضرت کے "اخلاق حمیدہ" ہیں۔ یوں آپ کے خلق عظیم کے بے شمار واقعات منقول

ہیں۔مگر یہاں چند ہی پیش کرتا ہوں۔(خاک سار نے صرف اخلاق حسنہ کے پہلو کو منتخب کیا ہے؛ کیوں کہ حضرت بھی اس پر بہت زیادہ زور دیتے تھے اور اس جانب بہت زیادہ متوجہ فرماتے تھے۔ویسے بھی ہم کو سب سے زیادہ ضرورت اسی کی ہے، بہر حال ذیل میں اخلاق حسنہ پر مشتمل منتخب واقعات ملاحظہ ہوں)

☆ مولانا عثمان نقشبندی صاحب(حضرت کے بھتیجے)اپنا واقعہ سناتے ہیں کہ:

ایک دفعہ حضرت جی کے ساتھ گوجرہ جانا ہوا۔وہاں رات کے وقت حضرت جی نے فرمایا : آپ میرے ساتھ اسی کمرے میں دوسرے پلنگ پر سوجائیں۔صبح نماز کے لیے حضرت نے اٹھایا اور فرمایا کہ :باتھ روم میں آپ کے لیے پانی بھر دیا ہے، آپ غسل کر کے نماز کے لیے آجائیں۔اس شفقت پر تو میرے اَوسان ہی خطا ہوگیے۔حضرت جی کے اِس حسنِ سلوک سے بہت متاثر ہوا۔ (حالاتِ فقیر436)

☆ مولانا عثمان نقشبندی دامت برکاتہم راوی ہیں:

جھنگ میں کچھ طلبہ کسی مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے،مگر حضرت جی کو ملنے سے بھی غافل تھے۔ ایک دن حضرت جی اسپیشل انہیں ملنے ان کے مکان پر گیے اور فرمایا : آپ نے تو ہمیں اس دنیا میں ہی چھوڑ دیا ہے،ہم ان شاء اللہ آپ کو آخرت میں بھی نہیں چھوڑیں گے۔اس سے وہ طلبہ بہت متاثر ہوئے اور یہ عاجز بھی بہت متاثر ہوا۔ (حالاتِ فقیر439)

☆ حضرت کے مدرسے کے استاد مولانا محمد عرفان صاحب مدظلہ کہتے ہیں:

ایک دفعہ صبح صبح ہی حضرت جی سے ملنے چلا گیا تو نہ ڈانٹا اور نہ برا مانا؛ بل کہ بڑی شفقت سے فرمایا: صبح صبح اپنے کچھ معمولات پورے کرنے ہوتے ہیں،اس لیے آپ آگئے ہیں تو وقت دے دیتا ہوں۔ (حالاتِ فقیر440)

نوٹ :مذکورہ واقعات کے علاوہ اور بھی بہت سارے اور اِن سے بھی بڑے بڑے

واقعات ہوں گے۔مگر چھوٹوں کے ساتھ، خادموں وشاگردوں کے ساتھ، اپنے ادارے میں کرنے والوں کے ساتھ، اپنے رشتہ داروں کے ساتھ، مطالعہ وتصنیف نہیں؛ اوراد ووظائف کے وقت میں خلل ڈالنے والوں کے ساتھ اس قدر خوش اخلاقی، اور نرم کلامی سے پیش آنا، کچھ آسان نہیں ہے۔ (اصول پسندی اور خوش اخلاقی کو باہم جمع کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں)

☆ ایسا نہیں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرتے تھے۔ضرورت پر ڈانٹ پلاتے بھی تھے، مگر نیت اور انداز دونوں ایسے ہوتے تھے کہ ڈانٹ کھانے والے کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر پیار آجاتا۔ ذرا درج ذیل واقعہ ومکتوب بھی پڑھیے گا۔ مجھے یقینی امید ہے کہ آپ کو بھی حضرت سے محبت ہوجائے گی۔ چناں چہ

☆ حضرت سے اصلاحی تعلق رکھنے والی ایک خاتون صاحبہ حضرت کو اپنے تفصیلی احوال سناتی ہیں؛ مگر اس خوف وگھبراہٹ کے ساتھ کہ برے وسڑے حالات اگر حضرت کو معلوم ہوں تو کہیں حضرت کی نظر میں بری ہوجاؤں، اور کہیں ایسا نہ ہو کہ میں متروک ومہجور بن جاؤں (جیسا کہ ایسے وقت ہم میں سے ہر ایک کو یہ خوف ووسوسہ پوری قوت کے ساتھ پیش آتا ہے) وہ بیچاری خاتون اور صنف نازک ہمت کرکے اپنے حالات حضرت کو بتاجاتی ہیں۔اُن کے حالات جان کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل خط اُن کے نام لکھا۔ پورا خط قابل مطالعہ ہے، اصل کتاب میں مطالعہ فرمائیں۔ یہاں اس مکتوب کا منتخب حصہ ذیل میں درج ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

آپ یہ نہ سوچیں کہ آپ نے اپنے تفصیلی حالات بتا کر اپنے پیر ومرشد کو خفا کرلیا ہے، یا اپنے آپ کو ان کی نظر میں گرالیا ہے۔بل کہ آپ نے سچ سچ باتیں لکھ کر فقیر کے دل میں بڑا مقام بنالیا ہے۔ہوسکتا ہے کہ شیطان آپ کو بہکائے کہ جو لکھ چکی لکھ چکی، آئندہ صرف اچھی اچھی باتیں لکھنا، اللہ والوں کو نہ پریشان

کرنا۔شیطان کا یہ وار بہت خطرناک ہوگا۔امید ہے کہ آپ اپنے ساتھ منافقت نہ کریں گی۔ضمیر کی عدالت سے بڑی عدالت دنیا میں کوئی نہیں۔امید ہے کہ آپ حسبِ سابق اپنے پَل پَل کی روئیداد لکھتی رہیں گی۔طبیب مشفق سے مرض چھپانا بھلا کہاں کی عقل مندی ہے۔آپ کو کیا معلوم کہ فقیر دور بیٹھے بھی روحانی طور پر آپ کے دل پر توجہ ڈالتا ہے۔کیا آپ کا دل پہلے بھی اسی طرح اللہ کی محبت تڑپتا تھا جیسا کہ اب ہے۔پہلے بھی کیا آپ اسی طرح مراقبہ میں گھنٹوں بیٹھتی تھیں۔کیا پہلے بھی آپ کے دل میں قوت برداشت ایسی ہی تھی۔اگر آپ اپنے دل کے پھول کو محبت الٰہی کے عطر سے معطر پاتی ہیں تو یہ ایک واضح دلیل ہے کہ اس ''پھول'' کی آبیاری کرنے والا ''مالی'' بھی کوئی ہے۔

جب پڑا وقت گلستاں پہ تو خون ہم نے دیا اب بہار آئی تو کہتے ہیں ترا کام نہیں

کسی بات کو سخت انداز میں کہنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا کہ دل میں میل آ گیا ہے؛ بل کہ بات کی اہمیت واضح کرنا مقصود ہے..... رہی بات ڈانٹ ڈپٹ کی تو آپ کو پلائی ہے، آئندہ بھی حسب ضرورت پلائی جاتی رہے گی۔زہرِ ہلاہل نہ سمجھنا؛ بل کہ شرابِ شفقت سمجھ کر پی لیا کرنا۔(مکتوباتِ فقیر 123-124)

۞ آپ کی علمی واصلاحی نظر دقیق

اس میں دو رائے نہیں کہ آپ عصر حاضر میں علوم معرفت واحسان کے ''شارحِ اعظم'' تھے۔چناں چہ آپ جب کسی عنوان اور موضوع پر بیان فرماتے ہیں تو ایسی تشریح وتوضیح اور ایسی تنقیح وتفہیم کرتے ہیں کہ اطمینانِ قلب اور شرحِ صدر حاصل ہوجاتا ہے۔اہل تحقیق اور اصحابِ بصیرت جانتے ہیں کہ ایسا تب ہوتا ہے جب متکلم محقق ہو، جب اُس کا علم، علم الیقین سے آگے بڑھ کر عین الیقین وحق الیقین پر فائز ہو، جب اُس کی نظر معلوم سے گزر کر ''مشہود'' کی

شاہد ہو۔ حیرت افزا بات یہ ہے کہ بہت آسان الفاظ میں، سیدھے سادے انداز میں اور نہایت نرم و دل گداز لہجے میں بیان فرماتے ہیں کہ سنتے اور پڑھتے ہی دل تصدیق و تائید پر شاداں و رقصاں ہونے لگتا ہے۔ (آپ کی یہ اعلیٰ صفت، ظاہر بین اہل علم پر غالباً اس وجہ سے ظاہر نہیں ہوئی کہ یہ سب کچھ علمی اصطلاحات سے خالی اور دقیق تعبیرات و استعارات سے عاری تھا۔ مزید یہ کہ اردو میں تھا، اور اِس پر مستزاد یہ کہ ایک صوفی باصفا کی زبانی تھا؛ لیکن کیا کیجیے کیا، نگاہِ صواب گزیں اور دیدۂ حقیقت بیں کے سامنے حضرت کی یہ خوبی جہاں آرا ہے)

خیر، حضرت کی دقتِ نظر اور باریک بینی کا بہ آسانی اندازہ لگانے کے لیے ذیل میں چند فکری و اصلاحی مثالیں پیش ہیں۔ غور فرمائیں:

☆ زندہ غیر محرم کو دیکھنا زیادہ خطرناک ہے، یا اُس کی تصویر کو دیکھنا زیادہ خطرناک ہے۔ عموماً پہلی صورت کی طرف ہمارا ذہن جاتا ہے، مگر حضرت فرماتے ہیں کہ:

تصاویر دیکھنا، زندہ آدمی کو دیکھنے سے زیادہ خطرناک ہے۔ راہ چلتے غیر محرم کے خدوخال کو اتنی باریک بینی سے نہیں دیکھا جاتا، جتنا تصاویر کے ذریعے دیکھنا ممکن ہے۔ اس سے زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ کسی بدحال شاعر نے تصویر کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے:

تری تصویر میں اک بات تجھ میں نرالی ہے کہ جتنا چاہو بوسے لو نہ جھڑکی ہے نہ گالی ہے

(کیسی باریک بات ہے، اور اس پر کیسا برموقع شعر اور کتنا زبردست استشہاد ہے)

☆ بدنظری کے مرض و گناہ سے حفاظت کے تقریباً 10 / مجرب نسخے بیان فرمائے ہیں۔ اِن میں سے ایک نسخہ ہے: ''حور کی خوبیوں کا تصور''۔ حضرت فرماتے ہیں:

''اگر نفس غیر محرم کی طرف دیکھنے کی خواہش کرے تو سالک اپنے دل میں حور کی خوبیوں کا تصور کرے''۔ (دیکھو: اصلاح دل کے لیے روحانی نسخے)

اِس ارشاد سے آپ نے نہ صرف بدنظری کی؛ بل کہ ''بدنظریے'' کی بھی اصلاح فرمائی ہے۔ وہ اس طرح کہ (الف) مذہب اسلام میں حوروں کی صفات کا ذکر، نفسانیت اورلذت کوشی کے لیے نہیں؛ بل کہ نفسانیت کی اصلاح وتزکیہ کے لیے ہے۔ (ب) تصورحور، مرضِ بدنظری کے علاج کا ایک جائز ومجرب نسخہ اور ایک صحیح واعلیٰ نعم البدل ہے۔ (ج) تصورِ حور اور امیدِ حور، ایک پاکیزہ جذبہ اور عمل ہے؛ لہٰذا اِس پر طنز کرنا یا اعتراض کرنا، گندی فکر اور بری نظر کا اثر ہے، جو بہ ذاتِ خود قابل اصلاح ہے۔

☆ ہاتھ، آنکھ، کان، زبان اور دل کے گناہ کی طرح دماغ اور سوچ کا بھی گناہ ہوتا ہے۔ حضرت نے اِس ''دماغی جرم'' اور ''تصوراتی گناہ'' کو خوب اچھی طرح سمجھایا ہے۔ حضرت (مدارج السالکین 39) میں ارشاد فرماتے ہیں:

دماغ کا گناہ کیا ہوتا ہے؟۔ ذہن میں کوئی برا خیال آیا اور اس خیال کو ہی آگے سوچنا شروع کردیا۔ اگر وہ غیرمحرم کا خیال ہے تو یہ دماغ کا زنا ہے، سوچ کا زنا ہے۔ اس میں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں زیادہ ملوث ہوتے ہیں۔ شاید وہ اس کو گناہ ہی نہیں سمجھتے؛ کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ دوسرا تو کوئی پاس ہے ہی نہیں۔ اس کو (Fantasy) کہتے ہیں۔ فینٹیسی کے گناہ سے دل پر بہ راہِ راست ظلمت آتی ہے۔ اگرکسی نے غیرمحرم کو دیکھنے کا گناہ کیا تو پندرہ سکنڈ کے لیے دیکھا، پھر وہ چلی گئی۔ لیکن یہ تو آدھا گھنٹہ، پونا گھنٹہ، ایک گھنٹہ چل رہا ہے۔ جتنی دیر غیرمحرم کا خیال چل رہا ہے، اتنی ہی دیر دل کے اندر ظلمت آرہی ہے۔ تصوف کے میدان میں تصوراتی گناہ سب سے بڑا گناہ ہے، جو دل کو سیاہ کرتا ہے۔

☆ عام طور پر شخص اور فرد کی شخصی وانفرادی غیبت ہی کو غیبت سمجھا جاتا ہے۔ شہر،

ادارہ، طبقہ، تنظیم وغیرہ کی عیب بیانی کو غیبت ہی نہیں سمجھا جاتا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس پر تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کسی کی بات اُس کی پیٹھ کے پیچھے اس طرح کرنا کہ اگر وہ سن لے تو اسے برا لگے یہ غیبت ہے۔ اجتماعی غیبت کرنا اور زیادہ برا ہے، کسی نے شہر بھر کی غیبت کر دی کہ یہ لوگ تو ایسے اور ایسے ہیں۔ (مجالس فقیر 6/31)

☆ غیبت کے تعلق سے ایک بیان میں بڑی قیمتی بات بیان فرماتے ہیں کہ :

کسی کی غیبت ایک شخص کے سامنے کریں تو بھی غیبت و گناہ ہے، ایک سے زائد کے سامنے کریں تو بھی غیبت و گناہ ہے۔ اسی طرح کوئی نہ ہو، اکیلے آپ ہی ہوں اور ایسے میں آپ اپنے دل میں اُس کی برائی لا رہے ہیں، دماغ میں برائی کا خیال پال رہے تو یہ بھی غیبت ہے؛ کیوں کہ یہاں بھی تو پ پیٹھ پیچھے ہی برائی کی جا رہی ہے۔ بس فرق ہے تو صرف اتنا — مگر ہے بہت بڑا فرق — کہ پہلی صورتوں میں مخلوق کے سامنے غیبت ہو رہی ہے، جب کہ آخری صورت میں خالق کے سامنے غیبت ہو رہی ہے۔ اس لیے کسی طرح سے بھی غیبت نہیں کرنی چاہیے۔

☆ اپنی رائے سے طے کردہ ریاضات اور مجاہدے، شریعت وسنت کے بتائے ہوئے مجاہدات سے کم فائدہ اور کم درجہ رکھتے ہیں۔ یہ بات بہت لوگوں کو بہت کم سمجھ میں آتی ہے، مگر یہی حقیقت ہے۔ اس سلسلے میں حضرت کا ایک واقعہ و نصیحت ملاحظہ فرمائیں:

حضرت رحمۃ اللہ علیہ (مکتوباتِ فقیر 103) میں رقم فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ فقیر کی ملاقات ایسے درویش سے ہوئی...... جنھیں سولہ سال متواتر روزہ رکھتے ہوئے گذر گئے تھے، دیکھنے میں ہڈیوں کا ڈھانچہ تھے......انھیں دیکھ کر ایک صاحب کہنے لگے: بڑا مجاہدہ ہے۔ فقیر نے کہا: نہیں؛ آسان ہے۔

وہ صاحب بڑے حیران ہوئے ، پوچھنے لگے کہ یہ کیسے آپ کہہ رہے ہیں؟۔ فقیر نے کہا کہ: یہ کلیہ چوں کہ حدیث میں وارد ہے؛ لہذا نفس پر زیادہ شاق ہوگا، میرا یقین ہے۔وہ صاحب کہنے لگے کہ ان بزرگ سے پوچھتا ہوں۔ چناں چہ اس نے اسی مجلس میں سوال پوچھا کہ: حضرت آپ سولہ سال سے روزانہ روزہ رکھ رہے ہیں، یہ کام مشکل ہے یا ایک دن روزہ رکھنا، دوسرے دن افطار کرنا؟۔اُس بزرگ نے کہا کہ: سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے روزانہ روزہ رکھنے سے روزہ رکھنے کی عادت پڑ گئی ہے۔اب میرے لیے روزانہ روزہ رکھنا آسان ہے، چاہے بیس سال تک رکھتا رہوں، مگر ایک دن روزہ دوسرے دن افطار یہ بڑا مشکل کام ہے۔

☆ اب ایک علمی نکتہ ملاحظہ فرمائیں۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: طلباء کے لیے علمی نکتہ ہے۔عام طور پر نام کا اثر شخصیت میں آتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (برا) نام بدل دیا؛ کیوں کہ نام کا اثر انسان کی شخصیت میں آتا ہے۔ مگر یہاں معاملہ اور ہے۔یہاں معاملہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی ذات ایسی بابرکت ذات ہے کہ اس کی ذات کی برکت کی وجہ سے وہ برکت اس کے نام میں بھی آ گئی۔تو اللہ کی ذات بھی برکت والی اور نام بھی برکت والا۔

(خطبات فقیر 41/60)

نوٹ: بہ ظاہر یہ نکتہ صرف طلباء کے لیے اور معمولی سا لگتا ہے۔مگر جو حضرات، علم نفسیات کی خبر رکھتے ہیں وہ جانتے وسمجھتے ہیں کہ یہ نکتہ کس قدر بیش بہا ہے۔بس اتنا جان لیجیے کہ اہل اللہ کہتے ہیں کہ: اللہ کا نام لیے جاو۔یہ اتنا برکت خیز نام ہے کہ بے خبری وبے خیالی میں بھی لوگے تب بھی اس کی برکتیں ظاہر ہوگی۔ اس نام کا تلفظ اور نقش ہی نہیں؛ اس

کا تصور اور خیال بھی برکتیں اور بہاریں لے آتا ہے۔

☆ ایک خیال واشکال اکثر آتا ہے کہ: مرد اور عورت کا اختلاط مسجد، مدرسہ، خانقاہ میں معیوب وممنوع سمجھا گیا تو یہاں مسجد حرام میں ایسا کیوں نہیں۔ ایسا کیوں نہیں کیا جاتا کہ مردوں کے لیے طواف کا وقت الگ ہو اور عورتوں کے لیے الگ، مثلاً مرد رات میں اور عورت دن میں، یا مرد دن میں، عورتیں رات میں طواف کریں۔ یا طواف کی قطار اور لائن الگ الگ بنائی جائیں تا کہ ایک ہی لائن میں خلط ملط ہونے سے حفاظت رہے۔

اس سوال واشکال کے جواب میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے؛ مگر اہل اللہ کی نظر میں اس کا خاص جواب حضرت جی کی زبان میں یہ ہے—جس کا مفہوم ہے— کہ:

مسجد حرام، یہ صرف مسجد نہیں، یہ اللہ کا حرم پاک ہے۔ اور حرم کی وجہ سے اس کی عظمت وعزت اتنی بڑھائی کہ صرف باہر سے اور ظاہر میں نہیں، بل کہ حدودِ حرم میں تم گناہ کا دل میں ارادہ بھی کرو گے تو بھی تمھیں سخت سزا دی جائے گی۔ دوسری بات یہ کہ: اصل میں اللہ تعالی چاہتے ہیں کہ مرد بھی اور عورتیں بھی میرے گھر کا طواف کرنے کے لیے آئے ہیں تو اب یہ میری محبت میں اتنا ڈوب کر طواف کریں کہ ان کو ایک دوسری کی طرف دھیان ہی نہ رہے۔ اس طرح اللہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہاں آکر بھی، میرے گھر آکر بھی بندوں کا دل اور نظر کہاں ہے، میری طرف یا میرے غیر کی طرف۔ اور اللہ کا فضل بھی ایسا ہوتا ہے کہ جو اللہ کے بندے ہوتے ہیں وہ طواف میں جاتے ہیں تو مرد اپنی مردانگی بھول جاتے ہیں اور عورتیں اپنی نسوانیت بھول جاتی ہیں۔ دونوں بس اللہ کی طرف دھیان لگائے چکر لگاتے رہتے ہیں اور آنکھوں سے آنسوں بہائے طواف کر رہے ہوتے ہیں۔

(خلاصہ کلام از سوئے حرم 24:—26۔اور 124— 125)

۞ تقریر وتحریر کی خاص خوبیاں

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات وخطبات، تصنیفات وتالیفات کی متعدد خوبیاں ہیں۔ اِن میں سے خاص اور نمایاں خوبیاں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

☆ ان میں شروع سے آخر تک مغز ہی مغز ہوتا ہے۔ابتداء سے ہی اصل موضوع شروع ہوجاتا ہے۔کہیں بھی اصل موضوع سے تھوڑا سا انحراف بھی نظر آتا ہے۔بے فائدہ، یا کم فائدہ کلام بھی نہیں ہوتا،حتی کہ طویل تمہید اور حرفِ آغاز تک نہیں ہوتا۔

☆ آپ کے خطبات، باقاعدہ مرتب ومنظم ہوتے ہیں۔ان میں بے ترتیبی نظر نہیں آتی اور بات سے بات نکالتے کہیں سے کہیں بہک جانا یا بھٹک جانا دکھائی نہیں دیتا۔(اِس سے اس کے پس پردہ آپ کی شدید محنت، اور تیقظ وہوش مندی نمایاں نظر آتی ہے)

☆ خلوت ہو یا جلوت،تقریر ہو یا تحریر،عوام کے سامنے ہو یا خواص کے روبہ رو؛ ہر جگہ حیا ووقار اور متانت وسنجیدگی کھلتے ومہکتے گلاب کے مانند نظر افروز، روح فزا محسوس ہوتی ہے۔ لب ولہجے میں مٹھاس، الفاظ وانداز میں شیرینی اور حرکات وسکنات میں بلاخیز کشش ہوتی ہے کہ بصارت اور بصیرت، سراپا نظر وفکر ہوجاتے ہیں۔

☆ آپ کی باتیں، بہت سیدھی سادی اور صاف وبے غبار ہوتی ہیں،کہیں بھی اِغلاق وابہام نہیں ہوتا،لفظی ومعنوی تعقیدات نہیں ہوتیں، دقیق کلمات، دشوار فہم استعارات وتشبیہات تک نہیں ہوتیں۔علماء کو تو سمجھ میں آتی ہی ہیں،عوام کو بھی بہت اچھی طرح سمجھ آجاتی ہیں۔

☆ آپ کی باتیں دوٹوک ہوتی ہیں، اِن میں لاگ لپیٹ نہیں ہوتا،کسی قسم کی مرعوبیت ومغلوبیت دکھائی نہیں پڑتی۔اسی طرح جب آپ منکرات پر نگیر اور تنبیہ بھی کرتے

ہیں، تو اس ایسے خلوص دل، اثر انگیز درد اور ایسے میٹھے انداز میں کہ نازک دل پر ذرہ برابر گرانی نہیں گزرتی، بل کہ فکر اصلاح بڑھ جاتی ہے، اور کافی دنوں تک اس کا اثر رہتا ہے۔

☆ ہر بیان وتصنیف میں آیات واحادیث، سلف کے اقوال وواقعات، کتابِ کائنات کے مشاہدات، نقلی عقلی اور حسی دلائل کا اچھا خاصا ذخیرہ ہوتا ہے۔ایک خاص بات یہ ہے کہ سائنس اور کتاب کائنات سے جوڑ کر اس طرح واضح کرتے ہیں کہ لگتا ہے کہ یہ بات صرف سماعی ونقلی نہیں ہے، بل کہ فطری اور حسی ہے۔

☆ ایک خاص بات یہ ہے کہ آپ کے بیانات وملفوظات بہت فصیح وبلیغ ہوتے ہیں۔ صرف ظاہری موقع ومحل کے مناسب نہیں ہوتے، بل کہ باطنی مقام وحال کے مطابق ہوتے ہیں۔مثالیں تو بہت ہیں، دل چاہتا ہے کہ ایک مثال یہاں نقل کر دی جائے۔ چناں چہ عمرہ یا حج کے موقع پر بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

> دیکھو، بھائی! اللہ تعالی نے اپنے فضل سے ہم فقیروں کو دنیا میں اپنے گھر کی زیارت کرادی۔اب ہم کو پکا ارادہ اور کوشش کرنی چاہیے کہ ہم آخرت میں اللہ کی زیارت اور دیدار کے لائق بن جائیں۔ اگر ہم اللہ کے گھر آنے کے بعد بھی ،اللہ کے قریب نہیں ہوں گے تو ہم سے بڑا نا قدرا اور ناشکرا کوئی نہیں۔

☆ انگریزی کلمات وتعبیرات بھی خوب ہوتی ہیں۔اس سے آپ عصر حاضر کے دماغوں کو قائل کرنے اور دلوں کو مائل کرنے میں بافیض وبامراد نظر آتے ہیں۔ خاک نشین نے حضرت کی نقل میں انگریزی استعمال کرنی شروع کی تو اِس کے بڑے فوائد نظر آئے۔اور ویسے بھی دور حاضر اور نئی نسل کے حالات شدید متقاضی ہیں کہ دین کی تعلیم ودعوت میں یہ عنصر شامل ہو۔

☆ حضرت کی تحریر وتقریر میں عجیب تاثیر محسوس ہوتی ہے۔قصد وطلب سے

نہیں، بے طلب ہو کے آپ سنیں گے اور پڑھیں گے تو اس کا بھی اپنا اثر ہوتا ہے۔ جس کا اتنا تو فائدہ ہوتا ہی ہے کہ طلب پیدا ہو جاتی ہے۔ دوبارہ سننے پڑھنے کی جانب دل مائل ہوتا ہے۔ رہ رہ کر خیال آتا ہے۔ آپ کے نام سے کوئی فقرہ بھی نظر سے گزرتا ہے تو دل چاہتا ہے کہ ایک بار دوبارہ پڑھ لیں اور سن لیں۔ اس طرح حضرت کی بات دل میں — اور اگر دل میں نہیں تو کم از کم دل سے قریب نظر میں تو — اتر ہی جاتی ہے۔

خاک نشین کا ذاتی تجربہ بھی ہے اور اِس سے بہتوں نے کہا بھی ہے کہ:

ہم نے ابتداء میں صرف جمعہ کے خطبات کی تیاری کے لیے، اور جلسوں ومحفلوں میں بیان کرنے کے لیے خطبات پیر ذوالفقار دیکھنا شروع ہو گیا۔ پڑھتے پڑھتے ہماری نظر وفکر کا دھارا کب بدل گیا، پتا ہی نہیں چلا۔ اب حال یہ ہے کہ پہلے دوسروں کو سنانے کے لیے پڑھتے تھے، اب خود کو سنانے کے لیے پڑھتے ہیں، پہلے دوسروں پر نظر رہتی تھی، اب اپنے دل کی اصلاح وفکر غالب رہتی ہے۔

☆ تحریرات سے قارئین پر، سماعی خطبات سے سامعین پر جذب وکشش کے خاص آثار مرتب ہوتے ہیں۔ جس کے لاکھوں افراد گواہ ہیں۔ ایک خطاب ماہِ اپریل 2011ء کو شہر بنگلور کے عید گاہ قدوس صاحب کے میدان میں ہوا تھا۔ جس کے ہزاروں سامعین میں سے ایک یہ خاک نشین بھی تھا۔

رات کا وقت تھا، تیز بارش ہو رہی تھی۔ بھیگتے اور تر بہ تر ہوتے ہوئے باقاعدہ سننے والوں میں یہ عاجز بھی تھا۔ اس وقت تکوینی بارش بدن پر ہو رہی تھی، روحانی بارش دل پر برس رہی تھی متعدد علماء وطلبہ نے اظہار کیا اور خود خاک نشین نے بھی صاف محسوس کیا کہ حضرت کے بیان کی برکت سے کئی دن تک — تقریباً ایک ماہ تک — خاص کیفیات برقرار رہیں، اصلاح کی فکر، اللہ کی طلب، ذکر وعبادت میں حلاوت، معروفات کی پابندی، گناہوں سے حفاظت اور

دیگر برکات وثمرات حاصل رہے۔

حضرت کا شاعرانہ ذوق وکمال

☆ حضرت رحمۃ اللہ علیہ شعروشاعری کا بہت عمدہ اور اعلی ذوق رکھتے تھے۔علامہ اقبال کے اشعار بہت پسند اور بہت زیادہ یاد تھے۔اپنی نوجوانی میں ''اشعار'' کے ذریعے کلام کرتے تھے،شعر میں سوال کرتے اور شعر ہی میں جواب دیا کرتے تھے۔آپ نے خود بھی اشعار کہے ہیں۔حمد ونعت اور منظوم کلام لکھا ہے۔آپ کی مشہور مناجات ''ہوٰی وحرص والا دل بدل دے'' کا پہلا شعر کسی بزرگ کا ہے، جب کہ بقیہ اشعار حضرت کے ہیں۔بعض پنجابی اشعار ''اِلہامی'' ہیں، جو تہجد کے وقت مراقبہ کی حالت میں دل پر وارد ہوئے، بہت ہی غضب کے اشعار ہیں آپ کا ایک شعر ہے،جس میں 20 / 25 برس پہلے آپ کا ''حال،مقام اور حاصل'' آپ کی زبانی ظاہر کرادیا گیا ہے۔چناں چہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے ہیں:

مجھے دردِ دل ملا ہے، سن لو اے دنیا والو
میں فقیر بےنوا ہوں، مجھے مل گئی ہے شاہی

☆ شعروشاعری کا ملکہ رکھنے کے باوصف آپ نے زیادہ شاعری نہیں کی۔اِس کی وجہ خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

اللہ تعالی نے میرے اندر اشعار کہنے کی صلاحیت بہت زیادہ رکھی ہے، اگر اشعار کہتا تو آج میرے اشعار کا ایک دیوان ہوتا؛ مگر میں نے زیادہ اشعار نہیں کہے؛ کیوں کہ میں نے پڑھا کہ اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے محفوظ رکھا؛ تو میں چاہتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری نسبت ومناسبت کامل اور مکمل رہے؛اس لیے میں نے اِس مناسبت کو اپنے اوپر غالب رکھا۔اور اِس وجہ سے زیادہ اشعار نہیں کہے۔

☆ حضرت کے اپنے اشعار جس قدر بھی ہیں—ان شاء اللہ— منظرعام

پر آجائیں گے، البتہ ذیل میں معرفت ومحبت اور عشق ووارفتگی سے لب ریز چند اشعار ملاحظہ فرمائیں، آپ خود کو جذب وتاثیر سے شاداں ورقصاں پائیں گے۔

چناں چہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ (خدائے سخن: میر تقی میرؔ کے انداز میں) عرض کرتے ہیں:

یا تیرا تذکرہ کرے ہر شخص
ورنہ پھر ہم سے گفتگو نہ کرے
دیکھ لے جلوہ تیرا جو اِک بار
غیر کی پھر وہ آرزو نہ کرے
پڑھ کے یہ لفظ پھر مؤمن
کیسے جنت کی جستجو نہ کرے
تیری چوکھٹ کا مانگنے والا
شکوے دنیا کے رو بہ رو نہ کرے
عشق نبوی ہو جس کا سرمایہ
اتباع کیوں وہ ہو بہ ہو نہ کرے
رات دن نعمتیں جو پائے فقیرؔ
تذکرہ کیوں وہ چار سو نہ کرے

(خطباتِ فقیر 40/80)

مذکورہ اشعار کے مانند اور ایک عربی شعر ملاحظہ فرمائیے، جو حضرت کا خاص ومحبوب اور عاشقانہ ومجذوبانہ شعر ہے۔ شعر کا مضمون اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو دیکھتے ہوئے آپ کا دل پکار اٹھے گا کہ یہ شعر حضرت کے لیے ہے اور حضرت اس کی مثال ہیں۔ وہ شعر یہ رہا:

لِكُلِّ شَیْءٍ اِنْ تَرَكْتَهُ عِوَضْ

وَ لَیْسَ لِلّٰہِ اِنْ تَرَکْتَ مِنْ عِوَضْ

اِس شعر کی اردو ترجمانی ہمارے ہی دوسرے بزرگ محترم ''محبوب ومجذوب الٰہی'' حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کی زبانی کچھ اس طرح ہے:

اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شئے نہیں میری
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

☆ آپ کے یہاں عربی، اردو، فارسی، ہندی، پنجابی کے علاوہ ''انگریزی اشعار'' بھی ملتے ہیں؛ اِس حوالے سے آپ خاص ومنفرد نظر آتے ہیں۔ ذیل میں حضرت کے بیان فرمودہ انگریزی کے دو شعر، اور اپنی زبان میں اُن کی ترجمانی پیش کرتا ہوں۔ آپ پڑھیں گے تو مسرت وتبسم سے کِھل اٹھیں گے۔۔۔عرض کیا ہے :

A smile is something nice to see, it does not cast a cent.
A smile is something all you own, it never can be spent.
A smile is welcome every where, it dose away with frowns.
A smile is good for every one to ease life's up and down.

(یہ تبسم ومسکراہٹ ایسی ادا ہے جس کا تصور اور احساس ہی دل چھو لیتا ہے۔ چلو، اب تھوڑا مسکرا لو؛ کیوں کہ اس میں کچھ محنت نہیں لگتی۔۔۔ یہ تبسم ومسکراہٹ تمہاری اصل ملکیت اور دولت ہے۔ چاہے جتنا بھی خرچ کرلو، اِس خزانے میں تھوڑی کمی بھی کبھی نہیں آتی۔۔۔ یہ تبسم ومسکراہٹ ہر جگہ خوش آئند ونیک انجام ہوتی ہے۔ یہ گہری پریشانی اور شدید تکلیف سے راحت ونجات عطا کرتی ہے۔۔۔ زندگی کے نشیب وفراز حالات میں، سکون وآرام کی خاطر مسکراتے رہنا، ہم میں سے ہر ایک کے لیے حیات بخش عمل ہے)

☆ حضرت اپنی تقریر وتحریر میں کافی ''اشعار'' بیان فرماتے تھے۔ایسا برموقع اور برجستہ ذکر فرماتے ہیں کہ گویا شاعر نے اسی موقع ومحل کے لیے وہ شعر کہا ہو۔اس کے لیے آپ حضرت کے بیانات وتالیفات مطالعہ فرمائیں۔

☆ حضرت کی زبانی اشعار کی شرح جاننے کی خاص افادیت یہ نظر آئی ہے کہ اچھا شعر ہی نہیں ؛قبیح شعر بھی۔حضرت کی شرح کے پیشِ نظر۔ بہت اچھا وخوب صورت لگنے لگتا ہے۔مثال کے طور پر درج ذیل شعر اور اس کی شرح ملاحظہ فرمائیں۔۔۔شعر ہے:

اس شرط پہ کھیلوں گی، پیا! پیار کی بازی
جیتوں تو تجھے پاؤں،ہاروں تو میں تیری

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ویسے یہ شعر ہے تو کسی فاسقہ عورت کا؛لیکن بات اُس نے بڑی عجیب کہی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اللہ سے ایسی راز کی باتیں کیا کریں،تنہائی میں بیٹھ کر اپنے رب کو پکارا کریں،دل کی تاریں چھیڑا کریں،اپنے اللہ سے دعائیں مانگا کریں کہ اے اللہ! مجھے اپنا بنا لے۔

(خطباتِ فقیر24:)

دیکھ لیجیے : آپ کی نظر وشرح کے بعد یہ ''طالح''شعر بھی کس قدر ''صالح'' نظر آرہا ہے۔

۞ منتخب ادبی نثر پارے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بہت جامع ومختصر ہوتا ہے،فصیح وبلیغ ہوتا ہے اتنا کہ ظاہر حال اور مقتضائے باطن کے عین مطابق ہوتا ہے۔بہت سادی سیدھی تعبیر میں بڑی معنی خیز بات ایسے ارشاد فرمادیتے ہیں کہ دماغ کو سمجھنے میں،دل کو قبول کرنے میں،زبان کو ادا کرنے

میں ذرہ برابر دشواری نہیں ہوتی۔۔۔اس بات کو جاننے کے لیے بیانات، ملفوظات، مکتوبات کا ذخیرہ حاضر ہے، مطالعہ فرمالیا جائے۔ اِس وقت چند مثالیں ونمونے پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں:

☆ دل ایک ہے، اور ایک ہی کے لیے ہے۔ یہ نہیں کہ دو دل ہوں، ایک اللہ کو دے دیا جائے۔ اور دوسرا نفس وشیطان کو دے دیا جائے۔ بل کہ دل ایک ہی ہے۔ اور یہ ایک اللہ ہی کے لیے ہے۔

(مجالس فقیر 6/40)

☆ یہ قرآن اُس ذات کا کلام ہے، جس نے "کُنْ" کہہ کر جہاں کو بنا دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ کے ایک لفظِ کُنْ میں اتنی طاقت ہے، تو دوسرے الفاظ میں کتنی طاقت ہوگی۔ (مجالس فقیر 12/39)

☆ یتیم وہ نہیں ہوتا جس کے ماں باپ نہ ہوں۔ بل کہ یتیم تو وہ ہوتا ہے جس کو سکھانے اور تربیت دینے کے لیے اس کے ماں باپ کے پاس فرصت نہ ہو، یا ماں کو آداب سکھانے کا سلیقہ نہ ہو۔ ماں ہر وقت بچوں کو ڈانتی رہتی ہے؛ بل کہ بعض اوقات تو مائیں برسنے لگ جاتی ہیں۔ ایسے بچے مرجھائے ہوئے پھولوں کی طرح ہوجاتے ہیں۔ (مجالس فقیر 13/93)

☆ عزیزم! اگر کوئی تیرے راستے میں کانٹے بچھائے تو تو اس کے راستے میں کانٹے نہ بچھا، ورنہ ساری دنیا میں کانٹے ہی کانٹے ہوجائیں گے۔ یاد رکھنا کہ صندل کا درخت اس کلہاڑے کے منہ کو بھی خوش بودار بنا دیتا ہے جو اُسے کاٹتا ہے۔ (مکتوبات فقیر 122)

☆ جو انسان زمین کا سفر کرے اُس کے "پاؤں" میں آبلے پڑتے ہیں، اور

جو انسان روحانی دنیا کا سفر کرے، اُس کے "دل" پے آبلے پڑتے ہیں۔ (مکتوبات فقیر 52)

☆ کوئی بھی عالمِ دین اُس وقت تک حاملِ دین نہیں بن سکتا جب تک عاملِ دین نہ بنے۔ (مکتوبات فقیر 7)

☆ سلف صالحین نے کہا ہے کہ: جب تک سالک ہالک نہ بن جائے، واصل نہیں ہوتا۔ (ایضاً 7)

☆ آج تو خواص بھی عزیمت کے بجائے رخصت اختیار کرنے میں مگن ہیں، اسی وجہ سے بصارت موجود ہے، مگر بصیرت مفقود ہوتی جارہی ہے۔ تھوڑے لوگ ہیں جو مادے سے پار دیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ (ایضاً 7)

☆ جس طرح دردِ سر کا علاج، تاج پہننے سے نہیں ہوتا، اسی طرح دل کا علاج فقط جبہ ودستار پہننے سے نہیں ہوتا۔ (ایضاً 35)

☆ روشن دل وہ ہے جس میں خَلق نہ ہو، اور سیاہ دل وہ ہے جس میں خُلق نہ ہو۔ (ایضاً 52)

☆ بیماریوں میں سے سب سے بری "دل کی بیماری" ہے، اور دل کی بیماریوں میں سے سب سے بری " دل آزاری " ہے۔ (ایضاً 52)

☆ جسے خورد ونوش کا چسکا ہے وہ حیوان ہے، جسے پڑے رہنے کی عادت ہے وہ بے جان ہے، اور جسے محنت کی عادت ہے وہ صحیح انسان ہے۔ (ایضاً 52)

☆ انسان درخت نہیں کہ کھڑا رہے، پتھر نہیں کہ پڑا رہے؛ بل کہ انسان اشرف المخلوقات ہے، اسے چاہیے کہ یادِ الٰہی میں لگا رہے۔ (مجالس 12 : /39)

☆ انسان جس راستے پر چلتا ہے، اُسے اُس کے ذرات بھی نظر آتے ہیں۔ اور

جس راستے پر نہیں چلتا، اُس کے پہاڑ بھی نظر نہیں آتے۔ (خطبات 1/207)

☆ یہ دنیا امتحان گاہ ہے۔ تماشا گاہ نہیں، سیر گاہ نہیں، آرام گاہ نہیں، بل کہ امتحان گاہ ہے۔ افسوس کہ ہم نے اِس کو ''چراگاہ'' بنالیا ہے۔

(خطبات 1/ 207)

☆ یہ قرآن صداقتوں کا مجموعہ ہے، حقیقتوں کا خزانہ ہے، انسانیت کے لیے دستورِ حیات ہے، منشورِ حیات ہے، بل کہ انسانیت کے لیے آبِ حیات ہے۔ یہ قرآن تجھے عزت ووقار دے گا، تیرے ظاہر و باطن کو نکھار دے گا۔ (خطبات 1/208)

☆ اے دوست! اگر اللہ رب العزت مخلوق کی زبان سے تیری ایسی تعریفیں کروائے جس کا تو مستحق نہیں، تو تجھے چاہیے کہ اپنی زبان سے اللہ تعالی کی ایسی تعریفیں کر جس کا وہ مستحق ہے۔ (خطبات 1/211)

حضرت کے اہتمام کی ظالم ادا

حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسے (معہد الفقیر) کے ناظم وشیخ الحدیث اور 28/ سال حضرت کی مصاحبت ومعیت میں رہ کر فیض اٹھانے والے حضرت کے خاص خلیفہ : حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب نقشبندی مجددی مدظلہ اپنے بیان میں فرماتے ہیں :

☆ میں نے نادانی میں چھوٹی بڑی بہت ساری غلطیاں کیں، حضرت جی کبھی ناراض نہیں ہوئے اور کبھی نہیں ڈانٹا۔ مگر ایک مرتبہ سخت جلال کا سامنا کرنا پڑا۔ ایسا جلال نہ پہلے دیکھا نہ بعد۔۔۔ ہوا یہ کہ اجتماع قریب تھا، اِس کی تیاری میں آپ مصروف تھے، اساتذہ کی تنخواہ — جو ماہ کی یکم تاریخ کو برابر دے دی جاتی تھی اور اِس کی ذمہ داری مجھ پر تھی — سوچا کہ اگر اس موقع پر پوچھوں تو شاید پریشانی ہو؛ تو میں نے اس وقت بات نہیں کی۔ پھر اجتماع کے بعد سوچا کہ

ابھی اجتماع ہوا ہے، اخراجات بہت ہوئے ہیں، بعد میں پوچھتا ہوں اسی میں دن گزر گئے اور 19 تاریخ آ گئی۔ اِس دن میں نے عرض کیا کہ حضرت! مدرسین کو اب تک تنخواہیں نہیں دی گئی ہیں۔ پوچھا کہ : کیا اب تک تنخواہیں نہیں دی گئیں ہیں؟!۔۔۔ مجھے کمرے میں اکیلے آنے کہا۔۔ یہ عاجز گیا۔ تو حضرت جی نے پورے جلال کے ساتھ فرمایا:

''جو حضرات ہمارے پاس پورے مہینے قرآن پڑھاتے ہیں، حدیث پڑھاتے ہیں، ہم اُن کو بروقت تنخواہ نہ دے سکیں تو پھر ہمارا فائدہ کیا۔ مجھے آپ کے اوپر حیرت ہوتی ہے کہ آپ کا تو یہی کام تھا کہ آپ کو مدرسین کا خیال رکھنا تھا۔ مگر یہ کیا کہ 19/ تاریخ ہوگئی ابھی تک آپ نے کسی کو تنخواہ نہیں دی۔۔ پھر مجھ سے فرمایا : اگر آپ کو ضرورت نہیں تو بے شک آپ نہ لیں، لیکن مدرسین کے ساتھ یہ ظلم نہ کریں''

☆ ایک مرتبہ اسی طرح باورچی خانے کے تعلق سے غلطی ہوگئی کہ :— ناشتہ میں جو روٹی پکتی ہے اُس کے آٹے میں بہت تھوڑی سی کھٹاس آ گئی تھی۔ اتنی آ گئی تھی اُتنی کھٹاس کے ساتھ ہمارے یہاں عام طور پر کھائی جاتی ہے۔ اس کو ''خمیر'' کی روٹی کہتے ہیں۔ ایسی روٹی کھانے کو معیوب بھی نہیں سمجھا جاتا۔ یہ بات کسی نے بتادی۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بلایا اور فرمایا :

''قرآن پڑھنے والے بچوں کو آپ نے یہ روٹی کھلائی ہے۔ قرآن پڑھنے والی بچیوں کو آپ نے یہ آٹے والی روٹی کھلائی ہے۔ آپ کو خدا کا ڈر نہیں لگتا۔ پھر فرمایا : اگر آپ اچھی روٹی نہیں کھلا سکتے تو میں ہوٹل سے منگوایا کروں گا۔ مگر طلبہ اور طالبات کو کبھی بھی ناقص روٹی نہیں کھلاؤں گا۔''

اندازہ لگائیے کہ : حضرت رحمۃ اللہ علیہ اساتذہ وطلبہ کی ضرورتوں اور راحتوں کا کس قدر خیال اور فکر رکھنے والے تھے کہ ایک مرتبہ ہی سہی ، ناظم صاحب کی اچھی و معقول نیت ہی سہی ؛ مصروفیات واخراجات اور ہزار اَعذار واَشغال سہی ؛ مگر پھر بھی اساتذہ وطلبہ کے تئیں اتنی تھوڑی سی بے فکری بھی ناقابل برداشت اور ''خدا سے ڈرنے والی بات'' ہے۔ ایسا اہتمام تو صرف ''رِجالُ اللہ'' کے یہاں پایا اور دیکھا جاتا ہے۔ بعض بزرگوں نے اسی کو ''مردانہ اہتمام'' سے تعبیر فرمایا ہے۔ ایسا ''عظیم اہتمام'' اور ایسا ''مخلص مہتمم'' (سچا ہم درد اور غم گسار) ہم میں سے کسے عزیز نہ ہوگا؟!۔ اور بھلا وہ کیوں ''محبوب العلماء والصلحاء'' اور فاتحِ قلوب نہ ہوگا؟!۔

حق پرستی اور حق پسندی

حضرت اہل حق کے امام تھے۔ اور اہل حق کی خاص صفت و کمال یہ ہے کہ وہ حق کہنے سے زیادہ حق سننا پسند کرتے ہیں اور اپنی اصلاح وتزکیہ کی خاطر تو تڑپتے ہیں، اگر کوئی غلطی اور کمی معلوم ہو جائے تو بتانے والے کو اپنا محسن شمار کرتے اور جذبات تشکر کا اظہار کرتے ہیں۔ حضرت بھی اُن ہی حق پرست، بے غرض و بے نفس انسانوں میں سے تھے۔ اس پر مثالیں بہت ہیں۔ سردست چند واقعات پیش ہیں :

☆ محترم جناب انجینئر افضل نقشبندی مجددی صاحب واقعہ بیان کرتے ہیں:

ایک ادنی خادم کے یاد دلانے سے مغرب کی نماز کا دوبارہ وضو کیا ، مگر برا نہیں مانا، بس یہ پوچھا کہ جگہ بتائیں کہاں خشک ہے؟۔ دوبارہ وضو کیا اور پھر نماز لوٹائی۔ نہ ڈانٹا اور نہ برا مانا۔ (حالاتِ فقیر 472)

☆ حضرت کے بیانات وخطبات میں بعض باتیں ایسی آ گئی ہیں جو از روئے علم و تحقیق درست نہیں ہیں۔ ان میں سے بعض وہ باتیں جو تاریخی ہیں اور معمولی سی ہیں، ایک مولانا محترم نے اُن کی نشان دہی کی اور اصلاح کے قصد سے اُن کو بیان کیا۔ تو اس پر حضرت نے

بے حد مسرت وخوشی کا اظہار فرمایا، مولانا کی تعریف وتحسین فرمائی، اُن کا شکریہ ادا کیا اور دعاؤں سے نواز۔ (جس کی پوری تفصیل ماہنامہ (الفرقان) کے کسی شمارے میں اہتمام کے ساتھ حضرت مولانا خلیل الرحمن سجاد نعمانی مدظلہ العالی نے شائع فرمائی۔ اِس کو دیکھا جائے)

حضرت کی اصل کرامات

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

دل پر معارف الٰہی کا ورود ہوتا ہے تو بیٹھتے، اٹھتے معارف الٰہی کھلتے رہتے ہیں۔ معارف الٰہی، حسی کرامات سے بھی بڑھ کر ہوتے ہیں۔ آج لوگ کرامات کو بڑی اہمیت دیتے، مگر معارف الٰہیہ جو کہ کرامات سے بھی بڑھ کر ہوتے ہیں ان کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ یہ معارف ایسے ہوتے ہیں کہ لوگوں کے مردہ دلوں کو زندہ کرنے کا باعث بن جاتے ہیں۔ (مجالس فقیر 14/114)

اس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہماری غلو آمیز سوچ کی اصلاح فرمائی ہے۔ ہماری تنبیہ فرمائی اور اس حقیقت کی جانب توجہ رکھنے کی ہدایت فرمائی ہے کہ: کسی ولی اللہ اور عارف باللہ شیخ ومرشد کی حسی کرامات سے زیادہ، عظیم واہم اور لائق اتباع وتبلیغ علمی، فکری، اصلاحی تعلیمات ہیں۔ کیوں کہ پہلی قسم کی کرامات سے مردہ جسم زندہ ہوتے ہیں، جب کہ دوسری قسم سے مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں۔ پہلی سے جسمانی نظر کی اصلاح ہوتی ہے، اور دوسری سے فکری سوچ اور نظریہ کی اصلاح ہوتی ہے۔ پہلی سے ظاہر بنتا ہے جب کہ دوسری سے باطن سنورتا ہے۔ اسی لیے جتنے بھی اللہ والے گزرے ہیں وہ پہلی قسم کی کرامتوں کو چھپاتے ہیں، مگر دوسری قسم کی تعلیمات کو زیادہ سے زیادہ بیان کرتے اور پورے عالم میں پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں

یوں تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی علمی، اصلاحی وتربیتی کرامات اور شواہد بے شمار ہیں۔ یہاں اِن میں سے چند پیش ہیں:

☆ ملتان شہر میں کراٹے سکھانے والے ایک ماہر کھلاڑی نے حضرت جی سے بیعت کرلی ۔ کچھ دنوں بعد ملاقات ہوئی تو اُس نے بتایا کہ : حضرت! دو باتیں عرض کرنی ہے۔ایک یہ کہ: بیعت سے پہلے کالج کی لڑکیوں کو بھی کراٹے سکھانے کے لیے ایک برانچ کھولی ہوئی تھی، بیعت کے بعد اس کو بالکل بند کردیا۔ دوسری بات یہ کہ: میں اپنے بچوں کو سمجھایا کہ بھائی ہم جو کراٹے کرتے ہوئے جو آواز کرتے اور بے معنی سا لفظ بولتے ہیں ،اس کے بجائے ہم (اللہ) کا لفظ کیوں نہ نکالیں۔ سب نے اتفاق کیا اور شروع کردیا۔ اس کا اثر ہوا کہ باہر سے گزرنے والوں کو لگا کہ یہاں ذکر کی محفل لگتی ہے۔ بتانا پڑا کہ نہیں کراٹے کی کلاس لگتی ہے۔ دیکھئے کہ دل میں محبت الٰہی آئی تو پھر ایک دوسرے کے ساتھ کھیل کود میں بھی اللہ یاد آنے لگا۔ (یہ تلخیص ہے، پوری بات کے لیے دیکھئے: پاجا سراغِ زندگی 107)

☆ تاجکستان میں ایک مسجد کی دیوار میں اینٹیں اس طرح جوڑی گئی تھیں کہ چند اینٹیں ملتیں تو (اللہ) کا لفظ بن جاتا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ : حضرت جی کے مریدین جو مسجد کے معمار تھے حضرت نے ان کے دل میں ایسی محبت بھر دی تھی کہ وہ مریدین جب اینٹیں جوڑتے تھے تو ان کو بھی (اللہ) کے لفظ کی شکل میں جوڑتے تھے۔ اینٹیں جوڑتے جوڑتے (اللہ) کا لفظ بن جاتا تھا۔ کیا محبت بھر گئی تھی۔ ایک ہے رنگ، ایک ہے رنگ فروش، اور ایک ہے رنگ ریز۔ کتاب وسنت رنگ ہیں۔ علماء کرام رنگ فروش ہیں۔ اور یہ مشائخ عظام، رنگ ریز ہیں۔ کچھ ایسے قسمت والے بھی ہوتے ہیں جو رنگ فروش بھی ہوتے، اور رنگ ریز بھی۔ جن کو جامع الشریعت والطریقت کہا جاتا ہے۔

(یہ بھی خلاصہ ہے۔ دیکھئے: پاجا سراغِ زندگی 107)

یہ تو صرف دو جزئیات ہیں، ایسے بے شمار واقعات وحالات ہیں۔ اسی سے یہ حقیقت ظاہر ہوگئی کہ اہل اللہ کی اصل کرامات اُن کی وہ زندگی، صحبتیں اور تعلیمات وہدایات ہیں، جن میں

عشق الٰہی اور اتباع سنت کا نور چھلکتا ہے اور جس سے دل ونظر پرنور ہو جاتے ہیں۔

حضرت کی خاص تعلیم/ خاص تنبیہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جن تعلیمات وہدایات پر خاص توجہ دلائی ہے، اور اپنے مسترشدین ومتوسلین کو سب سے زیادہ جن امور کی پرزور تاکید فرمائی ہے، اُن میں ''اخلاق حمیدہ'' کا بابِ انسانیت پہلی صف میں نمایاں ودرخشاں نظر آتا ہے۔ آپ کی پوری زندگی '' خُلُقٍ عَظِیم'' سے عبارت تھی۔ آپ اپنے قول وعمل سے اِس کی خاص تعلیم وتربیت، یا تنبیہ فرماتے تھے۔ اِس پر حضرت کے کئی واقعات وحالات اور بیانات گواہ ہیں۔ سر دست ایک مکتوب کی درج ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیں :

عزیزم! حسنِ خلق سے دنیا کی عزت بھی ملتی ہے، آخرت کی سرخ روئی بھی۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ وہ مؤمن ایمان میں سب سے کامل ہے جو سب سے زیادہ خوش اخلاق ہے۔ یاد رکھیں کہ ایمان لانے کے بعد خوش خلقی سے زیادہ بڑی نعمت کوئی نہیں

مشائخ کرام نے خوش خلقی کی دس علامات بیان کی ہیں:

(1) لوگوں کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنا۔ (2) لوگوں کی غم خواری کرنا۔ (3) حاجت مندوں کے کام آنا۔ (4) لوگوں کے اچھے کام کی مخالفت نہ کرنا۔ (5) عیب جوئی وعیب گوئی سے پرہیز کرنا۔ (6) اپنے عیوب پر، اور دوسروں کی خوبیوں پر نظر رکھنا۔ (7) کوئی مذمت کرے تو اس کی نیک تاویل کرنا۔ (8) گناہ گار کی معذرت قبول کرنا۔ (9) ہر کام میں میانہ روی اختیار کرنا۔ (10) لایعنی سے پرہیز کرنا۔

اِن سب کا لب لباب یہ ہے کہ اپنے قول وفعل سے کسی کو ایذاء نہ پہنچانا، یعنی کسی کا دل نہ دکھانا۔ یاد رکھیں کہ مَن (دل) موتی اور دودھ اگر پھوٹ جائے تو اس کا کوئی علاج نہیں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ : ''مجھے عالم بداخلاق کی دوستی کی نسبت،

فاسق خوش اخلاق کی دوستی زیادہ پسندیدہ ہے''۔اس لیے فقیر کہا کرتا ہے کہ:

بداخلاق آدمی سے نہ خالق خوش ہوتا ہے نہ مخلوق۔جو سالک تصوف وسلوک کو تسبیح پھیرنے تک ہی محدود سمجھے وہ جاہل ہے۔اس کا ذکرِ لسانی لقلقہ،اوراس کا ذکرِ قلبی وسوسہ ہے۔وہ بےشک اوپر سے لَا اِلٰہ ہے؛مگر اندر سے کالا ہے۔بدخلق، بدمزاج، کینہ ور، حاسد خواہ کسی بزرگ کی سند خلافت بھی رکھتا ہو،اسے معرفتِ الٰہی کا ایک ذرہ بھی نصیب نہیں۔اپنی بدخلقی اور بدمزاجی کی بہ دولت سب کچھ گنوا چکا ہے۔عارف کی زبان گنگ ہوتی ہے نہ کہ شا کی۔مزاج میں اعتدال ہوتا ہے نہ کہ ابتذال۔ایسے صوفی کی کشف وکرامات کو کھوٹے سکوں کے بدلے بھی قبول نہیں کیا جائے گا؛ جنت کی نعمتیں تو بڑی دور کی بات ہے۔(مکتوباتِ فقیر،ص99-100)

حرفِ اختتام

سوال واشکال کیا جاتا ہے کہ قرآن وحدیث کی مقبول دعائیں،اور صحابہ واولیاء سے منقول دعائیں ہم بھی پڑھتے ہیں،مگر قبولیت کے آثار نظر نہیں آتے۔ایسا کیوں؟۔اس کے جواب میں حضرت فرماتے ہیں:

ایک ہیں الفاظ وتعلیمات اور ایک ہیں دل کی کیفیات۔ہم نے قرآن میں مذکور اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منقول کلمات تو لے لیے،مگر آپ کے دل میں خشوع وعاجزی کی جو کیفیات تھیں ان کو نہیں لیا۔اگر ہم زبانی کلمات اور دلی کیفیات کے ساتھ دعا کریں گے تو ضرور قبول ہوگی۔نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تمام تعلیمات کو اُن کی کیفیات کے ساتھ حاصل کرنے ،اس میں اسپیشلسٹ بننے کی فکر اور محنت کرنی چاہیے۔

(یہ بھی خلاصہ ہے،اصل کے لیے دیکھئے: پاجا سراغ زندگی222–225)

لہٰذا ہم کو فکر ومحنت کرنی چاہیے کہ ہم جامع ومکمل دین دار بنیں،شریعت محمدیہ کی تعلیمات

وکیفیات اور ''قال وحال'' کے حامل بنیں ۔ اس کے لیے علماء ومشائخ کے ساتھ اور اپنے شیخ ومرشد کے ساتھ مخلصانہ تعلق، صحیح استفادہ اور مستحکم عمل کی نیت ومحنت کریں ۔ جو حضرات سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے وابستہ ہیں، الحمدللہ اُن کے پاس امیر الصادقین، رئیس العارفین، محبوب عنداللہ، مقبول اہل اللہ حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قسم کے ہیرے اور اَن مول تحفے ہمارے پاس موجود ہیں ۔ (1) ایک آپ کی تقریریں اور تحریریں ۔ (2) دوسرے، آپ کے بافیض جانشین وخلفاء عظام ۔

ان دو سے اور خصوصاً آپ کے خلفاء سے صحیح ومخلصانہ استفادہ کرنا چاہیے ۔ تا کہ ہمارے اندر اللہ تعالی کی بے انتہا محبت اور شریعت وسنت نبوی کی سچی وکامل اطاعت راسخ ہوجائے ۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا حاصل، دل کا ارمان اور عمل وکردار کا پیغام یہی ہے ۔

جو چاہو کہ روشن بڑوں کا نام کرو
تو جس نے اُن کو بڑا کیا وہ کام کرو

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین ۔

مفتی محمد یاسین خان قاسمی، بنگلور
(9036708149)

حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی کی سفرنامہ نگاری

'لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمرقند' کی روشنی میں

پروفیسر سید وصی اللہ بختیاری عمری، صدرِ شعبۂ اردو، گورنمنٹ آرٹس کالج اٹانامس، کڈپہ، آندھرا پردیش

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ (ولادت: یکم اپریل 1953 وفات 14 دسمبر 2025) بیسویں صدی کے ربع آخر اور اکیسویں صدی کے ربع اول میں عالم اسلام کی اسلامی روحانی شخصیات میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسی مقبولیت ومحبوبیت عطا فرمائی تھی جو رب العزت کے خاص مقربین کو عطا کی جاتی ہے۔ ان کی دعوت، دین اسلام پر عمل پیرا ہونے، مالکِ حقیقی سے ربط وتعلق کو مستحکم ومضبوط کرنے اور جنابِ رسالت مآب ﷺ کی تعلیمات اور شریعتِ مطہرہ پر گامزن ہونے کی دعوت وتبلیغ اور آخرت کو مقدم جان کر حیاتِ مستعار گزارنے کی تعلیم وتلقین پر مشتمل تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے نیک بندے تھے جنھوں نے انسانوں کو اپنے خالق ومالک کی طرف متوجہ کر دیا تاکہ وہ رب چاہی زندگی بسر کریں اور دونوں جہانوں کی سرخروئی اور سرفرازی حاصل کرسکیں۔ ان کے روحانی فیوض و برکات سے ایک عالم مستفیض ہوا، جس کا سلسلہ ان کی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے اس طرح جاری وساری ہے کہ علمٌ یُنتفعُ بہٖ کے مصداق، ان کے لیے صدقہ جاریہ بنا ہوا ہے۔

اس مختصر تحریر میں، سفرنامہ کے بارے میں چند باتیں اور حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی علیہ الرحمۃ کے سفرنامۂ وسطِ ایشیا "لاہور سے تا خاک بخارا وسمرقند" کے حوالے سے چند معروضات اور تاثرات مختصراً قلمبند کررہا ہوں۔

اردو میں سفرنامہ نگاری کی روایت انیسویں صدی سے ملتی ہے۔ سفرنامہ نگاری، بیانیہ

نثر کی ایک ترقی یافتہ صنف ہے' جس میں داخلیت اور خارجیت دونوں شامل ہیں۔ سفر، تجربات و مشاہدات کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ سفر و سیاحت کی ایک تاریخ ہے۔ زمانہ قدیم سے مختلف اغراض و مقاصد کے لئے اسفار کئے جاتے رہے ہیں۔ نوعیت کے لحاظ سے سفر کی بھی مختلف اقسام ہیں۔ جیسے سفرِ حرمین' تاریخی و علمی سفر' ادبی سفر' جنگی سفر' مہماتی سفر' سفر ہجرت' تفریحی سفر وغیرہ۔ سفر ناموں میں سفر نامہ نگار اپنے سفر کی روداد بیان کرتا ہے۔ سفر نامہ نگار دورانِ سفر جن مقامات کی سیاحت کرتا ہے، اس کی تفصیل اور اپنے احساسات و کیفیات اور سفر کے حالات و واقعات بیان کرتا ہے جس میں جغرافیائی حالات، تہذیب و تمدن، رسم و رواج، سماجی حالات، سیاسی صورت حال اور دیگر مشاہدات اور احوال و کوائف شامل ہیں۔

سفر کے دوران مسافر کو خارج کی دنیا دیکھنے کے مواقع ملتے ہیں۔ اپنے وطن اور احباب سے دور، نئے نئے تجربات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ مختلف النوع جغرافیائی' تمدنی' سیاسی' سماجی و معاشرتی حالات کا مشاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ سفر نامہ کسی ملک کے حالات کا تجزیاتی اظہار بھی ہوتا ہے' سماج و معاشرہ کا مشاہداتی عکس بھی۔ سفر نامہ میں راہ و جادہ کی آسائشوں اور صعوبتوں کا بیان بھی ہوتا ہے اور مراد و منزل کے سفر نامہ میں خارجیت بھی ہوتی ہے اور داخلیت بھی۔ سفر نامہ سے سفر نامہ نگار کی شخصیت بھی آشکار ہوتی ہے، اس کے افکار و نظریات سے آگہی حاصل ہوتی ہے۔ دورانِ سفر پیش آنے والے واقعات و کوائف میں سفر نامہ نگار' قارئین کو بھی شریک کر لیتا ہے اور اپنے تاثرات و محسوسات کا ارتکاز کرتا ہے۔

اردو ادب میں سفر نامہ نگاری کی روایت بہت قدیم ہے۔ اردو میں کثیر تعداد میں سفر نامے لکھے گئے ہیں جو اپنی نوعیت و کیفیت کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ سفر کے حالات و واقعات پیش کرنے کے معاملے میں ہر سفر نامہ نگار کا اسلوبِ نگارش اور طرزِ تحریر منفرد ہوتا ہے۔ سفر نامہ نگار کا مقصدِ سفر، نقطۂ نظر، مطمحِ نظر اور طرزِ فکر سفر نامے سے مترشح ہوتا ہے۔

سفرناموں میں طرزِ نگارش اور اظہار کے مختلف اسالیب استعمال کیے گئے ہیں۔ علمی و ادبی لحاظ سے سفرناموں کی اہمیت اور قدر و قیمت مختلف ہے۔ اردو ادب میں سفرنامہ کو ایک مستقل صنف کی حیثیت حاصل ہے۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی نے اپنے سفرنامہ کا عنوان علامہ اقبالؔ کے ایک مصرعے کو بنایا ہے جو ضربِ کلیم سے علامہ اقبال کی نظم شکر و شکایت سے ماخوذ ہے، چوتھا مصرعہ بطورِ عنوان اختیار کیا گیا ہے:

میں بندۂ ناداں ہوں مگر شکر ہے تیرا | رکھتا ہوں نہاں خانۂ لاہوت سے پیوند
اک ولولہ تازہ دیا میں نے دلوں کو | لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمرقند!

حضرت نے یہ سفر 1992 میں کیا تھا اور سفرنامہ تقریباً سات سال بعد 2000 میں احباب کی شدید خواہش پر قلمبند کیا جو تقریباً تین سو صفحات پر مشتمل ہے۔ پس منظر میں سفر کے سلسلے میں ایک بشارت اور دیگر تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

حضرت مولانا ذوالفقار نقشبندی نے سفرنامہ کے ابتدا میں لکھا ہے کہ مرشد عالم فرمایا کرتے تھے: ''سفر' سقر ہوتا ہے مگر وسیلۂ ظفر ہوتا ہے۔'' انھیں کئی مرتبہ ایشیا کی آزاد ریاستوں کا سفر کرنے کا موقع ملا اور احباب کا شدید اصرار رہا کہ وہاں کے مشاہدات و حالات کو قلمبند کیا جائے۔ سات سال بعد احباب کے اصرار پر انھوں نے یہ سفرنامہ لکھا اور جو کچھ ذہن میں آیا بلا کم و کاست کاغذ پر منتقل کر دیا گیا۔ انھوں نے سفرنامہ لکھتے ہوئے اس بات کا خاص خیال رکھا کہ زبان نہایت عام فہم اور سلیس ہو۔ اس طرح یہ سفرنامہ عوام کے لیے مفید اور معلومات میں اضافہ کا باعث ہے۔

مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی کے سفرنامہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا اسلوبِ نگارش نہایت متاثر کن ہے۔ زبان عام فہم' سادگی اور سلاست کا عمدہ نمونہ'' برمحل اشعار سے مزین

ہے۔خاص طور اس سفر نامہ کی منفرد نوعیت یہ ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے سفر کے دوران پیش آنے والے حالات و واقعات اور مشاہدات ومحسوسات کو عمدہ پیرایہ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ مطالعہ کے دوران قاری اپنے آپ کو بھی شریکِ سفر تصور کرتا ہے۔سفر کی جزئیات نگاری کے علاوہ، تحریر میں روانی اور تسلسل، فطری بیساختگی اور شگفتگی اپنی مثال آپ ہے۔

لاہور سے تا خاک بخارا وسمرقند، مشرق وسطیٰ کے مما لک کا سفر نامہ ہے جس میں ازبکستان، تاجکستان، قزاقستان، کرغستان، روس، یوکرائن اور تاتارستان کے سفر کے سفر کے احوال اور تفاصیل پر مشتمل ہے۔سفر کے حالات میں مختلف مقامات کی تاریخ اور پس منظر سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔سینٹرل ایشیا کے ان مما لک کے بارے میں جب عام طور پر معلومات نہیں تھیں، تب ان مما لک میں مسلمانوں کے احوال اور حالات کے سلسلے میں یہ سفر نامہ ایک اہم دستاویزی نوعیت کا حامل رہا ہے۔یہ سفر نامہ ایسا دلچسپ ہے کہ شروع سے آخر تک پڑھنے والے کی دلچسپی برقرار رہتی ہے۔سادگی کے ساتھ اسلوبِ نگارش کا کمال یہ ہے کہ از دل خیز دو بر دل ریزد کی کیفیت کا آئینہ دار ہے۔

اس سفر نامہ کے مطالعے کے دوران یادگار تاریخی شہروں کی تفصیلات معلوم ہوتی ہیں۔سفر نامہ پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم بھی سفر میں ساتھ ہیں۔سفر کی جزئیات اور ملاقاتوں کا احوال، مختلف اشخاص کا تعارف، ان کے مزاجوں اور طبائع سے متعارف ہوتے ہیں۔سفر نامہ نگار کے ساتھ ان کے تعامل اور ربط و تعلق اور ان کی کیفیات بھی اس سفر نامہ کے آئینہ میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

اسلامی تعلیمات، دینی اقدار، روحانی احساسات اور ایمانی جذبات و کیفیات کی وجہ سے یہ سفر نامہ اپنی مثال آپ ہے۔اس سفر نامہ کی بنیادی خصوصیات یہ ہے کہ اس میں تاثیر و تاثر کا وفور، ایمانی و روحانی سرور اور دلی کیفیات کا نور پایا جاتا ہے۔سفر نامہ ایسا دلچسپ اور

دلکش ہے کہ صرف ایک مرتبہ پڑھنے سے طبیعت سیر نہیں ہوتی بلکہ مکرر مطالعہ کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ سفرنامہ نگار کی ایمانی، نورانی اور روحانی شخصیت سفرنامہ میں الاناء یترشح بمافیه کے مطابق ہر جگہ کچھ اس طرح جھلکتی ہے کہ ہر قدم، ہر مقام اور ہر منزل پر حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی کے اخلاق و کردار اجاگر ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کے اس سفرنامہ کے مطالعہ کے دوران یوں محسوس ہوتا ہے کہ بسا اوقات، مخاطب ہم خود ہیں۔ جن افراد اور اشخاص سے ملاقاتوں کی تفصیلات اور گفتگو کو نقل کیا گیا ہے، یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم ہی سے تخاطب ہو رہا ہے۔ احساس کی اس سطح پر مطالعہ کے دوران، وہ اپنے احساسات کو، ہمارے اپنے محسوسات میں شامل کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔

اسلامی احکام، دینی تعلیمات، قرآنی آیات، احادیث مبارکہ، بزرگوں اور مشائخ کے احوال، مختلف مقامات پر سیر و سیاحت کے دوران نہایت بیساختگی کے ساتھ فطری طور پر بیان کیے جاتے ہیں، جو طبیعت پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ ملاقاتوں کے دوران مختلف افراد کی کیفیات، ایمانی و اسلامی جذبات، توبہ و استغفار کی کیفیات، حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی کے ساتھ ان افراد کا ایسا سلوک جس کی بنیاد اکرام و احترام پر استوار ہو، سلسلہ نقشبندیہ کی تعلیمات و تلقینات، نسبتِ نقشبندیہ کے اثرات و ثمرات، روحانی توجہ اور التفات، خاص طور پر دل کی حالت اور دل کی کیفیت پر ایسی توجہ، جس سے دل کی دنیا متغیر ہو جائے، دل کی دنیا میں انقلاب برپا ہو جائے، اس سفرنامہ کی ایسی خصوصیات ہیں، جنھیں مطالعہ کے دوران ہر شخص محسوس کر سکتا ہے۔ بنیادی اسلامی تعلیمات، گناہوں سے اجتناب اور دین اسلام پر عمل پیرا ہونے کی تلقینات کے ساتھ ساتھ مختلف مقامات پر نقشبندی نسبت کو عام کرنے اور سلسلہ عالیہ میں لوگوں کے بیعت کرنے کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ سفر میں یہ سلسلہ بھی جاری رہتا ہے کہ

لوگ جوق در جوق حاضر ہو کر حلقہ بگوش ارادت ہوتے ہیں' مراقبہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی یاد کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔ ان تمام احوال کو سفر نامہ نگار نے ایسے دلکش اور دلپذیر اسلوب اور عام فہم الفاظ میں بیان کیا ہے کہ پڑھتے ہوئے ایک روحانی سرشاری کا احساس ہوتا ہے اور دل کی دنیا بدل جاتی ہے۔ فی الواقع' حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی علیہ الرحمۃ عام طور پر مناجات کے یہ اشعار بڑے سوز کے ساتھ' اپنے مخصوص انداز میں پڑھا کرتے تھے:

میرا غفلت میں ڈوبا دل بدل دے　　　ہوا و حرص والا دل بدل دے!!

الٰہی! فضل فرما، دل بدل دے　　　بدل دے دل کی دنیا، دل بدل دے!!

سفر نامہ نگار' حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی رحمہٗ اللہ کی غیر معمولی یادداشت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ سفر کی یہ روداد سفر کے تقریباً سات آٹھ سال بعد لکھی گئی ہے۔ سفر کی تمام جزئیات اور سفر میں ملاقاتیوں کے نام بمعہ مقامات و اماکن کی تفصیلات' نہایت تفصیل کے ساتھ درج کی گئی ہیں۔ خاص طور پر' اس سفر نامے میں' احوال و کوائف کے ساتھ' تاریخ کے اندارج کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

وسط ایشیائی ممالک کے جغرافیائی اور تاریخی حالات کے علاوہ' سفر میں ملاقات کرنے والوں کے احوال و کوائف سبق آموز انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ ازبکستان کے جس علاقے میں بھی مولانا تشریف لے جاتے' لوگ جوق در جوق آپ کے استقبال کے لیے کھنچے چلے آتے۔ میزبانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مہمان کی ایسی محبت ڈال دی تھی کہ ہر جگہ شاندار میزبانی کی جاتی اور بہترین کھانے پیش کیے جاتے۔ ہر جگہ بندگانِ خدا کو خدا کی بندگی کی جانب متوجہ کیا جاتا اور آخرت کی فلاح اور نجات کی خاطر زندگی گزارنے کی تلقین کی جاتی۔

ایمان و یقین میں تازگی اور حلاوت پیدا کرنے والے واقعات اور بزرگانِ دین کے تذکروں سے یہ سفر نامہ مزین ہے' کہ مطالعہ کے دوران روحانیت کی عجیب کیفیت کا احساس

ہوتا ہے۔روسی اقتدار کے تحت جب کمیونزم کے عروج کا دور تھا تو اسلام کے قلع قمع کے لیے کئی کوششیں کی گئیں۔ یہاں تک کہ مساجد کو مقفل کر دیا گیا۔عربی زبان بولنے پر پابندی اور نماز و قرآن کی تلاوت پر قدغن لگائی گئی۔ایمان و اسلام کا نام لینا بھی ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ لیکن ان حالات میں وہاں علما و صلحا نے جس طرح اپنے دین و ایمان کی حفاظت کی' اس کی عزیمت بھری داستان' سفرنامے کے صفحات پر منتشر ہے جو دلوں میں تموج اور انقلاب پیدا کرتی ہے۔سفرنامہ میں اس دور کو سرخ آندھی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ان حالات و واقعات کو پڑھ کر طبیعت میں گداز پیدا ہوتا ہے اور آنکھیں بھیگ جاتی ہیں۔ یہ کیفیت سفرنامہ کے مطالعہ کے دوران بارہا محسوس کی جاسکتی ہے۔

کمیونزم کے دور میں ازبکستان' کمیونسٹ روس کے ماتحت تھا' علما کو قتل کیا گیا اور عربی دان افراد کو بھی تہہ تیغ کر دیا جاتا تھا۔ایسے مظالم روا رکھے گئے کہ جن کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا' یہاں تک کہ اگر کسی گھر میں عربی رسم الخط کی کوئی کتاب ملتی تو سارے گھر کے افراد کو پھانسی دے دی جاتی۔

حضرمولانا ذوالفقار نقشبندیؒ نے ان حالات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔انھوں نے وہاں مختلف لوگوں کے بیانات اور حالات کو نہایت عمدہ پیرایہ اور مؤثر اسلوب میں بیان کیا ہے:

> ”کیمونسٹ لوگوں کی حکومت عوام کے جسموں پر تھی،عوام کے دلوں پر نہیں تھی۔ جو لوگ دل میں ایمان کا نور رکھتے تھے انہوں نے اپنے ایمان کو مخفی رکھا اور قلبہ مطمئن بالایمان (اس کا دل ایمان پر مطمئن رہا) والا درجہ پایا۔روسیوں نے ان کا سراغ لگانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی بعض پکڑے گئے اور بعض تک

ان کی رسائی نہ ہوسکی، مثلاً میرے والد صاحب بہت بڑے عالم تھے، انقلاب آتے ہی انہوں نے اپنی وضع قطع ایسی بنالی جیسے انہیں الف، بے بھی نہیں آتی۔ وہ سارا دن ٹریکٹر پر سوار ہو کر سرکاری زمین میں ہل چلاتے رہتے، 16 سے اٹھارہ گھنٹے تک کام کرتے، حتیٰ کہ سب لوگ انہیں ٹریکٹر کا عاشق سمجھتے اور ان پڑھ دیہاتی سمجھتے۔ مگر ان کا حال یہ تھا کہ رات بارہ بجے جب کھیت سے فارغ ہو کر گھر آتے تو مجھے اس وقت بخاری شریف کا درس دیا کرتے تھے۔

میں چھوٹا بچہ تھا اس وقت میرے والد صاحب گھر میں میری والدہ سے فرماتے کہ چائے بناؤ پھر دستر خوان پر بٹھاتے اور اتنی دیر میں کمرے میں چھپ کر نماز پڑھ لیتے۔ کبھی کبھی باہر پولیس والے آتے اور مجھے مٹھائی دیتے اور پوچھتے کہ تیرا باپ گھر میں نماز پڑھتا ہے؟ میں کہتا کہ نہیں۔ اس لئے کہ میں تو چائے کے دستر خوان سے اٹھ کر جاتا۔ بعض بچوں سے پولیس والے پوچھتے کہ بتاؤ تمہارے والدین نے تمہیں کوئی عربی کا فقرہ یاد کروایا ہے یا نہیں؟ اگر وہاں کر دیتا تو اس کے باپ کو پھانسی دے دیتے۔ اگر کسی بچے کو بسم اللہ کا لفظ یاد ہوتا تو اس کے والد کو جیل بھیج دیا جاتا۔ جو بچے اسکول جاتے ان کے استادوں کو ذمہ داری ہوتی کہ اگر کسی بچے کو عربی الفاظ آتے ہوں تو KGB کو رپورٹ کریں۔

علماء اس قدر زیر زمین رہ کر کام کرتے کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوسکتی تھی۔ مختلف مکانات میں حجروں میں خفیہ تعلیم دینے کا سلسلہ چلتا رہتا۔ ہم بعض

اوقات ایک بڑا ہال بناتے اور اس میں ضروریات کی ہر چیز مہیا کرتے۔ پھر اس کے گرد دوسرے کمرے بناتے اور اس ہال کمرے کو اتنا ساؤنڈ پروف بناتے کہ آواز باہر نہ جاسکتی۔ ایک کمرے سے اس ہال کمرے کا دروازہ ہوتا۔ استاد اپنے بچوں کو لے کر ہال میں داخل ہو جاتا تو ہم اس کے دروازے کو لکڑی اور کیلوں کے ذریعے پکا بند کر دیتے آگے الماریاں رکھ دیتے۔ پھر اس کمرے میں شراب کو بوتلیں اور چند ننگی تصویریں رکھ دیتے۔ پولیس والے جب گھر کی تلاشی لیتے تو شراب والے کمرے کو دیکھ کر سمجھتے کہ یہ کمیونسٹ لوگ ہیں ان کا دین سے کیا واسطہ۔ وہ خوش ہو کر چلے جاتے۔ انہیں کیا پتہ کہ جہاں وہ کھڑے ہوتے تھے وہاں سے چند میٹر پر بچے اپنی معصوم زبانوں سے اللہ کا قرآن پڑھ رہے ہوتے تھے۔ ہم استاد اور بچوں کو بعض اوقات چھ مہینوں کے بعد باہر نکالتے۔ بعض بچے اندر جاتے وقت قرآن کا لفظ نہیں جانتے تھے لیکن جب باہر نکلتے تو قرآن پڑھنا سیکھ چکے ہوتے تھے۔ مسلمانوں عورتوں کی بڑی قربانی ہوتی کہ وہ اپنے بیٹے کو جب ہال میں بھیج دیتیں تو خود گھر کے صحن میں ہوتیں۔ مگر 6 مہینہ تک اپنے بچے کی شکل نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ ہمارے لوگ فرزانے ہوتے تو دین سے خالی ہو جاتے مگر یہ لوگ تو دیوانے تھے، لہذا اللہ تعالیٰ نے ان کا دین سلامت رکھا

لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے   تابہ منزل صرف دیوانے گئے

مفتی صاحب کی طویل گفتگو سن کر اتنا مزہ آرہا تھا کہ جی چاہتا تھا کہ وہ اور بھی

باتیں بتائیں مگر وہ بول بول کر تھک چکے تھے۔فرمانے لگے کہ باقی تفصیلات آئندہ ملاقات پر مؤخر کرتا ہوں۔(سفرنامہ :لاہور سے تاخاکِ بخارا وسمرقند'ص 78 تا 80)

حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی اس سفر میں امام بخاری کا تفصیلی تذکرہ اور ان کے ابواب وتراجم کا تذکرہ کرتے ہیں۔امام بخاری کے سوانحی حالات بیان کرنے کے بعد جب امام بخاری کی آخری آرام گاہ کا سفر کرتے ہیں' تو اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں : ''فقیر نے 28 مئی 1992ء مفتی اعظم سمرقند اور دوسرے احباب کے ہمراہ خرتنگ کا سفر کیا، جو سمرقند سے 22 میل دور امام بخاریؒ کی آخری آرام گاہ کا علاقہ ہے۔وسیع وعریض سڑک کے دونوں طرف پھگوں کے باغات تھے۔امام بخاریؒ کا مزار قصبہ خرتنگ کے شروع ہی میں واقع تھا۔'' انھوں نے اپنے رفیق سفر حافظ الحدیث حضرت محمد جعفر صاحب سے مطالبہ کیا کہ وہ یہاں پر بخاری شریف میں سے کچھ احادیث سنائیں۔''مولانا نے جب احادیث سنانی شروع کیں تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ امام بخاریؒ خود سامنے بیٹھے احادیث سنا رہے ہیں۔اکثر حاضرین پر گریہ طاری تھا۔انوار وبرکات کا نزول اس قدر تھا کہ الفاظ میں سمیٹنا مشکل ہے۔وہ لمحے زندگی کی حسین یاد بن گئے۔''

ازبکستان کے سفرنامے میں مرزا غالب کا بھی تذکرہ کرتے ہیں۔تاشقند کے ایک محلہ کا نام مرزا غالب محلہ ہے۔یہاں مرزا غالب کا بھی ضمناً تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''تاشقند کے ایک محلے کا نام مرزا غالب محلہ ہے۔اس کو لے جانے والی سڑک کا نام بھی مرزا اسداللہ خان غالب۔اس کے ملحق دو محلے ہیں ایک کا نام البیرونی محلہ اور دوسرے کا نام ابراہیم محلہ ہے۔مرزا غالب کو چونکہ ازبک ہونے پر فخر ہوا کرتا تھا' اسی لئے ازبک لوگوں نے اس کی یاد تازہ کرنے کے لیے مسجد اور

محلے کا نام ان کے نام پر رکھ دیا۔ مرزا غالب نے شاعری کی دنیا میں جو کمال دکھایا اگر دین کے رنگ میں رنگے ہوتے تو شاید اور زیادہ قبولیت پاتے۔ خود کہتے ہیں:

یہ مسائل تصوف، یہ ترا بیان غالب! تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

فقیر کو مرزا غالب کے دو شعر ہمیشہ سے بہت پسند رہے ہیں اور فقیر اپنی نجی گفتگو اور بیانات میں انہیں استعمال کرتا رہا ایک شعر تو عشق کے بارے میں ہے۔

نہ تو ہجر ہے اچھا نہ وصال اچھا ہے
یار جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے

دوسرا شعر مراقبے پر فٹ ہوتا ہے اور نقشبندی فقیروں کو پسند آتا ہے کہ

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے!

مرزا غالب تاشقند یونیورسٹی کے قریب ایک کشادہ اور خوبصورت علاقے میں واقع ہے۔ جب دادا خان نوری نے اس محلے کے متعلق فقیر کو بتایا تو ساتھ ہی یہ بھی کہنے لگے کہ اس محلے کا رئیس میرا بہت اچھا دوست ہے اور وہ وہاں پر مسجد بنا رہا ہے اور مسجد کا نام بھی مرزا غالب مسجد ہے۔ عباس خان پاس بیٹھے یہ گفتگو سن رہے تھے انہوں نے رئیس محلہ عبید اللہ جان کو فون کر ڈالا۔ رئیس محلہ نے انہیں بتایا کہ مسجد کی تعمیر کا کام مکمل ہو گیا ہے اب ہم اس میں نماز کا آغاز کرنے والے ہیں اہل محلہ کا اصرار ہے جمعہ کا خطبہ کوئی نمایاں شخصیت دے۔ عباس خان نے کہا یہ تو بڑا اچھا ہوا ہمارے پاس پاکستان سے ایک مہمان بزرگ تشریف لائے ہیں یہ کام وہ کریں گے۔ چنانچہ جمعہ کی نماز کا پروگرام اس طرح پا گیا۔ جمعہ کے

دن عباس خان اور دادا خان نوری ہمراہ مرزا غالب محلہ میں گئے۔ مسجد بڑی وسیع وعریض اور عالیشان بنی ہوئی تھی۔ ایک طرف مٹی اور بچی کھچی تعمیراتی چیزوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا، چونکہ چند دن پہلے تعمیر مکمل ہوئی تھی۔ رئیس محلہ عبید اللہ جان سے ملاقات ہوئی وہ بڑے خوش تھے کہ آج ان کے محلے میں اذان دی جائے گی اور پہلی بار اللہ تعالیٰ کا نام بلند کیا جائے گا۔ انہوں نے فقیر کو دیکھتے ہی کہا کہ ہمارے محلے کی مسجد میں پہلی اذان دیں گے۔ پہلا خطبہ جمعہ آپ پڑھیں گے اور پہلی نماز کی امامت بھی کرائیں گے اور اس کے بعد ہمارے گھروں میں کھانے پر اہل محلہ کے ساتھ جمع ہوں گے۔

ہم لوگ وضو کر کے مسجد میں آ گئے۔ جب فقیر نے اذان کہنی شروع کی تو قریب کے گھروں سے چھوٹے بچے، عورتیں اور مرد نکل کر دوڑے ہوئے آئے، مرد تو مسجد میں آ گئے مگر عورتیں مسجد کی کھڑکیوں اور دروازوں کے ساتھ اپنے ہاتھ سینے پر لگا لیتی۔ عبید اللہ جان نے بتایا کہ یہ عورتیں قربان ہوئی جا رہی تھی کہ ہم اپنی زندگی میں اس محلے میں اذان کی آواز سن رہی ہیں۔ فقیر نے جمعہ کا بیان اردو زبان میں کیا اور دادا خان نوری نے جھوم جھوم کر اس کی ترجمانی کی۔ جب دوسری اذان کے بعد فقیر نے خطبہ جمعہ شروع کیا تو نمازیوں پر عجیب رعب کی کیفیت طاری ہوئی۔ بعض نے تو فرط خوشی میں زاروقطار رونا شروع کر دیا۔ نماز جمعہ کے بعد جب فقیر مردوں سے مصافحہ کر کے باہر نکلا تو عورتوں کا جم غفیر کھڑا ہوا پایا۔ رئیس محلہ نے کہا یہ عورتیں آپ سے دعا کروانے کے لئے جمع ہو گئی ہیں۔ فقیر نے ہاتھ اٹھا کر سب کے لیے دعا مانگی۔ حاضرین کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ خوشی کے مارے آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔ فقیر اس بات کو سوچ کر گریہ

کناں تھا کہ جب تک اس مسجد میں نماز پڑھی جائے گی فقیر کو بھی اجر ملے گا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

دعا سے فراغت پر رئیس محلہ سب مہمانوں کو اپنے قریبی مکان میں لے گئے یہ مکان باہر سے محلے کے دوسرے مکانات کی طرح تھا اونچی دیوار اور ایک بڑا پھانک جس پر انگور کی بیلیں لٹک رہی تھیں۔ باہر سے مکان بالکل سادہ تھا۔ جیسے ہی اندر داخل ہوئے تو سامنے خوبصورت باغ نظر آیا۔ جس میں سیب، ناشپاتی، بادام اور لوبان کے درخت تھے۔ باغ کے تین طرف چوبی ستونوں والے برآمدے تھے اور ان سے ملحق بڑے بڑے رہائشی کمرے تھے۔ عبید اللہ کان ہمیں دروازے سے قریب ہی ایک بڑے ہال نما کمرے میں لے گیا۔ جس کی دیواروں بڑے قیمتی قالین اور کڑھی ہوئی چادریں آویزاں تھیں، چھت پر بے حد پیارے نقش ونگار بنائے ہوئے تھے۔ اس کام میں ازبک لوگ اتنے ماہر ہیں کہ فقیر نے دنیا میں ایسے نقش ونگار کہیں نہیں دیکھے۔ مہمان خانے کے درمیان میں ایک لمبا دستر خوان بچھا ہوا تھا جس پر خشک میوے پڑے ہوئے تھے۔ جب ہم لوگ دستر خوان پر بیٹھ گئے تو عبید اللہ جان نے نان کے ٹکڑے کر کے دستر خوان پر رکھے۔ ساتھ ہی شوربے سے بھرے بڑے بڑے پیالے آگئے۔ یہ اصل میں یخنی تھی جس میں گوشت کی ایک ایک بڑی بوٹی بھی تھی اور آلو اور سبزیاں اور چنے بھی تھے۔ شوربے سے فراغت نہ ہونے پائی تھی کہ پلاؤ آگیا۔ کھانے کے ساتھ سبز چائے تو ازبک لوگ اس طرح پیتے ہیں جس طرح ہمارے لوگ ٹھنڈا پانی پیتے ہیں۔

کھانے کے بعد جب اجازت طلب کی تو عبید اللہ جان نے فقیر کو ایک لمبا روئی

بھرا خوبصورت ازبکی کوٹ پہنایا اور کہا کہ ہمارے ہاں مہمان کی عزت افزائی اسی طرح کی جاتی ہے ۔فقیر نے دل میں دعا مانگی کہ اے پروردگار! جب تیرے بندے یوں عزت افزائی کر رہے ہیں تو آپ بھی مجھے انسانیت کی پوشاک پہنادیں ۔یہ قرآن مجید میں آپ نے خود ہی فرمایا ہے ۔ولباس التقویٰ ذالک خیر (اور پرہیزگاری کالباس' وہ سب سے اچھا ہے)۔

(لاہور سے تا خاک بخارا،ص 53 تا 57)

حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کی محبوبیت اور مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ملاقات اور دیدار کے لیے ازدحام اُمڈ پڑتا تھا۔لوگ ہاتھ' پیشانی اور لباس کو بھی عقیدت سے بوسہ دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنے کسی کپڑے کو دور سے پھینک کر ان کے لباس سے مس کر کے اسے بھی اپنی آنکھوں سے لگا لیا کرتے تھے۔اس سلسلے میں' ان کے رفیق سفر امام عثمان خان کی یہ بات صادق آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقبولیت ومحبوبیت عطا کی جاتی ہے۔ سفرنامے میں لکھتے ہیں : ''دوسرے اور تیسرے دن قریبی پہاڑی علاقوں سے علماء اور صلحاء وفود کی شکل میں آ کر سلسلہ عالیہ میں بیعت ہوتے رہے۔مولانا عبداللہ حیران تھے کہ ان لوگوں کو کون اطلاع دیتا ہے۔جو اس طرح دیوانہ وار چلے آتے ہیں۔امام عثمان خان نے ایک مرتبہ کہا کہ حضرت اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ یہاں پر ثم یوضع له القبول فی الارض (پھر زمین میں ان کے لیے قبولیت رکھ دی) والا معاملہ کیا ہے۔''

(لاہور سے تا خاک بخارا،ص 99 تا 103)

ازبکستان کے سفر کے دوران حضرت کو قرآن مجید کے مختلف نسخوں کی زیارت کا موقعہ ملتا ہے۔قرآن مجید کے ان نسخوں کی تفصیلات قابلِ مطالعہ ہیں۔مصحف عثمانی کی زیارت

کے علاوہ، لوہے کی چادروں پر لکھا ہوا قرآن مجید، پتوں پر لکھا ہوا قرآن مجید، قرآن مجید کے چھوٹے چھوٹے نسخے وغیرہ کی تفصیلات بیان کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں سفرنامہ میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''ابھی اہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ لائبریری کی ڈائریکٹر خاتون آگئی۔ اس نے فقیر کو دیکھا تو فرشی سلام کیا اور پوچھا کہ کیا آپ نے سب کتب دیکھ لیں؟ فقیر نے کہا، جی ہاں۔ وہ کہنے لگی کہ ایک خاص چیز میں نے اپنے پاس رکھی ہے آئیے وہ میں آپ کو دکھاتی ہوں۔ وہ ہمیں اپنے کمرے میں لے گئی اور ایک بڑا بکس کھولا۔ اس کے اندر سے ایک دوسرا بکس نکلا، جب وہ کھولا تو اس اس کے اندر سے ایک بریف کیس نکلا۔ جس کے اندر کی ہر چیز کو کیمیکل وغیرہ لگا کر محفوظ کر دیا گیا۔ جب اس نے بریف کیس کھولا تو اس کے اندر قرآن مجید کے چھوٹے چھوٹے نسخے پڑے ہوئے تھے۔ لکھائی اتنی باریک تھی کہ پڑھی جانی مشکل تھی۔ لیکن جب اس خاتون نے ہمیں لفظوں کو بڑا دکھانے والا عدسہ لا کر دیا تو ہم نے دیکھا کہ ہر صفحے پر ایک رکوع لکھا ہوا تھا اور لکھائی اتنی خوبصورت تھی کہ دیکھ کر حیران رہ جائیں۔ چند ایسے نسخے دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔

جب ڈائریکٹر خاتون نے دیکھا کہ ہم نے بڑے شوق سے قرآن مجید کے چھوٹے چھوٹے نسخوں کو دیکھا ہے تو وہ کہنے لگی اب میں آپ کو اصل چیز دکھاتی ہوں وہ ہے پتوں پہ لکھا ہوا قرآن مجید کا نسخہ جو کاغذ کی ایجاد سے پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ مگر اس میں لطف اور مزے کی بات یہ ہے کہ پتوں کو اس طرح محفوظ کر دیا گیا ہے کہ وہ نہ تو پھٹتے ہیں نہ ہی ٹوٹتے ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے ایک مجلد نسخہ نکالا

۔جب فقیر نے اپنے ہاتھ میں لے کر اسے دیکھا تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ کسی درخت کا پتہ ہے۔اس پتے میں رگیں پھیلی نظر آرہی تھی' بناوٹ پتوں کی تھی مگر اس پر ہاتھ سے قرآن مجید لکھا گیا تھا۔قرون اولیٰ کی ایک چیز کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ایک خوشی تو یہ کہ سلف صالحین نے حفاظت دین کے لیے کیا کیا کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔دوسرا اس لئے بھی خوشی تھی کہ ہم نے نبی علیہ السلام کے زمانے کے قریب کی ایک چیز کو اپنی گنہگار آنکھوں سے دیکھا۔فقیر نے قرآن مجید کے اس نسخے کو چوما اور اپنی آنکھوں سے لگایا۔مولانا احمد خان کہنے لگے کہ حضرت آپ کی برکت سے مجھے بھی یہ نسخہ دیکھنے کی سعادت ملی۔ورنہ تو ہم بھی محروم رہتے۔ہم نے لائبریرین اور لائبریری کی ڈائریکٹر خاتون کا شکریہ ادا کیا اور ان کو دعائیں دے کر رخصت ہوئے۔"

(سفرنامہ :لاہور سے تاخاک بخارا و سمرقند' ص 87 تا 89)

اس سفرنامے کا اختتام ان الفاظ پر ہوتا ہے:

"پی آئی اے کا طیارہ تاشقند سے کراچی پہنچا تو جماعت کے احباب ائرپورٹ پر ملنے کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔دو دن کراچی میں قیام کرنے کے بعد فقیر اپنے گھر پہنچا۔جب اطمینان اور سکون کے ساتھ بیٹھ کر اپنے سفر کے حالات پر غور کیا تو یوں محسوس ہوا کہ جیسے ایک شہنشاہ کا دربار صاف کرنا ہو تو بھنگی کو جھاڑو دینے کا حکم ملتا ہے۔جھاڑو دینے کے دوران بھنگی شہنشاہ کے تخت پر بھی چڑھتا ہے۔خاص خاص کرسیوں کو ہاتھ لگاتا ہے، ہر چیز کو قریب سے دیکھتا ہے مگر جھاڑو کر لینے کے بعد اس کا اپنا مقام جوتوں میں ہی ہوتا ہے۔بھنگی کو چاہئے کہ اپنی اوقات کو ہرگز نہ بھولے۔بالکل اسی طرح فقیر کو وسط ایشیاء جانے کا

حکم ملا۔اس سفر میں مشائخ کے مزارات کو دیکھا۔اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو بہت قریب سے دیکھا،لیکن واپسی پر اپنے آپ کو وہی پایا جو جانے سے پہلے تھا فقیر کو بھی چاہئے کہ اپنی اوقات کو یاد رکھے اللہ تعالیٰ فقیر کے اس سفر کو قبولیت عطا فرمائے تو زہے نصیب۔" (لاہور سے تا خاک بخارا،ص،ص293)

بہ اعتبار مجموعی' حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کا یہ سفر نامہ، لاہور سے تا خاک بخارا و سمرقند، نہایت دلچسپ،فکر انگیز،معلومات آفرین،علم و ادب کا مرقع، ماضی کی تاریخ کے روشن نقوش اور حال کے مثبت امکانات کا مجموعہ ہے۔اس سفر نامہ میں تاثیر و تاثر کی فراوانی ہے اور اس کے مطالعہ سے ایمانی و روحانی کیفیات میں اضافہ ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ صاحبِ حال، اہلِ دل اور اصحابِ کمال کی تحریروں کا مطالعہ طبیعت میں سرشاری، نشاط اور ایمانی حلاوت کا باعث بنتا ہے۔

Dr. Syed Vasiullah Bakhtiary

Professor & Head, Dept. of Urdu, Government College for Men (Autonomous)
Kadapa, Andhra Pradesh. Email: vasibakhtiary@gcmkadapa.ac.in
Mobile: 9441905026 / 8712135940

حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی کی قرآنی معرفت

(قرآن مجید کے ادبی اسرار ورموز کی روشنی میں)

ڈاکٹر ظہیر دانش عمری، مدیر سہ ماہی ارتعاش، کڈپہ

اللہ تعالی دنیا میں دو طرح کے بندوں کو بھیجتا ہے ایک طرح کے بندے وہ ہیں وہ جو اسی مقصد سے زندگی گزارتے ہیں کہ وہ دنیا کو جتنا زیادہ حاصل کرنا ہے حاصل کرلیں، دنیا کمالیں اور دنیا دار بن جائیں، ان کی ساری زندگی کا مقصد حصول دنیا کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوتا اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنا سارا وقت اللہ کے لئے اور اللہ سے جوڑنے کے لئے لگادیتے ہیں، حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی کا تعلق اسی دوسری قبیل سے تھا جنہوں نے اپنی ساری زندگی اللہ کرتے گزاردی۔

ناچیز نے حضرت کا نام نامی سب سے پہلے اس وقت سنا تھا جب ان کی ہندوستان آمد ہوئی تھی اور اخبارات وجرائد میں ان کا تذکرہ پڑھا، ان کا مبارک چہرہ دیکھا چہرہ ایسا کہ دیکھ کر بے اختیار اللہ کی یاد آئے، ان کی خطبات پر مشتمل کتابیں ناچیز کے زیر مطالعہ رہنے لگیں خاص طور پر ان کے خطبات میں جو للٰہیت اور اللہ سے تعلق والی کیفیت تھی وہ کسی اور کے پاس نہیں تھی، اس کے بعد سوشیل میڈیا کا دور آیا اور ان کے بیانات سننے کے بعد آنکھوں سے آنسو نہ نکلیں یہ ناممکن سی بات تھی۔

1اپریل 1953 کو جھنگ میں آپ پیدا ہوئے، چالیس سال کی عمر کو جب پہونچے تو آپ نے اصلاح امت کا کام کرنے کا بیڑا اٹھایا اور پوری دلجمعی کے ساتھ اس کام کے ساتھ

جڑے رہے، انہوں نے تقریری اور تحریری انداز میں امت کی تربیت کی ان کی چند تصانیف کے نام جو یاد آرہے ہیں یوں ہیں: فقیر کا پیام نئی نسل کے نام، پاجا سراغ زندگی، عمل سے بنتی ہے زندگی، معمولات (سلسلہ نقشبندیہ) خواتین کے لئے تربیتی بیانات، عشرہ مبشرہ، بیانات سیرت، معارف نبوی قدم بہ قدم، خواتین اسلام کے کارنامے، ایمان ویقین کے تقاضے، مثالی مرد، تفسیری نکات، سورہ کہف کے فائدے، قرآن مجید کے ادبی اسرار ورموز۔

حضرت مرحوم کا تعلق قرآن کریم سے بہت گہرا تھا، قرآن کے حوالے ان کی کئی تصانیف شائع ہوچکی ہیں جن میں سے تین کا تذکرہ اوپر گزر چکا ہے اس فہرست میں سب سے آخر میں پیش کردہ تصنیف قرآن کریم کے ادبی اسرار ورموز کے حوالے سے ناچیز کو بات کرنی ہے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جس کی مثال رہتی دنیا تک کوئی نہیں پیش کرسکتا، یہ ایک زندگی معجزہ ہے جسے حضرت جبرئیل کے ذریعے عربی زبان میں ہمارے اور آپ کے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا تھا، یہ ایک زندہ معجزہ ہے قرآن پر آپ جتنا زیادہ غور وفکر کرتے جائیں گے آپ کے سامنے اسرار ورموز کی ایک الگ ہی دنیا وا ہوجائے گی، پردے ہٹ جائیں گے، معارف ومعانی کی ایک ایسی کائنات آنکھوں کے سامنے منور ہوگی جو بصیرت وبصارت دونوں کو منور کر کے رکھ دے گی۔

قرآن کریم وہ کتاب ہے جس سے راہ بھٹکے ہوؤں کو راہ ہدایت ملتی ہے، اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے، بڑے بڑے علماء اپنے تجربات بیان کرتے ہیں کہ جب انہوں نے قرآن کریم کا مطالعہ کیا تو انہیں لگا کہ انہوں نے ابھی تک علم حاصل ہی نہیں کیا، قرآن سے تعلق پیدا کرنے کے بعد کسی دوسری کتاب سے تعلق بنانا بہت مشکل امر ہے، جس دل

میں قرآن اپنی جگہ بنالیتا ہے وہاں کسی دوسری کتاب کو ٹکنے کی اجازت نہیں ہے۔

حضرت والا کی کتاب قرآن کریم کے ادبی اسرار ورموز کے متعدد ایڈیشن شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں ، اس کی فہرست پر ایک نظر ڈالتے ہیں جو یوں ہے: پیش لفظ ،کلمات کا اعجاز ،ترکیب کا اعجاز ،لطائف قرآنیہ ،فصاحت وبلاغت ،عجاتنبات القرآن ،قرآن مجید اور علم عروض ،اعجاز قرآنی۔

اس فہرست پر آپ غور کریں گے تو ایک عجیب بات معلوم ہوگی کہ حضرت نے قرآن کریم کا مطالعہ بالکل مختلف ناحیوں سے کیا ہے جیسے کلمات کا اعجاز ہمیں قرآن کے ظاہری حسن کی توجہ متوجہ کراتا ہے تو ترکیب کا اعجاز قرآن کریم کی تراکیب میں جو نزاکت ،انفرادیت ہے اس کی جانب اشارہ کرتا ہے ،عجاتنبات القرآن کے باب میں حضرت نے گویا اپنا دل نکال کر رکھ دیا ہے ایسے عجیب وغریب نکات انہوں نے پیش کئے ہیں جو ایک ماہر قرآن ہی پیش کرسکتا ہے۔

ان عناوین کے تحت حضرت نے جو علمی ادبی گہر برسائے ہیں انہیں ہر صاحب بصیرت نہ صرف سمیٹ سکتا ہے بلکہ ان سے استفادہ بھی کرسکتا ہے ،اس کتاب کے پیش لفظ میں انہوں نے قرآن کریم کی آیات ،حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے افادات کی روشنی میں اپنی بات آگے بڑھائی ہے ،اس کے بعد انہوں نے تدبر قرآن کے حوالے سے قرآن کریم سے بیش قیمت آیات ہمارے سامنے پیش کئے ہیں ،قرآن کریم کے بارے میں غور وخوض کے حوالے سے قرآن خود کئی مرتبہ کہتا ہے کہ افلایتد برون القرآن (یہ قرآن پر کیوں غور نہیں کرتے) ،بڑے افسوس سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تدبر کی ہمارے پاس بالکل کمی ہے ،

براہ راست کلام اللہ سے استفادہ کرنا بعض مسالک میں ایک طرح سے جرم سمجھا جاتا ہے، ہمارے معاشرے میں قرآن کریم سے تعلق کو جوڑنے کی ضرورت ہے، اس حوالے سے میں ایک اقتباس پیش کرنا چاہوں گا:

''قرآن مجید جہاں اپنی فصاحت و بلاغت میں بے مثال ہے وہاں اس کے دعوی کی نظیر بھی دنیا بھر میں نہیں ملتی، حیران کن بات یہ تو ہے کہ اس میں زمان و مکان کی بھی کوئی قید نہیں ہے، پس جو دعوی آج سے چودہ سو سال پہلے کیا گیا تھا وہ آج بھی بدستور قائم ہے گویا ہر زمانے کی ہر قوم کے ہر فرد کے لئے چیلنج ہے کہ اگر کسی میں طاقت ہے تو آزما کر دیکھ لے، اعجاز قرآنی کے سامنے ہر ایک کو گھٹنے ٹیکنے پڑیں گے''

(قرآن مجید کے ادبی اسرار و رموز، حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی، ص15)

اس کے بعد آپ نے قرآن کریم کے اعجاز پر مشتمل واقعات کی مختصر جھلک دکھلائی کہ کس طرح اہل عرب اپنی زبان دانی کے دعوے کرتے تھے مگر جیسے ہی قرآن نازل ہوا اس کے اعجاز بیان کے سامنے گویا سارے عرب گونگے بن گئے اور کسی عربی زبان کے بولنے والے میں اتنی ہمت نہ ہوسکی کہ وہ قرآن کریم کی ایک آیت کا جواب تحریر کرتا۔

یہ کتاب حضرت ذوالفقار احمد نقشبندی کی تیس سالہ زندگی کے مطالعے کا نچوڑ ہے، جسے انہوں نے مختلف اصحاب کی محفلوں میں وقتاً فوقتاً شیر کیا تھا، اس کتاب کو خاص طور پر مدارس عربیہ کے طلباء کے لئے تیار کیا گیا ہے تا کہ مدرسوں کے طالب علم بآسانی اس سے استفادہ کرسکیں۔

پیش لفظ کے آخری الفاظ ہم سب کے لئے ایک سبق کی طرح ہیں، اپنی زندگی قرآن

اور دین اسلام کی سر بلندی کے لئے صرف کرنے کے باجود کتنی عاجزی اور انکساری سے فرماتے ہیں کہ:

''مگر اپنی کم علمی اور کم عملی کے اقرار کے ساتھ اس طالب علمانہ کوشش پر خوف زدہ بھی ہے کہ یہ جرأت کہیں گستاخی نہ سمجھ لی جائے۔۔تاہم اس امید پر قلم اٹھایا ہے کہ اس تحریر کو پڑھ کر اگر کسی طالب علم کے دل میں عظمت قرآن یا عشق قرآن میں اضافہ یا قرآن مجید کو سمجھنے کا شوق پیدا ہو گیا یہ تو عمل فقیر کی کوشش کا سبب بن جائے گا'' (ایضاً،ص18)

پہلے باب میں حضرت نے قرآن کریم نے جو بہترین الفاظ کا انتخاب کیا ہے اور پر معانی الفاظ کا انتخاب کیا ہے، ان کی روشنی میں گفتگو کی ہے کہ قرآن کریم نہایت موزوں اور مناسب الفاظ کا استعمال کرتا ہے، ان الفاظ کو نکال کر دوسرا لفظ رکھا جائے تو معنی کی نزاکت بدل کر رہ جاتی ہے، قرآن کریم کی متعدد آیات سے حضرت نے مثالیں پیش کی ہیں، نحویوں نے جن کلمات قرآنیہ کو زائد کہا ہے ان کا بھی حضرت نے بہت خوب صورت انداز میں رد فرمایا ہے۔

باب دوم ترکیب کا اعجاز میں حضرت نے ان ذیلی عناوین کے تحت گفتگو کی ہے :الفاظ قلیل معنی کثیر، مضمون کا اچھوتا انداز، موخر کو مقدم اور مقدم کو موخر کرنا، التفات سے حسن کلام میں اضافہ، تذکرہ دو کا مگر ضمیر واحد کی، تزبید کی مثالیں، تخفیف کی مثالیں۔

یقیناً قرآن کریم کم لفظوں میں زیادہ بات کرتا ہے اس کی بدیہی مثال یہ ہوسکتی ہے کہ آپ کسی بھی قرآنی آیت کا ترجمہ کریں، ترجمہ کے الفاظ زیادہ ہو جائیں گے جبکہ قرآن کریم

کے الفاظ بالکل کم ہوں گے، کسی بھی آیت کا ترجمہ کر کے دیکھ لیں یہ کلیہ آپ کو نظر آئے گا۔

باب سوم میں لطائف قرآنیہ کے ضمن میں حروف مقطعات، لام الخاص، ہاء الخفض، تاء الخفہ، الف العزہ، وغیرہ کے بارے میں بہت تفصیل سے کلام کیا گیا ہے۔

حفاظت قرآن کی ذمہ داری اللہ تعالی نے لی ہے اس کی جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ انا نحن نزلنا الذکر وانالہ لحافظون (بلاشبہ ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور اس کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے)، اس حوالے سے فرماتے ہیں کہ:

> "دنیا کی کوئی بھی کتاب لفظ بہ لفظ محفوظ نہیں قرآن مجید کا معجزہ دیکھئے کہ سینوں میں بھی محفوظ ہے اور سفینوں میں بھی محفوظ ہے، اس میں کوئی غلطی قرار نہیں پکڑ سکتی اگر لکھائی اور چھپائی میں کوئی غلطی رہ جائے تو حفاظ کرام اس کو ایک نظر دیکھتے ہی پہچان جائیں گے اور کھرے کھوٹے کو الگ کر دیں گے" (ایضاً،ص203)

بقیہ ابواب میں اسی طرح کی علمی چیزیں پیش کی گئی ہیں جو علماء کے لئے نہایت مفید ہیں، حضرت والا کا اسلوب اتنا سادہ، آسان اور سہل ہے کہ ہر کس و ناکس ان کی کتاب کو اچھے سے سمجھ سکتا ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالی حضرت کے لئے اس کتاب کو ثواب جاریہ بنائے اور اس کی مقبولیت میں اضافہ کرے۔ آمین!

Dr Zaheer Danish Umari

Editor: Peer-Reviewd and Refereed Journal of Urdu letarature IRTIASH

8/209-5,Almas Pet, Bismilla Nagar, Kadapa 516001 A.P India

Cell:9701065617, Email: s.zaheerdanish@gmail.com

حضرت ذوالفقار احمد نقشبندی کے خطبات کی سادگی

(پاجا سراغ زندگی کے خصوصی حوالے سے)

ڈاکٹر خواجہ معین الدین (سردار ساحل)، لکچرار، وائی وی یو، کڈپہ

بڑی عجیب بات ہے کہ ناچیز کو حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی کے بارے میں ان کی حیات تک اطلاع نہیں تھی، یقیناً وہ اپنے مقام پر زہد و تقوی کے اس معیار پر فائز تھے کہ جہاں تک پہونچتے پہونچتے اچھے اچھے لوگوں کی زندگیاں لگ جاتی ہیں، وہ صرف اللہ والے دکھتے نہیں تھے بلکہ حقیقت میں اللہ والے تھے، انہیں دیکھ کر بے اختیار اللہ کی یاد آجاتی تھی، ان کا زہد، تقوی، خشیت الٰہی ہم سب کے لئے نمونہ ہے، اللہ تعالی نے حضرت کو ایسی مقبولیت عطا کی ہے کہ ان کی وفات پر میں نے ہر شخص کو غم زدہ دیکھا، ان کے جنازے میں اتنی بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی کہ حیرت ہوتی ہے، ان کے جنازے بتاتے ہیں کہ اللہ کے پاس ان کی کتنی مقبولیت ہے۔

انہوں نے ویسے بہت سی تصانیف پیش فرمائیں ہیں جن میں سے چند کے نام یوں ہیں:

حضرت جی کے دلچسپ واقعات، دوائے دل، اصلاح دل، فقیر کا پیغام نسل نو کے نام، گناہ سے کیسے بچیں، تحفۂ یورپ، خواتین کے لئے تربیتی بیانات، باادب نا نصیب، عشق الٰہی، عمل سے زندگی بنتی ہے، نظر بد کے نقصانات، اولاد کی تربیت کے سنہری اصول، اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات، خطبات فقیر، خطبات دہند، نماز کے اسرار و رموز، حیا اور پاک دامنی، حالات فقیر، مثالی عورت، بیانات سیرت، ایمان کی اہمیت، مغفرت کی شرطیں، تصوف و

سلوک، ایمان کی اہمیت، لاہور سے تا خاک بخاری و سمرقند، جدید دلکش واقعات، عشق رسول۔

آپ کی تصنیفات پر بغور نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اصلاح امت کے لئے اپنا پورا وقت لگا دیا، انہوں نے دین اسلام کی تبلیغ کے لئے، دینی کاز کے لئے اپنا قلم اور اپنی زبان صرف کر دی، سوشیل میڈیا پر موجود ان کے بیانات میں ایسی کشش اور جاذبیت ہوتی ہے اور ایسا اثر ہوتا ہے کہ ہر سننے والا ان کا اثر قبول کرتا ہے۔

پا جا سراغ زندگی کے نام سے آپ کے خطبات کا مجموعہ 2013 میں شائع ہوا ہے جس کا جائزہ پیش کرنا چاہتا ہوں، یہ کتاب 384 صفحات پر مشتمل ہے جو فیصل انٹرنیشنل دہلی سے چھپی ہے۔

اس کے مقدمے میں حضرت جی کے حوالے سے بہت ہی پیاری بات صاحب مقدمہ نے لکھی ہے فرماتے ہیں کہ:

''حضرت اقدس دامت برکاتہم کی شخصیت عالم عرب وعجم میں کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے آپ کی شخصیت میں اللہ تعالی نے مقناطیست اور جاذبیت رکھی ہے، جو افراد، معاشرے کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے، حضرت جی دامت برکاتہم کی گفتگو میں تقوی کا حسن، علم کی خوشبو، پاکیزگی کا جمال اور عمل کی لذت ہوتی ہے، آپ کے بیان میں سوز، رقت اور واردات قلبی کا اظہار ہے، حضرت جی دامت برکاتہم اپنی کیفیات باطنی کو چند جملوں میں بیان فرما کر اہل دل حضرات کو سوز کا بڑا سرمایہ عطا کر دیتے ہیں'' (پا جا سراغ زندگی، ص5)

ان کی شخصیت میں اللہ کی خوشبو محسوس ہوتی ہے، وہ اپنی زبان سے ہمیشہ اللہ کی حمد وثنا اور اس کی بڑائی و کبریائی بیان کرتے ہیں اور اسی کے عشق کے واقعات ان کے یہاں ملتے

ہیں، حقیقت ہے کہ من کان للہ کان اللہ لہ (جو اللہ کا ہو گیا اللہ اس کا ہو گیا) ان کے بیانات سن کر پتہ نہیں کتنے لوگوں نے اپنی اصلاح کی ہے، ان کے بیانات کی جو محفلیں ہوتی ہیں ان میں ہر شخص گریہ وزاری کرتا ہوا، روتا ہوا، بلگتا ہوا محسوس ہوتا ہے، گویا بات دل سے نکلتی ہے اور دل پر اثر کرتی ہے، اللہ تعالی جس بندے سے محبت کرتے ہیں اس کے بارے میں جبرئیل کے ذریعے منادی کرا دیتے ہیں کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں اور تم مخلوق میں منادی کر دو کہ وہ بھی اس بندے سے محبت کرے، اس طرح اس بندے کی محبت ساری دنیا کے دل میں بیٹھ جاتی ہے، حضرت والا کا تعلق ہر مسلک والوں سے تھا، بلکہ سارے مسلک والے آپ سے محبت کیا کرتے تھے، کیونکہ حضرت والا صرف محبت کی اور اتحاد کی بات کرتے تھے اختلاف سے ان کا دور دور تک تعلق نہیں تھا، ان کے وقت میں بہت برکت تھی اور کم وقت میں انہوں نے جتنا زیادہ کام کیا ہے اس کی مثال ملنی مشکل ہے، حضرت والا سونے کے لئے بھی مشکل سے وقت نکالا کرتے تھے، باقی وقت سفر میں یا دعوت وتبلیغ میں لگایا کرتے تھے۔

پاجا سراغ زندگی کے عناوین پر نظر ڈالتے ہیں:

اللہ اللہ کیسا پیارا نام ہے، ایمان اور محبت الہی، خوف الہی کے انعامات، کتنے بڑے ہیں حوصلے پروردگار کے، حسن مصطفی، عشاق رسالت، تصوف کا مقصد، نیکی اور بدی، ماں کی عظمت، علم کی بہاریں، دنیاوی زندگی کی حقیقت۔

تمام خطبات پر گفتگو کرنے کے بجائے میں صرف پہلے خطبے پر بات کروں گا:

"اللہ اللہ کیسا پیارا نام ہے" اس میں اللہ تعالی کی عظمت، اس کی کبریائی اس کی بڑائی پر بات کی گئی ہے، ہمارے معاشرے میں اللہ کی عظمت کے علاوہ ہر شخصیت کی عظمت پر بات ہوتی ہے اللہ کی عظمت کے تذکرے کو جان بوجھ کر بھلا دیا جاتا ہے یا نظر انداز کر دیا

جاتا ہے، اللہ کی محبت ہر مسلمان کے دل میں ہونی چاہئے، ہر شخص جو اسلام کا دعویدار ہے اسے چاہئے کہ اپنے دل کو اللہ کا محبت سے سرشار کرے، اس کی تسبیح وتحمید، اس کی توصیف اور اس کی بڑائی بیان کرے، اللہ ہر چیز پر قادر ہے اسی رزاق خالق و مالک و مدبر ہے، کام بنانے والا وہی اور کام بگاڑنے والا وہی ہے۔

اللہ تعالی سے محبت کے بارے میں حضرت فرماتے ہیں کہ:

''اللہ رب العزت سے محبت کرنا فرض عین ہے، یہ ایمان کی بنیاد ہے، حضرت حسن بصریؒ ایک عجیب بات فرماتے تھے کہ جس شخص نے اللہ رب العزت کو پہچانا اس سے محبت کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور جس نے دنیا کی حقیت کو پہچانا وہ اس سے نفرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا، کتب سابقین میں ہے کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اے مرے بندے میں تجھے دوست رکھتا ہوں اپنے اس حق کے سبب سے جو تجھ پر ہے اب تو بھی مجھے اپنا دوست بنالے'' (پاجا سراغ زندگی، ص25)

محبت خداوندی کے بعد جہنمیوں کو جو بہت بڑا سزا ملتی ہے اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ دیدار الہی سے محروم ہونا یہ بہت بڑی سزا ہوگی اس کے مقابلے میں دیدار الہی کا ملنا جنتیوں کے لئے بہت بڑی نعمت ہوگی، نہ صرف یہ بلکہ اللہ ان سے بات بھی نہیں کرے گا، جب انسان کسی سے غصہ ہوتا ہے تو اس سے بات نہیں کرتا اور اسے دیکھنا پسند نہیں کرتا اسی طرح اللہ تعالی جہنم کے لوگوں سے سلوک کریں گے۔

حضرت والا جہاں اللہ تعالی کا تذکرہ کرتے ہیں تو ان کا قلم جھوم جھوم جاتا ہے گویا اس پر محبت الہی کا نشہ چڑھا ہوا ہو، وہ حب الہی میں سرشار ہے اور مست ہے، حضرت فرماتے ہیں کہ:

''آج دنیا کے بادشاہ جلوہ افروز ہوں تو محفل سجاتے ہیں اور جب مالک الملک جلوہ افروز ہوں

گے تو کیسی محفل سجی ہوگی، اس لئے اللہ رب العزت کا قرب اور اس کے دیدار کی لذت پانے کی دعائیں کثرت سے کرنی چاہئیں'' (ایضاً، ص28)

انس بن مالک ایک حدیث کے راوی ہیں جو فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص ایمان کی حلاوت اس وقت تک نہیں پا سکتا جب تک کہ وہ کسی شخص سے محبت کرے تو صرف اللہ سے کرے، اور اسے آگ میں ڈالا جانا اچھا لگے لیکن ایمان کے بعد کفر میں داخل ہونا پسند نہ ہو، اور جب تک اللہ اور اس کے رسول سے اسے ان کے سوا دوسری تمام چیزوں کے مقابلے میں محبت نہ ہو (صحیح بخاری)

حضرت والا اپنے خطبات میں خاص طور پر صحابہ کے واقعات اور انبیاء کے صحیح واقعات سناتے ہیں جن سے عبرت حاصل ہوتی ہے، صحابہ کے وہ واقعات جن میں خوف الٰہی تذکرہ وہو، خشیت الٰہی کا تذکرہ ہو بڑے ہی درد و کرب کے ساتھ بیان کرتے ہیں، انہوں نے بہت ہی سادہ انداز میں ان واقعات کو بیان کیا ہے۔

خاص کر اس پہلے خطبے کتاب اللہ یعنی قرآن مجید اور کتاب الرسول یعنی حدیث سے دلائل پیش کر کے انہوں نے اپنی بات کو ثابت کیا ہے، اس کے جہاں ضرورت پڑتی ہے وہاں واقعات کا تذکرہ بھی فرماتے ہیں تا کہ سننے والے کی اصلاح ہو جائے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس ضمن میں یوں بیان کرتے ہیں کہ:

''سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔ ٹاٹ کا لباس پہنا ہوا ہے۔ سب کچھ محبوب ﷺ کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں۔ اوپر سے حضرت جبرائیل علیہ السلام اترتے ہیں۔ جبرائیل امین علیہ السلام نے ٹاٹ کا لباس پہنا ہوا تھا۔ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ کی خدمت میں سلام پیش کیا اور عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ مجھے اللہ رب العزت نے بھیجا ہے۔ وہ ابو بکر

صدیقؓ کے عمل سے اتنا خوش ہیں کہ انہوں نے آسمان کے سارے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ تم بھی صدیق اکبرؓ کی طرح ٹاٹ کا لباس پہنو۔اسی لیے میں بھی ٹاٹ کا لباس پہن کر حاضر ہوا ہوں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جاؤ، پوچھ کر آؤ کہ کیا ابو بکر اس حال میں بھی مجھ سے خوش ہیں۔سیدنا صدیق اکبرؓ نے سنا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور کہنے لگے،"میں اپنے رب سے ہر حال میں راضی ہوں اللہ اکبر۔"(ایضاً،ص 37)

اسی خطبے میں سب اشارے اللہ کی طرف ،خائفین کا مقام،تکمیل ایمان،دوریاں ختم کرنے والا نام،اسم ذات کی برکات،اسم اعظم وغیرہ کے حوالے سے گفتگو فرمائی ہے۔

صوفی کی صفات اس ذیلی عنوان کے تحت جو اہم باتیں انہوں نے بیان کی ہے ہر صوفی کو چاہیئے کہ ان باتوں کی روشنی میں اپنی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرے،صوفی کی صفائی اس کے قلب سے شروع ہوتی ہے، گناہوں سے دنیوی آلودگیوں سے اس کا قلب پہلے صاف ہوتا ہے اس کے بعد اس میں نور خداوندی کے لئے جگہ بنتی ہے، جہاں گناہوں کی نجاست پہلے سے موجود ہو وہاں نور الٰہی کا نزول ناممکن امر ہے۔

یا اللہ کہنے کا راز ،اسم ذات کے حروف کی معرفت،حضرت عبدالعزیز دباغ کا کشف،اسم ذات کی برکت سے صور پھونکنے میں تاخیر،اسم ذات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تعریف، اللہ کا نام لینے سے نور برستا ہے ذیلی عناوین کے تحت حضرت والا نے اللہ تعالیٰ کے حوالے سے ایسے اسرار و رموز ہمارے سامنے رکھے ہیں کہ ان کو پڑھ کر ہم دنگ رہ جاتے ہیں۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کی خدمات کو قبول فرمائے آمین!

Dr. Khaja Moinuddin Sardar Sahil
Lecturer Dept of Urdu, Yogi Vemana University, Kadapa 516001 Andhra Pradesh
Cell:9885348482

افکارِ ذوالفقار : تزکیہ، عشقِ الٰہی اور اتباعِ سنت کا حسین امتزاج

مفتی رقیب الاسلام، مدرس جامعہ دینیہ منصوریہ مدرسہ، چوناری، گوالپارہ، آسام

تمہید موجودہ دور کے عظیم روحانی پیشوا اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ، حضرت پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندیؒ کے افکار کا مرکزی نقطہ انسان کے 'دل' کی اصلاح ہے۔ آپ کے افکار کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ نے جدید دور کے تقاضوں، ٹیکنالوجی اور سائنسی ترقی کو دین سے الگ کرنے کے بجائے، شریعت وطریقت کا ایسا حسین امتزاج پیش کیا ہے جو ایک یونیورسٹی کے طالب علم سے لے کر علماء وصلحاء تک، سب کے لیے قابلِ عمل ہے
آپ کے افکار کا نچوڑ یہ ہے کہ " شریعت جسم ہے اور طریقت اس کی روح ہے"۔

۱۔ تزکیہ نفس اور اصلاحِ قلب (بنیادی فکر):

حضرت کے افکار میں سب سے زیادہ زور " تزکیہ نفس" پر دیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب تک دل کی دنیا آباد نہیں ہوتی، انسان کے ظاہری اعمال میں وہ تاثیر پیدا نہیں ہوتی جو اللہ کو مطلوب ہے۔

قرآن کا حوالہ : اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا (سورۃ الشمس ۹)

" بے شک وہ کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا۔"

حضرت کا نظریہ : حضرت پیر ذوالفقار صاحبؒ اپنی کتاب " تصوف وسلوک" میں لکھتے ہیں کہ انسان ظاہری گناہوں جیسے (چوری، شراب) سے تو بچ جاتا ہے لیکن باطنی امراض جیسے

(تکبر، حسد، ریاکاری) اسے اندر سے کھوکھلا کر دیتے ہیں۔ آپ کے نزدیک تصوف کوئی الگ چیز نہیں بلکہ انہی باطنی امراض کے علاج کا نام ہے۔

۲۔ عشقِ الٰہی: اطاعت کی بنیاد:

عام طور پر دین پر عمل جہنم کے خوف کی بنیاد پر کروایا جاتا ہے، لیکن حضرت کے افکار میں "محبت اور عشق" کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب بندہ اللہ سے محبت کرتا ہے تو گناہ چھوڑنا مشکل نہیں رہتا بلکہ گناہ سے نفرت ہو جاتی ہے۔

قرآن کا حوالہ: وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ (سورۃ البقرہ ۱۶۵)

"اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ کی محبت میں بہت سخت ہیں۔"

کتاب کا حوالہ: اپنی مشہور کتاب "عشقِ الٰہی" میں حضرت لکھتے ہیں کہ "عقل راستے کے نشیب و فراز دکھاتی ہے جبکہ عشق منزل تک پہنچا دیتا ہے۔" آپ کے نزدیک خشک عبادت کے بجائے وہ سجدہ قیمتی ہے جس میں آنکھ سے ندامت یا محبت کا آنسو ٹپک پڑے۔

۳۔ حفاظتِ نظر: عصرِ حاضر کا جہاد:

حضرت پیر ذوالفقار صاحب کے اصلاحی بیانات میں "بدنظری" سے بچنے پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ آپ اسے موجودہ دور کا سب سے بڑا فتنہ قرار دیتے ہیں۔

حدیث کا حوالہ: النَّظَرُ سَهْمٌ مَسْمُومٌ مِنْ سِهَامِ إِبْلِيسَ، فَمَنْ تَرَكَهُ مَخَافَةَ اللهِ، أَثَابَهُ اللهُ إِيمَانًا يَجِدُ حَلَاوَتَهُ فِي قَلْبِهِ. (مستدرک حاکم)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے۔ جو شخص اللہ کے خوف سے اسے چھوڑ دے، اللہ اسے ایسا ایمان عطا فرمائیں گے جس کی مٹھاس

وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔"

حضرت کا فکر : کتاب "بدنظری کے ۱۴ نقصانات" میں آپؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی آنکھوں کی خیانت نہیں چھوڑ سکتا، وہ کبھی بھی ولایت کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ بدنظری سے "حلاوتِ ایمانی" (ایمان کی مٹھاس) سلب ہو جاتی ہے۔

۴۔اتباعِ سنت : کامیابی کی کنجی:

آپ کے افکار میں تصوف کا مطلب رہبانیت یا دنیا چھوڑنا نہیں، بلکہ نبی کریم ﷺ کی سنتوں کو زندہ کرنا ہے۔ آپ کا یہ جملہ بہت مشہور ہے کہ "اللہ تک پہنچنے کا سب سے چھوٹا راستہ سنتِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔"

قرآن کا حوالہ : قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (سورۃ آل عمران ۳۱)

"کہہ دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تم سے محبت کرے گا۔"

کتاب کا حوالہ : "پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنتیں" میں آپ نے زندگی کے ہر شعبے (کھانے، پینے، سونے، تجارت) میں سنت کے عملی پہلو اجاگر کیے ہیں اور یہ درس دیا ہے کہ عاشق کا ہر عمل محبوب (ﷺ) کی اداؤں کے مطابق ہونا چاہیے۔

۵۔فکرِ آخرت اور دنیا کی حقیقت

حضرت کے خطبات میں دنیا کی بے ثباتی کا ذکر بہت کثرت سے ملتا ہے۔ آپ مسلمانوں کو جدید دنیاوی ترقی سے نہیں روکتے، بلکہ دنیا کو دل میں بسانے سے روکتے ہیں۔

مثال : آپ فرماتے ہیں کہ کشتی پانی میں رہے تو ٹھیک ہے، لیکن اگر پانی کشتی میں آجائے تو

وہ ڈوب جاتی ہے۔اسی طرح دنیا ہاتھ میں ہو تو نعمت ہے، دل میں گھر کر جائے تو ہلاکت ہے۔

حوالہ : کتاب "خواتینِ اسلام کے لیے مشعلِ راہ" اور "خطباتِ فقیر" میں آپ نے بارہا موت کی یاد (مراقبہ موت) کی تلقین کی ہے تاکہ انسان غفلت سے بیدار رہو۔

خلاصہ کلام

حضرت پیر ذوالفقار صاحب کے افکار کا نچوڑ یہ ہے کہ انسان ٹیکنالوجی کے اس دور میں بھی اپنے دل کا تعلق اللہ سے جوڑ سکتا ہے۔آپ کی تعلیمات "خلوت درانجمن" (ہجوم میں رہ کر بھی دل اللہ کے ساتھ ہو) کی بہترین عکاس ہیں۔

مرکزی نکات:

اصلاح کا آغاز ظاہر کے بجائے باطن (دل) سے کیا جائے۔

دین پر عمل محبت کے جذبے سے کیا جائے۔

سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر رسم و رواج پر ترجیح دی جائے۔

گناہوں بالخصوص بدنظری سے مکمل اجتناب کیا جائے۔

Rakibul Islam

Joybhum, lakhipur, Dist: Goalpara (Assam), Pin: 783129

Mobile: 7669757124

حضرت پیر صاحبؒ اپنے عہد کے عظیم مفکر عالَم

حضرت مولانا مفتی کلیم اللہ صاحب قاسمی. استاذ الحدیث والفقہ مدرسہ معدن العلوم وانمباڑی
وخلیفہ شیخ المشائخ، جامع السلاسل، محب السنہ حضرت مولانا غلام الرحمن صاحب مظاهری دامت برکاتھم

اولیائے عظام اللہ تعالیٰ کے وہ برگزیدہ بندے ہیں جن کے مناقب وفضائل قرآن کریم اور صحیح احادیث کے اندر نمایاں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان وتقوی، خوفِ الٰہی، پرہیزگاری اور اطاعت واتباع سے مزین اور آراستہ ہوتے ہیں۔ فرائض کے پابند، نوافل کے شیدا، محرمات سے دور، مکروہات سے نفور اور اپنے ہر عمل میں خواہشات نفس کے بجائے رضائے الٰہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اولیاء اللہ وہ پاکیزہ اور انعام یافتہ ہستیاں ہیں جو ''اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ'' کے مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ علم ان کا اعزاز، عشقِ خداوندی ان کا افتخار، محبتِ رسول ﷺ ان کا امتیاز، قرآن ان کی پہچان، عمل صالح ان کی زندگی کا شعار، فقر ان کی ڈھال، سادگی ودرویشی ان کی زِرّہ بن کر انہیں راہِ حق پر چلتے رہنے کا حوصلہ بخشتے ہیں۔ اولیاء اللہ وہ ہوتے ہیں جن کے دلوں میں ایمان ویقین ہو، جن کا ظاہر تقویٰ اور پرہیزگاری میں ڈوبا ہوا ہو، جتنا تقویٰ ہوگا اتنی ہی ولایت ہوگی۔ اولیاء اللہ وہ ہیں جو فرائض کی ادائیگی سے اللہ عزوجل کا قرب حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول رہے اور ان کا دل اللہ تعالیٰ کے نورِ جلال کی معرفت میں مستغرق ہو، جب دیکھے قدرتِ الٰہی کے دلائل کو دیکھے اور جب سنے اللہ عزوجل کی آیتیں ہی سنے اور جب بولے تو اپنے رب عزوجل کی ثنا ہی کے ساتھ بولے اور جب حرکت کرے، اطاعتِ الٰہی میں حرکت کرے اور جب کوشش کرے تو اسی کام میں کوشش کرے جو قربِ

الٰہی کا ذریعہ ہو، اللہ عزوجل کے ذکر سے نہ تھکے اور چشمِ دل سے خدا کے سوا غیر کو نہ دیکھے۔ یہ صفت اَولیاء کی ہے، بندہ جب اس حال پر پہنچتا ہے تو اللہ عزوجل اس کا ولی و ناصر اور معین و مددگار ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ وہ ہوتے ہیں جو رضائے الٰہی کی خاطر اپنے نفس کو مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے مصداق بن جاتے ہیں یعنی مرنے سے پہلے اپنے نفس کو مار چکے ہوتے ہیں ان کو موت کا بھی غم نہیں ہوتا بلکہ ان کے نزدیک موت تو وصالِ یار کا ذریعہ ہے۔ اولیاء اللہ وہ ہوتے ہیں جو مخلوق خدا سے بے غرض ہو کر حب الٰہی کے خاطر محبت کرتے ہیں جیسا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: " قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »: إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ لَأُنَاسًا مَا هُمْ بِأَنْبِيَاءٍ وَلَا شُهَدَاءَ يَغْبِطُهُمُ الأنبياءُ والشهداءُ يومَ القيامةِ بِمَكَانِهِمْ مِنَ اللّٰهِ«. قَالُوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ؟ قَالَ»: هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوا بِرُوحِ اللّٰهِ عَلَى غَيْرِ أَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا أَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا فَوَاللّٰهِ إِنَّ وُجُوهَهُمْ لَنُورٌ وَإِنَّهُمْ لَعَلَى نُورٍ لَا يَخَافُونَ إِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا يَحْزَنُونَ إِذَا حَزِنَ النَّاسُ« وَقَرَأَ الْآيَةَ: (أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يحزنونَ) رَوَاهُ أَبُو دَاوُد۔

(ترجمہ) عمرؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے بندوں میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ تو انبیا ہیں اور نہ شہدا، لیکن روز قیامت اللہ کے ہاں ان کے مقام و مرتبہ پر انبیاؑ اور شہدا بھی رشک کریں گے۔" صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمیں بتائیں کہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ لوگ ہیں جو آپس میں نہ تو کسی رشتے ناتے کی وجہ سے محبت کرتے ہیں نہ کسی مالی شراکت کی بنا پر بلکہ وہ محض اللہ کے

حکم اور قرآنی اتباع میں باہم محبت کرتے اور لین دین کرتے ہیں، اللہ کی قسم! ان کے چہرے چمکتے ہوں گے اور وہ نور (کے منبروں) پر ہوں گے، اور جب دیگر لوگ خوف میں مبتلا ہوں گے تو وہ خوف زدہ نہیں ہوں گے اور جب دیگر لوگ غم کا شکار ہوں گے تو وہ غم زدہ نہیں ہوں گے۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "سن لو! بے شک اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

(حسن، رواہ ابوداؤد، مشکوۃ المصابیح/ کتاب الآداب/ حدیث 5012)

اولیاء کرام کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور پھر اہلِ زمین کے دلوں میں بھی ان کی محبت ڈال دیتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو باآواز بلند یہ بتاتا ہے کہ دیکھو! میں فلاں شخص کو دوست رکھتا ہوں، پس تم بھی اس سے محبت رکھو، پس جبرائیل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر جبرائیل علیہ السلام آسمانی مخلوق میں ندا دیتے ہیں کہ اللہ عزوجل فلاں بندے سے محبت کرتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو، پس آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر زمین والوں کے دلوں میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

(بخاری، 2/382، حدیث 3209 – مسلم، ص 1086، حدیث 6705)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ (ترجمہ) بیشک وہ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے عنقریب رحمٰن ان کے لیے محبت پیدا کردے گا (پ16، مریم 96) تفسیر: اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں اکثر مفسّرین نے بخاری و مسلم کی مذکورہ بالا حدیثِ پاک بیان فرمائی ہے۔ اور "وُدًّا" کی تفسیر میں مزید فرمایا کہ

اس سے مراد دنیا میں اچھی روزی، لوگوں کی زبانوں پر ذکرِ خیر اور مسلمانوں کے دلوں میں محبت ہے۔ امام مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خود اس بندے سے محبت فرماتا ہے اور مخلوق کا محبوب بنا دیتا ہے۔ (تفسیر طبری، 8/385، مریم، تحت الآیہ 96)

حضرت ہرم بن حیانؒ فرماتے ہیں : جب بندہ اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کے دلوں کو اس کی طرف متوجہ کر دیتا ہے یہاں تک کہ اسے لوگوں کی محبت وشفقت عطا کر دیتا ہے۔ (خازن، 3/248، مریم، تحت الآیہ 96)

علّامہ اسماعیل حقیؒ نے تاویلاتِ نجمیہ کے حوالے سے ایمان، اعمالِ صالحہ اور اُن کے ثمرات کو ایک خوبصورت مثال کے انداز میں یوں بیان فرمایا ہے : یہ آیت اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب ایمان کا بیج دل کی زمین میں بویا جائے اور نیک اعمال کے پانی سے اس کی پرورش کی جائے تو وہ بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کا پھل نکل آتا ہے اور اس کا پھل اللہ تعالیٰ کی محبت، انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، فرشتوں اور مؤمنین سب کی محبت ہے۔ (روح البیان، 5/359، مریم، تحت الآیہ 96)

آیت وحدیث کے فرمان سے معلوم ہوا کہ مؤمنینِ صالحین و اولیائے کاملین کی مقبولیتِ عامہ ان کی محبوبیتِ خداوندی کی دلیل اور خاص عطیہ الٰہیہ ہے۔ اور فرمانِ حدیث کے مطابق لوگوں کے دل صالحین و اولیاء کی طرف قدرتی طور پر راغب ہوجاتے ہیں، وہ اپنی شہرت ومقبولیت کے لئے کوئی اہتمام نہیں کرتے جیسا کہ امام فخر الدّین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ یہاں ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صالحین کے لئے لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا فرما دیتا ہے حالانکہ وہ نیک لوگ نہ تو لوگوں سے محبت طلب کرتے ہیں اور نہ ہی لوگوں کی

نظر میں پسندیدہ بننے کے اسباب اختیار کرتے ہیں بلکہ یہ (لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا کرنا) خاص اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ (تفسیر کبیر، 7/567، مریم، تحت الآیہ 96)

اِس آیتِ مبارکہ کے معانی اور اولیاء کرام کے اعمالِ صالحہ، اخلاقِ حسنہ، خصائلِ جمیلہ اور اوصافِ حمیدہ کو دیکھتے ہیں تو قرآن پاک کی صداقت پر ایمان تازہ ہو جاتا ہے چنانچہ مختلف اولیاء کرام کی سیرت کو ایک نظر دیکھیں تو ایمان کے درخت پر اعمالِ صالحہ کی شاخیں جھومتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ ان کی زندگی کتاب وسنّت کی پیروی، علم وعمل میں موافقت، آخرت کی دنیا پر ترجیح کا مظہر ہوگی، ان کے شب وروز کے معمولات میں شب بیداری، سوز وگداز، قیامُ اللیل، سجودِ محبت وخشیت، ذکرِ الٰہی، تلاوتِ قرآن، تفکر وتدبر، توبہ واستغفار نظر آئے گا۔ ان کے قلبی اعمال میں محاسبہِ اعمال، اخلاص وللّٰہیت، صبر وشکر، توکل علی اللہ، توحیدِ کامل، تسلیم و رضا، فقر وقناعت، زہد وورع، فکرِ آخرت، محبت ورضائے الٰہی، خیر خواہی، احترامِ مسلم، حسنِ ظن کے روشن پہلو ہوں گے۔ ان کے قول وفعل میں نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو، مسلمانوں سے حسنِ ظن، عفو و درگزر، چشم پوشی، مخالفین کے ساتھ حسنِ سلوک، حقوقُ العباد کی ادائیگی، مخلوق پر شفقت و رحمت کا ظہور ہوگا، ان کا شیوہ عاجزی و انکساری ہوگا اور ان سب کے باوجود اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر اور بُرے خاتمے سے ڈرتے ہوں گے۔

یہ وہ ہیں جن پر مؤمنین، صالحین، متقین، صابرین، شاکرین، خاشعین، مطیعین، متوکلین، محبین، ناصحین، اصحابِ یمین وغیرہا کے اوصاف کھلی آنکھوں نظر آئیں گے اور ان کے صلہ میں اللہ تعالیٰ ان کی محبت وعقیدت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔

اولیاء اللہ وہ ہوتے ہیں جن کا چہرہ دیکھنے سے اللہ تبارک وتعالیٰ یاد آجائے۔ جیسا

کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم :من أولياء الله؟ قال» :الذين إذا رءوا ذكر الله۔ (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اولیاء اللہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جنھیں دیکھ کر اللہ عز وجل یاد آجائے۔ (السنن الکبریٰ، للنسائی، رقم۔ 11235)

اولیاء اللہ کی شان و پہچان میں ایک جامع ترین حدیثِ قدسی ہے :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :"إن الله قال :من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب وما تقرب إلى عبدي بشيء أحب إلي مما افترضت عليه، وما يزال عبدي يتقرب إلي بالنوافل حتى أحبه فإذا أحببته كنت سمعه الذي يسمع به وبصره الذي يبصر به، ويده التي يبطش بها ورجله التي يمشي بها وإن سألني لأعطينه ولئن استعاذني لأعيذنه۔ (بخاری حدیث 6502)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عز وجل فرماتا ہے کہ جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے گا تو اس کے ساتھ میرا اعلانِ جنگ ہے اور بندہ جن چیزوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے ان میں سے سب سے زیادہ محبوب ترین چیز (جس سے اللہ کا قرب ملتا ہے) وہ ہے جو میں نے اس پر لازم کی ہیں (یعنی فرائض و واجبات سے اللہ کا قرب ملتا ہے) اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ میرا محبوب بن جاتا ہے اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے (یعنی اللہ کا ولی وہی سنتا ہے جو اللہ کو پسند ہو) اور میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے (یعنی اللہ کا ولی وہی کچھ دیکھتا ہے جو اللہ کو پسند ہو اس لیے آنکھوں کے گناہ سے دور رہتا ہے) اور

میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے (یعنی اللہ کے ولی کے ہاتھ اللہ کی نافرمانی ظلم و گناہ میں مبتلا نہیں ہوتے) اور میں اس کے قدم ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے (یعنی اللہ کے ولی کے قدم کبھی برائی کی طرف نہیں اٹھتے) اگر وہ (باعمل نیک عبادت گذار پرہیز گار اللہ کا ولی) مجھ سے کچھ سوال کرتا ہے تو میں ضرور اسے دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو ضرور پناہ دیتا ہوں۔

اولیاء اللہ وہ مخلص اہل ایمان ہیں جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کے سبب اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتے ہیں، چنانچہ خلاّق دو عالم اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے :

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ الَّذِينَ امَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمٰتِ اللهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۔(یونس ٦٢۔٦٥)

(ترجمہ) سن لو بے شک جو اللہ کے دوست ہیں نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (گناہوں سے) بچتے رہے۔ ان کے لیے دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے، اللہ کی باتوں کے لیے کوئی تبدیلی نہیں، یہ عظیم کامیابی ہے، آپ کو ان کی باتیں غمگین نہ کریں، بے شک ساری کی ساری عزت اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ ہر بات سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انہیں دنیا اور آخرت دونوں جگہ اپنی رحمت، رضامندی اور جنت کی خوش خبری دی ہے۔ امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ وغیر ہم نے حضرت ابوالدرداء اور

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : دنیاوی زندگی میں بشارت سے مراد نیک خواب ہے جو مسلمان آدمی دیکھتا ہے۔اور قرآن وسنت سے یہ بھی ثابت ہے کہ فرشتے موت سے پہلے اللہ کے نیک بندوں کو جنت کی خوش خبری دے دیتے ہیں۔

محترم قارئین کرام! دورِ حاضر میں جن عظیم ہستیوں نے آیاتِ بیّنات اور احادیثِ طیبات میں مذکور جملہ فضائل ومناقب کو اپنی ذاتِ اقدس میں مجسم کر دکھایا ہے تو اُن میں سرفہرست وہ روشن وتاباں شخصیت ہیں جو جملہ فضائل ومناقب کے روشن پیکر، اوصافِ حمیدہ کے جامع، متنوع اخلاقی وروحانی کمالات کے حامل، ملتِ اسلامیہ کے عظیم مفکر، انسانیت کے بے لوث خیر خواہ، امت کے دردمند دل، قوم وملت کے محسن، شریفُ النفس اور سراپا نفع بخش شخصیت، اہلِ علم وخلائق کے مرجع وملجا، محبوب العلماء والمشائخ حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ ہی تھے۔ کیونکہ آپ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ مبارکہ میں وارد جملہ فضائل ومناقب کا جیتا جاگتا روشن اور درخشاں پیکر، اوصافِ حمیدہ کے جامع اور اخلاقی وروحانی کمالات کے مظہرِ اتم اور آئینہ دار تھے۔

ایک ایسی بے مثال اور باکمال شخصیت، جن کی سرشت سراسر صفا، دل آئینۂ حق نما، طبیعت سراپا خیر خواہی، سینہ صداقت واخلاص کا مظہر، ہاتھ فیاض، نظر سیر چشم، گفتار نہایت نرم وشیریں، فکر ہر آن آخرت سے معمور، جن کی پیشانی فرخندہ اور چہرہ نورِ ایمانی سے تابندہ اور جن کی ذات ہر خاص وعام کے لیے محبوب ودل عزیز، ان کی ہر ملاقات رحمت وبرکت کا پیغام سے بھرپور، ان کی ہر مجلس دلوں کو نورِ ہدایت سے منور کردینے کی پُرتاثیر، وہ ہر لمحہ اپنے دل ودماغ، قول وعمل کو عشقِ الٰہی میں سرشار رکھنے والے، کامل طور پر عامل بالسنہ اور بدعات کے

قاطع تھے۔جن کی جامع شخصیت میں بالغ نظر مصلح کی حکمت، نکتہ رس مبلغ کی بصیرت، صاحبِ فراست مدبر کی دانائی، دوراندیش مربی کی شفقت، جہد وعمل کے پیکر کی استقامت اور فرض شناس منتظم کی بے مثال ذمہ داری ایک دل آویز توازن کے ساتھ جلوہ گر تھیں؛ اور جنہیں ربِ کریم نے ان اوصافِ جلیلہ کے ساتھ ساتھ تواضع، خندہ روئی، حلم، بردباری اور مکارم ومحاسنِ اخلاق جیسے بے نظیر اوصافِ حمیدہ سے بھی خاص طور پر ممتاز فرمایا تھا۔اور شریعت وطریقت کا حسین امتزاج ان کی ذات میں نمایاں تھا، اور اتباعِ سنت ان کی زندگی کا امتیازی وصف تھا۔ علماء، مشائخ، صلحاء اور عوام الناس سب کے لیے وہ مرجع ومرکزِ عقیدت تھے۔وہ عظیم شخصیت محبوبُ العلماء والصلحاء، مرجعُ العلماء والخلائق حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی مجددیؒ کی ذات گرامی ہے۔ بلاشبہ وہ عصرِ حاضر میں دین وملت کے لیے ایک عظیم نعمت تھے۔آج یہ آفتابِ ہدایت ہماری نگاہوں کی دنیا سے ہمیشہ کے لیے غروب ہو چکا ہے، اور اپنے اسلافِ صالحین، مشائخ واکابر کی صف میں شامل ہو کر راحتوں اور نعمتوں کے باغات سے معمور، طاعات وحسنات کے ثمرات سے شاداں وفرحاں جماعت میں جا ملے ہیں۔ ﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ﴾ (سورۃ الطور 17)

حضرتؒ نے مختصر علالت کے بعد 72 برس کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔سلسلۂ نقشبندیہ ومجددیہ کے اس جلیل القدر بزرگ کی وفات سے عالمِ اسلام بالخصوص دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ان کے خلفاء، مریدین، معتقدین اور متوسلین کے دل غم واندوہ سے نڈھال ہو گئے۔

حضرت پیر صاحبؒ نے اپنے مؤثر طرزِ تدریس، بصیرت افروز دروس اور اصلاحی

بیانات کے ذریعے بے شمار دلوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کیا اور انہیں سنتِ نبوی ﷺ کی پیروی، تزکیۂ نفس اور اصلاحِ باطن کی راہ دکھائی۔ ان کی پوری زندگی بندگانِ خدا کو خالقِ حقیقی سے جوڑنے، شریعت کی پاسداری اور روحانی تربیت کے لیے وقف رہی۔ یقیناً آپ کی وفات ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ آپ کی نمازِ جنازہ بروز پیر، بتاریخ 16 دسمبر 2025ء، بعد نمازِ ظہر، المعہد الفقیر الاسلامی، جھنگ (پاکستان) میں ادا کی گئی۔ اگرچہ وہ اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے، مگر ان کی علمی، روحانی اور اصلاحی خدمات، ان کی مبارک سیرت اور خلوص و للّٰہیت سے بھرپور جدوجہد ہمیشہ اہلِ ایمان کے قلوب میں زندہ و تابندہ رہے گی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، ان کی قبر کو نور سے معمور کرے، اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے، ان کی تعلیمات سے فیض یاب ہونے اور دینِ اسلام کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا ربَّ العالمین۔

برصغیر پاک و ہند اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم کا مظہر رہا ہے کہ یہاں دینِ متین کے تمام شعبہ ہائے حیات کی اساس و بنیاد میں صوفیائے کرام کی مخلصانہ مساعی اور جاں فشانی کارفرما رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس خطۂ ارض میں دین کے مختلف شعبے آج بھی نہ صرف قائم و دائم ہیں بلکہ کسی نہ کسی درجے میں اپنی افادیت اور اثر انگیزی کا عملی ثبوت فراہم کر رہے ہیں۔ کسی بھی ادارے، تحریک یا سماج کے لیے یہ امر ناگزیر ہوتا ہے کہ وہ اپنے ماضی سے پوری طرح آگاہ ہو، تاکہ ماضی کے تجربات و روایات کی روشنی میں حال کی تعمیر اور مستقبل کا واضح لائحۂ عمل مرتب کیا جا سکے، نیز یہ بھی متعین ہو سکے کہ دنیاوی و اُخروی فلاح و کامرانی کا درست منہج کیا رہا ہے۔ اگر کوئی قوم یا جماعت اس تاریخی شعور سے غفلت برتتی ہے تو رفتہ رفتہ وہ اپنا

وجود، تشخص اور اثر کھو بیٹھتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہمارے ماضی کی فکری، روحانی اور سماجی زرخیزی کا اصل راز رسولِ اکرم ﷺ کے اقوال، افعال اور احوال کی حفاظت، اور انہیں کامل اخلاص کے ساتھ برتنے اور افراد و سماج کی ان روشن ہدایات و کیفیات کی روشنی میں تیار کرنے میں پنہاں رہا ہے۔ تاریخِ اسلام میں اس عظیم ذمہ داری کو پوری دیانت، حزم اور استقامت کے ساتھ ادا کرنے والا طبقہ صوفیائے کرام ہی کا رہا ہے۔ پہلی صدی ہجری ہی سے اہلِ دل حضرات کی سرگرمیاں ہمہ گیر اور متنوع نوعیت کی حامل رہی ہیں۔ جہاد کے میدانوں میں جان و مال کی قربانیاں پیش کرنے والے ہوں یا ریاست وحکومت کے اداروں کو عدل و احسان کے مثالی منہج پر چلانے والے، علوم وفنون کی تدوین و ترتیب کا معرکہ سر کرنے والے ہوں یا اغیار کے فاسد افکار و فلسفوں کی بنیادیں متزلزل کرنے والے، تفسیر و حدیث اور فقہ و دیگر دینی علوم کی تدریس و اشاعت کو زندہ و تابندہ رکھنے والے ہوں یا وعظ و نصیحت، تصنیف و تالیف کے ذریعے اصلاح و ارشاد کی مسند سجانے والے ہوں۔ یہ تمام بلند پایہ اور مثالی شخصیات اپنے اپنے وقت کے صوفیائے کرام کی صحبت، تربیت اور ذکر و شغل سے فیض یافتہ رہی ہیں۔ انہی نفوسِ قدسیہ کے ذریعے دینِ متین کی آبیاری ہوتی رہی اور تاریخِ اسلام کے حق و باطل کے فیصلہ کن معرکوں میں انہی کا کردار بنیادی اور فیصلہ کن نوعیت کا حامل رہا ہے۔ اس تناظر میں اہلِ اسلام پر ایک عظیم ذمہ داری یہ بھی عائد ہوتی ہے کہ ایسی نادر اور درخشاں شخصیات کے حالات و واقعات کو محفوظ کیا جائے اور انہیں آئندہ نسلوں تک منتقل کیا جائے، تا کہ وہ ان کے فیوض و برکات سے مستفید ہوں اور ان کے احوال و آثار سے اپنی اصلاح و رہنمائی کی راہ متعین کر سکیں۔

محبوبُ العلماء والصلحاء، مرجعُ العلماء والخلائق حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی مجددیؒ کی ذاتِ گرامی اسی تابندہ قافلے کے سرخیل میں شمار ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یونیورسٹی اور کالج کے ماحول سے منتخب فرما کر اپنے مقرب بندوں کی صحبت و اصلاح کے ذریعے سنوارا، پھر بندگانِ خدا کے جسمانی و روحانی علاج کے عظیم اور ہمہ گیر فریضے کے لیے برگزیدہ فرمایا۔

حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی ذاتِ گرامی اوصافِ حمیدہ اور روحانی کمالات کا ایسا حسین امتزاج تھی جس میں ہر وصف اپنی جگہ درخشاں تھا، مگر ان تمام صفات میں جو وصف سب پر حاوی اور نمایاں ہو کر جلوہ گر ہوتا ہے، وہ فقرِ اختیاری ہے۔ یہی وہ جوہرِ خاص ہے جس نے حضرت کی شخصیت کو محض ایک بزرگ یا مربی کے درجے تک محدود نہیں رکھا، بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے اُن خاص بندوں میں شامل کر دیا جن کے وجود سے دین کی تجدید اور قلوب کی اصلاح کا کام لیا جاتا ہے۔ عام فہم میں فقر کو اکثر تنگ دستی، محرومی یا بے بسی کے مفہوم میں لیا جاتا ہے، حالانکہ تصوف کی زبان میں فقر محض معاشی حالت کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک باطنی کیفیت، قلبی مقام اور روحانی مرتبہ ہے۔ فقر کی ایک صورت وہ ہے جو انسان پر اس کے اختیار کے بغیر مسلط ہوتی ہے؛ یعنی حالات ایسے ہوتے ہیں کہ وہ دنیاوی نعمتوں، آسائشوں اور سہولتوں سے محروم رہتا ہے۔ یہ فقر بھی اگر صبر و رضا کے ساتھ ہو تو اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، کیونکہ اس میں بندہ بہت سے دنیوی فتنوں سے محفوظ رہتا ہے۔ لیکن حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی زندگی جس فقر کی عملی تفسیر تھی، وہ اس سے کہیں بلند اور مشکل مقام ہے۔ فقرِ اختیاری وہ اعلیٰ درجہ ہے جس میں انسان کے لیے دنیا کے دروازے کھلے ہوں، رزق کے اسباب میسر ہوں،

عزت و مقام، ملازمت اور مستقبل کی ضمانتیں موجود ہوں، مگر وہ سب کچھ اپنے ارادے اور اختیار سے ترک کر کے اللہ کے دین کی خدمت اور مخلوقِ خدا کی اصلاح کو اپنا مقصدِ حیات بنا لے۔ یہی وہ فقر ہے جس کامل کی مثال ہمیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ میں نظر آتی ہے؛ آپ ﷺ کے لیے دنیا کے خزانے حاضر ہو سکتے تھے، مگر آپ ﷺ نے زہد، سادگی اور کامل عبدیت کو اختیار فرمایا، اور اسی کو قربِ الٰہی کا راستہ بنایا۔

مشاہدے اور اہلِ تعلق کی شہادت کے مطابق حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجدی رحمہ اللہ کو یہی فقرِ اختیاری نصیب ہوا تھا۔ یہی فقر ان کی روحانی عظمت، ان کے اثراتِ بعیدہ، قبولیتِ عامہ اور اثر انگیز شہرت کی اصل بنیاد بنا۔ حضرت نے تقریباً چالیس برس کی عمر میں ایک ایسا فیصلہ کیا جو بظاہر دنیا کی منطق کے خلاف، مگر آخرت کی میزان میں انتہائی بھاری تھا۔ انہوں نے مستحکم دنیاوی ملازمت، روشن کیریئر، مستقبل کی مادی ضمانتوں اور ظاہری آسائشوں کو ترک کر کے اپنی پوری زندگی تصوف، تزکیۂ نفس اور خدمتِ دین کے لیے وقف کر دی۔

حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے خود ایک مجلس میں نہایت اثر انگیز انداز میں بیان فرمایا کہ انہوں نے کس طرح سب کچھ ترک کر کے فقیری اور درویشی کی راہ اختیار کی۔ "
حضرت نے فرمایا: "میں ایک زمانے میں ایک بڑے ادارے میں کام کرتا تھا۔ میں چیف انجینئر رہا بلکہ جنرل منیجر (پلاننگ اینڈ ڈیولپمنٹ کے اعلیٰ عہدے پر) تھا، میرے زیرِ نگرانی تقریباً پینتیس فیکٹریاں تھیں۔ میرا تجربہ اس درجے کا تھا کہ جہاں کہیں بھی کوئی بڑی خرابی آ جاتی، مالک خود مجھے بھیجتا کہ جا کر مسئلہ حل کروں۔ اس زمانے میں میری کنسلٹینسی فیس ایک

دن کی ایک لاکھ روپے تھی، اور یہ آج سے تقریباً تیس سال پہلے کی بات ہے، جب ڈالر کا ریٹ صرف اٹھارہ روپے تھا۔ ایک مرتبہ ایک شوگر مل میں خرابی آ گئی، وہاں سے میرے مالک کو فون آیا کہ اپنے انجینئر کو بھیجیں۔ میں سات دن کے لیے گیا، وہیں قیام کیا، اور سات لاکھ روپے لے کر واپس آیا، ایسی میری جاب تھی۔ پورے شہر میں سب سے زیادہ ٹیکس دینے والوں میں میرا شمار ہوتا تھا، تقریباً ساٹھ فیصد ٹیکس کٹتا تھا اور اٹھارہ سال تک میں شہر کا سب سے بڑا ٹیکس پیئر رہا۔ واقعی ایک بہت اعلیٰ اور کامیاب نوکری تھی لیکن میں نے دل میں ایک نیت کر رکھی تھی کہ جب میری عمر چالیس سال ہو جائے گی تو میں دنیاوی نوکری چھوڑ دوں گا اور اپنی پوری زندگی دین کے لیے وقف کر دوں گا۔ الحمدللہ جب وہ وقت آیا تو میں نے دنیا کو چھوڑ کر دین کے لیے وقت دینا شروع کر دیا۔"

یہ فیصلہ نہ کسی عارضی جوش کا نتیجہ تھا، نہ کسی جذباتی کیفیت کی پیداوار، بلکہ ایک گہری فکر، طویل مجاہدے اور کامل استخارے کے بعد کی گئی شعوری قربانی تھی۔ اسی اخلاص اور للّٰہیت کا یہ ثمر ظاہر ہوا کہ حضرت کی ذات آنے والے برسوں میں لاکھوں انسانوں کے لیے ہدایت، اصلاح اور رجوع الی اللہ کا مرکز بن گئی۔ اور فقرِ اختیاری کا سب سے بڑا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کا دل دنیا کی محبت سے خالی اور اللہ کی محبت سے معمور ہو جاتا ہے۔ حضرت کی خانقاہی فضا، ان کی مجالسِ اصلاح، ان کے خلفائے کرام اور ان کی ہمہ گیر دینی و اصلاحی خدمات اسی حقیقت کی زندہ شہادت ہے۔ اور لاکھوں طالبانِ حق کا ان سے وابستہ ہو جانا کوئی اتفاق نہیں، بلکہ اس اخلاصِ کامل کا فطری نتیجہ ہے جو دنیا کو پیچھے چھوڑ کر دین کو اختیار کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔

آپ نے اپنے اکابر و اسلاف کے مجرّب و مستند طریقوں پر عمل پیرا ہو کر پوری یکسوئی، خلوص اور استقامت کے ساتھ کارِ اصلاح میں ہمہ تن مصروف رہ کر خلقِ خدا کی رہنمائی اور خدمت کا حق ادا فرمایا۔ الحمدللہ اپنے مشائخ واکابر کی عظیم نسبتوں اور روحانی فیوض کی برکت سے آپ کو محبوبیت اور مرجعیت کا وہ مقام حاصل ہوا کہ خواص وعوام یکساں طور پر آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ آپ کے انفاسِ قدسیہ سے تزکیۂ نفس، اصلاحِ باطن اور علومِ سلوک و طریقت کی شمع فروزاں ہے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ، گریجویٹس، ادباء، قلم کار، صحافی، اساتذہ اور پروفیسرز اور عامۃ المسلمین کی محبت ورجوع کے ساتھ ساتھ اور دینی مدارس کے اساتذہ، شیوخ، مفتیانِ کرام، فضلاء اور علماء بھی آپ کے دامن گرفتہ اور آپ کے فیضانِ محبت و ارادت کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جامعیت کے بے مثال وصف سے نوازا ہے۔ تصنیف وتالیف، تقریر و بیان، خدمتِ خلق اور اصلاح و ارشاد کے تمام میدانوں میں آپ کی مساعی اور ثمرات و فیوضات نمایاں اور روشن ہیں۔ آپ کے متعلقین اور فیض یافتگان ہمہ جہت دینی سرگرمیوں میں مصروف رہ کر آپ کے مشن کو امتِ مسلمہ کے اندر دین کے نشاۃ ونشاط اور احیائے دین کے عظیم فریضے کی صورت میں حسن وخوبی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔ بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت اور آپ کی روشن کرامت ہے کہ خلفائے کرام اپنے مرشد کے مشن کو کامل دیانت، گہرے اخلاص اور بے لوث جذبے کے ساتھ آگے بڑھا رہے ہیں۔ راقم الحروف کو حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کے اکثر خلفائے کرام خصوصاً ہند میں مقیم حضرات کو قریب سے دیکھنے اور ان کی مجالس میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس مشاہدے نے دل پر یہ بات نقش کر دی کہ یہ حضرات محض نام کے خلفاء نہیں، بلکہ حقیقی معنوں

میں حضرت کے مشن کے امین اور ترجمان ہیں۔ ان کی گفتگو، ان کا طرزِ فکر، ان کا اندازِ بیان اور ان کے دل کا درد ہر پہلو میں حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمہ اللہ کی جھلک نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ حضرت کا رنگ ان کے وجود میں رچ بس گیا ہے، اور یہی منظر بندہ عاجز کے لیے ایک زبردست عملی دلیل بن کر سامنے آیا۔ درحقیقت کسی بزرگ کی کامل ہونے کی ایک نمایاں علامت یہ بھی ہوتی ہے کہ اس کے تربیت یافتہ افراد کو دیکھا جائے۔ اگر شاگردوں اور خلفاء میں وہی فکر، وہی دردِ امت، وہی اخلاص، وہی سادگی اور وہی للّٰہیت جھلکتی ہو تو یہ اس بات کا واضح ثبوت ہوتا ہے کہ وہ بزرگ دلوں تک فیض پہنچانے میں واقعی فیاض اور کامیاب ہیں۔ حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کے خلفاء میں یہ اوصاف بدرجۂ اتم موجود ہیں، جو اس حقیقت کی شہادت دیتے ہیں کہ حضرت کا کام محض وقتی اثرات تک محدود نہیں، بلکہ ایک مضبوط، پائیدار اور نسل در نسل منتقل ہونے والا اصلاحی و روحانی نظام ہے، جو ان شاء اللہ سالہا سال بلکہ صدیوں تک جاری وساری رہے گا۔

حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کا مزاج نہایت سادہ، بے تکلف اور تصنع سے پاک تھا۔ ان کی گفتگو میں بناوٹ کی آمیزش تھی نہ لہجے میں تصنع کی جھلک، اور نہ ہی طرزِ نشست و برخاست میں کسی قسم کا دکھاوا محسوس ہوتا تھا۔ یہی وہ سادگی تھی جو دلوں کو مسخر کر لیتی تھی۔ ان کی مجلس میں بیٹھ کر یوں محسوس ہوتا تھا گویا کوئی ایسا مردِ خدا سامنے ہے جس کا دل دنیا کی رغبتوں سے خالی اور یادِ الٰہی سے معمور ہے، جو خود بھی اللہ سے جڑا ہوا ہے اور دوسروں کو بھی اسی رشتۂ بندگی کی طرف بلا رہا ہے۔ یہی وہ کیفیت ہے جس کو تصوف کی اصطلاح میں استغناء کہلاتی ہے؛ یعنی دل کا مخلوق سے خالی ہو جانا اور خالقِ حقیقی کی محبت و معرفت سے لبریز ہو جانا۔ ان

کے ساتھ گزارے گئے لمحات آج محض یادوں کا حصہ نہیں بلکہ ایک قیمتی امانت کی طرح دل میں محفوظ رہے گی۔ ایسی پاکیزہ اور باکمال شخصیات کی صحبت انسان کو یہ سبق دیتی ہے کہ دین کا اصل جمال ظاہری نمود ونمائش میں نہیں، بلکہ خاموش عمل، سادہ مزاجی اور خلوصِ نیت میں مضمر ہے۔

حضرت کی شخصیت کا ایک اور نہایت روشن، گہرے اثرات رکھنے والا اور دلوں کو مسخر کر لینے والا پہلوان کی غیر معمولی عاجزی اور سچی تواضع تھی۔ وہ بلاشبہ اپنے عہد کے عظیم شیخِ طریقت، بصیرت افروز مربی اور لاکھوں نفوس کے روحانی مرجع تھے، مگر اس رفعتِ مقام کے باوجود ان کے دل میں ذرا برابر خود پسندی یا احساسِ برتری نہ تھا۔ ان کی پوری زندگی عبدیت، انکسار اور اپنے آپ کو اللہ کے حضور محتاج سمجھنے کی عملی تصویر تھی۔

ایک واقعہ ایسا ہے جو میرے دل و ذہن پر ہمیشہ کے لیے نقش ہو چکا ہے۔ ایک لائیو بیان کے دوران، نہایت رقت آمیز اور اشک بار لہجے میں انہوں نے فرمایا: ''اگر کسی بندے کو اس عاجز سے کبھی کوئی تکلیف پہنچی ہو تو اللہ کی رضا کے لیے مجھے معاف کر دے۔''

ذرا اس منظر پر غور کیجیے! عمر تقریباً ستر برس، ہزاروں مریدین، لاکھوں متعلقین، دینی، علمی اور روحانی خدمات کا ایک طویل سلسلہ، اور اس سب کے باوجود کھلے عام معافی کی درخواست۔ نہ کسی الزام کا جواب، نہ کسی صفائی کی ضرورت؛ بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی طلب، بندوں کے حقوق کے بارے میں شدید اندیشہ، اور آخرت کی سخت جواب دہی کا شعور۔ یہ محض ایک جملہ نہ تھا بلکہ ان کے باطن کی ترجمانی تھی۔ یہی وہ حقیقی تواضع ہے جو انسان کو اللہ کے قریب اور بندوں کے دلوں میں محبوب بنا دیتی ہے۔ اولیائے حق اپنی بزرگی کے تذکروں میں نہیں

جیتے، بلکہ اپنی کوتاہیوں کے احساس میں زندگی گزارتے ہیں۔ اسی لیے تاریخِ تصوف میں ایسی گہری خود احتسابی، سچی عاجزی اور خوفِ خدا کی مثالیں نہایت کم اور نادر الوجود ہیں۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی رحمہ اللہ عصرِ حاضر کی اُن درخشاں روحانی و علمی شخصیات میں سے تھے جنہوں نے شریعت وطریقت کے حسین امتزاج کو نہ صرف عملاً زندہ کیا، بلکہ اپنی پوری حیاتِ مستعار کو اکابرِ امت کے مسلک کا روشن اور قابلِ تقلید نمونہ بنا دیا۔ آپ کی شخصیت کے بے شمار محاسن میں سے ایک نہایت نمایاں، روشن اور قابلِ اتباع پہلو علماءِ دیوبند سے آپ کی بے پناہ محبت، گہری عقیدت اور غیر متزلزل وفاداری تھی۔ یہ محبت محض رسمی یا جذباتی وابستگی نہیں تھی، بلکہ فکری، عملی اور روحانی بنیادوں پر قائم ایک مضبوط تعلق تھا۔ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی یہ عقیدت اس حقیقت کے شعور پر مبنی تھی کہ برصغیر میں دینِ اسلام کی حفاظت، اشاعت اور بقا میں علماءِ دیوبند نے جو عظیم اور بے مثال قربانیاں پیش کیں، وہ تاریخِ اسلام کا ایک تابناک باب ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دارالعلوم دیوبند اور اس کے اکابر دراصل علمِ نبوت کے امین اور امت کے فکری و دینی محافظ ہیں، جنہوں نے ہر دور میں اٹھنے والے فتنوں کا علمی، اعتقادی اور اصلاحی محاذ پر مردانہ وار مقابلہ کیا۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد رحمہ اللہ کو اکابرِ دیوبند بالخصوص حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلویؒ اور دیگر اسلافِ دیوبند سے نہایت گہرا قلبی تعلق اور فکری مناسبت حاصل تھی۔ آپ نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ ان بزرگوں کا تذکرہ فرمایا

کرتے، ان کے ملفوظات اور تعلیمات کو اصلاحِ باطن کا اصل سرچشمہ قرار دیتے اور اپنے حلقۂ ارادت کو مسلسل انہی اکابر کے نقشِ قدم پر چلنے کی تلقین فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ کے خطبات پر مشتمل عظیم ذخیرے "خطباتِ ذوالفقار" کی جلد نمبر 20، صفحہ نمبر 159 پر حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔ "علماءِ دیوبند کو اللہ رب العزت نے روحانی کمالات بھی بڑے عطا فرمائے تھے۔ یہ حضرات محض خشک ملاں نہ تھے، بلکہ صفاءِ باطن کا عظیم کام انجام دینے والے تھے۔ چنانچہ جب وہ مسندِ حدیث پر بیٹھتے تو ابنِ عسقلانی اور قسطلانی نظر آتے تھے، اور جب مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز ہوتے تو وقت کے جنیدؒ اور بایزیدؒ دکھائی دیتے تھے۔۔"

اسی طرح صفحہ نمبر 160 پر اکابرِ دیوبند کے جامع اوصاف کو نہایت بلیغ انداز میں یوں بیان فرمایا:۔ "اگر کسی کو فلسفہ اور منطق پر ناز ہو تو حضرت نانوتویؒ کی زندگی دیکھے،

اگر کسی کو فقاہت پر ناز ہو تو حضرت گنگوہیؒ کی زندگی دیکھے، اگر کسی کو اقامتِ دین کی جدوجہد پر ناز ہو تو حضرت شیخ الہندؒ کی زندگی دیکھے، اگر کسی کو تصنیف و تالیف پر ناز ہو تو حضرت اقدس تھانویؒ کی زندگی دیکھے، اگر کسی کو ذہانت پر ناز ہو تو حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی زندگی دیکھے، اگر کسی کو تقویٰ پر ناز ہو تو حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ کی زندگی دیکھے، اگر کسی کو توحید پر ناز ہو تو حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی زندگی دیکھے، اگر کسی کو جذبۂ دعوت و تبلیغ پر ناز ہو تو حضرت مولانا الیاسؒ کی زندگی دیکھے، اگر کسی کو ادب اور عربیت پر ناز ہو تو حضرت مولانا سلمان ندویؒ کی زندگی دیکھے، اگر کسی کو سحرِ تقریر پر ناز ہو تو امیرِ شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی زندگی دیکھے، اگر کسی کو فرنگی استعمار کے خلاف آزادی کی تحریکوں پر ناز ہو تو حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی زندگی دیکھے۔۔" پھر حضرت رحمہ اللہ نہایت مؤثر

انداز میں فرماتے ہیں کہ یہ وہ مبارک ہستیاں تھیں جنہوں نے دین کے ہر محاذ پر عملی نمونہ پیش کر کے دکھا دیا کہ وہ ظاہر میں بھی دین کے علمبردار تھے اور باطن میں بھی نسبتِ الٰہیہ کے نور سے منور۔ یہی وہ اکابر تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت کے لیے خاص طور پر قبول فرمایا۔اسی سلسلے میں امیرِ شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کا یہ وجد آفریں قول بھی حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نہایت عقیدت سے نقل فرمایا کرتے تھے کہ :۔"مجھے یوں محسوس ہوتا ہے گویا صحابہ کرام کا ایک قافلہ گزر رہا تھا، جن میں سے اللہ رب العزت نے چند پاکیزہ روحوں کو پیچھے روک لیا اور ہمارے زمانے میں پیدا فرما دیا، تا کہ متأخرین، متقدمین کی زندگیاں اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔۔"

اسی حقیقت کی عملی تصویر حضرت مولانا سلمان بجنوری صاحب دامت برکاتہم العالیہ (استاذِ حدیث وفقہ، دارالعلوم دیوبند)، جو حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کے خلفاء میں سے ہیں، نے آپ کی تعزیتی نشست میں یوں بیان فرمائی :۔"ہمارے مرشد حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کو دارالعلوم دیوبند سے محبت کا یہ عالم تھا کہ جب ہم پہلی مرتبہ زامبیا میں حاضر ہوئے اور رات میں آپ سے ملاقات کا وقت تھا تو ہم لوگوں کو بھی اسی وقت ملاقات کا موقع ملتا تھا، دیگر لوگوں کو تو صف بستگی کی صورت موقع فراہم ہوتا لیکن ہمیں بلا لیتے تھے اور بڑے اکرام کا معاملہ فرماتے تھے اور اعتکاف کے دوران جب ہم اندر داخل ہوتے تو ہمیں ایک منٹ کے لیے روک لیا جاتا، پھر بلایا جاتا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ جہاں بستر کے برابر میں جگہ تھی جہاں سب اہلِ تعلق ملتے اور ملاقات کرتے تھے تو سب وہاں ایسے ہی بیٹھتے تھے؛ لیکن جب ہمیں بلا لیتے تو وہاں اپنا لحاف یا کپڑا بچھا دیتے اور فرماتے : یہ لوگ دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ

ہیں! یہ اہتمام روزانہ ہوتا تھا، جو دارالعلوم دیوبند کی عظمت کا آئینہ دار تھا جو ان کے دل میں راسخ تھی۔ اسی زمانے میں ایک مرتبہ ہم نے عرض کیا کہ دارالعلوم دیوبند کے لیے دعا فرمائیں، تو فرمایا: تیس سال سے کبھی دارالعلوم دیوبند کے لیے دعا میں ناغہ نہیں ہوا۔ اسی طرح اکابرِ دیوبند کے مسلک و مشرب کی سخت پابندی فرماتے تھے اور سالکین کو باقاعدہ تاکید کرتے تھے کہ اکابرِ دیوبند کے راستے پر مضبوطی سے قائم رہنا ہے۔" واقعی حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب رحمہ اللہ کی علماء دیوبند سے محبت درحقیقت اسی تسلسلِ حق، نسبتِ باطن اور اکابر کے مسلک سے گہری وابستگی کا مظہر تھا، جو ان کی پوری زندگی، فکر اور دعوت میں نمایاں طور پر جھلکتی ہے۔

فقیرِ تصوف، تحریکِ ارشاد، الہامِ اصلاح، واعظِ روح، خطیبِ قلب، دوائے دل، بہارِ سلوک، انجمنِ تزکیہ، موسوعۂ معرفت، انقلابِ باطن، لسانِ صوفیا، قلمِ حقائق، کاشفِ اسرار، کاتبِ انوار، شارحِ دقائق، مفسرِ رموز، فاتحِ عقبات، دستگیرِ راہ، مشکِ عرفان، طلسمِ تقریر، سحرِ بیان حضرت پیر فقیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ بلاشبہ اپنے عہد کے عظیم مفکرِ عالم اور قطبُ الاقطاب تھے۔ آپ کی پوری زندگی اصلاحِ امت کے مقدس مشن کے گرد گھومتی رہی۔ امتِ مسلمہ کے احوال پر آپ ہمہ وقت دائمُ الحزن اور رَاطِبُ الدعا رہتے تھے۔ یہی سوزِ دروں اور دردِ دل تھا جس نے آپ کو اصلاحِ امت کے لیے چالیس سے زائد ممالک کے مسلسل اسفار پر آمادہ رکھا۔ یہ اسفار محض تبلیغی دورے نہیں تھے، بلکہ امت کے دلوں کو جوڑنے، بگڑی ہوئی نسبتوں کو سنوارنے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کو ازسرِ نو زندہ کرنے کی جدوجہد تھے۔

حضرت کے بیانات ہوں یا خانقاہی نسبت، ہر مقام پر اصلاحِ نفس، تزکیۂ باطن اور

تعلق مع اللہ کی پختگی پر غیر معمولی زور نظر آتا ہے۔ آپ محض وعظ و تقریر تک محدود نہیں رہے، بلکہ آپ کی خاموش دعائیں بھی تقدیروں کے دھارے بدل دینے والی ثابت ہوئیں۔ آپ کے بیانات و تقاریر میں فکرِ امت کی ایسی سحر انگیزی تھی کہ بے شمار زندگیوں میں حقیقی انقلاب برپا ہو گیا۔ حضرت کے چہرۂ انور پر اکثر فکر و درد کے آثار نمایاں رہتے تھے۔ یہ فکر کسی دنیوی منصوبے یا ذاتی غم کی نہیں تھی، بلکہ امتِ مسلمہ کا وہ گہرا دکھ تھا جو ہر لمحہ آپ کے دل پر سایہ فگن رہتا تھا۔ یہی مسلسل سوز و گداز، یہی دردِ امت، حضرت کو نڈھال بھی کر رکھا تھا۔ یہ وہ بار امانت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے دلوں پر رکھ دیتا ہے، تا کہ وہ اپنی ذات کے آرام سے زیادہ امت کی اصلاح، گمراہی سے بچاؤ اور آخرت کی فکر میں زندگی بسر کریں۔ اسی لیے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کے بیانات سننے والا محض الفاظ نہیں سنتا تھا، بلکہ ایک زندہ درد محسوس کرتا تھا جو دل کو بے چین، آنکھوں کو نم اور روح کو بیدار کر دیتا تھا۔ درحقیقت یہ فکرِ امت انبیائے کرام علیہم السلام کا امتیازی وصف ہے، جس کی طرف رسولِ اکرم ﷺ کو قرآنِ کریم میں خصوصی طور پر متوجہ کیا گیا ہے۔ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ اسی انبیائی وراثت کے سچے وارث اور عملی مظہر تھے۔

قارئین کرام! عالمِ اسلام کے عظیم روحانی رہنما، تصوف کے محبوبُ العلماء، پیرِ طریقت و شریعت، داعیُ اسلام حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمہ اللہ کے مفصل حالات یقیناً وقت کے ساتھ مرتب ہو کر شائع ہوں گے اور وہ ایک قیمتی دینی و روحانی سرمایہ ہوں گے۔ مگر میں نے جو چند باتیں یہاں قلم بند کی ہیں، وہ سوانح نگاری کی نیت سے نہیں بلکہ یاددہانی کے جذبے سے لکھی ہیں، تا کہ حضرت کی وہ جھلکیاں جو دل پر نقش ہو چکی ہیں، وقت کی گرد میں

دھندلا نہ جائیں۔ بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے، مگر اصل اثر وہ ہوتا ہے جو آنکھ دیکھتی ہے، دل محسوس کرتا ہے اور روح اپنے اندر محفوظ کر لیتی ہے۔ حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمہ اللہ بھی انہی ہستیوں میں سے تھے۔

آخیراً دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی کامل مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے، ان کی قبر کو نورِ ایمان اور انوارِ رحمت سے بھر دے اور اسے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تمام دینی، اصلاحی اور روحانی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ اے اللہ! حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے اپنی پوری زندگی تیری رضا، اصلاحِ امت اور احیاءِ دین کے لیے وقف کر دی، تو اپنی شانِ کریمی سے ان کی تمام مساعی کو قبول فرما۔ ان کے قائم کردہ مشن کو تا قیامت جاری و ساری فرما اور ان کے خلفاء، متعلقین اور فیض یافتگان کو اخلاص، استقامت اور حق پر ثابت قدمی نصیب فرما۔ یا اللہ! ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما، ان کی تعلیمات سے وابستگی اور ان کے طریقِ اصلاح پر استقامت نصیب فرما اور قیامت کے دن ہمیں ان کے ساتھ اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب فرما۔ آمین یا رب العالمین۔

اللهم اغفر لشيخنا الجليل، وتقبّل منه صالح الأعمال، وارفع درجته في علّيّين ونوّر قبره ووسّع مدخله واجعله من أهل الفردوس الأعلى بغير حساب. اللهم اجعل علمه وعمله وإخلاصه شفاعةً له واجعل ما خلّفه من دعوةٍ وإصلاحٍ صدقةً جاريةً إلى يوم الدين. اللهم احشرنا معه تحت لواء نبيّك محمدٍ ﷺ ولا تحرمنا أجره ولا تفتنّا بعده. آمين يا ربّ العالمين.

حضرت پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی: ہمارے عہد کی عظیم شخصیت

محمد فہیم الدین بجنوری

سفیرِ تصوف، تحریکِ ارشاد، الہامِ اصلاح، واعظِ روح، خطیبِ قلب، دوائے دل، بہارِ سلوک، انجمنِ تزکیہ، موسوعۂ معرفت، انقلاب باطن، لسانِ صوفیا، قلمِ حقائق، کاشفِ اسرار، کاتبِ انوار، شارحِ دقائق، مفسرِ رموز، فاتحِ عقبات، دست گیر راہ، مشکِ عرفان، طلسمِ تقریر، سحرِ بیان، حضرت پیر فقیر ذوالفقار نقشبندی آج رحمہ اللہ ہو گئے۔

غالباً دو ہزار ایک کی بات ہے، راقم دار الافتا کا طالب علم تھا، ایک روز درس گاہ میں ایک کتاب نظر آئی، کتاب تو میں کیا ہی دیکھتا! مصنف کا نام مقناطیس بن گیا، پیشانی پر مرقوم "پیر فقیر" بالکل غیر روایتی معلوم ہوا تھا، فہرست نارمل جا رہی تھی؛ یہاں تک کہ ایک عنوان گلے پڑ گیا، اس کے الفاظ یہ تھے :"ہڑتال فقط جانچ پڑتال"، یہ سرخی بدنگاہوں کا سچا آئینہ تھی، میں اس کی ندرت کا شکار ہوا، پڑھنے گیا تو صاحبِ کتاب نے ایک نیا قاری دریافت کر لیا تھا، مجھے یہاں بلا کی ذہانت ملی، انھوں نے اصلاح کے ایک نکتے کو مزے دار، زندہ، ہم عصر اور تازہ بہ تازہ پیرایہ اور پیرہن دیا تھا، یہ اتفاقی انٹرا یکٹ پیر صاحب کے تعارف کا نقطۂ آغاز تھا۔

پیر صاحب کی عبقریت کا پہلو یہ بھی ہے کہ ان کی نہاد میں علم، مدرسہ اور کتاب نہیں تھے، یہ علمی ساز و سامان ان کے قافلۂ حیات میں آگے شامل ہوئے، وہ عصری درس گاہوں کے

طالب علم تھے، باضابطہ انجینئر بنے، وہ الیکٹریکل انجینئر تھے، مشینوں میں برقی نظام بنانے والا دلوں میں بجلی نصب کرنے کی طرف آئے تو یہ دشوار گزار سفر ہے، تعلیم وترتیب کے میدان سے بالکل مختلف میدان کو کیرئیر کے لیے منتخب کرنا بڑا فیصلہ ہے، رسکی، حساس، ففٹی ففٹی، ایسے سنگ میل بڑی طبیعتوں کا خاصہ ہیں، یہ لمحہ مثال اور تاریخ کہلاتا ہے، زندگی کو نئے رخ پر ڈالنے والا سرخ رو ہو جائے تو کارنامہ ہے؛ مگر پیر صاحب اس نئے دھارے میں امامِ وقت کے رتبے کو پہنچے، سوان کے طلسماتی جوہر کا اندازہ کریں!

پیر صاحب جادو بیان تھے، دو ہزار گیارہ میں انھوں نے دارالعلوم دیوبند کا دورہ کیا، کانگریس دور میں یہ ممکن تھا، میں ان کے تینوں پروگراموں میں شریک تھا: دفتر اہتمام کی خاص نشست، مسجدِ رشید کا اجلاس عام اور حضرت مولانا محمود مدنی کا ظہرانہ، مسجد رشید میں عوامی ہجوم تھا، وہاں تسخیر قلوب کا منظر دیکھا، کاتب سنگ دل ہے؛ مگر ایک موقع پر دہاڑے مار کر رویا، گریہ وزاری کے متعدد وقفے ہوے، حاضرین کی چیخیں نکل جاتی تھیں، ناچیز نے اس پہلو کو استاذ گرامی قدر حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری کے سامنے رکھا، ولایت کا ان کا اپنا نظریہ تھا، ماورائی داستان سے وہ جلد اثر لینے والے نہیں تھے۔

ایک وقت میں نے کسی کی بزرگی ثابت کرنے کے لیے داستان پارسائی کو طول دیا تھا، سب کچھ برداشت کرنے کے بعد ایک ہی سوال کیا کہ ان کا ذریعہ معاش کیا ہے، وہ "ہدیہ معیشت" پر تحفظات رکھتے تھے اور ولایت کو روزگار چیک پوسٹ سے لازمی گزارتے تھے، خیر! وہ مسجد رشید کی آہ وفغاں والی روایت سے متاثر نہیں ہوے، اگلے دن مدنی صاحب کے ظہرانے میں وہ بھی مدعو تھے، پیر صاحب کا مختصر خطاب ہوا، یہ گفتگو بھی غضب کی پر اثر تھی، باہر آتے ہوے تاثر کے لیے تحریک کی تو فرمانے لگے کہ بیان میں بلاغت ہے، بے شک وہ روحانی پہلو کی طرف نہیں گئے؛ مگر بلاغت اور حسنِ بیان کا اعتراف غیر معمولی واقعہ ہے،

حضرت پیر ذوالفقار صاحب کو بیان وسخن کی عظیم شہادت عطا ہوئی۔

حضرت پیر صاحب نے مسجد رشید میں سماں باندھ دیا تھا، بعینہ ابن الجوزی کے خطاب کی یادگار تھی، لوگ مرغ بسمل تھے، مسجد کے احاطے میں ماہئ بے آب تڑپ رہی تھیں، اس قسم کے مناظر کتابوں میں پڑھے تھے، اس دن یہ مناظر تجربے، مشاہدے اور تاثر کا حصہ بنے، ناقابلِ یقین کیمیا اثر صحبت آنکھوں سے دیکھی، وہ دلوں کا شغل تھا، جو خالق قلوب کے توسط کے بغیر ممکن نہیں؛ کیوں کہ بندوں کے دل اسی کی دو انگلیوں کے مابین ہیں، ان میں تصرف کے لیے خدا کا واسطہ لگتا ہے، وہ بڑی چابک دستی، اعتماد، پیشہ ورانہ مہارت اور کمال وخوبی کے ساتھ ماحول کو اینکر کر رہے تھے، وہ رلا رہے تھے اور ہم رو رہے تھے، سامعین اپنے جذبات سے بحق حضرت والا دست بردار ہو گئے تھے۔

حضرت پیر صاحب نے دفتر اہتمام کی خصوصی مجلس میں بھی قدرے بیان کیا تھا، وہ گفتگو دارالعلوم دیوبند کی عقیدت میں ڈوبی ہوئی تھی، ترانۂ دارالعلوم کے اشعار بھی دہرائے، ایک سماں اور وجد تھا، خالقِ ترانہ روبرو تھے، عشق دارالعلوم کی مجلس مشک مشک ہو گئی تھی، عاشق بعید عشاق نزدیک سے ہم کلام تھا، ہجر زدہ مجنوں وصال یافتہ عشاق سے ہم نوائی میں تھا، بزمِ معشوق سجی تھی، باراتِ عشق آراستہ تھی اور محرم عشق دیوانہ وار تھے، اس فضا میں حضرت پیر صاحب نے حکایت عشق چھیڑی اور تار ہائے وجد کو زیر وزبر کر دیا، رونگٹے کھڑے ہو گئے، روم روم سرشار ہوا، دور کے ساقی نے میخانہ ہلا دیا۔

وہ تصوف کی کساد بازاری میں متاع تصوف لے کر نمودار ہوے، یہ تاجر کی لیاقت کا منتہی ہے کہ وہ سرد مہری کو للکارے، مین اسٹریم میں غیر مطلوب سامان چلا دے، طرز جنوں اور ہی بیدار کرے، مارکیٹ سیٹ کر دے، ہم فقط نظریاتی صوفی رہ گئے تھے کہ پیر صاحب ایک سیلاب کی طرح آئے اور طوفان کی طرح چھا گئے، انھوں نے تصوف کا نقارہ عالمی پیمانے پر

بجایا، دنیا بھر میں تصوف کی بہار آ گئی، صوفیانہ تقریریں، صوفیانہ تحریریں، صوفیانہ رجز، صوفیانہ ادبیات، غرض! تصوف دفاع سے اقدام بن گیا اور بین الاقوامی زنجیر وجود میں آئی، ہمارے مدرسے نقش بندی تصوف میں رنگ گئے، مسجدوں میں پیر صاحب تھے، کتب خانے پیر فقیر کے عنوان سے جگمگا رہے تھے، منبر ومحراب کے تذکرے بدل گئے، میز ومطالعے کے عناوین مختلف ہو گئے، گلستان دیوبند میں تصوف کا نیا جھونکا گذر گیا۔

حضرت پیر صاحب کی زندگی ہم طلبہ کے لیے مشعل راہ ہے، اس مشعل سے بلند ہونے والی کرنیں امیدوں کا منبع ہیں، انھوں نے ذاتی محنت سے علم حاصل کیا، کتابیں پڑھیں، مطالعہ کیا، تصوف کی راہ اختیار کی، منزل تک پہنچے اور نئے نشان بھی دریافت کیے، انھوں نے اس احساس کو کہ وہ روایتی عالم نہیں ہیں موقع میں تبدیل کیا، انفرادی محنت، جاں فشانی، تندہی، ریاضت اور شب وروز کو ایک کر کے ہر دو فلک پر کامیاب کمند ڈالی، علمِ شریعت اور علم تصوف دونوں میں مقام بنایا، تصوف میں خاص طور پر رشک زمانہ مرتبہ پایا، وہ ہمارے بہانوں پر حجت ہیں، آپ کسی بھی علم وفن کی گھاٹیوں کو سر کر سکتے ہیں، محنت، جدوجہد، ریاضت اور سرفروشی شرط ہے، کاہلی کا ٹھیکرا رکاوٹوں کے سر پھوڑنا فرار کے سوا کچھ نہیں۔

حضرت پیر صاحب پس مرگ زندہ ہیں، تصانیف، مواعظ، صوتیات، مرآیات، اداروں، تلامذہ، متوسلین اور مستفیدین پر مشتمل صدقۂ جاریہ کا ایک جہان ہے جس میں انقطاع اور توقف ممکن نہیں، وہ اپنے درجنوں جلووں میں ہمیشہ ہمارے درمیان رہیں گے، زندہ، تابندہ اور تازہ بہ تازہ۔

إنا لله وإنا إليه راجعون اللهم اغفر له وارحمه وأسكنه فسيح جناتك وأنزل الصبر والسلوان على ذويه آمين يارب العالمين.

پیر صاحب اور مقامِ حق الیقین

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالی سے فرمائش کی تھی کہ احیائے موتی کا مشاہدہ کرا دیجیے، اللہ تعالی ان کے پوائنٹ سے واقف تھا؛ مگر سوال دوسروں کے لیے موہم ہو سکتا ہے؛ اس لیے تنقیح ضروری ہوئی، فرمایا : آپ ایمان نہیں رکھتے؟ حضرت نے سبقت کی اور "نفی توڑ اثبات" میں اقرار نامہ پیش کیا : "قَالَ بَلَىٰ"، پھر استدراک کے لیے عرض کیا کہ علم کو دیکھنا چاہتا ہوں : "وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي"، یہاں تکمیل آرزو کا اہتمام ہوا، انھوں نے چار پرندوں پر احیائے ثانی کی سرگذشت بچشمِ سر ملاحظہ کی۔

یہ مقام حق الیقین ہے، اس کا اپنا لطف ہے، انبیائے کرام ایمان کے اعلی مقام پر ہوتے ہیں؛ مگر پھر بھی ان کو سیر ملکوت سے ایک حصہ ملتا ہے، سردار انبیا کو سب سے وافر حصہ ملا، وہاں تک نوازا گیا جس کی امید جبریل بھی نہیں رکھتے، سدرۃ المنتہی سے آگے بلائے گئے، حق الیقین کا یہ سفر ایمان کی ملکوتی ریفیلینگ تھی، زمین پر ملتی جلتی کارگزاری شق صدر کے واقعات میں ہوتی رہی تھی، یہ حق الیقین لطفِ زندگی کی معراج ہے، کیفیت کے درجے میں بھی اور اگر مقام بن جائے تو اس سے بڑھ کر کیا ہوگا! یہ دولت انبیائے کرام کے لیے مقام کا درجہ رکھتا ہے۔

ان کے فیض سے صلحائے امت بھی موج اٹھا لیتے ہیں؛ یہاں تک کہ روحانی دنیا ذاتی تجربہ ٹھہرے، حضرت گنگوہی علیہ الرحمہ کو مغلوب الحال نہیں دیکھا گیا، مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی نے گرفت کے جواب میں دوستانہ ردعمل دیا تھا کہ سمندر پیے بیٹھے ہیں اور ڈکار نہیں لیتے؛ مگر اس مثالی ضبط کے باوجود تذکرۃ الرشید میں رپورٹ ہوا ہے کہ ایک روز فرمانے

لگے : زمانہ ہو گیا اللہ رب العزت کا مواجہہ ہٹا نہیں، اس دوران کوئی کام ان سے پوچھے بغیر نہیں کیا، یہ حال کا بیان نہیں، مقام کا کنایہ تھا، وہ ہمہ وقت کے حاضر تھے۔

حضرت ہی کا ارشاد ہے کہ تصوف کے مضامین مطالعے سے بیان نہیں ہوتے، یہاں کی سرخروئی عمل سے وابستہ ہے، ورنہ سیاق ساتھ چھوڑے گا، سماں نہیں آئے گا، اس وادی کی "سرگذشتِ سفر" آبلہ پائی کے بغیر ممکن نہیں، آپ نے حضرت پیر ذوالفقار صاحب نقش بندی کے بیانات سنے؟ یہ کیفیت اور کمیت کلِ عالم کے لیے چیلنج ہے، میں نہیں جانتا کہ کسی بشر نے خاص تصوف پر اتنا عظیم ورثہ وعظ کی صورت میں چھوڑا ہو، مستزاد یہ کہ اعتماد بے نظیر ہے، وہ شانِ اعتماد مجرد مرشد میں ناممکن ہے، اس کے لیے امامتِ ارشاد درکار ہے، بلا شبہ حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی ہمارے دور میں تصوف کے امام الائمہ اور مجتہد المجتہدین تھے۔

پیر صاحب دیکھ کر بولتے ہیں، سیرت کی روایات ہیں کہ مسجد اقصی کی تفصیلات کا جواب مشاہدے سے دیا جا رہا تھا، پردے ہٹ گئے تھے، قریش کی بے تکی حرکت تھی جو جزئیات پوچھ رہے تھے، زائر کے لیے یاد رکھنا کیسے ممکن ہے؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چیزیں دیکھ کر بیان کیں، وہ بیان معجزہ در معجزہ ہوا، پیر صاحب روحانیت دیکھ کر بولتے ہیں، وہ پڑھا ہوا نہیں ہے، محفوظات کی تقریر نہیں ہے، ذاتی داستان ہے، آپ بیتی ہے، کیفیت ہے، حال ہے اور مقام بھی ہے، ان کو تصوفی مصادر کی مراجعت نہیں لگتی تھی، وہ تصوف کے مراجع تخلیق کر رہے تھے۔

حضرت پیر صاحب جب نیم مترنم سرد آہ میں کہتے ہیں کہ دل سے اللہ کی آواز برآمد ہونی چاہیے تو وہ برآمد ہو رہی ہوتی ہے، وہ بہ ظاہر چار سیر بتاتے ہیں؛ واقع میں وہ محو سیر ہوتے

ہیں، وہ ملکوت کے لیے اجنبی نہیں رہ گئے تھے، وہ "ملکوت آشنا طبیعت" بن گئے تھے، نو وارد نہیں تھے، ہر وقت کا آنا جانا تھا، مراقبے کے مراحل بیانِ ذات کا جزو تھے، چھ سات گھنٹے مسلسل بیٹھنے کی ترغیب ماجرائے خویش بھی ہے، دل پھڑکنے کا مضمون احساس کا حصہ ہے، محض نقلِ اقوال نہیں، وہ پھڑکتے دل ہی سے داستان دل چھیڑتے تھے، انھوں نے تصوف کو کتابی علم سے وجودی علم کا ٹرانسفرمیشن دیا۔

حضرت پیر صاحب علم تصوف کے فاتح تھے، اتنا درک کیسے ممکن ہے؟ سائنس کو رسائی کے لیے آلات لگے، خوردبینیں آئیں، مشینوں نے سہارا دیا، پیر صاحب کو کیسے راستہ ملا؟ روحانیت کو مشاہدہ بنا دیا، معانی کو احساس میں تبدیل کیا، شق صدر کا ایک باب کھول دیا، دل کو ایک دنیا بنا دیا، دل میں جہان دریافت کرلیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو کہ دل ہی مرکز صلاح وفساد ہے مجسم کیا، اس قول میں آفاق برپا کردیے، وہ دنیائے دروں میں اس درجہ اندر تک کیسے گئے؟ ان کے پاس تو آلات نہیں تھے؟ نہیں، یہ خیال غلط ہے وہ دل کی دنیا کی تسخیر میں خالی ہاتھ نہیں تھے، ان کے پاس لدنی مشینری تھی، جو میڈیکل آلات سے زیادہ رسا ہے، اس کے لیے حائل نہیں، اس کے سامنے پردہ نہیں، وہ نور ہے آر پار ہو جاتا ہے، حضرت پیر صاحب وادی قلب کی سیر میں لدنی کمک سے لیس ہو کر نکلے تھے اور فتح یاب ہو کر لوٹے، کیا ہی خوب کہا گیا : جو دلوں کو فتح کرلے وہی فاتحِ زمانہ، واقعی پیر صاحب فاتحِ زمانہ تھے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

صدائے فقیر میں دیوبند کی عالمی ترجمانی تھی

گذشتہ ربع صدی یا اس سے کچھ زائد مدت، دیوبند کی عالمی ترجمانی میں پڑوس کی

آوازیں حاوی رہیں، دیوبند کے تینوں بازو : تعلیم، تبلیغ اور تصوف پاکستانی نمائندگی میں تھے، ہمارے یہاں تینوں اداروں میں عبا قرہ ہیں؛ مگر شہرت، اثر، سفر اور رسائی کے رائج الوقت معیار میں پہلی پیڑی پر نہیں آتے، دیوبند کا علم بین الاقوامی شناخت میں حضرت مفتی تقی عثمانی سے منسوب ہے، تبلیغ کی بر اعظمی نقل وحرکت کے نقیب حضرت مولانا طارق جمیل رہے اور خانقاہ کا انٹرنیشنل سفر حضرت مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی کی سر براہی میں طے ہوا۔

پیر صاحب کی وفات سے دیوبند کے تصوف کا عالمی زمزمہ خاموش ہو گیا، ایک دور رس اثرات کا حامل بازو غیر فعال ہوا، ایک ستون کا آفاقی کردار موقوف ہو گیا، تصوف کے مراکز کی کمی نہیں؛ مگر بیشتر مقامی نوعیت رکھتے ہیں، پیغام کی ترسیل میں سرحدوں کو زیر کرنے والے عطار اور حکیم نظر نہیں آتے، فقیری شفاخانہ اکلوتا واقع ہوا، جس کے فیض نے ملکی حدود تسلیم نہیں کیں، پیر صاحب کے نبوغ کا اندازہ لگائیں کہ انھوں نے ملکوں، اداروں اور تنظیموں کی سطح کا کام انفرادی حیثیت میں کیا، ایک رجحان عالمی وجود کے لیے حکومتی ریال، ادارہ جاتی حمایت اور تنظیمی پشت پناہی پر اعتماد کرتا ہے، فقیری کام کے پھیلاؤ میں فقیری دوش ہی کافی ہو گئے۔

حضرت پیر صاحب جادو کی چھڑی رکھتے تھے، تا حد نگاہ تسخیر ہی تسخیر ہوئی، جو سنتا ہے کلام ان کا وہ ان کا ہو ہی جاتا ہے، انھوں نے غیر روایتی حلقوں کو فتح کیا، اسکول، کالج اور یونیورسٹی کے منفی ذہن کو قائل کر لیا، مغرب کے مادہ کدوں میں روحانیت برآمد کی، جدید طبقات میں درس قدامت وائرل کیا، ریالی سلفیت کو مزاحمت دی، دفاع کی روایت میں اقدام متعارف کرایا، انھوں نے تصوف کو مشک کی صورت پیش کیا، ان کا تصوف مہکتا تھا،

پھر ثبوت اور دلیل کی ضرورت نہ ہوتی، معترض مشک سونگھ کر اصالت کی تصدیق کر سکتا تھا، ان کے یہاں تصوف تصور سے ترقی پا کر تصدیق بن چکا تھا۔

پھر کیا مولوی آسان ہدف ہے؟ ہم نے عصری طبقے کا ذکر کیا؛ جب کہ مولوی اصل سخت جان ہے، غیر مولوی کو لفٹ نہیں کراتا، پیر صاحب نے علمی حلقوں کو متاثر کیا، جہانِ مدارس کے ہر کل پرزے کو مسحور کیا، طلبہ شیدائی بنے، چھوٹے مدرسین حلقہ بگوش ہوے، بڑے اساتذہ ملتجی تھے، مشاہیر رجوع ہوے، اکابر نے لمحہ فکریہ محسوس کیا وہ دارالعلوم تک پہنچ گئے، ان کی کرامت نے دفتر اہتمام دارالعلوم دیوبند پر دستک دی، ان کی 'فہرستِ شکار' اپنی ہمہ گیری، تنوع، کیفیت، کمیت اور ندرت میں تھانہ بھون کی یاد تازہ کرتی ہے، جہاں اکابرِ زمانہ قدم بوس ہوے تھے، ائمہ علم وفن کفش بردار بنے تھے اور اعلامِ ہند نے دستاریں اتار دی تھیں۔

پیر صاحب نے تصوف کو موضوعِ عمل کے ساتھ موضوعِ تحقیق بھی بنایا، وہ حقیقت کے سفر میں علوم شریعت سے کنارہ کش نہیں ہوے، قرآن وسنت کے سرچشموں سے سیرابی ہم زمانہ رکھی، کتابیں لکھیں، واردات کو مکتوبات میں بدلا، دریافتوں کو محفوظات بنایا، صوتیات اور مرآیات کے سہارے لیے، مجالس اور پروگراموں کو ترسیلِ مسلسل کی صورت دی، خلفا تیار کیے، تلامذہ سنوارے، متوسلین تراشے، غرض! انھوں نے تصوف کو ایک انڈسٹری کے طور پر متعارف کیا اور اسے جہان بھر میں برپا بھی کیا، وہ تصوف انڈسٹری چھوڑ کر گئے ہیں، جس میں سینے ہیں، سفینے ہیں، سسٹم ہیں، کارکنان ہیں، رہبر ہیں، راہ رو ہیں، بڑے ہیں، چھوٹے ہیں، سب رنگ ہیں، وہ ایک شخص یا ادارہ نہیں، فقیری کا ایک عالم اور درویشی کا ایک جہان ہیں۔

پیر صاحب کی زبانِ حال : 'دارالعلوم چہار دیواری کا نام نہیں'

"دارالعلوم مفکرین" کا اجماع ہے کہ دارالعلوم چہار دیواری کا نام نہیں، دارالعلوم اپنے پیغام کی آفاقیت کا ہم نوا ہے، اس کا حسی جغرافیہ اس کے فیض کا ترجمان ویسے ہو بھی نہیں سکتا! میرے سامنے کی بات ہے، امریکی سفیر کا دورہ ہوا، وہ چہار دیواری دیکھنے کے بعد بولا: دارالعلوم کہاں ہے؟ دارالعلوم کیوں نہیں دکھاتے؟ اس کے ذہن میں دارالعلوم کے عالمی اثرات تھے جو دارالعلوم کے احاطے پر منطبق نہ ہوے، اس کے شک کو دور کرنے میں محنت صرف ہوئی، بہ مشکل باور کرایا گیا کہ بس یہی دارالعلوم ہے۔

مضمون میں وقفہ لیتے ہیں، بعد میں آگے بڑھیں گے، یہ تنگ نائی تاریخ وارانتظامی نارسائی کا اشاریہ ہے، دارالعلوم کی اراضی کو دارالعلوم کے نام سے ہم جول رکھنے میں انتظامی صیغہ ہمیشہ پیچھے رہا، دوراندیشی کا قحط ہر دور میں تھا اور ہنوز جاری ہے، واقعی ہمارے بزرگ سادہ لوح تھے اور سادہ لوح ہیں، برپا کر پائے نہ مارکیٹنگ کی اور یہ تو حضرت نانوتوی کا دم گرم ہے، ورنہ ہمارے بعض اکابر نودرے کی وسعت کو بھی زائد سمجھ رہے تھے، وہ ذہنیت ایک رنگ میں باقی رہی، توسیعی نظریہ بہت فعال نہیں ہوا، موجودہ دارالعلوم سے پولیس چوکی تک کا علاقہ دارالعلوم کے حدود اربعہ کا کم از کم تصور ہے، فی الحال دارالعلوم شروع ہوتا ہے اور ہر طرف سے ختم ہو جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کی برصغیری برانچ کی یہ تنگ دامنی بہت کھلتی ہے۔

خیر! دارالعلوم چہار دیواری کا نام نہیں، دارالعلوم اس وقت تھا جب موجودہ در و بام نہیں تھے، دارالعلوم اس وقت ہوگا جب مابعد یوگی نئی تعمیرات وجود دیکھیں گی، دارالعلوم اپنی فکر کا قدر رکھتا ہے، اس کا طول و عرض اس کے علم وفن میں ہے، اس کی پہنائیاں اور پنہائیاں

اس کا دائرہ طے کرتی ہیں، اس کی فتوحات میں اس کا وزن ہے، اس کی تسخیر قوت کا عنوان ہے، اس کا انتساب وسعت کا کنایہ ہے، اس کا تصور بلندی کا پتہ ہے، اس کا خواب محبوبیت کا نشانی ہے، اس کے ستارے اس کی ماورائیت ہیں، اس کے سینے اور سفینے اس کے خزانوں کی مہر ہیں، دارالعلوم آفاقی ہے، دارالعلوم مقامی نہیں۔

حضرت پیر صاحب نے علامہ اقبال کے اس خیال کو مجسم کیا کہ ہر معقول پسند متدین شخص دیوبندی ہے، دیوبندی ہونے کے لیے احاطۂ مولسری کا بپتسمہ شرط نہیں، دارالعلوم طیبہ کی مئے مرغوب سفالِ ہندی میں دیا کرتا ہے، پیر صاحب نے "دیوبند فرنچائزی" کی یہ مئے مرغوب پاکستان میں درآمد کی اور زندگی کا سودا کرلیا، فنائیت نے انھیں وہ عروج دیا کہ رشکِ مرکز بن گئے تھے، ایک وقت وہ مادرِ طریقت کا شکریہ ادا کرنے آئے تو مادر طریقت خود ناز بردار تھی، دو ہزار گیارہ میں دارالعلوم ان کو سن رہا تھا، وہ دارالعلوم کو دارالعلوم سے ملا رہے تھے، وہ امانتِ دارالعلوم کی ثنا خوانی عین اس کی آغوش میں کر رہے تھے۔

دارالعلوم سے مربوط رہنے کا عظیم فائدہ ہے، ترقی رکتی نہیں، بڑا انسان بھی بڑا ہوتا رہتا ہے، بلند ستارہ پیہم بلند ہوتا ہے، منزل کے دھوکے سے محفوظ رہتا ہے، ہمارے دور میں اس کی بہترین مثال حضرت مفتی تقی عثمانی ہیں، اگر وہ دارالعلوم کراچی کا تناظر رکھتے تو ان کا سفر تمام تھا، وہ شیخ الحدیث ہیں، اس کے آگے کوئی تدریس نہیں، وہ مہتمم ہیں، اس کے بعد انتظام نہیں؛ لیکن انھوں نے خود کو دیوبند کے فریم میں رکھا ہے، اس لیے وہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی کو دیکھتے ہیں اور فعال رہتے ہیں، علامہ انور شاہ کشمیری نظر آتے ہیں اور متحرک کر جاتے ہیں، وہاں تھانوی ہیں، وہاں شیخ الہند ہیں، وہاں اعلامِ امت اور اساطین علم ہیں جو عثمانی سفر کو

آشنائے جمود ہونے نہیں دیتے۔

حضرت پیر صاحب نے اپنی خدمات کو" دیوبند قبلہ" رکھا، وہ مہر لگوانے کے لیے دارالعلوم کے دفتر تک پہنچے، انھوں نے اپنے خونِ جگر کو دارالعلوم کے نام کیا،" متاعِ فقیر" دیوبند پر نچھاور کی، اس کا ان کو راست فائدہ ہوا، وہ تصوف کا متفق علیہ رمز بنے، ان کی شخصیت کا نکھار برق رفتار ثابت ہوا، انتسابِ دیوبند نے مقام اور آفاق مسخر کیے، ایک حلقہ تخلیق وتشکیل ہوا جو دارالعلوم کی نسبت سے انصاف کرتا تھا، ان کی بادِ بہار عالم گیر تھی؛ کیوں کہ ان کی کتابیں، مواعظ، خلفا اور فیض کی تمام صورتیں دارالعلوم سے ٹیک آف لے رہی تھیں، پھر پرواز بھی دارالعلوم کے معیار کی مقدر ہوئی۔

دیوبند نسبت کا کمال یہ ہے کہ قدم بہکتا نہیں، ، اس ضمانت کی بڑوں کو خاص ضرورت ہوتی ہے، حضرت مولانا طارق جمیل صاحب اور ہندوستان والے؛ دونوں نے لاتعلقی کی قیمت چکائی ہے، ہم نے بیس سال قبل ان کو جہاں دیکھا تھا اب وہ وہاں نہیں ہیں، اگر یوٹرن نہیں لیا اور آغوش دارالعلوم میں نہیں آئے تو مزید زوال منتظر ہے، حضرت پیر صاحب کی کشتی کو چندے بھنور پیش آئے تھے؛ مگر دارالعلوم کی رسی کی برکت سے لنگر اندازی ہوئی، امتحان سے وہ سرخرو ہو کر نکلے اور پہلی والی شان بھی بحال ہوئی، سچ ہے کہ ہم دارالعلوم سے ہیں، خواہ دارالعلوم میں نہیں، آپ میری یہ بکواس اس لیے برداشت کرتے ہیں کہ میں دارالعلوم میں تھا اور ہنوز دارالعلوم خوانی کرتا ہوں، وگرنہ شہر میں فہیم کی آبرو کیا ہے!

وہ جو دلوں کو زندہ کر گئے

ڈاکٹر ارشد قاسمی

مختلف سوشل میڈیا ذرائع سے یہ خبر دل و دماغ پر صاعقہ بن کر گری ہے کہ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی اب جوارِ رحمت میں جا چکے ہیں۔

یہ خبر سنتے ہی یوٹیوب پر سنے گئے انکے بیانات، انکا روشن و شاداب چہرہ انکے خطبات کی سطور ذہن کے آئینہ پر چلنے لگیں۔

پیر صاحب کا وجود عالمِ اسلام کے لیے صحرا کی سخت دھوپ میں ہوا کے ایک خوسگوار جھونکے کے مانند تھا۔ جسے بھی یہ جھونکا لمحہ بھر کے لیے میسر آجاتا اس کی روح تک سرشار و شاداب ہو جاتی۔ اس بات کو کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ اس امت کے لیے ایک زندہ معجزے کی حیثیت رکھتے تھے۔ انہیں دیکھ کر خدا یاد آجاتا تھا اور ان کی باتیں سن کر دلوں میں سوز اور تڑپ پیدا ہو جاتی تھی۔ وہ ایک صاحبِ دل ساقی تھے جو مئے حق پلا کر تشنہ کاموں کی پیاس بجھاتے تھے۔

ان کی شخصیت میں ایسی جاذبیت اور چہرے پر نور کی ایسی شادابی تھی کہ ایک بار نگاہ پڑ جائے تو ہٹنا بھول جاتی۔ آنکھوں میں یادِ الٰہی کا سوز اور ایسی تڑپ دکھائی دیتی تھی کہ جس کی نگاہ ان کی نگاہ سے وصل آشنا ہو جاتی اس کی دل کی دنیا زیر و زبر ہو جاتی۔ طبیعت میں حد درجہ انکسار اور تواضع انہیں بہت بلند مقام عطا کرتی تھی۔

بنیادی تعلیمی اعتبار سے وہ مشینوں کے انجینئر تھے مگر قلوب کی درستگی کے لیے خالقِ

کائنات نے انہیں منتخب فرما لیا تھا۔ عصری علوم اور دینی تعلیمات کی جامعیت نے انہیں ایک عالمی شخصیت بنا دیا اور وہ اس صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے اسلامی تعلیمات کو نہایت مؤثر انداز میں عصری اسلوب میں پیش فرماتے تھے۔ وہ علماءِ دیوبند سے بے حد متاثر تھے ان کا تذکرہ آتا تو آواز رندھ جاتی اور آنکھیں بھیگ جاتیں۔

ان کی زبان میں غضب کی تاثیر اور لہجے میں بلا کا سوز ہوتا تھا۔ گھنٹوں کی تقریر میں کہیں اکتاہٹ کا احساس نہیں ہوتا۔ ان کے خطابات نہایت مرتب اور جامع ہوتے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ تقریر سے قبل موضوع پر گہرا مطالعہ کرتے اور باقاعدہ نوٹس تیار فرماتے ہیں۔ یہی انفرادیت انہیں ممتاز کرتی تھی۔

وہ مزاجاً راہِ سلوک کے مسافر تھے تصوف ان کا مزاج تھا مگر ان کے خطبات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمہ رنگ تھے۔ عقائد ہوں یا عبادات، اخلاق ہوں یا معاملات ہر پہلو ان کے بیان کا موضوع بنتا تھا۔

وہ محض ایک مقرر نہ تھے وہ آوازِ دل تھے۔ وہ محض ایک واعظ نہ تھے وہ آئینۂ باطن تھے۔ ان کی آواز میں سوز تھا مگر چیخ نہیں تھی، ان کے بیان میں تاثیر ہوتی مگر تصنع نہیں ہوتا، ان کے وعظ میں گریہ ہوتا مگر مایوسی کی کہیں جھلک نہیں ملتی، وہ رلاتے تھے مگر اللہ سے جوڑ کر، وہ جھنجھوڑتے تھے مگر سہارا دے کر۔

حضرت پیر صاحب کی سب سے بڑی پہچان یہ تھی کہ وہ اصلاحِ امت کا کام شور سے نہیں شعور سے کرتے تھے۔ نفس کے زنگ کو پہچاننا، دل کی بیماریوں کو نام دینا اور پھر نہایت شفقت کے ساتھ علاج بتانا یہ ان کا خاص اسلوب تھا۔

تکبر، ریا، حسد غفلت جیسے امراض کا علاج وہ اس انداز سے کہتے کہ مخاطب خود کو مجروح نہیں بلکہ متوجہ محسوس کرتا۔ یہی اصل تصوف تھا وہ دل توڑتے نہیں دل جوڑنا جانتے تھے، ان کی مجلسوں سے اٹھنے والے شخص کی دنیا بدل جاتی تھی وہ وہی نہیں رہتا تھا جو آیا تھا۔ آنکھیں نم، دل نرم اور نیت میں ایک نیا عزم ہوتا تھا۔ وہ ہمیں کوئی نیا سبق نہیں دیتے تھے بلکہ وہی بھولا ہوا سبق یاد دلاتے تھے، اللہ کو یاد رکھنا، دل کو صاف رکھنا، اور مخلوق کے لیے خیر کا پیکر بن جانا۔

آج وہ ہمارے درمیان نہیں مگر ان کی آواز اب بھی دلوں میں گونجتی ہے یوٹیوب کی شکل میں، مطبوعہ خطبات کی صورت میں۔ انکے خلفاء جو انکے مجسم آئینہ اور انکی شخصیت کا پرتو ہیں، امید ہے وہ اس پرسوز ساز کو بربطِ قلب پر زندہ رکھینگے، انکی جدائی صرف ایک شخص کی جدائی نہیں ہے یہ دلوں کے ایک معالج، روحوں کے ایک طبیب اور امت کے ایک مخلص خادم کی جدائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے! درجات بلند کرے اور ان کے چھوڑے ہوئے چراغوں کو بجھنے نہ دے۔ اور ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس سبق کو جو انہوں نے ہمیں یاد دلایا تھا بھولنے نہ دیں۔

دارالعلوم دیوبند کا احترام حضرت پیر ذوالفقار نقشبندیؒ کی نظر میں:

محمد شعیب قاسمی میواتی، امام وخطیب مسجد املی والی بلیماران چاندنی چوک دہلی

حضرت پیر ذوالفقار صاحب نقشبندی دارالعلوم دیوبند کا احترام کس حد تک کرتے ہوں گے، مندرجہ ذیل واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، حضرت پیر صاحب کے خلیفۂ مجاز، استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند مولانا سلمان صاحب بجنوری دامت برکاتہم العالیہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم حضرت پیر صاحب کی خدمت میں پہلی بار حاضر ہوئے تو، ہماری بیٹھنے کی جگہ پر وہ لحاف یا چادر وغیرہ بچھائی جس کو حضرت پیر ذوالفقار نقشبندی صاحبؒ اوڑھا کرتے تھے، معمول یہ تھا کہ، سالکین ومحبین لائن میں لگ کر حضرت سے ملاقات کیا کرتے تھے، یعنی پہلے نمبر لگانا پڑتا تھا؛ لیکن جب ہم (اساتذہ دارالعلوم) ملاقات کی خواہش کا ظہور فرماتے تو حضرت پیر صاحب خود ہمیں کسی کے ذریعے مطلع فرماتے، ہم کسی مسجد میں بیٹھے ہوتے تھے؛ لیکن جیسے ہی حضرت پیر صاحب کا پیغام پہنچتا ؛ تو ہم پہنچ جاتے، دومنٹ ہمیں باہر بٹھایا جاتا، اس کے بعد جب بلایا جاتا تو پہلے حضرت اپنا اوڑھنے والا لحاف یا چادر ہمارے لئے بچھاتے ہیں، اس کے بعد ہمیں بلاتے ہیں۔ پہلے ہی دن یہ تجربہ ہوا کہ جب معتکف میں ہمیں بلایا، وہاں دو حصے تھے، ایک آرام کی جگہ دوسرے حصے میں کھانے وغیرہ کی جگہ تھی، تو باہر کے حصے ہمیں روکا گیا؛ تو پتہ یہ چلا کہ، بستر کے برابر میں جو جگہ تھی، جہاں ملنے والے بیٹھا کرتے تھے؛ تو سب اس قالین پر بیٹھتے تھے جو قالین پہلے سے بچھا ہوتا تھا؛ لیکن ہم لوگوں کے آنے سے پہلے اپنا اوڑھنے والا لحاف بچھوایا کہ، یہ دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ ہیں، ان کے لئے اس کو بچھادو، اس پر ہمیں بٹھایا گیا، اور پھر ہم نے محسوس کیا کہ، ہمارے پہنچنے سے پہلے وہی اہتمام ہوتا ہے جو پہلے ہی دن ہوا تھا، اسی زمانے کی بات ہے، میں نے (مولانا سلمان صاحب بجنوری) کہا کہ، حضرت! دارالعلوم کے لئے دعاء فرمادیں! فرمانے لگے کہ، تیس سال سے تہجد کے وقت دارالعلوم دیوبند کے لئے دعاء کررہا ہوں، ابھی تک ناغہ نہیں ہوا ہے۔

سنت وشریعت کے سانچے میں ڈھلا ہوا گوہر نایاب

حضرت پیر فقیر ذوالفقار نقشبندیؒ

اعجاز الحق خلیل قاسمی، معین مدرس دارالعلوم دیوبند

مولانا سلمان بجنوری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے تعزیتی مجلس کے بیان کا خلاصہ بھی شامل مضمون ہے!

آج اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرشتوں میں بھی ایک ہلچل مچی ہوگی، استقبال کے لیے بانہیں پھیلائے صف بستہ قطار در قطار ھوں گے؛ کیوں کہ آج اللہ جل جلالہ سے ٹوٹ کر محبت کرنے والا، دلوں کی بنجر زمین کو سبزہ زار بنانے والا، بچھڑوں کو ان کے رب سے ملانے والا ، دلوں کے تاروں کو اپنے خاص انداز وآواز وسوز وگداز سے چھیڑنے والا، اور تصوف کی دنیا میں ایک نیا انقلاب لانے والا، ہزاروں بندگان خدا کی کشتی کو پار لگانے والا، حلم و بردباری ،علم وعمل کی باکرداری کے ساتھ امت مسلمہ کے بکھرے وجود کو سمیٹنے اور اس کی نیا کو پار لگانے کے لیے اپنے وجود مسعود کو گھلانے والا، اپنی کتابوں اور رسالوں وعظوں، اور دل نشیں کلمات سے لوگوں کے قلوب کو گرمانے والا، دل سے دل کو جلانے والا، علماء دیوبند کا عظیم سپوت، دار العلوم دیوبند اور اس کے اکابر علماء سے ٹوٹ کر محبت کرنے والا، حضور پرنور کا شیدا و عاشق صادق اپنے رب کے حضور حاضر ہوا ہے!

آج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح اور صحابہ کرام کس درجہ سرشار ہوں گے اور ان کو گلے

لگانے کو تیار ہوں گے کہ آج خدا مست مرد قلندر سنت وشریعت کی پابندی میں حد درجہ سبقت لے جانے والا وہ عاشق زار آرہا ہے!

آج بعد عصر آپ کے دست گرفتہ تربیت یافتہ اپنی شخصیت میں منفرد و باکمال مولانا سلمان بجنوری صاحب رحمہ اللہ کی تعزیت کے ارادے سے آپ کے آستانے پر حاضری کی سعادت حاصل کی تو وہاں پہلے ہی سے ایک جم غفیر آپ کے عاشقین و متعلقین کا جمع تھا، جو سب اسی دہکتے ہوئے غم و آلام کو لے کر آیا تھا، آپ نے رونق افروز ہونے کے بعد بہ مشکل تمام خود کو سنبھالا اور کچھ کلمات تعزیتی بیان کے طور پر ارشاد فرمائے !اور اثنائے بیان ہچکیوں اور سسکیوں کا تسلسل بھی جاری تھا۔۔

میں نے ان کے دل آگیں جذبات و انعطافات کو حضرت ہی کے سادہ الفاظ کا پیراہن عطا کرنے کی کوشش کی ہے۔

آپ نے مختصر خطبہ اور وہی آیات کریمہ تلاوت کرنے کے بعد جو آیات کریمہ آپ ﷺ کی وفات حسرت آیات پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تلاوت فرمائی تھی ارشاد فرمایا کہ آپ سب حضرات کی حاضری اسی جانکاہ حادثے کی وجہ سے ہے، آج اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندہ خاص دنیا بھر کے مسلمانوں کی ایک محبوب ترین شخصیت حضرت مولانا پیر فقیر ذوالفقار نقشبندی رح کو اپنے جوار رحمت میں بلالیا انا للہ وانا الیہ راجعون!

اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اپنی خاص رحمت کا معاملہ فرمائے اور جس طرح ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت تھی اسی طرح ان سے محبت کا معاملہ فرمائے اور ہم سب کو ان کے طریقے کے مطابق اپنی محبت اور اپنے نبی کے طریقے کی اتباع نصیب فرمائے آمین

حقیقت یہ ہے کہ کچھ بولنے کی ہمت نہیں ھےلیکن ایسے وقت میں جو بات کہی جاتی ھے وہ زیادہ اثر رکھتی ھے! ہم نے ایسا آدمی دیکھا ھے جو سراپا سنت وشریعت کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا! اعمال ظاہری میں بھی سنت کا اتباع آسان نہیں ھےلیکن پھر بھی شاید کچھ لوگ اہتمام کرلیں ؛لیکن خیالات میں جذبات میں سوچ میں خلوت وجلوت میں ہر حال میں سنت کا اہتمام ہم نے وہاں دیکھا ہے، جس نے آپ سے ملاقات کی یا دیکھا ھے ان پر آپ کی شخصیت کا تاثر دو چیزوں کی صورت میں سامنے آتا تھا ایک اللہ تعالیٰ کی محبت اور دوم سنت کا اتباع۔

اللہ سے محبت کا معاملہ تو بہت عجیب تھا اس معاملہ میں ایک طرح سے جذباتی کیفیت رکھتے تھے ایک نظم کبھی کبھی پڑھتے تھے تو پہلا مصرع جب پڑھتے تھے تو لگتا تھا اندر کی آواز ھے :

یا تیرا تذکرہ کرے ہر شخص　　　　یا کوئی ہم سے گفتگو نہ کرے

جب یہ پڑھتے تھے تو لگتا تھا کہ یا تو اللہ کی بات کرو یا پھر بات نہ کرو!

ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں تنہائی کا وقت مجھے ملاقات کے لیے دیا تو کمرے بندہ تن تنہا تھا، ساتھ میں پریشانیوں کی ایک بات چل رہی تھی، پھر درمیاں میں ایک خاص کیفیت میں آ کر مجھ سے فرمایا دیکھیے! مولانا! میں نے اپنے اللہ سے ٹوٹ کر محبت کی ھے اور اس کو ساری دنیا میں پھیلایا ہے مجھے یقین ھے کہ اللہ اسے ضائع نہیں کرے گا! میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا کہ حضرت! اب کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے اور صورت حال بہتری کی جانب بدلتی چلی گئی!

سنت کا معاملہ ایسا تھا کہ ایک مرتبہ ملیشیا میں جب آپ کمرے سے باہر آتے تھے تو لوگ کھڑے ہو جاتے تھے کہ خدمت کا موقع مل جائے یا کوئی اور برکت کے طور پر آپ کی

سہولت کا کوئی کام کر دیا جائے تو آپ نے مجھ سے فرمایا : کہ آپ اعلان کر دو! کہ لوگ کھڑے نہ ہوا کریں! میرے ساتھ خدمت کے لیے دو آدمی رہتے ھیں جو مجھے آمد و رفت و دیگر کاموں میں سہولت بہم پہنچاتے ہیں! اس کے بعد فرمایا: کہ دو آدمی بھی اس لیے رکھے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیماری کی حالت میں باہر تشریف لائے تھے تو دو آدمی کے سہارے تشریف لائے تھے تو اس میں بھی یہ نیت ہوتی ہے کہ سنت کی نقل ہو جائے! یہ ان کا اتباع سنت کا جذبہ تھا۔ اقوال میں افعال میں اعمال میں ہر چیز میں سنت کا اتباع ان کا مزاج بن گیا تھا!

دار العلوم دیو بند سے محبت کا یہ عالم تھا کہ جب ھم پہلی بار زامبیا میں حاضر ہوئے تو رات میں آپ ملاقات کرتے تھے تو ہم لوگوں کو بھی اسی وقت موقع ملتا، دیگر لوگوں کو تو صف بستگی کی صورت موقع فراہم ہوتا؛ لیکن ہمیں بلا لیتے تھے اور بڑے اکرام کا معاملہ فرماتے، معتکف میں جب ہم داخل ہوتے تو ہمیں ایک منٹ کے لیے روک لیا جاتا اور پھر اس کے بعد بلاتے تو پتا یہ چلا کہ جہاں بستر کے برابر میں جگہ تھی جہاں سب اہل تعلق ملتے اور ملاقات کرتے تھے تو سب وہاں ایسے ھی بیٹھتے تھے؛ لیکن جب ہمیں بلا لیتے تو وہاں اپنا لحاف یا کپڑا بچھا دیتے کہ یہ لوگ دار العلوم دیو بند کے اساتذہ ہیں! روز آنہ یہ اہتمام ہوتا، یہ دار العلوم دیو بند کی ان کے دل میں عظمت تھی!

اسی زمانے کی بات ھے ایک مرتبہ ہم نے کہا کہ دار العلوم دیو بند کے لیے دعا فرمائیں! تو فرمایا : کہ تیس سال سے کبھی دار العلوم دیو بند کے تیئں دعا میں ناغہ نہیں ہوا۔

اسی طرح سے حضرات اکابر کے مسلک و مشرب کے سلسلے میں بڑی پابندی تھی باقاعدہ سالکین کو یہ ہدایت ہوتی تھی کہ اکابر دیو بند کے راستے پر قائم رہنا ھے،

ایک مرتبہ کسی بہت اچھے شاندار آدمی کو اجازت مرحمت فرمانے کے سلسلے میں غور وخوص فرمارہے تھے،ہم نے دیکھا کہ تذبذب کا شکار ھیں،توہم نے تائید کی کہ اچھے آدمی ہیں! توفرمایا کہ یہ عالم نہیں ہیں! پھر بعد میں عالم بننے کے بعد ان کو مجازین کی فہرست میں جگہ ملی!

بہت سی عجیب وغریب خصوصیات وصفات کے حامل تھے بہت مطالعہ تھا بہت پڑھنے کا مزاج تھا ہم جیسے لوگوں کے لیے اس میں عبرت وموعظت کا سامان ھے،جب ۲۰۱۵ء میں آپ نے جھنگ میں اعتکاف شروع کیا تو آپ نے تفسیر کے لیے سورہ کہف کا انتخاب کیا جو دو جلدوں میں طباعت سے آراستہ ھے اور آپ نے جب اس کی تفسیر کی تو فرمایا کہ میں نے اس سورت کی تفسیر کے لیے بڑی محنت کی ھے،میں نے ایک سوبیس تفاسیر کا مطالعہ کیا ھے،آپ اندازہ لگائیں کہ تصوف کی ایک شخصیت ھے جن کو اپنی خانقاہ میں اصلاحی پہلو پر بیان کرنا ھے لیکن ایک سوبیس تفاسیر کا مطالعہ کیا ھے،آپ کے اس بیان میں عجیب نکات ھیں!

میں نے یہ دیکھا کہ ایک فتنہ اٹھا اور فتنے کے بڑے کرداروں نے آپ کو بڑی تکلیف پہنچائی؛لیکن کبھی تنہائی کی گفتگو میں کسی کو ایک لفظ بھی نہیں کہا،یعنی اس موضوع پر گفتگو ھے لیکن کسی کی غیبت کی کوئی بات نہیں ہے،،عجیب وغریب صبر وحلم عطا ہوا تھا،جوانی ھی سے آپ شب بیداری کے شوقین تھے آپ کی آرام کا اوسط تین ساڑھے تین گھنٹے رہتا،اب عمر کے اخیر پڑاؤ میں آکر لیٹنا زیادہ رہتا لیکن سونا پھر بھی نہیں ھوتا تھا آپ کی ملاقات کا وقت جس میں آپ ہشاش وبشاش نظر آتے وہ رات کے نصف اخیر کا وقت ھوتا تھا۔

اسی آداب سحر خیزی کی درازی اور استقامت نے صحت پر گہرا اثر ڈالا،اور کمزوری در

آئی اور گردے زیادہ متاثر ہوئے! ابھی میری گفتگو فون پر ہوئی آٹھ روز پہلے میں نے کہا ہم آپ کے لیے دعا کر رہے ھیں تو فرمایا کہ ہمارا کام دعا سے ھی چل رہا ھے!

آپ لوگوں سے گزارش ھے کہ دعا کریں کہ آپ کے اہل تعلق اور ہم لوگ اور طلباء سب کو اللہ صبر جمیل دے اور آپ کے اہل خانہ کو بھی! نیز میرے لیے بھی یہ وقت بڑا صبر آزما ھے میرے لیے بھی دعا کریں! پھر آپ ہی کی رقت آمیز پر سوز دعا پر مجلس کا اختتام ہوا۔ یہاں حضرت کے بیان کا خلاصہ تمام ھوا۔۔

میں جب آج کی مجلس میں شریک تھا تو مجھ پر اور بزم میں شریک ہر فرد پر جو کیفیت طاری تھی وہ مافوق الوصف ھے۔ تو میں اس وقت ایک تصوراتی دنیا میں فکری جولانیوں میں کھو گیا اور یہ سوچنے لگا کہ آج جب ہم ان کی کتابیں پڑھتے ہیں اور ان کے وعظ سوشل میڈیا کے واسطے سے سنتے ہیں تو دل تڑپنے لگتے ہیں اور ماہی بے آب کی طرح پھڑکنے لگتے ھیں ، اگر ہم ان کی مجلس میں ان کے روبرو بیٹھ کر ان کی دلنشیں انداز میں ان کے دل کے نہاخانے سے نکلی ہوئی وہ تقریر سماعت کر لیتے تو کیا ہم خود پر قابو پاسکتے تھے! جب منور قلوب کا ان کے یہاں یہ حال تھا تو ہم جیسے سیاہ قلب تو تاب ہی نہ لا پاتے!

جس قلب کی آہوں نے دل پھونک دیے لاکھوں
اس قلب میں یا اللہ کیا آگ بھری ہوگی

چنانچہ جب آپ کی دار العلوم دیوبند آمد ھوئی تو ہمارے اساتذہ کرام اس صورتِ حال کو بیان کرتے ہوئے آبدیدہ ہو جاتے ہیں اور فرماتے ھیں : کہ جب آپ نے مسجد رشید میں جلوہ افروز ہو کر یہ شعر بڑی دلسوزی کے ساتھ پڑھا تو ہر شخص اپنی آنکھیں نہ صرف بھگوئے

ہوئے تھا بلکہ اس کے آس پاس کا پورا ماحول اسی کیفیت سے دوچار تھا اور در و دیوار بھی آپ کے ساتھ گریہ کناں تھے! وہ شعر یہ تھا :

عابد کے یقین سے روشن ھے سادات کا سچا صاف عمل
آنکھوں نے کہاں دیکھا ہوگا اخلاص کا ایسا تاج محل

ہر ہم مجلس کو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ آج ھی شاید یہ شعر تخلیق ہوا ہے اور آج ھی اس شعر کا صحیح ادراک ہم کر پائے ھیں! بات دراصل یہ تھی کہ وہ اس دل سے نکل رہا تھا جس دل کی تجلی سے لاکھوں دل روشن ھیں!

اسی طرح ایک استاد محترم نے بیان کیا کہ جب آپ اساتذہ دارالعلوم دیوبند کی خصوصی مجلس سے ہم کلام ہوئے اور آپ اصول ہشت گانہ پر اپنی دلچسپ گفتگو کی بنیاد رکھی تو بیان کے بعد شارح ہدایہ دقت نظری نکتہ آفرینی میں عدیم المثال استاد محترم مولانا جمیل سکروڈویؒ نے یہ بات ارشاد فرمائی : کہ میں نے قاری طیب صاحب کو بھی سنا ہے اور خوب سنا ھے؛ لیکن جو بات اور جو اثر یہاں پایا آج میں سمجھتا ھوں کہ قاری طیب صاحب رح بھی ایسا بیان نہیں کرتے تھے! واللہ اعلم

حضرت کی زبان میں اللہ تعالیٰ نے جو اثر دیا تھا وہ دلوں کو مسخر کرلیا کرتا تھا اور آپ کا بیان ہر سننے والے کو اپنے سحر میں جکڑ لیتا تھا آپ کی ذات درحقیقت دلوں کی فاتح تھی!

مجھے یاد ھے کہ حفظ کے زمانے میں ان کی کتابیں گھر کی زینت تھیں تو میں عصر کے بعد کا وقت اور دوپہر کا قلیل مگر عزیز وقت آپ کی کتاب ھی کی نذر کردیتا تھا جب کہ اس وقت شعور سے کوسوں دور تھا؛ لیکن آپ کی کتاب اور رقت آمیز مضامین و وعظ نے ایسا جکڑا تھا کہ

بس پڑھتا جاتا اور روتا جاتا تھا۔اور اس کے لیے ایسا گوشہ تلاش کرتا جہاں کوئی نہ پہنچے اگر کوئی ادھر آدھمکتا تو کتاب میں اپنا چہرہ چھپالیتا اور سونے کی ہیت بنالیتا تھا، نیز جب تک آپ کی کوئی دوسری کتاب ھاتھ نہ لگتی تو اسی کو بار بار پڑھتا۔۔۔اور درد کی اسی کیفیت میں غرقاب ہوجاتا اور اس غرقابی میں جو لطف آتا تھا وہ بیان سے باہر ہے۔

پیر صاحب سے واقفیت تو خطہ گجرات کے مشہور ومعروف ادارے جامعہ قاسمیہ کھروڈ بھروچ گجرات میں جا کر ہوئی لیکن آپ کی کتابوں سے استفادہ اس سے پہلے ھی سے جاری وساری رہا۔۔اور کتابوں کا نظم بھی ایسے ہوتا تھا کہ ہماری ہمشیرہ کچھ رقم جمع ہوجانے کے بعد پیر صاحب کی کتابیں منگواتی تھی اور میں وہ کتابیں گھر اس شرط پر لاتا تھا کہ پہلے میں ان سے استفادہ کروں گا،شعور تھا نہیں اس لیے جیسے ہی آتا تو بس وہ کتاب لے کر گوشہ گیر ہوجاتا۔۔آج بھی اس وقت کے بہت سے واقعات اور دلسوز قصے ذہن کے کسی نہ کسی گوشے میں قید ھیں جو وقت آنے پر ذہن کی اسکرین پر ابھر آتے ہیں اور جو چیز سب سے زیادہ آپ کی کتاب میں مجھے اچھی لگتی تھی وہ موقع درموقع آپ کا عمدہ وچیدہ اشعار کا چسپاں کرنا تھا، میں تمام اشعار کتاب کے یاد کرلیتا تھا جس سے بڑی ہمت ملتی تھی اور خوب سے خوب تر مواقع میں ان کو پڑھتا تو دل گدگدانے لگتا تھا، آج بھی ان میں سے نہ جانے کتنے اشعار یاد آتے رہتے ہیں !اب بھی آپ کے بیانات سننا اور ان سے اپنے دل کی دنیا کو آباد وتعمیر کرنے کا سلسلہ جاری ھے ۔۔ بڑی آرزو تھی کہ آپ کی خدمت میں حاضری کی شرف یابی کا موقع ملے لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدے۔۔

میں اس نتیجہ پر پہنچا ھوں کہ علماء دیوبند کی مبارک صف میں گنتی کے کچھ لوگ ایسے

تھے جو ہمارے پاس جہان دانش وبینش کو دکھانے کے لیے بہترین سرمایہ تھے، لیکن وہ سب وقفہ وقفہ سے رخصت ہورہے ہیں! ہمیں ابھی باقی سرمایے کی قدر کرلینی چاہیے اور جانے والوں کے چھوڑے ہوئے نقوش کو اپنے لیے رہنما بنانا چاہیے! بقول حضرت الاستاد مفتی سعید صاحب پالن پوریؒ جب ایک ممتاز مقام کی حامل شخصیت دنیا سے پردہ فرماتی ہے تو ہم پچاس سال پیچھے چلے جاتے ہیں! جو یقینا ایک بڑا خسارہ ہے! اللہ تعالی حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کو بلند فرمائے لواحقین ومتعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین یارب العلمین

لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے
تابہ منزل صرف دیوانے گئے

مستند رستے وہی مانے گئے
جن سے ہوکر تیرے دیوانے گئے

آہ کو نسبت ھے ان کی راہ سے
آہ نکلی اور پہچانے گئے

دلوں کی اصلاح کا خاموش مجاہد مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ

(مفتی) محمد انس قاسمی ہاپوڑ

مختصر سوانحی خاکہ

نام : مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ

پہچان : عالمِ شریعت، مصلحِ امت، صاحبِ نسبت بزرگ

میدانِ خدمت : اصلاحِ نفس، تزکیۂ قلب، دعوت الی السنۃ

منہج : قرآن وسنت کی روشنی میں تصوف

امتیاز : خاموش، مسلسل اور پائیدار اصلاح۔

ولادت: یکم اپریل ۱۹۵۳ء کو پاکستان کے شہر جھنگ میں پیدا ہوئے۔

وصال: ۱۴ دسمبر ۲۰۲۵ء کو پاکستان کے شہر جھنگ میں انتقال ہوا۔

[۱] ہر دور میں اللہ تعالیٰ کچھ ایسی ہستیاں پیدا فرماتا ہے جو محض علم کے حامل نہیں ہوتیں بلکہ دلوں کی اصلاح، کردار کی تعمیر اور روح کی بیداری کا ذریعہ بنتی ہیں۔ یہ حضرات اپنے قول وعمل کے ذریعے انسان کو اس کے رب سے جوڑتے ہیں اور غفلت میں ڈوبی انسانیت کو مقصدِ حیات کی یاد دہانی کراتے ہیں۔ ایسی ہی ایک ربّانی اور صاحبِ اثر شخصیت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کی تھی، جن کا وصال امتِ مسلمہ کے لیے ایک عظیم روحانی خسارہ ہے۔

[۲] مولانا پیر ذوالفقارؒ کا شمار اپنے عہد کے ان اکابر اہلِ علم میں ہوتا ہے جنہوں نے شریعت اور تصوف کو نہایت اعتدال اور حسن کے ساتھ جمع کیا۔ آپ محض ایک عالمِ دین نہیں تھے بلکہ

ایک سچے مربی، صاحبِ نسبت مرشد اور درد مند مصلح تھے۔ آپ کی پوری زندگی کا محور انسان کی باطنی اصلاح اور اسے اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف متوجہ کرنا تھا۔

[۳] آپ نے علم کو محض درس و تدریس تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے عمل، اخلاق اور اخلاص کے ساتھ جوڑ دیا۔ آپ کی مجالس میں شرکت کرنے والا شخص یہ محسوس کرتا تھا کہ یہاں نصیحت صرف کانوں تک نہیں پہنچتی بلکہ سیدھی دل میں اترتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ گناہوں میں مبتلا افراد بھی آپ کی صحبت سے متاثر ہو کر سچی توبہ کی طرف راغب ہوئے اور اپنی زندگیوں کو شریعت و سنت کے مطابق ڈھالنے لگے۔

[۴] مولانا پیر ذوالفقارؒ کا دعوتی اسلوب نہایت سادہ مگر گہرا اثر رکھنے والا تھا۔ آپ نہ سختی کو اختیار کرتے تھے اور نہ ہی تلخی کو، بلکہ محبت، حکمت اور خیر خواہی کے ساتھ اصلاح فرماتے تھے۔ آپ کا یقین تھا کہ دل کو جیتے بغیر اصلاح ممکن نہیں، اور دل محبت و شفقت سے ہی بدلتے ہیں۔

[۵] تصوف کے باب میں آپ کا موقف نہایت واضح اور مضبوط تھا۔ آپ ہمیشہ اس بات پر زور دیتے رہے کہ سچا تصوف وہی ہے جو قرآن و سنت کے تابع ہو۔ آپ بدعات، خود ساختہ رسومات، غلو اور دین میں افراط و تفریط سے سختی کے ساتھ بچنے کی تلقین فرماتے تھے، اور یہ واضح کرتے تھے کہ تصوف کا اصل مقصد نفس کی پاکیزگی، دل کی صفائی اور اخلاقِ حسنہ کی تکمیل ہے۔

[۶] آپ کی تعلیمات میں دنیا کی بے ثباتی، موت کی یاد، آخرت کی فکر اور حضور اکرم ﷺ کی سچی محبت کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ آپ بار بار اس حقیقت کی طرف متوجہ فرماتے تھے کہ

اعمال کی درستگی سے پہلے دل کی اصلاح ضروری ہے، کیونکہ جب دل درست ہو جاتا ہے تو اعمال خود بخود سنور جاتے ہیں۔

[۷] مجھے حضرت کی تعلیمات پر ایک حدیث یاد آئی کہ جنابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ الا وان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله الا وهی القلب (مسلم)(مفہوم) کہ جس طرح انسان کے جسم میں ایک دل بہت اہم رول ادا کرتا ہے کہ اگر دل بگڑ جائے تو پورے جسم کا نظام درھم برھم ہو جاتا ہے تو بلکل اسی طرح گر روح کی بھی فکر نہ کی جائے تو اس پر شیطان کا اٹیک ہو جاتا ہے اور انسان کا دل نیکی کی طرف گامزن نہیں ہو پاتا ہے۔ حضرت پیر صاحبؒ کا اصل مشن روح کی درستگی کی اصلاح کا تھا دل میں اخلاق اور اسکو نورِ ایمانی سے مکمل بھر پور کرنے کا تھا۔

[۸] مولانا پیر ذوالفقارؒ لاکھوں انسانوں کے لیے روحانی معالج کی حیثیت رکھتے تھے۔ حسد، تکبر، ریا، غفلت، زبان و نگاہ کی بے احتیاطی اور والدین کی نافرمانی جیسے باطنی امراض کا علاج آپ توبہ، ذکرِ الٰہی اور سنتِ نبوی ﷺ کی پیروی میں بیان فرماتے تھے۔ آپ کا پیغام یہ تھا کہ دین محض عبادات کا نام نہیں بلکہ معاملات، معاشرت اور اخلاق میں بھی اس کی جھلک نظر آنی چاہیے۔

[۹] اگرچہ مولانا پیر ذوالفقارؒ کا وصال اہلِ دل کے لیے باعثِ رنج والم ہے، مگر آپ کی زندگی ہم سب کے لیے ایک عظیم امانت اور ذمہ داری چھوڑ گئی ہے آپ کی تعلیمات، اصلاحی خطوط، بیانات اور تربیت یافتہ شاگرد آج بھی آپ کے مشن کو زندہ رکھے ہوئے ہیں اور ان شاء اللہ یہ سلسلہ رہتی دنیا تک جاری رہیگا۔

فکرِ اصلاح کا بنیادی منہج

مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کی اصلاحی فکر کی بنیاد اس اصول پر قائم تھی کہ انسان کی اصل خرابی اس کے ظاہر میں نہیں بلکہ اس کے باطن میں ہوتی ہے۔ جب تک دل کی اصلاح نہ ہو، عبادات میں روح پیدا نہیں ہوتی اور اخلاق میں پختگی نہیں آتی۔ اسی لیے آپ ظاہری اعمال سے پہلے نیت، اخلاص اور قلبی کیفیت کی اصلاح پر زور دیتے تھے۔

آپ کا منہج یہ تھا کہ اصلاح تدریج کے ساتھ ہو، یعنی انسان پر بوجھ نہ ڈالا جائے بلکہ اسے آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کی طرف لایا جائے۔ یہی حکمت آپ کی دعوت کو مؤثر بناتی تھی۔

خاموش مجاہدت اور نفس کے خلاف جہاد

مولانا پیر ذوالفقارؒ کے نزدیک سب سے بڑا جہاد نفس کے خلاف جہاد تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دشمن باہر نہیں، اصل دشمن انسان کے اپنے اندر موجود نفسِ امّارہ ہے۔

آپ کی پوری زندگی اسی خاموش مجاہدت سے عبارت تھی، یعنی نہ شور، نہ دعویٰ، نہ نمود؛ بلکہ صبر، استقامت اور مسلسل اصلاح۔

آپ نے لوگوں کو سکھایا کہ:

نظر کی حفاظت عبادت ہے۔

زبان کی خاموشی حکمت ہے۔

عاجزی روحانیت کی پہچان ہے۔

اور گناہ سے بچ جانا ہزار نفلوں سے بہتر ہے۔

یہی وہ جہاد تھا جو آپ خاموشی سے انجام دیتے رہے۔

تصوف اور شریعت کا متوازن امتزاج

مولانا پیر ذوالفقارؒ نے تصوف کو کبھی شریعت سے جدا نہیں ہونے دیا۔ آپ کے نزدیک تصوف اگر شریعت کے دائرے سے باہر نکل جائے تو وہ اصلاح کے بجائے گمراہی کا سبب بن جاتا ہے۔

اسی لیے آپ نے ہمیشہ قرآن وسنت کی روشنی میں تزکیۂ نفس کی تعلیم دی۔

آپ کے تصوف کا حاصل یہ تھا:

۱۔ دل میں اللہ کا خوف۔

۲۔ عمل میں سنت کی پابندی۔

۳۔ اخلاق میں نرمی۔

۴۔ اور معاملات میں دیانت۔

۵۔ اثرِ صحبت اور اصلاح یافتہ نفوس۔

مولانا پیر ذوالفقارؒ کی صحبت کا سب سے بڑا اثر یہ تھا کہ لوگ خاموشی سے بدل جاتے تھے۔ نہ وقتی جوش، نہ جذباتی نعرے، بلکہ پائیدار تبدیلی۔

آپ کے اصلاح یافتہ شاگرد آج بھی مختلف علاقوں میں دین، اخلاق اور اصلاحِ معاشرہ کا کام انجام دے رہے ہیں، جو آپ کے خاموش مگر مضبوط اثر کا زندہ ثبوت ہے۔

خلاصۂ فکرِ اصلاح

مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کی اصلاحی فکر کا خلاصہ چند نکات میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے:

دین کی اصل روح دل کی اصلاح ہے

اعمال کی قبولیت کا مدار اخلاص پر ہے.

تصوف شریعت کے تابع ہو تو رحمت ہے.

نفس کے خلاف جہاد سب سے بڑا جہاد ہے.

* خاموش * اصلاح، شور والی دعوت سے زیادہ پائیدار ہوتی ہے..

یہی وہ فکر ہے جس نے آپ کو "دلوں کی اصلاح کا خاموش مجاہد" بنایا۔

[۱۰] مولانا پیر ذوالفقارؒ کا امتیاز یہ تھا کہ آپ نے اپنی پوری زندگی انسان کے باطن کو سنوارنے کے لیے وقف کردی۔ آپ کا میدان سیاست تھا نہ شہرت، بلکہ انسان کا دل تھا، وہ دل جو غفلت، گناہ، دنیا کی محبت اور نفس کی غلامی میں جکڑا ہوا ہوتا ہے۔ آپ اسی دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹانے کو اپنی اصل کامیابی سمجھتے تھے۔

آپ علمِ شریعت کے پختہ عالم تھے، مگر آپ کی اصل پہچان محض علمی خطابات نہیں بلکہ عملی تربیت اور روحانی اصلاح تھی۔ آپ کا مزاج یہ تھا کہ پہلے خود عمل کریں، پھر دوسروں کو دعوت دیں، یہی وجہ تھی کہ آپ کی بات میں وزن، اثر اور قبولیت پائی جاتی تھی، آپ کی مجالس میں بیٹھنے والا یہ محسوس کرتا تھا کہ یہاں الفاظ نہیں، بلکہ دل سے نکلی ہوئی بات دل میں اتر رہی ہے۔

[۱۱] مولانا پیر ذوالفقارؒ نے اصلاحِ نفس کو دین کی بنیاد قرار دیا۔ آپ بارہا اس حقیقت کی طرف توجہ دلاتے تھے کہ اگر دل درست نہ ہو تو بظاہر بڑے بڑے اعمال بھی انسان کو اللہ کے قریب نہیں کر سکتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ

اعمال کی خرابی سے پہلے نیت کی خرابی ہوتی ہے، اور نیت دل کا عمل ہے

[۱۲] آپ کا دعوتی اسلوب نہایت سادہ، متوازن اور حکیمانہ تھا۔ نہ آپ لوگوں کو مایوس کرتے تھے اور نہ سخت الفاظ استعمال کرتے تھے۔ گناہ گار کو نفرت سے نہیں بلکہ امید اور رحمت کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی صحبت میں بڑے بڑے بگڑے ہوئے لوگ بھی توبہ پر آمادہ ہو جاتے اور اپنی سابقہ زندگی پر نادم ہو کر ایک نئی ابتدا کرتے۔

[۱۳] تصوف کے باب میں مولانا پیر ذوالفقارؒ کا منہج بالکل واضح تھا۔ آپ ہمیشہ اس بات پر زور دیتے رہے کہ تصوف شریعت کے بغیر معتبر نہیں۔ آپ بدعات، غیر شرعی رسومات، غلو اور نفس پرستانہ طریقوں سے سختی کے ساتھ بچنے کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ کے نزدیک سچا تصوف وہ تھا جو انسان کے اندر عاجزی، تقویٰ، صبر، شکر اور حسنِ اخلاق پیدا کرے۔

[۱۴] آپ کی تعلیمات کا مرکز دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی فکر تھا، مگر اس معنی میں نہیں کہ انسان دنیا چھوڑ دے، بلکہ اس معنی میں کہ دنیا دل میں نہ بسے۔ آپ بار بار یہ نصیحت فرماتے تھے کہ انسان دنیا میں رہے، کام کرے، مگر دل اللہ کے ساتھ وابستہ رہے۔ یہی توازن آپ کی اصلاحی فکر کی بنیاد تھا۔

[۱۵] مولانا پیر ذوالفقارؒ لاکھوں انسانوں کے لیے روحانی طبیب ثابت ہوئے۔ حسد، تکبر، ریا، غفلت، زبان اور نگاہ کی بے احتیاطی، والدین کی نافرمانی اور دل کی سختی، یہ وہ باطنی بیماریاں تھیں جن کا علاج آپ ذکرِ الٰہی، توبہ، استغفار اور سنتِ نبوی ﷺ کی پابندی میں بتاتے تھے۔ آپ کی نظر میں اصل جہاد نفس کے خلاف جہاد تھا، اور اسی جہاد کو آپ خاموشی کے ساتھ عمر بھر انجام دیتے رہے۔

[۱۶] آپ کی خاموش مجاہدانہ زندگی کا اثر یہ تھا کہ آپ کے اصلاح یافتہ شاگرد اور متعلقین آج

مختلف علاقوں میں دین، اخلاق اور اصلاح کا کام انجام دے رہے ہیں۔ یوں آپ کا فیض کسی ایک مقام تک محدود نہ رہا بلکہ ایک مسلسل سلسلے کی صورت میں آگے بڑھتا رہا۔

[۱۷] اگرچہ مولانا پیر ذوالفقارؒ کا وصال اہلِ دل کے لیے ایک عظیم صدمہ ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کی زندگی ایک مکمل نصاب چھوڑ گئی ہے ہی ایسا نصاب جو ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ دین کی اصل روح دل کی اصلاح، نیت کی پاکیزگی اور سنتِ رسول ﷺ کی پیروی میں مضمر ہے۔

اللہ تعالی حضرت پیر ذوالفقارؒ کی مغفرت کاملہ فرمائے۔ان کے حسنات کو قبول فرمائے، سیئات سے درگزر فرمائے اور ان کی دینی و اصلاحی خدمات کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنادے۔

اللھم اغفر لہ وارفع درجتہ فی المھدیین
واجعل قبرہ روضۃ من ریاض الجنۃ۔

اللہ رب العزت ہمیں ان کے منہج اہل سنت پر استقامت نصیب فرمائے اور ان کی دینی و اصلاحی مساعی کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔اللہ رب العزت انہیں جوار رحمت میں اعلی مقام عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین

قافلۂ اہلِ دل کا روشن چراغ

محمد عفان قاسمی، ناظم امورِ تعلیم وتربیت جامعہ قاسمیہ دار التعلیم والصنعۃ دیوبند، اتر پردیش، انڈیا

محبوبُ العلماء والصلحاء، حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی نور اللہ مرقدہ عصرِ حاضر کے اُن ممتاز مشائخ اور مصلحینِ امت میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے علمِ شریعت اور روحانیتِ تصوف کو نہایت توازن، حکمت اور اخلاص کے ساتھ امت کے سامنے پیش کیا۔ آپ کی پوری زندگی کا مقصد انسان کو اس کے رب سے جوڑنا، نفس کی اصلاح کرنا اور سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق عملی زندگی کی طرف رہنمائی کرنا تھا۔ آپ کی ذات علم وعمل کا حسین امتزاج تھی، جس میں اخلاص، سادگی اور دردِ امت نمایاں طور پر جھلکتا تھا۔

سفیرِ تصوف، تحریکِ ارشاد، الہامِ اصلاح، واعظِ روح، خطیبِ قلب، دوائے دل، بہارِ سلوک، انجمنِ تزکیہ، موسوعۂ معرفت، انقلابِ باطن، لسانِ صوفیا، قلمِ حقائق، کاشفِ اسرار، کاتبِ انوار، شارحِ دقائق، مفسرِ رموز، فاتحِ عقبات، دست گیر راہ، مشکِ عرفان، طلسمِ تقریر، سحرِ بیان، حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی نور اللہ مرقدہ ایک ایسے دینی اور علمی ماحول میں پروان چڑھے جہاں شریعت اور طریقت دونوں کو یکساں اہمیت حاصل تھی۔ آپ نے دینی علوم کے حصول کے ساتھ ساتھ تزکیۂ نفس اور اصلاحِ قلب کو اپنی زندگی کا اصل مقصد بنایا۔ روحانی اعتبار سے آپ کو عظیم صوفی بزرگ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ سے خصوصی نسبت حاصل رہی، جس نے آپ کی فکر، مزاج اور دعوت کو مضبوط بنیاد عطا کی۔ آپ ہمیشہ اس حقیقت پر زور دیتے رہے کہ تصوف اگر شریعت سے جدا ہو جائے تو گمراہی ہے، اور شریعت اگر باطن کی اصلاح سے خالی ہو تو محض ایک ظاہری سانچہ بن کر رہ جاتی ہے۔

حضرت کی خدمات کا سب سے نمایاں اور روشن پہلو اصلاحِ نفس تھا۔ آپ کے بیانات اور مجالس میں نہ تصنع ہوتا تھا اور نہ وقتی جوش، بلکہ سچائی، سنجیدگی اور دل سے نکلنے والا درد ہوتا تھا جو سننے والوں کے دلوں میں اتر جاتا تھا۔ آپ نے امت کو توبہ، رجوع الی اللہ اور عملی تقویٰ کی طرف متوجہ کیا، اور خصوصاً تکبر، حسد، ریا، غصہ اور حبِ دنیا جیسی مہلک باطنی بیماریوں کی نشاندہی کر کے ان کے علاج کی طرف رہنمائی فرمائی۔ آپ کی صحبت اور تعلیمات کے اثر سے بے شمار افراد کی زندگیوں میں نمایاں اور پائیدار تبدیلیاں آئیں۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی نور اللہ مرقدہ کی اصلاحی خدمات کسی ایک ملک یا خطے تک محدود نہ رہیں۔ پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، خلیجی ممالک اور یورپ و امریکہ تک آپ کے مریدین، متعلقین اور خلفاء موجود ہیں، جو آپ کی تعلیمات کی روشنی میں دین کی خدمت اور انسانوں کی اصلاح کا کام انجام دیتے رہے۔ آپ کی دعوت کا خاص امتیاز یہ تھا کہ اس میں توازن، اعتدال اور شریعت کی کامل پابندی نمایاں تھی، جس کی وجہ سے اہلِ علم اور عام مسلمانوں دونوں میں آپ کی بات قبولیت پاتی تھی۔

آپ کے مریدوں اور متعلقین میں عام مسلمانوں کے ساتھ ساتھ علماء، مفتیان، مدرسین اور دینی مدارس کے طلبہ کی بڑی تعداد شامل تھی۔ کئی معروف اہلِ علم آپ سے اصلاحی نسبت رکھتے تھے اور آپ کی صحبت کو اپنی روحانی زندگی کے لیے باعثِ برکت سمجھتے تھے۔ اس کے باوجود حضرت نے ہمیشہ شہرت، نام و نمود اور ظاہری نمود و نمائش سے اجتناب فرمایا اور گمنامی میں اللہ کے بندوں کی اصلاح کا عظیم کام انجام دیتے رہے۔

تحریر کے میدان میں بھی حضرت کی خدمات نہایت اہم اور قابلِ قدر ہیں۔ آپ کی اصلاحی تصانیف اور کتابچے خصوصاً اصلاحِ نفس، حقیقتِ تصوف، توبہ، تقویٰ اور اللہ تعالیٰ سے تعلق جیسے بنیادی اور اہم موضوعات پر مشتمل ہیں۔ آپ کی تحریروں کی نمایاں خصوصیت یہ

ہے کہ وہ سادہ، عام فہم اور نہایت مؤثر اسلوب میں لکھی گئی ہیں، جس کی وجہ سے مدارس، خانقاہوں اور دینی حلقوں میں ان سے بڑے پیمانے پر استفادہ کیا جاتا رہا ہے اور آج بھی کیا جا رہا ہے۔

جب 14 دسمبر 2025 کو حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی نور اللہ مرقدہ کی وفات کی خبر منظرِ عام پر آئی تو ہر طرف رنج و غم کی فضا قائم ہوگئی۔ علمی اور دینی حلقوں میں ایک خلا محسوس کیا جانے لگا اور دلوں پر غم کی کیفیت طاری ہوگئی۔ دیوبند کی مقدس سرزمین پر قائم وہ عظیم ادارہ، جو گزشتہ تیس برسوں سے قرآن و حدیث کی خدمت میں مصروف ہے اور جہاں سے سینکڑوں حفاظِ قرآن فارغ ہو کر دنیا بھر میں قرآنی خدمات انجام دے رہے ہیں، وہاں بھی اس سانحے کا گہرا اثر دیکھا گیا۔ جامعہ قاسمیہ دار التعلیم والصنعۃ دیوبند، اتر پردیش، انڈیا میں اساتذہ اور طلبہ کے درمیان غم کا ماحول پھیل گیا، اور حضرت کے لیے خصوصی دعاؤں کا اہتمام کیا گیا، قرآن خوانی کروائی گئی اور ان کی دینی و اصلاحی خدمات کو عقیدت و احترام کے ساتھ یاد کیا گیا۔ یہ سب اس بات کا واضح ثبوت تھا کہ حضرت کی نسبت اور اثر محض افراد تک محدود نہ تھا بلکہ اداروں اور علمی مراکز تک پھیلا ہوا تھا۔

آخر میں ہم بارگاہِ رب العزت میں دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی نور اللہ مرقدہ کی کامل مغفرت فرمائے، ان کے درجات کو بلند فرمائے، ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور ان کی دینی و اصلاحی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اخلاص، تقویٰ اور اتباعِ سنت کی دولت نصیب فرمائے اور ہمیں اہلِ دل اور اہلِ حق کے راستے پر ثابت قدم رکھے۔ آمین یا رب العالمین۔

تصوف وسلوک کے امین

شیخ المشائخ حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ

حسن احمد آمبوری [ناظم اعلیٰ : جمعیۃ علماء تمل ناڈو]

شیخ المشائخ حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ عالمِ اسلام کے صوفی بزرگ اور سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک صاحبِ نسبت شیخ ہیں، جو اپنے دروس وملفوظات اور تصانیف کے ذریعے اصلاحی کاموں کے لیے ایک مشہور شخصیت رہے ہیں۔

تصوف درحقیقت باطنی اخلاق کی اصلاح کرانا ہے۔مخلوقات میں سے شیطان سراپا شر ہے، فرشتے سراپا خیر ہیں، اور انسان شر اور خیر کا مجموعہ ہے۔دنیا کے اچھے سے اچھے انسان کو بُرا موقعہ مل جائے تو اس کے خراب ہونے میں دیر نہیں لگتی، دنیا کے بُرے سے بُرے انسان کو اچھا ماحول مل جائے تو اس کے سنورنے کے مواقع موجود ہیں۔شریعت میں یہ کہا گیا کہ ہم اپنے اوپر خیر کو غالب کرلیں۔کامل خیر انسان کے اندر نہیں ہوتی، ہاں البتہ انبیا علیم السلام اور اولیاء کرام کے اندر کامل خیر ہوا کرتی ہے۔

انسان کے اندر خیر غالب ہو جائے تو وہ اچھے انسان اور اگر شر غالب ہو جائے تو برے انسان ہو جاتے ہیں۔صحبت کا بہت اثر ہوتا ہے، اگر اچھے ماحول میں رہیں گے تو خیر غالب ہوگی، خدانخواستہ برے ماحول میں چلے گئے تو شر غالب ہوگی۔جس طرح انسانی بیماری کے لیے معالج ہیں، اسی طرح روحانی بیماری کے لیے بھی معالج ہیں۔وہ کون ہیں؟ علماء، صلحاء

اور مشائخ۔ لہٰذا! تصوف کا جو خلاصہ ہے وہ شریعت کا اتباع ہے۔ تصوف کے موضوع پر جب کبھی بات ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس کی شاخیں اتنی زیادہ اور مختلف ہیں کہ ایک عام آدمی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اللہ رب العزت ہر دور میں شریعت کو سمجھنے کے لیے افراد پیدا کئے ہیں، شخصیات پیدا کی ہیں۔ برصغیر میں سب سے طاقتور شخصیت جن کے ذریعے سے دین کی حقیقت کو ظاہر فرمایا وہ امامِ ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت ہے۔ حضرت امامِ ربانی سلسلۂ نقشبندیہ کے بھی مجدد ہیں۔ انہوں نے اس سلسلے کو عجیب وغریب انداز سے صاف بھی کیا اور ترقی بھی دی۔ ہمارے اکابر نے تصوف کے تمام سلسلوں کو سنت کے تابع بنا دیا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ بیتی میں لکھا ہے کہ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کی حضرت شیخ سے بے تکلفی تھی۔ وہ ایک مرتبہ آئے۔ حضرت شیخ لکھتے ہیں: میں قرآنِ کریم کا دور کر رہا تھا کہ اچانک رئیس الاحرار آ کر کھڑے ہیں۔ کہنے لگے : میں اس وقت رائے پور جا رہا ہوں، ایک سوال کر کے جاتا ہوں، جواب تیار رکھیے گا، واپسی پر جواب لے لوں گا۔ پوچھا : کیا سوال ہے؟ انہوں نے کہا: تصوف کیا بلا ہے؟ یہ سوال ہے، اس کا جواب پرسوں آ کر لوں گا۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں :اس کا جواب ابھی لیتے جاؤ۔ فرمایا : تصوف نام ہے تصحیحِ نیت کا، جس کی ابتدا ”اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ“ سے ہوتی ہے، اور انتہا ”اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ“۔

حضور علیہ السلام نے بتلایا کہ سارے اعمال کی روح نیت ہے۔ نیت صحیح ہو گی تو عمل صحیح ہو گا، اور نیت غلط ہو گی تو عمل غلط ہو گا۔ اعمال کا اعلیٰ درجہ اور دین کا اعلیٰ معیار یہ ہے کہ

تم عبادت اس طرح کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو، اور اگر تم نہیں دیکھ رہے تو اللہ تمہیں دیکھ ہی رہا ہے، اتنا تو یاد رکھو۔ حضرت شیخ نے کہا: یہی تصوف ہے، پھر رئیس الاحرار نے کہا : میں تو یہ سوچ کر آیا تھا کہ تم یہ جواب دو گے، تو میں یہ اشکال کروں گا، اور اگر فلاں جواب دو گے تو میں یہ اشکال کروں گا، لیکن تم نے تو جڑ ہی کاٹ دی۔ شیخ نے کہا: کہ ہمارا تصوف تو یہی ہے، سارے اکابر نے اسی پر محنت کی ہے۔

حضرت اقدس پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی ساری زندگی تصوف وسلوک پر بڑی محنت کی۔ دنیا کے مختلف ملکوں کا سفر فرمایا، لوگوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ سے جوڑا۔ حضرت جیؒ نے سیکڑوں کتابیں تصنیف فرما کر عوام وخواص کو فائدہ پہنچایا۔ خصوصی طور پر تصوف وسلوک پر تیرہ ابواب پر مشتمل کتاب شائع فرمائی، ہر باب اپنی جگہ اہم ہے۔ لیکن بعض ابواب تمام سالکین کے لیے بہت ضروری ہیں، تاکہ وہ انہیں حرزِ جاں بنا لیں۔ حضرت جیؒ کی امتیازی خصوصیت تھی کہ انہوں نے تصوف کو عملی زندگی، معاشرت اور خاندانی نظام سے جوڑ کر پیش کیا۔ حضرت جیؒ کا یہ کارنامہ ان کی دینی بصیرت اور فکری وسعت کا روشن ثبوت ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت جیؒ کی تمام دینی وروحانی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں اور ہم سب کو حضرت جیؒ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

پیر صاحب امت کے لیے زندہ معجزہ تھے

محمد ابراہیم قاسمی، منتظم: جامعہ قاسمیہ دار التعلیم والصنعہ، قاسم پورہ دیوبند، یوپی، انڈیا

اس دورِ قحط الرجال میں حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال امتِ مسلمہ کے لیے کسی سانحہ سے کم نہیں۔ آپ کی شخصیت جدید عصری تعلیم اور گہری روحانی بصیرت کا ایک نادر امتزاج تھی، آپ نے دنیا بھر میں لاکھوں زندگیاں بدل دیں۔ آپ کا رخصت ہونا محض ایک فرد کا انتقال نہیں، بلکہ ایک ایسی عہد ساز تحریک کے بانی کا وصال ہے جس نے تصوف کو شریعت کی پابندی، عقلی استدلال اور منظم ادارہ سازی کے ذریعے ازسرِ نو زندہ کیا۔

خدا حضرت والا کی قبر کو نور سے بھر دے۔ مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی مجددی نور اللہ مرقدہ کا وجود کسی نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہیں تھا۔ وہ اس امت کے لیے ایک زندہ معجزہ تھے۔ انہیں دیکھ کر خدا یاد آتا تھا اور ان کی باتیں سن کر دلوں میں سوز اور تڑپ پیدا ہوتی تھی۔ یہ صرف میں ہی نہیں کہہ رہا بلکہ ہر وہ شخص کہہ رہا ہے جس نے کوئی ایک لمحہ بھی ان کے ساتھ گزارا ہو یا ان کی باتیں دل کے کانوں سے سن لی ہوں۔

واقعی کوئی زمانہ اللہ کے نیک بندوں سے خالی نہیں رہتا، اس کے ساتھ یہ بھی ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس سے چاہے بڑے سے بڑا کام لے لیتا ہے۔ ماضی قریب میں جو کام سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے تھانہ بھون کی خانقاہ میں کیا، ان کے بعد جو کام ان کے باکمال خلفاء حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی

تھانویؒ نے کیا، پھر ان حضرات کے خلفاء شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن گنگوہیؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور ان حضرات کے بالواسطہ یا بلاواسطہ جانشینوں نے کیا، آج وہی کام پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی انجام دے رہے تھے۔ اصل میں تو یہ کام حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی روحانی اولاد کا تھا جو دارالعلوم دیوبند سمیت ہزاروں مدارس میں بکھری ہوئی ہے؛ لیکن خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی کی پیدائش 1953ء میں صوبہ پنجاب پاکستان کے شہر جھنگ میں ایک کھرل خاندان میں ہوئی۔ ان کے والدین نہایت دیندار اور عبادت گزار تھے۔ گھر میں نماز اور تلاوت کا بڑا اہتمام تھا، یہاں تک کہ تہجد کی بھی پابندی ہوتی تھی۔ اپنی والدہ محترمہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”والدہ ماجدہ بھی پابندِ صوم وصلوٰۃ تھیں، راقم جب تین برس کی عمر کا تھا تو رات کے آخری پہر میں والدہ صاحبہ کو بستر میں موجود نہ پا کر اٹھ بیٹھتا، دیکھتا تھا کہ وہ سرہانے کی طرف مصلّٰی بچھا کر نمازِ تہجد پڑھنے میں مشغول ہیں، راقم منتظر رہتا کہ نماز کب ختم ہوگی، والدہ صاحبہ نماز کے بعد دامن پھیلا کر اونچی آواز سے رو رو کر دعائیں مانگتیں، راقم نے اپنی زندگی میں تہجد کے وقت جس قدر اپنی والدہ صاحبہ کو روتے دیکھا ہے کسی اور کو اس قدر روتے نہیں دیکھا، بعض اوقات والدہ صاحبہ راقم کا نام لے کر دعائیں کرتیں تو راقم خوشی سے پھر بستر پر سو جاتا۔“

(حیاتِ حبیب ص744)

یقیناً یہ والدہ محترمہ کی دعائے سحر گہی اور نالۂ نیم شبی کا نتیجہ ہے کہ آج ان کے بیٹے کا نام پورے عالم میں گونج رہا ہے اور ان سے دلوں کی اصلاح کا کام لیا جا رہا ہے۔

مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی کی تعلیم اسکولوں اور کالجوں میں ہوئی۔ انہوں نے کئی

عصری کورس کیے۔ 1972ء میں بی ایس سی الیکٹریکل انجینئر کی ڈگری حاصل کر کے اسی شعبے سے وابستہ ہو گئے۔ پہلے اپرنٹس الیکٹریکل انجینئر، پھر اسسٹنٹ الیکٹریکل انجینئر بنے، اس کے بعد چیف الیکٹریکل انجینئر بن گئے۔ جس زمانے میں وہ انجینئر بن رہے تھے اس زمانے میں جمناسٹک، فٹ بال اور سوئمنگ کے کیپٹن اور چیمپئن بھی رہے۔ ان حالات میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ کوئی طالب علم دین کی طرف مائل بھی ہوسکتا ہے، مگر یہ معجزہ ہوا۔

انہوں نے عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ ناظرہ بھی پڑھا، ابتدائی دینیات، فارسی اور عربی کی کتابیں بھی پڑھیں، قرآن کریم بھی حفظ کیا۔ یہاں تک کہ جب وہ لاہور یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم تھے تو ان کا تعلق عمدۃ الفقہ کے مصنف حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحبؒ سے ہو گیا، جو سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔ شیخ ذوالفقار احمد نے ان سے مکتوباتِ مجدد الف ثانی سبقاً سبقاً پڑھیں۔ ان کی وفات کے بعد وہ حضرت مرشد عالم خواجہ غلام حبیب نقشبندی مجددیؒ کے دامن سے وابستہ ہو گئے۔ یہ 1980ء کی بات ہے۔ 1983ء میں خلافت سے سرفراز کیے گئے۔

اس دوران انہوں نے جامعہ رحمانیہ جہانیاں منڈی اور جامعہ قاسم العلوم ملتان سے دورۂ حدیث کی اعزازی ڈگری بھی حاصل کی۔ اپنے مرشد کی وفات کے بعد وہ پوری طرح دین کے کاموں میں لگ گئے۔ کئی سال امریکہ میں گزار کر اب مستقل طور پر جھنگ میں مقیم تھے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے متعدد دینی ادارے ان کی سرپرستی اور اہتمام میں چل رہے تھے۔ سیکڑوں سے زائد ملکوں کے اصلاحی و تبلیغی دورے بھی کر چکے تھے۔ ہر وقت سرگرداں رہتے تھے۔ دینی و عصری علوم کی جامعیت حضرت والا کی امتیازی خصوصیت تھی۔ انگریزی زبان پر

عبور حاصل تھا، انہیں دینی علوم کو عصری اسلوب میں اور مخاطب کی زبان میں پیش کرنے کا غیر معمولی ملکہ حاصل تھا۔

مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی کو علماء دیوبند سے بڑی عقیدت تھی، اور یہ عقیدت ان کی ہر تقریر اور تحریر سے جھلکتی تھی۔ ان کی کوئی بھی تقریر سن لیں یا کوئی کتاب اٹھا کر دیکھ لیں، آپ کو علماء دیوبند کا ذکر ضرور ملے گا۔ علماء دیوبند کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے جذبات قابو میں نہیں رہتے، خود بھی روتے ہیں اور سننے والوں کو بھی رلا دیتے ہیں۔ وہ بار بار کہتے ہیں کہ اکابر علماء دیوبند تو صحابۂ کرامؓ کی مقدس جماعت کے وہ افراد ہیں جنہیں اللہ نے چودہ سو سال بعد پیدا فرمایا تا کہ لوگ دیکھ لیں کہ میرے حبیب ﷺ کے صحابہؓ ایسے ہوا کرتے تھے۔

حضرت کی زبان میں تاثیر بہت تھی۔ تقریریں تو بہت لوگ کرتے ہیں، گھنٹوں گھنٹوں کرتے ہیں، الفاظ کا سماں باندھ دیتے ہیں لیکن جب لوگ مجلسوں سے اٹھتے ہیں تو ان کے پلے کچھ بھی نہیں ہوتا، جیسے آئے تھے ویسے ہی رخصت ہو جاتے ہیں۔ حضرت پیر صاحب کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ عام سی، سادہ سی باتیں اس سوز کے ساتھ کرتے تھے کہ دل پر اثر انداز ہوتی تھیں۔ حضرت پیر صاحب کی وہی باتیں جو بار بار کتابوں میں پڑھیں، وہی قصے جو زندگی بھر پڑھتے اور سنتے رہے، ان کی زبان سے سنیں تو بالکل نئے محسوس ہوتے تھے۔ ان کی آواز کا سوز اور دل کا اخلاص سننے والے کو اپنے حصار میں لے لیتا ہے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ ہزاروں کا مجمع تقریر کے دوران بالکل ساکت وصامت ہو جائے اور ماحول پر ایسا سناٹا طاری ہو جائے کہ سوئی گرے تو اس کے گرنے کی آواز سنائی دے۔ حضرت پیر صاحب جب تقریر شروع کرتے ہیں تو ایسا ہی ہوتا ہے اور بدذوق سے بدذوق انسان کو بھی پتہ نہیں چلتا کہ کب

تقریر شروع ہوئی اور کب ختم ہوگئی، دو ڈھائی گھنٹے کس طرح منٹوں میں گزر گئے۔

حضرت پیر صاحب کی تقریروں میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا رنگ جھلکتا ہے، جن کے وعظ ہم نے سنے نہیں ہیں، پڑھے ضرور ہیں، جو حضرت کے با کمال شاگردوں نے کئی کئی گھنٹے بیٹھ کر من وعن نقل کیے۔ حضرت پیر صاحب کی تقریریں سن کر مجھے اپنے ان دونوں بزرگوں کی یاد آ گئی۔ اللہ نے آج حضرت پیر صاحب کو یہ خصوصیت عطا کی ہے، بلاشبہ یہ کوئی کسبی ملکہ نہیں بلکہ خالص وہبی چیز ہے، اللہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

حضرت پیر صاحب جدید تعلیم یافتہ طبقے کو متاثر کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے تھے۔ ان کا مطالعہ بڑا وسیع تھا، مشاہدہ گہرا تھا۔ وہ مغربی تہذیب کے مظاہر دیکھ چکے تھے، اس کی برائیوں سے اچھی طرح واقف تھے اور دینی تعلیم کی برکت سے ان برائیوں کا علاج بھی خوب جانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے استفادہ کرنے والوں میں ایک بڑی تعداد ڈاکٹروں، انجینئروں اور عصری علوم سے وابستہ لوگوں کی رہی۔ یہ بات بھی حیرت انگیز تھی کہ جس قدر جدید تعلیم یافتہ طبقہ ان کی طرف بڑھ رہا تھا، اسی قدر دینی تعلیم سے وابستہ لوگ بھی ان کے دامن سے وابستہ ہو رہے تھے۔

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰهَا (الشمس 9) ”وہ شخص کامیاب ہوا جس نے نفس کا تزکیہ کرلیا۔“

وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتَابَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيهِمۡ (البقرۃ 129)

”اور وہ رسول ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں۔“

ان دونوں آیتوں میں تزکیے کا ذکر ہے جس کے معنی ہیں پاک صاف کرنا۔ شریعت کی اصطلاح میں تزکیہ سے مراد یہ ہے کہ جس طرح انسان کے ظاہری اعمال وافعال ہوتے

ہیں اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے احکامِ الٰہی ہیں، اسی طرح انسان کے باطن یعنی قلب سے متعلق بھی کچھ احکام ہیں۔ حضرات صوفیاء اور مشائخ کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے مریدین کے دلوں میں اخلاقِ فاضلہ کی آبیاری کرتے ہیں اور اخلاقِ رذیلہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتے ہیں، یہی تزکیہ ہے۔

تصوف وسلوک کی تعلیم بھی بہت ضروری ہے۔ اس تعلیم سے سالک کی زندگی پر بڑا خوسگوار اثر مرتب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق مضبوط ہو جاتا ہے، اس کے اندر اتباعِ سنت کا جذبۂ کامل پیدا ہو جاتا ہے۔

سلوک و معرفت کے جتنے بھی سلسلے ہیں، سب کے مشائخ یہی ایک کام کر رہے ہیں، یعنی دلوں کی دنیا آباد کر رہے ہیں اور انہیں خدا سے قریب کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ سب کا انداز جدا جدا ہے مگر ایک چیز سب کے یہاں قدرِ مشترک ہے اور وہ ہے اللہ کے ذکر پر مداومت۔

حضرت پیر ذوالفقار نقشبندی نور اللہ مرقدہ اسی ذکر کا پیغام لے کر پوری دنیا میں گھوم کر عام کرتے رہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

رب کریم حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو علّیین میں جگہ عطا فرمائے، درجات بلند فرمائے، صاحبزادگان، مریدین، متوسلین، محبین اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

حضرت جیؒ کی زندگی : دین کا غم، استقامت اور بے قراری

حافظ محمد ابراہیم نقشبندی 24 دسمبر 2025

دین کے کاموں میں تھکنا آپ کو آتا ہی نہیں تھا، جہاں سے بھی دین کا تقاضا آتا، حضرت جیؒ دن ہو یا رات، سفر ہو یا حضر، جسمانی طاقت ہو یا کمزوری آپ تیار رہتے، قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ''اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو رات دن دعوت دی''۔

حضرت جیؒ کی زندگی اس آیت کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔ دعوت میں رات دن کی کوئی تخصیص نہیں تھی۔ آپ کے ہاں ''فارغ وقت'' نام کی کوئی چیز نہیں تھی، جو وقت ملا، وہ دین کے نام ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا دوسرا حکم: انفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا ''نکلو، چاہے ہلکے ہو یا بوجھل۔'' حضرت جیؒ نے اس آیت کو صرف پڑھا نہیں اس پہ پورا عمل کیا ہے

اور پھر تیسری آیت: وَجَاهِدُوا فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهِ ''اور اللہ کے راستے میں ایسی جدوجہد کرو جیسا اس کے لیے جدوجہد کرنے کا حق ہے۔'' حضرت جیؒ کی جدوجہد مین، بلکہ مسلسل محنت، بے قراری، اور دین کا غم تھا، یہی وہ غم تھا جو حضرت مرشدِ عالم مولانا غلام حبیبؒ نے حضرت جیؒ کے دل میں منتقل فرمایا تھا۔ خلافت دیتے وقت حضرت مرشدِ عالمؒ نے حضرت جی سے تن، من، دھن سب دین کے لیے قربان کرنے کے وعدے لیے تھے۔ آپ نے اپنے ذاتی تقاضوں کو قربان کر دیا، آرام کو خیرباد کہا، حدیثِ مبارکہ میں آتا ہے: جو شخص اپنے تمام غموں کو آخرت کا غم بنا لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دنیاوی غموں سے خود کفایت

فرما دیتا ہے۔ ایک موقع پر حضرت جیؒ نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک خواہش ظاہر کی تھی: ''کاش میرے پاس فلاں فلاں صحابی جیسے لوگ ہوں تو میں انہیں اشاعتِ اسلام کے لیے دور دراز علاقوں میں بھیج دوں۔'' حضرت جی نے فرمایا: ''میرا بھی دل چاہتا ہے، بلکہ دلی تمنا ہے کہ میں تربیت یافتہ افراد کو پوری دنیا میں اشاعتِ اسلام کے لیے بھیجوں۔'' یہ صرف خواہش نہیں تھی، اس کے لئے حضرت جی نے بھرپور محنت کی اور افراد تیار کئے، آج میں پورے یقین اور پورے وثوق کے ساتھ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ حضرت جیؒ اپنے خلفاء کرام کی جو جماعت تیار کی، میرے علم اور فہم کے مطابق روئے زمین پر موجودہ زمانے میں یہ دین کے کام کے لیے تیار کی گئی بہترین جماعتوں میں سے ایک ہے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے ایک جماعت تیار کی تھی، اسی سنت پر چلتے ہوئے حضرت جیؒ بھی ایک بڑی جماعت امت کے لیے چھوڑ کر گئے، صحابہ کرام کا درجہ تو بہت بڑا ہے ان جیسی جماعت تو صرف رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت تھی، حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ اکثر سفر میں رہتے تھے۔ کبھی ایک ملک، کبھی دوسرا ملک۔ کسی نے تنقید کی ''حضرت تو بس باہر کے دوروں پر ہی رہتے ہیں۔'' جب یہ بات حضرت جیؒ تک پہنچی تو انہوں نے بڑی درد بھری بات فرمائی۔ ''فقیر اپنی ذاتی خواہش سے ایسا نہیں کرتا۔ یہ دین کا غم ہے جو مجھے ہر جگہ لیے پھرتا ہے۔ یہ تو ایک بھاری بوجھ ہے جو میرے شیخ نے میرے سر پر رکھا ہوا ہے، مجھے چین نہیں لینے دیتا۔''

پھر فرمایا: ''ورنہ کون ہے جو گھر کی سہولتوں کو، گھر کی آسانیوں کو چھوڑ کر دربدر کی ٹھوکریں کھاتا ہے؟ ہزاروں باتیں اپنے مزاج کے خلاف برداشت کرتا ہے؟''

یہ الفاظ کسی تقریر کے نہیں تھے، یہ ایک جلتے ہوئے دل کی صدا تھی۔

حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بیرونِ ملک دین کے کام کی ضرورت بہت زیادہ ہے۔ وہاں حالات ایسے ہیں کہ دل کانپ اٹھتا ہے۔ فرمایا: ”بعض جگہوں پر تو غیر مسلم نماز کے امام بنے ہوئے ہیں۔“ ایک واقعہ حضرت خود بیان فرمایا کرتے تھے: ”ایک جگہ میں نے جمعہ پڑھا جمعہ کے بعد امام صاحب سے ملاقات ہوئی۔ میں نے پوچھا : آپ کیسے مسلمان ہوئے؟ کتنا عرصہ ہو گیا اسلام قبول کیے ہوئے؟“ اس نے جواب دیا: ”میں تو مسلمان ہوا ہی نہیں۔“ یہ سن کر حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ کے دل پر کیا گزری ہوگی، اس کا اندازہ لفظوں میں ممکن نہیں۔

فرماتے تھے کہ ایسے واقعات میرے غم کو اور بڑھا دیتے ہیں، میرے اندر کی بے چینی کو اور تیز کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت جیؒ نے دن رات محنت کی، سکون کو قربان کیا، اپنی ذات کو پیچھے رکھا، اور پوری دنیا میں دین کے لیے افراد تیار کیے

اللہ تعالیٰ حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے، ان کی محنتوں کو قبول فرمائے، اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ حیات وخدمات

محمد سمیع اللہ سمستی پوری

حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ برصغیر کے ان جلیل القدر علماء، مشائخ اور مصلحینِ امت میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے علمِ دین، تصوف، اصلاحِ باطن اور خدمتِ خلق کے میدان میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ آپ علم وعمل، شریعت وطریقت اور اخلاص و للّٰہیت کا حسین امتزاج تھے۔

ولادت اور ابتدائی زندگی حضرت مولانا ذوالفقار احمدؒ ایک دیندار اور علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے آپ میں دین سے محبت، عبادت کا شوق اور علم حاصل کرنے کا جذبہ نمایاں تھا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے باقاعدہ دینی تعلیم کا آغاز کیا اور قرآن، حدیث، فقہ، تفسیر اور عربی علوم میں مہارت حاصل کی۔

علمی مقام وتدریسی خدمات تحصیلِ علم کے بعد آپ نے درس وتدریس کو اپنا مشن بنایا۔ مدارس میں طویل عرصہ تک تدریسی خدمات انجام دیں اور ہزاروں طلبہ کو علمِ دین سے آراستہ کیا۔ آپ کا اندازِ تدریس سادہ، مدلل اور اثر انگیز تھا۔ طلبہ کی علمی کے ساتھ اخلاقی تربیت پر بھی خاص توجہ دیتے تھے۔

تصوف واصلاحِ باطن حضرت مولانا ذوالفقار احمدؒ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ سے وابستہ تھے۔ آپ نے اپنے اکابر کی تعلیمات کے مطابق شریعت کی کامل پابندی کے ساتھ تصوف کی راہ دکھائی۔ ذکر وفکر، مجاہدۂ نفس، اخلاص، تواضع اور سنتِ نبوی ﷺ کی پیروی پر خاص زور

دیتے تھے۔آپ کی صحبت سے بے شمار افراد کی زندگیاں بدل گئیں۔

دعوت وتبلیغ آپ ایک مؤثر داعی اور خطیب بھی تھے۔آپ کی تقاریر میں درد، اخلاص اور امت کی اصلاح کا جذبہ نمایاں ہوتا تھا۔آپ نے بدعات، جہالت اور اخلاقی برائیوں کے خلاف آواز اٹھائی اور لوگوں کو دینِ اسلام کی اصل روح سے جوڑنے کی کوشش کی۔

سماجی وفلاحی خدمات حضرت مولاناؒ نے دینی خدمات کے ساتھ ساتھ سماجی میدان میں بھی اہم کردار ادا کیا۔غریبوں، یتیموں اور محتاجوں کی مدد، مساجد و مدارس کی سرپرستی اور دینی شعور بیدار کرنا آپ کی زندگی کا اہم حصہ تھا۔

اخلاق وکردار آپ نہایت سادہ مزاج، متواضع، خوش اخلاق اور بردبار شخصیت کے مالک تھے۔آپ کا عمل آپ کی دعوت کی سب سے بڑی دلیل تھا۔لوگ آپ کے اخلاق سے متاثر ہو کر دین کی طرف مائل ہوتے تھے۔

وصال حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کا وصال امتِ مسلمہ کے لیے ایک عظیم علمی وروحانی خسارہ ہے،مگر آپ کی تعلیمات،فیضِ صحبت اور خدمات آج بھی لوگوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

نتیجہ حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کی پوری زندگی دینِ اسلام کی خدمت، اصلاحِ امت اور رضائے الٰہی کے حصول میں گزری۔اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے۔آمین یارب العالمین

پیدائش وابتدائی زندگی

نام : حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمہ اللہ

تاریخِ پیدائش: 1/اپریل/1953ء

جائے پیدائش : جھنگ، پنجاب، پاکستان

ان کی پیدائش ایک ایسی بابرکت اسلامی ماحول میں ہوئی جہاں سے انہیں ابتدائی دینی اور روحانی تربیت کے مواقع ملے۔ بعد میں انہوں نے اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کی۔

.2 تعلیم اور ابتدائی پیشہ ذوالفقار احمد نے یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور سے الیکٹریکل انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی۔ شروع میں وہ انجینئرنگ کے شعبے میں کام کرتے رہے، لیکن پھر انہوں نے مکمل طور پر دین کی خدمت کو اپنا مشن بنایا، یہ تبدیلی ان کی زندگی میں ایک اہم موڑ تھی جو بعد میں ایک روحانی رہنما بننے کا سبب بنی۔

.3 روحانی سفر و بیعت انہوں نے سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی، جو ایک قدیم اور معیاری صوفی سلسلہ ہے۔ ان کے شیخ و مرشد حضرت مولانا غلام حبیب نقشبندیؒ تھے جن کی تربیت نے ان کے روحانی سفر کو مستحکم اور عام کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے تزکیۂ نفس، ذِکر، اور شریعت کی پابندی کو اپنا بنیادی مقام بنایا۔

.4 علمی و تربیتی خدمات

دینی تعلیم اور ادارہ حضرت ذوالفقار احمد معہد الفقیر الاسلامی، جھنگ کے بانی اور مہتمم تھے، جو اسلامی تعلیم، تربیتِ نفوس، اور اخلاقی اصلاح کے لیے ایک اہم ادارہ ہے۔ اس ادارے کے توسط سے انہوں نے طلبہ کو نہ صرف دینی تعلیم دی بلکہ روحانی تربیت بھی فراہم کی۔ خطابات، بیانات اور تحریریں، انہوں نے بیانات، خطبات اور روحانی درس وتدریس کو عوام تک پہنچایا، جو خاص طور پر اخلاق، قلبی اصلاح، اور شریعت پر عمل پر زور دیتے تھے۔ ان

کے بیانات آن لائن بھی بہت مقبول ہوئے جس سے دنیا بھر میں لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔

.5 عالمی خدمات واثرات حضرت ذوالفقار احمد نے 50 سے زائد ممالک میں علمی و روحانی سفر کیے، خاص طور پر جنوبی ایشیا، مشرقِ وسطی، یورپ، افریقہ، اور امریکہ میں اپنے بیانات کے ذریعے لوگوں کو رہنمائی فراہم کی۔ ان کے شاگرد، خلفا اور مریدین دنیا کے مختلف خطوں میں اسلام وتصوف کی تعلیمات پھیلا رہے ہیں۔ یہ عالمی پہلوان کی شخصیت کا ایک بڑا حصہ تھا جس نے انہیں عصرِ حاضر کے معتبر روحانی رہنماؤں میں شمار کروایا۔

.6 علمی خدمات مولانا نقشبندی مجددی نے 100 سے زائد کتابیں اور تحریریں مرتب کیں، جن میں قرآن وحدیث کی تشریحات، صوفیانہ تعلیمات، سیرت، اخلاقیات اور تزکیۂ نفس کے موضوعات شامل ہیں۔

ان کی تحریری خدمات نے ان کے بیانات اور روحانی تعلیمات کو مزید مستحکم کیا۔

.7 خدماتِ سلوک وشریعت حضرت ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی کا مرکزی پیغام تھا:

تزکیۂ نفس (دل کی صفائی) شریعت کے ساتھ سلوک اخلاقیات میں بہتری

عالمی امن ومحبت اسلام کی پیغام کو عملی طور پر عوام تک پہنچانا

یہ خدمات نہ صرف روحانیت میں بلکہ اجتماعی اصلاح میں بھی نمایاں اثر رکھتی تھیں۔

.8 آثارِ خدمات و پہچان وہ عالمِ اسلام اور صوفی بزرگ کے طور پر عوام، علما، اور مختلف دینی تنظیموں میں بہت قابلِ احترام شخصیت تھے۔ انہوں نے لوگوں میں اخلاقی تربیت اور ایمان کی گہرائی پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کے شاگرد و مریدین نہ صرف برصغیر بلکہ عالمی سطح پر سرگرم عمل ہیں۔

.9انتقال وسوگ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی 14 دسمبر 2025ء کو وصالِ اجل پایا، جس کا خاندان، شاگرد اور دینی حلقے میں گہرا غم وسوگ پایا گیا، ان کی وفات پر مختلف علمی، دینی اور روحانی شخصیات نے انہیں ایک عظیم مربی، استاد اور مثالی انسان قرار دیا۔

خلاصہ حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی کی زندگی ایک ایمان وعمل، علم وروحانیت کی روشنی اور لوگوں کے لیے رہبری کا مجموعہ تھی۔ انہوں نے:

دینی تعلیم، روحانی تربیت، اخلاقی اصلاح، اجتماعی امن ومحبت، علمی وتحقیقی خدمات

کے ذریعے ہزاروں انسانوں کو فائدہ پہنچایا اور ان کا اثر دنیا بھر میں محسوس کیا جاتا ہے۔

یادوں میں زندہ ایک نام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

قاری سیف الاسلام آسامی، جامعہ قاسمیہ دار التعلیم والصنعۃ، دیوبند، اتر پردیش، انڈیا

امتِ مسلمہ کی تاریخ میں بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جن سے ملاقات ہو جائے تو وہ لمحہ عمر بھر کے لیے یادوں کا حصہ بن جاتا ہے۔ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی بافیض اور صاحبِ نسبت بزرگوں میں سے تھے کہ جن کی صحبت نصیب ہو جائے تو دل دیر تک اس کی خوشبو محسوس کرتا رہتا ہے۔

راقم کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت پیر صاحبؒ سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا، ان سے مصافحہ بھی ہوا اور دعا کے لیے عرض کرنے کی سعادت بھی ملی۔ وہ چند لمحے تھے، مگر ایسے لمحے کہ جنہیں لفظوں میں پوری طرح سمیٹنا آسان نہیں۔ جب ان سے مصافحہ ہوا تو دل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی، ایسا محسوس ہوا گویا کسی عام انسان سے نہیں بلکہ کسی خاص نسبت والی ہستی سے ہاتھ ملا رہا ہوں۔ دل بے اختیار خوشی اور اطمینان سے بھر گیا۔

حضرت پیر صاحبؒ کے چہرۂ مبارک پر ماشاء اللہ ایسی نورانیت جھلک رہی تھی کہ نگاہ خود بخود ٹھہر جاتی تھی۔ ان کے چہرے کی روشنی کسی ستارے کی مانند محسوس ہوتی تھی، جس میں وقار بھی تھا اور شفقت بھی۔ ان کی موجودگی ہی دل کے بوجھ ہلکے کر دیتی تھی اور انسان کو اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف کھینچ لیتی تھی۔

حضرتؒ کے بیانات اور نصیحتوں کا اثر بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ جب بھی ان کے بیانات

سنے جاتے، دل کو سکون اور اطمینان نصیب ہوتا اور طبیعت میں ایک ٹھہراؤ پیدا ہو جاتا۔ ان کی باتوں میں نہ بناوٹ تھی اور نہ ہی خطیبانہ جوش، بلکہ اخلاص، درد اور تعلق مع اللہ کی ایسی تاثیر تھی جو سننے والے کو اللہ کے قریب کر دیتی تھی۔ ان کے بیانات انسان کو دنیا سے کاٹتے نہیں تھے بلکہ دنیا میں رہتے ہوئے دین پر مضبوطی سے قائم رہنے کا سلیقہ سکھاتے تھے۔

حضرت پیر ذوالفقار نقشبندیؒ کو عموماً ایک عظیم صوفی اور مرشد کے طور پر جانا جاتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک جلیل القدر عالمِ دین بھی تھے۔ قرآن، حدیث اور فقہ پر ان کی گہری نظر تھی۔ ان کا تصوف شریعت اور سنت سے جدا نہیں تھا بلکہ شریعت ہی ان کے تصوف کی بنیاد تھی۔ ان کی تصانیف، دروس اور بیانات اس بات کے شاہد ہیں کہ ان کا راستہ اعتدال، علم اور اخلاص کا راستہ تھا۔

حضرتؒ کی زندگی میں دینی نسبت کو خاص مقام حاصل تھا۔ وہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ دین کسی چہار دیواری یا محدود دائرے کا نام نہیں بلکہ ایک زندہ فکر اور مسلسل نسبت ہے۔ اسی نسبت نے ان کی دعوت کو وسعت بھی دی اور توازن بھی عطا کیا، اور یہی نسبت ان کے لیے فکری استقامت اور روحانی تحفظ کا ذریعہ بنی۔

اللہ تعالیٰ نے راقم کو دیوبند کی مبارک سرزمین پر واقع معروف ادارے جامعہ قاسمیہ دارالتعلیم والصنعۃ، دیوبند میں تقریباً سولہ برس سے قرآنِ کریم کی تدریس کی خدمت سے وابستہ رکھا ہے۔ اس طویل عرصے میں ہمیشہ طلبہ کو یہی سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ علم صرف کتابوں سے نہیں ملتا بلکہ اہلِ علم سے محبت اور اکابر سے تعلق جوڑنے سے علم میں نور اور تاثیر پیدا ہوتی ہے۔

میں اپنے طلبہ کو بار بار نصیحت کرتا رہتا ہوں کہ علماء سے محبت رکھو، ان کے قریب رہو اور اپنے دلوں کو اہلِ علم کے فیض سے جوڑو۔ اسی ضمن میں میں انہیں یہ بات بھی سمجھاتا ہوں کہ انسان کو اپنی زندگی میں توازن پیدا کرنا چاہیے، یعنی عصری تعلیم اور دنیاوی مہارتوں سے بھی وابستہ رہے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ اور دینِ اسلام کی تعلیمات سے بھی اپنے آپ کو آراستہ کرے۔ یہی توازن دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی کا راستہ ہے۔

حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کی زندگی اسی توازن کی عملی مثال تھی۔ ان کے نزدیک دین کا خلاصہ محض وعظ و نصیحت نہیں بلکہ عمل، اخلاص اور تعلق مع اللہ تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جو اللہ سے جتنی محبت کرے گا، اللہ کی مخلوق اس سے اتنی ہی محبت کرے گی۔ یہ ایک اٹل روحانی اصول ہے، اور حضرتؒ کی پوری زندگی اس اصول کی روشن تفسیر تھی۔

اگرچہ آج حضرت پیر صاحبؒ ہمارے درمیان موجود نہیں، مگر ان کی یاد، ان کی صحبت کے لمحات، ان کی دعائیں، ان کے بیانات اور ان کی فکر آج بھی دلوں میں زندہ ہے۔ ایسی شخصیات دنیا سے رخصت ہو کر بھی اپنے اثرات اور فیض کے ذریعے زندہ رہتی ہیں، اور آنے والی نسلوں کے لیے راہِ ہدایت کا چراغ بن جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی کامل مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے، اور ہمیں ان کے اخلاص، علم، اعتدال اور تعلق مع اللہ کو اپنی زندگیوں میں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

تصوف کے پردے میں چھپا ایک بحرِ علم

حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کے خلیفۂ خاص
حضرت مولانا توقیر احمد نقشبندی کے چشم دید تاثرات

فرحان صدیقی، جلال آباد

آج بروزِ جمعہ جامعہ بدر العلوم، گڑھی دولت میں منعقدہ تعزیتی نشست نہایت پُراثر، رقت آمیز اور روح کو تڑپا دینے والی تھی۔ یہ نشست محض ایک بزرگ کی وفات پر اظہارِ تعزیت نہیں تھی، بلکہ ایک عہد، ایک فکر اور ایک گہری روحانی نسبت کے تذکرے کی باوقار محفل تھی۔

اس تعزیتی نشست میں طلبہ، اساتذہ، دارالعلوم دیوبند کی مجلسِ شوریٰ کے معزز رکن، ادارے کے شیخ الحدیث و مہتمم حضرت مولانا محمد عاقل صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم، اور ان سے وابستہ سالکین و طالبین کی کثیر تعداد شریک رہی۔

خصوصی طور پر حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کے خلیفۂ خاص حضرت مولانا توقیر احمد صاحب کاندھلوی نقشبندی کا بیان ایسا تھا جس نے حاضرین کے قلوب پر گہرا اور دیرپا اثر چھوڑا۔ مولانا توقیر صاحب نے حضرت پیر صاحبؒ کی شخصیت کے اس پہلو کو نمایاں فرمایا جو عموماً پردۂ اخفا میں رہا۔ انہوں نے نہایت وضاحت کے ساتھ فرمایا کہ تصوف نے حضرت پیر صاحبؒ کے علم کو گویا چھپا لیا تھا، ورنہ وہ صرف ایک صوفی شیخ ہی نہیں بلکہ ایک جلیل القدر عالمِ دین، مفسرِ قرآن، فقیہِ وقت اور صاحبِ حدیث تھے۔

اگر فنِ تفسیر میں حضرتؒ کے علمی مقام کا مشاہدہ کرنا ہو تو ان کی سورۃ کہف کی تفسیر کا مطالعہ کیا جائے۔

فنِ حدیث میں ان کے مرتبے کو جانچنا ہو تو ان کے درسِ شمائل کی تقاریر سنی جائیں، اور اگر فقہ میں ان کی علمی گہرائی کو سمجھنا ہو تو ان کی تصنیف ''نماز کے اسرار و رموز'' کے پہلے باب ''طہارت کی اہمیت'' کا مطالعہ کیا جائے۔

مولانا توقیر احمد نقشبندی نے بڑے درد اور کامل یقین کے ساتھ یہ حقیقت بھی واضح فرمائی کہ حضرت پیر صاحبؒ کے نزدیک عمل، اخلاص اور تعلق مع اللہ محض وعظ و نصیحت کے موضوعات نہیں تھے، بلکہ یہی ان کی زندگی کا اصل سرمایہ اور روحانی اساس تھے۔

تین باتیں پتھر کی لکیر مولانا توقیر احمد نقشبندی نے حضرتؒ کی ایک نہایت قیمتی اور یادگار نصیحت نقل فرمائی۔ حضرت فرمایا کرتے تھے:

تین باتیں پتھر کی لکیر ہیں

ان میں سے ایک نہایت جامع اور دل میں اتر جانے والی بات یہ تھی:

''جو اللہ سے جتنی محبت کرے گا، اللہ کی مخلوق اس سے اتنی ہی محبت کرے گی۔''

یہ محض ایک جملہ نہیں، بلکہ ایک اٹل روحانی قانون ہے۔ حضرتؒ کی پوری زندگی اس حقیقت کی عملی تفسیر تھی۔ اللہ تعالیٰ سے سچی محبت نے ان کی شخصیت میں ایسی کشش پیدا کر دی تھی کہ لاکھوں دل خود بخود ان کی طرف مائل ہو گئے۔ لوگ ان کے اخلاق، ان کی سادگی، ان کی دعاؤں اور ان کی بے لوث خیر خواہی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

مولانا توقیر احمد نقشبندی نے اس امر کی بھی وضاحت فرمائی کہ حضرت پیر صاحبؒ کا

تصوف دنیا سے کاٹنے والا نہیں تھا، بلکہ اللہ سے جوڑنے والا، شریعت سے مضبوط وابستہ اور سنتِ نبوی ﷺ کا عملی نمونہ تھا۔ ان کی خانقاہ میں نہ کوئی غلو تھا، نہ نمود و نمائش، بلکہ سادگی، اخلاص اور اصلاحِ باطن کا حسین امتزاج جلوہ گر تھا۔

تعزیتی نشست کے دوران یہ احساس بار بار ابھر کر سامنے آیا کہ حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ جیسی جامع الصفات شخصیتیں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ بلاشبہ ان کی وفات ایک عظیم خلا ہے، مگر ان کی فکر، ان کی تربیت اور ان کے خلفاء کے ذریعے ان کا مشن آج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ زندہ ہے۔

آخر میں جامعہ بدر العلوم کی اس تعزیتی نشست میں حضرت مولانا محمد عاقل صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم نے حضرتؒ کے ساتھ اپنے گہرے تعلق اور دلی محبت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

الحمدللہ! جب حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لائے تو مجھے بھی اپنے والدِ محترم، ولیِ کامل حضرت مولانا محمد کامل صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت مولانا سید محمود اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے دولت خانہ پر خصوصی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ بارہا یہ تمنا رہی کہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے مزید استفادہ کیا جائے۔ عزیزم مولانا توقیر احمد کے ساتھ کئی مرتبہ پروگرام بھی بنایا، مگر

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ!

البتہ حضرت کی کتب اور ان کے خطبات سے بھرپور استفادہ کا موقع ملا۔

حضرت مولانا محمد عاقل صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم نے مزید فرمایا کہ اپنی زندگی

میں تین عظیم شخصیات کے خطبات سے سب سے زیادہ استفادہ کیا:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ۔

آخر میں حضرت والا دامت برکاتہم نے حاضرین کے دلوں میں یہ عہد تازہ کروایا کہ ہم حضرتؒ کے اخلاص، ان کے علم، ان کے تصوف اور ان کے تعلق مع اللہ کو اپنی زندگیوں میں جگہ دیں۔ یہی ان کے لیے سب سے بڑی تعزیت اور سچا ایصالِ ثواب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کی کامل مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے، اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین۔

والسلام

فرحان صدیقی، جلال آباد

خادم : جامعہ بدرالعلوم، گڑھی دولت، کاندھلہ

ضلع شاملی (یوپی)

27 جمادی الآخرۃ 1447ھ

19 دسمبر 2025

کس کو بٹھائیں بزم میں تیرے مقام پر

ابومعاویہ محمد معین الدین ندوی قاسمی جامعہ نعمانیہ قاضی پیٹ وی کوٹہ، چتور (آندھرا پردیش)

عصر حاضر میں تزکیۂ نفس اور احسان وسلوک کے میدان میں جو بزرگ محتاج تعارف نہیں تھے ان کا نام "حضرت مولانا پیر ذوالفقار نقشبندیؒ" ہے، جن کے نام کے ساتھ اب لاحقہ کے طور پر رحمہ اللہ، قدس سرہ، نور اللہ مرقدہ وغیرہ جیسے القاب لکھے اور بولے جارہے ہیں، کیونکہ 22 / جمادی الاخری، 1447 / ھ، مطابق 14 / دسمبر، 2025 / ء کو حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رب کے حضور تشریف لے گئے۔

* إنا للہ وانا الیہ راجعون * * أفان مت فهم الخالدون *

حضرت پیر ذوالفقار صاحبؒ پڑوسی ملک پاکستان سے تعلق رکھتے تھے، ہمارے ملک ہندوستان میں غالباً وہ اکیسویں صدی کے آغاز سے متعارف ہوئے اور ہوتے چلے گئے ،سن 2001 / ء میں آپؒ پہلی مرتبہ ہندوستان صوبہ گجرات تشریف لائے تھے، اس وقت تک آپؒ حقیقت میں گمنام ہی تھے، اس سفر میں آپؒ کا جو بھی خطاب ہوا اسے "ٹیپ ریکارڈر" میں ریکارڈ کیا گیا اور یہ کام کرنے والے خوش نصیب آپؒ کے ایک محب اور بعد میں محبوب خلیفہ حضرت مولانا صلاح الدین سیفی صاحب دامت برکاتہم العالیہ (میرٹھی ثم ترکیسر) تھے۔

ان تمام تقاریر کو ٹیپ ریکارڈ سے سینۂ قرطاس پر محفوظ کر کے "دوائے دل" کے نام سے کتاب شائع کرنے والے بھی حضرت سیفی صاحب مدظلہ العالی ہی تھے، اس وقت حضرت سیفی صاحب مدظلہ العالی صوبہ گجرات کے مشہور ادارہ "جامعہ فلاح دارین، ترکیسر،

سورت، گجرات" میں مدرس تھے۔

پھر اس کے بعد حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی دوسری اور تیسری کتاب "سکون دل" اور "تمنائے دل" بھی حضرت سیفی صاحب مدظلہ العالی نے ہی مرتب کر کے شائع کی، اس کے بعد تو پھر حضرت پیر صاحبؒ کی کئی کتابیں منظر عام پر آئیں ان میں سے چند یہ ہیں:

(1) "عشق الٰہی" (2) "عشق رسولﷺ"

(3) "لاہور سے تا خاک بخارا و سمرقند" (4) "ملفوظات فقیر"

(5) "خطبات فقیر" (6) "رہے سلامت تمہاری نسبت"

(7) "باادب بانصیب" (8) "حیا اور پاکدامنی"

ابھی ہفتہ دس دن پہلے ہی یہ کتاب جدید تحقیق و ترمیم کے ساتھ "مکتبہ النور، دیوبند" سے شائع ہوئی ہے، تحقیق و ترمیم مشہور عالم دین حضرت مولانا اسلام صاحب قاسمی نور اللہ مرقدہ (سابق استاذ حدیث دارالعلوم وقف دیوبند) کے نامور صاحب زادہ مولانا بدر الاسلام صاحب قاسمی مدظلہ العالی (استاذ جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند) نے کی ہے۔

راقم الحروف نے مذکورہ بالا کتابوں میں سے اکثر و بیشتر کتابوں کا مطالعہ سن 2008/ سے پہلے ہی کیا تھا اور دوران مطالعہ اپنی ڈائری میں بہت سارے اقتباسات محفوظ کیا تھا جو آج بھی میری ڈائری کی زینت ہے۔

رب کریم نے حضرت پیر ذوالفقار نقشبندیؒ کو ہندوستان میں متعارف کرانے کا ذریعہ صحیح معنی میں حضرت مولانا صلاح الدین سیفی صاحب مدظلہ العالی کو بنایا، اور سب سے پہلے ہندوستان میں حضرت پیر ذوالفقارؒ کے "مجاز بیعت و خلیفہ" بھی غالباً موصوف ہی ہوئے

حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ سن 2011 / ء میں بھی ہندوستان تشریف لائے تھے اور گجرات، تمل ناڈو، یوپی اور صوبہ مہاراشٹر وغیرہ کا دورہ ہوا تھا۔ بعد میں اس دورہ میں کئے گئے خطابات کو بھی کتابی شکل دے کر "خطبات ہند" کے نام سے شائع کیا گیا۔

راقم الحروف اس وقت دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں زیر تعلیم تھا اس لیے دید و لقاء سے محروم رہا، تاہم ان کی دید و لقاء کی تمنا تھی، حسن اتفاق سے سن 2014 / ء میں رب کریم نے زیارت حرمین شریفین کی توفیق بخشی، حج سے فراغت کے بعد روضہ رسول ﷺ کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ آنا ہوا۔

وہیں ایک دن مسجد نبوی میں حضرت پیر فقیرؒ سے والد محترم الحاج ماسٹر محمد مصلح الدین صاحب دامت برکاتہم (مجاز بیعت حضرت مولانا قاری عثمان صاحب قاسمی رحمہ اللہ مجاز بیعت حضرت مولانا احمد حسین منوروی قدس سرہٗ جد محترم حضرت مولانا محبوب فروغ صاحب قاسمی استاذ حدیث دار العلوم دیوبند) کے ساتھ ملاقات کا شرف حاصل ہوا، احقر نے اس ملاقات کا تذکرہ اپنی کتاب "دیار مقدسہ میں حاضری" میں ان الفاظ میں کیا ہے:

ایک دن بعد نماز عصر والد محترم کے ساتھ مسجد نبوی شریف میں تلاوت قرآن میں مشغول تھا کہ ایک عمر رسیدہ صاحب دل بزرگ، چہرہ سے نورانیت واضح طور پر نمایاں ویل چیئر پر اور ان کے ہمراہ پانچ چھ عالم دین تشریف لا رہے ہیں، مغرب کی اذان ہونے ہی کو تھی راقم نے آگے بڑھ کر ان کے ساتھ علماء کرام کو سلام کیا اور بزرگ کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ جواب ملا کہ حضرت پیر فقیر ذوالفقار نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ ہیں، فدوی لپک کر آگے بڑھا سلام و مصافحہ کا شرف حاصل کیا اتنے میں والد صاحب بھی آگئے اور سلام و مصافحہ شرف حاصل کئے، بندہ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے خبر خیریت

دریافت کی اور اپنا تعارف کرایا کہ سال گذشتہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں اور امسال ازہر ہند دارالعلوم دیوبند میں "دورۂ حدیث شریف" میں زیر تعلیم ہے، اور دعا کی درخواست کی اس پر ڈھیر ساری دعائیں دیں، اور دارالعلوم دیوبند کا نام سن کر یک گونہ خوشی کا اظہار فرمایا۔

بعد نماز مغرب ہی فوراً مدینہ منورہ ائیر پورٹ کے لئے روانہ ہوئے اس وقت بھی سلام ومصافحہ کا شرف حاصل ہوا۔ (صفحہ 75)

حضرت مولانا پیر ذوالفقار نقشبندیؒ سے یہی پہلی اور آخری ملاقات رہی، تاہم آپ کی تصنیفات اور بیانات سے ملاقاتیں ہوتی رہیں اور ہوتی رہیں گی، ان شاء اللہ

رب کریم نے حضرت پیر ذوالفقار نقشبندیؒ کو گونا گوں خوبیوں سے نوازا تھا، وہ اپنے آپ کو کبھی بھی بڑے عالم نہیں سمجھتے تھے اس لیے جب ان کے بیان کردہ بعض واقعات جس کا تعلق خصوصا علماء دیوبند سے تھا جس کے بیان کرنے میں کچھ آگے پیچھے ہوا تھا، اس موقع پر ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا عتیق احمد بستوی صاحب مدظلہ العالی (استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) نے اپنے ایک مضمون میں نشان دہی کی تھی اور وہ مضمون ہندوستان کے قدیم اور مؤقر رسالہ "الفرقان" (لکھنؤ) میں شائع ہوا، نیز وہ مضمون حضرت پیر صاحبؒ تک پہنچا تو آپؒ نے اپنی بات سے رجوع کیا اور وہ رجوع نامہ بھی "الفرقان" (لکھنؤ) میں شائع ہوا۔

اس سے بھی پیر صاحبؒ کی بڑا پن ظاہر ہوتی ہے، ان کی خوبیوں میں ایک سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ جو بھی بولتے تھے دل سے بولتے تھے اس لیے ان کی باتیں دل پر اثر کرتی تھیں اور ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کے مصداق ہوتی تھیں۔ ایسے تو آپ کے بے شمار خلفاء ہیں

جو یورپ وافریقہ میں آپ کے مشن کو عام وتام کر رہے ہیں، ہمارے ملک میں بھی آپ کے کئی خلفاء ہیں، بحمد اللہ! راقم الحروف کو مندرجہ ذیل خلفاء سے دید ولقاء کا شرف حاصل ہے۔

حضرت مولانا صلاح الدین سیفی دامت برکاتہم العالیہ (ترکیسر)

حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب مدظلہ العالی (نیرل، مہاراشٹر)

حضرت طلحہ صاحب قاسمی مدظلہ العالی (بھیونڈی)

حضرت مولانا محمود مدنی صاحب مدظلہ العالی (دیوبند)

حضرت مولانا سلمان صاحب بجنوری مدظلہ العالی (استاذ دارالعلوم دیوبند)

حضرت مولانا منیر الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی (استاذ دارالعلوم دیوبند)

حضرت مولانا خضر احمد صاحب کشمیری مدظلہ العالی (استاذ دارالعلوم دیوبند)

حضرت مولانا مفتی اسجد صاحب قاسمی ندوی (شیخ الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ، مرادآباد)

حضرت مولانا مفتی شکیل صاحب قاسمی (ویلور، تمل ناڈو)

حضرت مولانا مجاہد صاحب مدظلہ العالی (حیدرآباد)

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب مدظلہ العالی (اننت پور، آندھرا پردیش)

اللہ تعالیٰ! ان تمام بزرگوں کا سایہ ہم پر تادیر قائم رکھے اور انہیں اپنے پیر ومرشد کے مشن کو عام کرنے کے لئے قبول فرمائے۔ (آمین) بارگاہ ایزدی میں بندہ ناچیز دعا گو ہے کہ ربا! آپؒ کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین) آپؒ کی دینی فکری اور اصلاحی شخصیت یقیناً اس شعر کے مصداق تھی:

کس کو بٹھائیں بزم میں تیرے مقام پر　　　رو کر کہا فلک نے تو لاکھوں میں ایک تھا

مدرسہ وخانقاہ کا حسین سنگم

محمد عبداللہ گل نقشبندی

جان سے پیارے حضرت جیؒ کی ذاتِ گرامی شریعت وطریقت کا ایک حسین اور متوازن امتزاج تھی۔ آپ ان نابغۂ روزگار ہستیوں میں سے تھے جنہوں نے علم اور حال، درس اور ذکر، مدرسہ اور خانقاہ کو ایک دوسرے کا رفیق بنا کر پیش کیا۔ آپ کا امتیاز یہ تھا کہ آپ نے صدیوں سے قائم اُن فاصلوں کو ختم کر دیا جو رفتہ رفتہ مدرسہ اور خانقاہ کے درمیان حائل ہو گئے تھے، اور دونوں کو ایک ہی مقصد اصلاحِ انسان اور رضائے الٰہی کے تحت جمع کر دیا۔

حضرت جی نور اللہ مرقدہ نے سالکینِ راہِ طریقت کو علمِ شریعت کی روشنی سے جوڑا اور علماء کرام کو روحانی تربیت، تزکیۂ نفس اور تصوف کی حقیقت سے آشنا کیا۔ یوں آپ کی خانقاہ علم سے منور اور آپ کا مدرسہ روحانیت سے معمور نظر آتا تھا۔ یہی ہمہ جہت، متوازن اور زندہ دینی خدمت تھی جس کے اعتراف میں آپ کی رحلت پر عالمِ اسلام کے عظیم دینی مراکز، علمی درسگاہوں اور اکابر اہلِ علم نے خراجِ تحسین پیش کیا۔

برصغیر میں دینی علوم کا سب سے معتبر اور مؤقر مرکز دارالعلوم دیوبند کے مہتمم و شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالقاسم نعمانی مدظلہ اپنے تعزیتی پیغام میں تحریر فرماتے ہیں: "اللہ رب العزت نے حضرت پیر صاحبؒ کو عالمی سطح پر ہمہ گیر محبوبیت ومقبولیت سے نوازہ تھا وہ اکابر ومشائخ کے نسبتوں کے امین، انتہائی بافیض اور پُر تاثیر شخصیت کے مالک تھے ان کی صحبت اور بیانات نیز تالیفات سے لاکھوں بندگانِ خدا فیض یاب ہوئے اور ان کی اصلاح ہوئی۔

خانوادہ قاسم العلوم والخیرات، حکیم الاسلام بانی دارالعلوم دیوبند وقف حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کے پوتے اور دارالعلوم دیوبند وقف کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا سفیان قاسمی مدظلہ لکھتے ہیں ''ذات حق جل مجدہ نے حضرت پیر صاحب نقشبندیؒ کو اصحاب علم سے لیکر عام طلباء تک اور خواص سے لیکر عوام تک عجیب وغریب مقبولیت سے سرفراز فرمایا تھا واقعتاً ایک باکمال اور جذاب ومحبوب شخصیت کے مالک تھے حضرت نقشبندیؒ کی عمومی وعوامی مقبولیت درحقیقت ربانی انتخاب، روحانی فیضان اور صدق نسبت کا روشن اور ناقابل انکار مظہر تھی۔

برصغیر کی عظیم دینی واصلاحی درسگاہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپوری کے ناظم ومتولی اظہار تعزیت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں" حضرت والاؒ کی زندگی اپنی فیض رسانیوں اور علمی ودینی بوقلمونیوں کے باب میں ہمیشہ زندہ وتابندہ اور درخشندہ رہے گی پوری دنیا میں ان کی ذات سے جاری ہونے والے روحانی چشمے ان شاء اللہ نئی نسلوں کی دینی وذہنی سیرابی وفیض یابی کا ذریعہ بننے کے ساتھ حضرت رحمہ اللہ کے درجات میں بلندی کا باعث بھی ہوں گے۔

خانوادہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے گل سرسبد حضرت مولانا محمود مدنی مدظلہ رقمطراز ہے" حضرتؒ کی امتیازی خصوصیت تھی کہ انہوں نے تصوف کو عملی زندگی، معاشرت اور خاندانی نظام سے جوڑ کر پیش کیا اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو بھی دین وشریعت کے قریب لانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

عالم اسلام کے مشہور محدث، حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی دامت برکاتہم فرماتے ہیں" ان کی ذات گرامیؒ سے پورے عالم عرب وعالم اسلام کو بہت فائدہ پہنچا اور لوگوں کی زندگیوں میں ایک انقلاب پیدا ہوگئی تھی ان کے بیانات اور مجالس میں ایک خاص نور ہوتا تھا"

پاکستان میں دینی علوم و دینی تحریکات کا عظیم مرکز، دیوبند ثانی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے نائب مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا راشد الحق سمیع حقانی لکھتے ہیں" آپ نے اکابرین کی طرح اپنی مبارک زندگی کا ایک ایک لمحہ اصلاحِ عالم وتزکیہ نفوس میں صرف کیا اور ایک عالم آپ کے چشمہ ہدایت سے سیراب ہورہا تھا۔آپکی ذات اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانیوں میں سے ایک تھی، آپکے رخِ روشن میں دیکھنے والوں کو ایک ولی کامل کی جھلک نظر آتی تھی۔شریعت وطریقت اور احسان وسلوک کی راہوں پر آپ نے زندگی بھر بڑے اعتدال اور ہنر کے ساتھ سفر کیا۔

در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق

حضرت جی نور اللہ مرقدہ نے اللہ کے فضل وتوفیق سے عمر بھر شریعت اور طریقت کو یکجا رکھنے کی محنت فرمائی۔ مدرسہ اور خانقاہ کو ایک چھت کے نیچے لا کر آپ نے ایک ایسی بامقصد دینی روایت کو تازہ کیا جو آج کے دور کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔آپ کی رحلت کے بعد محبت، وفاداری اور سچی عقیدت کا تقاضا یہی ہے کہ ان مبارک محنتوں کو دوام اور تسلسل دیا جائے،تا کہ یہ تجدیدی مشن آگے بڑھتا رہے اور آنے والی نسلیں بھی علم وحال کے اس حسین سنگم سے فیض یاب ہوتی رہیں۔اللہ رب العزت ہم سب کو حضرت جی نور اللہ مرقدہ کے لیے بہترین صدقہ جاریہ بنائے۔آمین۔

مرشدؒ کا عمل، حفاظت کا آسان نسخہ

آج سے تقریباً دو سال پہلے کی بات ہے۔جان سے پیارے حضرت جی نور اللہ مرقدہ ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لا رہے تھے۔ میں نے دوستوں سے مشورہ کیا کہ کیوں نہ ہم نمازِ

جمعہ حضرت جی کے ہاں ادا کریں۔ ان کے منور چہرے کی زیارت سے آنکھوں کو سکون ملے گا، ان کے کلمات سے دل کو قرار آئے گا، اور ان کی معیت میں سفر کی برکت بھی نصیب ہو جائے گی۔ اللہ دوستوں کو جزائے خیر دے، سب نے میری تجویز کو خوش دلی سے قبول کیا۔ چنانچہ ہم نمازِ جمعہ سے پہلے جامعہ معہد الفقیر الاسلامی جھنگ پہنچ گئے، حضرت جی کی زیارت اور ارشادات سے مستفید ہوئے اور دلوں پر عجیب سی طمانیت چھا گئی۔

عصر سے قبل حضرت جی نوراللہ مرقدہ کی معیت میں ڈیرہ اسماعیل خان کی طرف روانگی ہوئی۔ آٹھ گاڑیوں کا قافلہ تھا، اور ہماری گاڑی حضرت جی کی گاڑی کے عین پیچھے تھی۔ معہد الفقیر سے نکلتے ہی ریلوے پھاٹک آتا ہے وہاں چند سائلین بیٹھے ہوتے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت جی کی گاڑی آہستہ ہوئی، سائلین کے قریب پہنچ کر رُک گئی، انہیں ہدیہ دیا اور پھر آگے بڑھ گئی۔

ابھی دل اس منظر سے نکلا بھی نہ تھا کہ ملوموڑ پہنچنے سے پہلے سڑک کے کنارے ایک سائل اور ایک سائلہ ہاتھ پھیلائے بیٹھے تھے۔ حضرت جی کی گاڑی پھر رُکی، انہیں بھی ہدیہ دیا، اور قافلہ دوبارہ رواں ہو گیا۔ تریمو بیراج سے قبل بھی یہی منظر دہرایا گیا۔ عصر کی نماز کے لیے رُکے، نماز ادا کی، اور پھر سفر شروع ہوا۔ منکیرہ پہنچے تو وہاں بھی سائلین روڈ کنارے بیٹھے تھے گاڑی رُکی، ہدیہ دیا، اور آگے بڑھ گئے۔ بھکر میں بھی یہی کیفیت دیکھی، یہاں تک کہ ہم ڈیرہ اسماعیل خان پہنچ گئے۔

گاڑی میں ایک دوست خاموش اور گہری سوچ میں گم تھے۔ میں نے پوچھا" سفر کیسا رہا؟" انہوں نے آنکھیں مَلیں، ایک لمبی سانس لی اور کہا" آج حضرت جی کی زیارت،

ان کا وعظ، اوران کی معیت میں سفر کی سعادت حاصل ہوئی۔مگر اصل بات یہ ہے کہ اللہ والوں کی صحبت میں انسان کو وہ کچھ مل جاتا ہے جو وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ہم اس راستے سے کئی بار گزرتے ہیں، سائلین بھی ہمیشہ موجود ہوتے ہیں،لیکن کبھی توجہ نہیں گئی۔آج حضرت جی کی رفاقت نے ہماری نظر کھول دی اور سمجھایا کہ یہ بھی خیر کا کام ہے یہ بھی عملی دین ہے۔

یہ سارے مناظر آج دوبارہ میرے ذہن میں تازہ ہوئے جب میں حضرت جی نوراللہ مرقدہ کی کتاب دیکھ رہا تھا۔ وہاں ان کا یہ ارشاد نظر سے گزرا" جو شخص صدقہ کا معمول بنا لیتا ہے، اللہ اس کی زندگی کے گرد حفاظت کا حصار کھینچ دیتا ہے۔" یہ پڑھتے ہی مجھے دو سال پہلے کا وہ منظر یاد آ گیا جو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا رُکتی ہوئی گاڑیاں، سڑک کنارے بیٹھے سائلین اور صدقہ دینے کا عمل، جو دیر تک آنکھوں میں رہا اور حضرت جی نوراللہ مرقدہ کی یاد تازہ کرتا رہا۔

دل چاہنے لگا اس واقعے کو تحریری صورت دے کر حضرت جی نوراللہ مرقدہ سے وابستہ حلقۂ عقیدت کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔تا کہ ہم سب یہ عہد کریں کہ اپنے محبوب مرشد حضرت نوراللہ مرقدہ کی اس مبارک عادت کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں گے۔جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنہری تعلیمات پر عمل کی توفیق نصیب ہوگی، ہماری زندگیوں کے گرد بھی اللہ کی حفاظت کا حصار قائم ہوگا اور یہ عمل ہمارے مرشدِ مکرم حضرت نوراللہ مرقدہ کے لیے صدقۂ جاریہ بنتا رہے گا۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے، ان کی سیرت و نصائح کو اپنانے اور اخلاص کے ساتھ آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

تصوف وسلوک کا انسائیکلو پیڈیا

تصوف اخلاقِ حسنہ کا دوسرا نام ہے یہی وجہ ہے کہ تصوف کا ایک نام علم الاخلاق بھی ہے. اللہ نے انسان کو خیر اور شر کا مجموعہ بنایا. شر سے خیر تک سفر طے کرنے کو تصوف کہا جاتا ہے اور اس دوران جو مشقتیں، جو ریاضتیں اور جو محنت کرنی پڑتی ہے اسی کو سلوک کہا جاتا ہے۔

انسان کا اوصاف حسنہ کا مجموعہ بن جانا اور اس کے شر پر خیر غالب آنا تصوف وسلوک کا مقصد ہے. یہ ہوگا کیسے، اس کے لیے ہمارے پیر ومرشد، حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی نوراللہ مرقدہ نے ــــ"تصوف وسلوک ــــ" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے. جو درحقیقت اسی موضوع پر لکھے گئے ہزاروں صفحات کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔

کتاب کو تیرہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے پہلے باب میں علمِ تصوف کا تذکرہ ہے جس کو تین دلائل کی روشنی میں بیان کیا ہے پہلی دلیل قرآن عظیم الشان سے، دوسری احادیث مبارکہ سے اور تیسری عقلی دلیل کے ذریعے علمِ تصوف کو واضح کیا ہے. اسی کے ساتھ ــــ"علم تصوف مشاہیر امت کی نظر میں ــــ" عنوان کے تحت حضرت امام مالک بن انسؒ، امام ربانی مجدد الف ثانیؒ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، امام ابوالقاسم قشیریؒ اور شیخ ابوطالب مکیؒ کا علمِ تصوف کے بارے میں ان کا نقطہ نظر بیان کیا ہے۔

دوسرا باب تصوف کیا ہے؟ میں اکیس اکابرین امت نے تصوف کی جو تعریفات اپنے ذوق اور فہم کے مطابق کی ہیں کو درج کیا ہے. تیسرا باب لفظ ــــ"صوفی ــــ" کی تحقیق پر مشتمل ہے جس میں ''صوفی'' کی شافی تحقیق کے بعد چار سوالات ذکر کیے مثلاً صوفی کا لفظ کب سے استعمال ہوا؟ صحابہ کرامؓ کے دور میں تو کسی کو صوفی نہیں کہا جاتا تھا؟ صوفی کا ذکر قرآن

وحدیث میں کہاں ہے؟ جیسے سوالات کے تشفی جوابات نقل کیے ہیں۔

''بیعت طریقت کا شرعی ثبوت'' چوتھا باب ہے جس میں بیعت کی اقسام ذکر کی ہیں اور بیعت طریقت کے متعلق بیس سوالوں کے جوابات تحریر کیے ہیں. پانچواں باب ''ضرورت مرشد'' کے عنوان سے قائم کیا ہے. جس کے ثبوت کے لیے پانچ دلائل قرآن عظیم الشان سے نقل کیے ہیں. چار دلائل احادیث مبارکہ سے، سات عقلی دلائل اور احوال الصالحین سے بیس دلائل ذکر کر کے مضمون کو نہایت واضح کیا ہے۔

''آداب مرشد'' چھٹا باب ہے جس میں شیخ ومرشد کے تیس اداب بیان کیے ہیں جو ایک سالک کے لیے غذا کی حثیت رکھتے ہیں. ساتواں باب ''خانقاہوں کا قیام'' کے متعلق ہے خانقاہ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے صفحہ نمبر 126 پر لکھتے ہیں ''انسان کی ظاہری آنکھ کی بینائی کو بصارب کہتے ہیں اور باطنی آنکھ کی بینائی کو بصیرت کہتے ہیں. خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کرنے سے انسان کی بصیرت چھین لی جاتی ہے اور دل اندھا ہو جاتا ہے ذکر اللہ ایسا تریاق ہے جو اندھے دلوں کو بینا، بلکہ مردہ دلوں کو زندہ کر دیتا ہے اور جہاں یہ تعلیم دی جاتی ہے وہ جگہیں خانقاہ کہلاتی ہیں'' خانقاہ کے قیام کے متعلق قرآن عظیم الشان سے تین دلیلیں ،احادیث مبارکہ سے بھی تین دلیلیں اور آخر میں عقلی دلیل بھی ذکر کی ہیں جس سے خانقاہ کی ضرورت اور اہمیت عیاں ہوتی ہے۔

اعتقادات کے تحت چوبیس مسائل کا تذکرہ کیا ہے جس میں افراط وتفریط کی نشاندہی اور اس سے بچنے کی مکمل تعلیم موجود ہے. پیری مریدی کے نام پر معاشرے میں چند نادان دوستوں نے جو خرافات پھیلائی ہیں اس باب میں اس کا مکمل تدارک کیا ہے۔

دسواں باب ''معمولات شب وروز'' کے عنوان سے قائم ہے بیعت کے بعد سالک کے لیے شیخ زندگی گزارنے کی ایک مکمل ترتیب بیان کرتا ہے سالک اگر انہی خطوط پر اپنی

زندگی گزارتا ہے تو اپنی آنکھوں سے اس کے بیش بہا فوائد محسوس کرتا ہے اور روحانی منازل طے کرنے میں انتہائی آسانی ہوتی ہے۔

''معارف وحقائق'' گیارہواں باب ہے جس میں سالکین راہ طریقت کے لیے تصوف کی معتبر کتابوں سے مشائخ کرام کے ارشادات اور فرمودات ذکر کیے ہیں جس کا مطالعہ ایک سالک کے لیے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

بارہواں باب ''اخلاق حمیدہ'' ہے جس میں حسنِ اخلاق کی فضلیت، اہمیت اور صفات حسنہ دَرآنے کے اسباب پر تفصیلی بات کی ہے یہ باب آخر میں لاکر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ تصوف کا مقصد اخلاقِ کریمانہ کا حصول ہے. تیرہویں باب میں انچاس وہ سوالات جو تصوف اور اہل تصوف کے بارے میں اکثر ذہنوں میں پائے جاتے ہیں کے تشفی جوابات تحریر کر کے کتاب کے تتمہ اور تکملہ کے طور پر شامل کیے ہیں۔

یہ کتاب تصوف کا انسائیکلو پیڈیا ہے. تصوف کے دقیق مسائل کو انتہائی آسان اور عام فہم زبان میں بیان کیا گیا ہے. اس میں صرف الفاظ ہی نہیں کیفیات بھی شامل ہیں. کیونکہ صاحبِ کتاب صاحب دل بزرگ ہیں. انہوں نے پوری زندگی تصوف سیکھنے اور سکھانے میں گزاری ہے. چنانچہ اس لحاظ سے ان کو پوری دنیا میں سند کی حثیت حاصل ہے. انہوں نے تصوف وسلوک اپنے دور کے آفتابِ علم و ماہتاب طریقت بزرگوں سے سیکھا ہے. 18 سال کی عمر میں انہوں نے عمدۃ الفقہہ کے مؤلف حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ نور اللہ مرقدہ سے بیعت کی 9. سال تک ان سے کسبِ فیض حاصل کیا ان کی وفات کے بعد حضرت مرشد عالم خواجہ غلام حبیبؒ سے بیعت کا تعلق استوار کیا اور بقایا اسباقِ سلوک طے کیے. انہوں نے 1983 میں اجازت وخلافت کی خلعت سے سرفراز فرمایا اور سلسلہ کی خدمت و اشاعت کی ذمہ داری ان کے سپرد کی۔

حضرت جی نور اللہ مرقدہ نے مشرق، مغرب، شمال، جنوب میں سلسلہ کی ترویج واشاعت کے لیے تبلیغی سفر کیے جہاں پر لاکھوں لوگ آپ کے ہاتھ پر کلمہ طیبہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہوئے اور ہزاروں لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے. سینکڑوں کتابیں بھی لکھیں جو مختلف زبانوں میں شائع ہو کر مخلوقِ خدا کے لیے نفع کا سبب بن رہی ہیں. ـــ" تصوف وسلوک ـــ" اسی محنت کی ایک سنہری کڑی ہے. سلوک سیکھنے والوں کے لیے یہ کتاب ایک راہ نما کی حثیت رکھتی ہے. حضرت جی کی تمام کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی مکتبۃ الفقیر نے دیدہ زیب سرِ ورق، بہترین کاغذ اور معیاری پرنٹنگ کے ساتھ شائع کی ہے. خواہشمند حضرات درج ذیل نمبروں پر رابطہ کر کے کتاب حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت جی نور اللہ مرقدہ کی زندگی کا پیغام

مغرب کی نماز کے بعد ایک عزیز دوست سے ملاقات ہوئی۔ حال پوچھنے پر دل کا بوجھ زبان پر آ گیا۔ عرض کیا" جان سے پیارے حضرت جی نور اللہ مرقدہ کی رحلت کو پورے چودہ دن بیت چکے ہیں، مگر دل و دماغ کو اب تک چین نہیں آیا۔ دن کی ابتدا ہو یا انتہا، ہر لمحہ ان کی یادیں ذہن کے گرد چکر لگاتی رہتی ہیں۔ ان کا چمکتا ہوا چہرہ آنکھوں کے سامنے رہتا ہے، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے دنیا کی ساری رنگت یکا یک پھیکی پڑ گئی ہو۔ ہر شے بے مزہ اور بے معنی سی لگنے لگی ہے۔ کسی کام میں دل نہیں لگتا، توجہ بار بار بکھر جاتی ہے اور میں اپنے ہی اندر کھو یا رہتا ہو۔ صبر، تعزیت اور حوصلے کے سب کلمات سننے میں تو آتے ہیں، مگر دل تک پہنچتے پہنچتے الفاظ بن کر رہ جاتے ہیں۔ شدید الجھن ہے، کچھ سمجھ نہیں آتا کہ خود کو کیسے سنبھالوں۔"

دوست نے یہ سب خاموشی سے سنا۔ پھر ایک لمبا سانس لیا، میری آنکھوں میں دیکھا اور آہستہ سے بولا: ـــ" میری بھی یہی کیفیت تھی بالکل یہی۔ مگر کل ایک خیال دل میں آیا، اور وہی خیال میری بے چینی کو رفتہ رفتہ راحت میں بدلنے لگا" میں نے بے اختیار پوچھا: "کون

ساخیال؟ کیسا خیال؟'' دوست نے پہلو بدلا، جیسے بات کو دل سے نکال کر لفظوں میں ڈھال رہا ہو، اور پھر بولا" میں نے حضرت جی نوراللہ مرقدہ کی پوری حیاتِ مبارکہ پر غور کیا۔ دیر تک سوچنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ ان کی زندگی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانِ مبارک کی مکمل اور مجسم تصویر تھی" **من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیراً أو لیصمت** جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ بھلائی کی بات کہے یا خاموش رہے۔''

دوست نے کہا الحمدللہ! مجھے بھی حضرت جی نوراللہ مرقدہ کی سالہا سال صحبت نصیب ہوئی، اور آپ کو تو بچپن ہی سے قربت حاصل تھی اور مجھے پورا یقین ہے کہ جس شخص کا بھی حضرت جی نوراللہ مرقدہ سے تعلق رہا ہوگا، وہ اس بات کی گواہی دے گا کہ ان کی زبان سے ہمیشہ خیر ہی جاری ہوا۔ اللہ کی محبت کا تذکرہ، حضور ﷺ کی تعلیمات، اکابر اسلاف کے واقعات، تصوف وسلوک کی باتیں، اخلاقِ حسنہ کی تلقین اور بہترین طرزِ زندگی کی نصیحتیں، یہی ان کی گفتگو کا حاصل تھا۔ اور اس کے علاوہ دوسری صورت میں وہ خاموش ہی رہتے تھے۔ ہم اگر ان کی اجتماعی زندگی پر نظر ڈالیں تو" خطباتِ فقیر" کی اڑتالیس جلدیں ہمارے سامنے ہیں، جنہیں دنیا بھر میں بے مثال قبولیت نصیب ہوئی۔ اور نجی مجالس کے حوالے سے" مجالسِ فقیر" کے نام سے دس جلدوں پر مشتمل وہ قیمتی سرمایہ آج بھی ہمارے درمیان موجود ہے۔ انسان حیران رہ جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ کس طرح خیر کے کاموں میں صرف کیا۔

میرے دوست نے بات روکی، پھر قدرے توقف کے بعد گویا ہوا" حضرت جی نوراللہ مرقدہ سے محبت اور عقیدت کا اصل تقاضا یہی ہے کہ ہم بھی ان کے اس طریقے کو اپنائیں۔ آج سے یہ عہد کریں کہ اپنی زبان کی نگرانی کریں گے۔ جیسے ہمارے پیارے مرشد

رحمہ اللہ یا تو خیر کی بات کہتے تھے یا خاموش رہتے تھے، ہمیں بھی یہی راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ان کی کتابیں ہمارے مطالعے میں رہیں، اور اللہ سے یہ دعا بھی مانگتے رہیں کہ وہ ہمیں ان کی مواعظ اور نصائح پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔"

آخر میں اس نے ایک گہرا سانس لیا اور کہا" ابتدا میں یہ راستہ مشکل ضرور لگے گا، مگر اگر ہم خلوص کے ساتھ کوشش کریں تو اللہ رب العزت خود ہمارے لیے آسانیاں پیدا فرمائیں گے۔ اور یوں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک فرمان پر عمل کرنے والوں میں شامل ہو جائیں گے جس میں دنیا کی بھی کامیابی ہے اور آخرت کی بھی۔ـــ" دوست کی باتیں سن کر دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا اور احساس ہوا کہ شاید غم کا مداوا اس راستے پر چلنا ہے جو ہمارے محبوب مرشد نور اللہ مرقدہ ہمیں دکھا کر گئے ہیں۔

ربِ کریم، ہمارے پیارے حضرت جی نور اللہ مرقدہ کی قبر کو نور سے بھر دے، ان کے درجات بلند فرما، اور ہمیں ان کی مواعظ و نصائح کو زندگی کا سرمایہ بنانے والا، اور ان کی تعلیمات کا امین بنا دے۔

مستجاب الدعوات بننے کا نسخہ

زندگی میں جب کبھی مشکل سے مشکل مسئلہ پیش آتا، دل بے چین ہوتا اور راستے بند نظر آتے، تو میں بلا تردد رختِ سفر باندھتا اور حضرت جی نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ وہاں پہنچ کر حالِ دل عرض کرتا، اور وہ منظر آج بھی آنکھوں میں تازہ ہے

حضرت جی کی پیاری عادت تھی کہ وہ ہر آنے والے کی بات پوری توجہ، شفقت اور یکسوئی کے ساتھ سنتے تھے۔ بات ختم ہونے کے بعد وہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو جاتے، گویا مراقب ہو گئے ہوں۔ پوری محفل پر ایک خاص سی خاموشی چھا جاتی، کچھ دیر بعد وہ اپنی

خوبصورت آنکھیں کھولتے، حوصلہ اور ہمت کے چند الفاظ فرماتے، اور اپنے مبارک ہاتھ دعا کے لیے اٹھا دیتے۔ وہ دعا مانگتے تھے، اور دل کو ایسا سکون ملتا تھا کہ اللہ کرم فرمائیں گے۔ اللہ کی شان! جب بھی وہاں سے واپسی ہوتی، تو مسائل، مصائب اور الجھنیں خود بخود حل ہونے لگتیں۔ راستے کھل جاتے، دل ہلکا ہو جاتا، اور زندگی میں ایک نئی امید جاگ اٹھتی۔

وہ دعا مانگتے تھے تو موسم بدلتے تھے   اندھیری راہوں میں بھی چراغ جلتے تھے

حضرت جی نور اللہ مرقدہ واقعی مستجاب الدعوات تھے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ مستجاب الدعوات بننے کا نسخہ انہوں نے خود مجھے کئی مرتبہ بتایا، اور اپنی محافل ومجالس میں بارہا بیان فرمایا۔ وہ فرماتے تھے" جو بندہ ارادے سے گناہ کرنا چھوڑ دیتا ہے، اللہ رب العزت اس کی دعا کو رد کرنا چھوڑ دیتے ہیں"

اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور ہمیں ان کے فیوض و برکات سے حصہ عطا فرمائے۔ آمین۔

روحانیت کا روشن ستارہ (قطب الاقطاب ترجمانِ مجددِ الف ثانی

حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ)

محمد عبدالرزاق صہیب صدیقی حسامی (امام وخطیب مدینہ مسجد گلشن کالونی حیدرآباد)

حامداً ومصلیاً ومسلماً امّا بعد:

روحانیت کا تعلق اللہ سے قربت، باطنی پاکیزگی اور تزکیہ نفس سے ہے، جس کے لیے قرآن و احادیث میں ذکرِ الٰہی (نماز، تلاوت)، تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ، اور اولیاء اللہ کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کی گئی ہے، جیسا کہ سورۃ طٰہٰ میں نماز کو ذکرِ الٰہی کا ذریعہ بتایا گیا ہے اور سورۃ العنکبوت میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے اللہ کے راستوں کی نشاندہی کا وعدہ ہے، اور احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے سچائی اور مدد کی دعا کی، جو روحانیت کی اعلیٰ مثال ہے.

قرآنی آیات (روحانیت کے حوالے سے)

ذکرِ الٰہی اور نماز: وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ (سورۃ طٰہٰ 14) -"اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔" (یہ نماز کو ذکرِ الٰہی کا اعلیٰ ذریعہ قرار دیتا ہے).

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ (سورۃ الرعد 28) -" یاد رکھو! اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔"

اولیاء اللہ کی بشارت: اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (سورۃ یونس 62) -"سنو! بے شک اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہے نہ کوئی غم۔"

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ (سورۃ یونس 63) -" وہ جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے

ہیں۔"

جہاد فی سبیل اللہ (مجاہدہ): وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (سورۃ العنکبوت 69)- "اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی، ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے، اور بیشک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے"۔

دعائے رسول ﷺ: رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا (سورۃ بنی اسرائیل 80)- "پروردگار! مجھ کو سچائی کے ساتھ داخل کر اور سچائی کے ساتھ نکال اور اپنی طرف سے ایک مددگار اقتدار عطا فرما۔

احادیث (روحانیت کے حوالے سے):

نفس کی پاکیزگی: یاد رکھو! تمہارے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، جب وہ ٹھیک ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے، یاد رکھو! وہ دل ہے" (بخاری و مسلم)۔

اللہ سے قربت: بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہوتا ہے" (مسلم)۔

تزکیہ نفس: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمہیں سب سے اچھی لگے، جو تمہیں سب سے اچھی لگے، جو تمہیں سب سے اچھی لگے؟ صحابہ نے عرض کی: ضرور یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: اچھا اخلاق (اچھی سیرت)۔" (صحیح الجامع)۔

بہر حال روحانیت کا اصل مفہوم اللہ کی یاد (ذکر) میں مشغول رہنا، تقویٰ اختیار کرنا، نفسانی خواہشات پر قابو پانا، اور اللہ کے احکامات پر عمل پیرا ہو کر اس کی رضا حاصل کرنا ہے، جس کا بہترین نمونہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور خلفائے راشدین کی سیرت ہے۔

الغرض یہ کہ اللہ اور اس کے رسول اور صحابہ کرام کے بعد روحانی فیض پہنچانے کا سلسلہ اولیاء اللہ، صوفیاء کرام، اور دین کے سچے علمبرداروں (جیسے ائمہ اور اساتذہ) کے ذریعے ہوتا ہے، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ورثاء اور ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہیں، خاص کروہ جو اپنے مرشد کے ذریعے اللہ سے تعلق جوڑتے ہیں اور روحانی تربیت دیتے ہیں۔

علم اور عمل کے وارث : وہ علماء جو صحابہ کرام کی سیرت (اخلاص، قربانی، علم، تقویٰ) پر چلتے ہیں اور اپنی زندگیوں میں نافذ کرتے ہیں، ان کی تعلیمات بھی روحانی رہنمائی کا ذریعہ بنتی ہیں.

مرشد کا کردار : تصوف میں مرشد کا مقام بہت اہم ہے، جو اپنے مریدوں کی روحانی تربیت کرتا ہے اور انہیں فیض پہنچاتا ہے، یعنی فیض کا سلسلہ مرشد سے مرید تک جاری رہتا ہے.

خلاصہ : صحابہ کرام کے بعد، روحانیت کا یہ سلسلہ ان کے سچے وارثوں، یعنی صالح علماء، صوفیاء اور اولیاء کرام کے ذریعے جاری رہتا ہے، ان نفوسِ قدسیہ میں سب سے درخشندہ ستارہ محبوب العلماء والصلحاء حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ تھے.

حضرت پیر صاحبؒ کی زندگی ہم طلبہ کے لیے مشعل راہ ہے، اس مشعل سے بلند ہونے والی کرنیں امیدوں کا منبع ہیں، انھوں نے ذاتی محنت سے علم حاصل کیا، کتابیں پڑھیں، مطالعہ کیا، تصوف کی راہ اختیار کی، منزل تک پہنچے اور نئے نشان بھی دریافت کیے، انھوں نے اس احساس کو کہ وہ روایتی عالم نہیں ہیں موقع میں تبدیل کیا، انفرادی محنت، جاں فشانی، تندہی، ریاضت اور شب و روز کو ایک کر کے ہر دو فلک پر کامیاب کمند ڈالی، علمِ شریعت اور علم تصوف دونوں میں مقام بنایا، تصوف میں خاص طور پر رشک زمانہ مرتبہ پایا، وہ ہمارے بہانوں پر حجت ہیں، آپ کسی بھی علم وفن کی گھاٹیوں کو سر کر سکتے ہیں محنت، جدو جہد، ریاضت اور سرفروشی شرط ہے، کاہلی کا ٹھیکرا رکاوٹوں کے سر پھوڑنا فرار کے سوا کچھ نہیں۔

حضرت جی مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی (رحمۃ اللہ علیہ) پس مرگ زندہ ہیں، تصانیف، مواعظ، صوتیات، مرآیات، اداروں، تلامذہ، متوسلین اور مستفیدین پر مشتمل صدقہ جاریہ کا ایک جہان ہے جس میں انقطاع اور توقف ممکن نہیں، وہ اپنے درجنوں جلووں میں ہمیشہ ہمارے درمیان رہیں گے، زندہ، تابندہ اور تازہ بہ تازہ۔

روحانی ولی وہ اللہ کے مقرب اور محبوب بندے ہوتے ہیں جو اللہ کے بہت قریب ہوتے ہیں، جنہیں اللہ سے خصوصی نسبت حاصل ہوتی ہے، جو عابد، زاہد، پارسا اور خدا رسیدہ ہوتے ہیں، جن کے ہاتھوں پر اللہ کی طرف سے کرامات (خارق عادت کام) ظاہر ہوتی ہیں، اور وہ اپنی زندگی میں سادگی، تقویٰ، اور اللہ کی بندگی میں مصروف رہتے ہیں، جن کے دل میں اللہ کی محبت غالب ہوتی ہے، اور وہ مخلوق کے لیے رحمت کا سبب بنتے ہیں.

قربِ الٰہی : ان کا اللہ کے ساتھ براہ راست تعلق اور قربت ہوتی ہے، وہ اللہ کے دوست اور مددگار ہوتے ہیں.

عبادت و ریاضت : وہ بہت زیادہ عبادت، ذکر اور ریاضت میں مصروف رہتے ہیں، اور دنیاوی لذتوں سے بے پرواہ ہوتے ہیں. **تقویٰ و پارسائی :** ان کی زندگی تقویٰ اور پرہیزگاری سے بھرپور ہوتی ہے، وہ ہر قسم کے گناہوں سے بچتے ہیں حضرت جی مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی (رحمۃ اللہ علیہ) تھے.

حضرت جی مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی (رحمۃ اللہ علیہ) کی روحانیت پر ان کے شیخ، حضرت خواجہ پیر محمد یوسف نقشبندی (رحمۃ اللہ علیہ) نے بہت تعریف و توصیف فرمائی، خاص طور پر ان کے اخلاص، اطاعتِ شریعت، اور اللہ کے حضور عشق و محبت کے جذبات کو بیان کیا، کہ آپ ایک "محب صادق" اور" کامل سالک" تھے، جنہیں اپنے شیخ سے گہری نسبت تھی اور جن کی منزل

قربِ الٰہی تھی، مگر ان کے شیخ کے مخصوص الفاظ کی تفصیلات کے لیے آپ کے ملفوظات یا سوانح کا مطالعہ ضروری ہے، جس میں آپ نے انہیں روحانی وارث" قرار دیا اور ان کی دستارِ خلافت (پگڑی) انہیں پہنا کر اپنے روحانی سفر کا امین بنایا.

اخلاص اور محبت پیر محمد یوسف نقشبندی نے ذوالفقار احمد نقشبندی کو اللہ کے ساتھ سچے عشق اور اخلاص کی بنیاد پر اپنی روحانی خلافت سونپی.

اطاعتِ شریعت : آپ کی روحانیت کی بنیاد شریعت پر تھی، جو کہ نقشبندی سلسلے کا خاص پہلو ہے. آپ نے ہمیشہ شریعت کی پابندی کو لازم جانا.

قربِ الٰہی کی منزل : شیخ نے فرمایا کہ ذوالفقار احمد نقشبندی نے اللہ سے قربت کی منزل حاصل کی اور وہ اپنے باطنی سفر میں بہت آگے بڑھ چکے تھے، اور آپ کا باطن منور تھا.

روحانی وارث: پیر صاحب نے انہیں اپنے روحانی سلسلے کا وارث قرار دیا اور اپنی دستار پہنا کر انہیں اجازتِ عامہ عطا کی، جس سے ان کی عظمت اور روحانی مقام ظاہر ہوتا ہے. شیخ نے ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کی روحانیت کو اس طرح بیان کیا کہ وہ ایک کامل عاشق رسول، اللہ کے ولی اور اپنے مسلک کے امین تھے، جن کے دل میں عشقِ حقیقی موجزن تھا.

حضرت پیر صاحبؒ کی شخصیت میں دو اوصاف نہایت نمایاں اور خصوصیت کے حامل تھے۔ ان میں سے ایک وصف اللہ تعالیٰ سے گہری محبت اور دوسرا وصف رسولِ اکرم ﷺ کی سنت کا کامل اتباع۔ آپ اکثر ذکر و اذکار میں مشغول رہتے، باقاعدگی سے مراقبہ فرمایا کرتے اور اپنے سالکین کو بھی روزانہ مراقبہ کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ کے نزدیک اصلاحِ باطن کا یہ عمل روحانی ترقی کی بنیاد تھا۔

اور جہاں تک اتباعِ سنتِ رسول ﷺ کا تعلق ہے؛ تو ان کی زندگی کا ہر پہلو اس کا عملی

نمونہ تھا۔ ان کا کھانا پینا، سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا اور لباس و پوشاک :سب سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق ہوتا۔ اس سلسلے میں ایک نہایت قابل ذکر واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت پیر صاحبؒ یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم تھے؛ تو ایک دن جامعہ اشرفیہ لاہور کے جلیل القدر عالم، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مفتی صاحب نے دریافت فرمایا : "کس غرض سے آئے ہو؟" حضرت نے نہایت سادگی سے عرض کیا : "میں سنت کا شیدائی ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ زندگی کا ہر کام سنت کے مطابق کروں؛ اسی لیے آپ کی خدمت میں آیا ہوں کہ آپ مجھے بتائیں اور میں اس پر عمل کروں۔" یہ سن کر مفتی صاحبؒ بے حد خوش ہوئے۔ اس کے بعد کھانے پینے، لباس و پوشاک، سونے جاگنے اور دیگر سنتوں پر تفصیلی گفتگو ہوئی، جو تقریباً ڈھائی گھنٹے تک جاری رہی۔ گفتگو کے اختتام پر مفتی صاحبؒ نے حضرت سے فرمایا کہ آپ کو میرے پاس آنے کی اجازت ہے؛ جب چاہیں تشریف لائیں، دارالافتاء میں بیٹھ جائیں، میں فارغ ہو کر آپ کو بلا لیا کروں گا۔ اس کے بعد حضرت پیر صاحبؒ باقاعدگی سے مفتی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور نماز، وضو، طہارت اور دیگر عملی مسائل میں ان سے رہنمائی لیتے اور اس پر عمل کرتے۔ مفتی جمیل صاحبؒ کی اسی صحبت اور رہنمائی نے حضرت کے دل میں علمائے دیوبند کی محبت راسخ کر دی اور یوں وہ علمائے دیوبند کے سچے عاشق اور شیدا بن گئے۔ پھر مستقبل میں آپ کی تقریر و تحریر میں علمائے دیوبند چھائے رہے۔

پیر صاحب کا علمی و فکری ارتقا: پیر صاحبؒ عصری درسگاہوں کے تعلیم یافتہ الیکٹریکل انجینئر تھے۔ بظاہر وہ اس میدان سے وابستہ نہ تھے جس میں بعد ازاں انھوں نے نمایاں خدمات انجام دیں؛ مگر اللہ تعالیٰ جس سے چاہیں اپنے دین کی دعوت و تبلیغ اور بندوں کی اصلاح کا کام لیتے ہیں اور اسے اس کے لیے موزوں بنا دیتے ہیں۔ پیر صاحبؒ کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا۔

پیر صاحبؒ خود اپنے بارے میں بیان فرمایا کرتے تھے کہ وہ اسکول میں تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ ایک مرتبہ موسمِ گرما کی چھٹی میں ایک حافظ صاحب کے پاس قرآنِ کریم کے چھ پارے حفظ کیے۔ جب اسکول کھلا تو بڑے بھائی انھیں دوبارہ اسکول لے جانا چاہتے تھے؛ مگر پیر صاحبؒ اس کے لیے آمادہ نہ تھے اور مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کے خواہش مند تھے۔ بھائی صاحب نے ان سے کہا کہ وہ اسکول کی تعلیم جاری رکھیں اور مدرسہ کی تعلیم کے لیے الگ سے کسی استاد کا انتظام کر دیا جائے گا۔ چناں چہ پیر صاحبؒ نے اسکول کے ساتھ ساتھ عالم کورس کی کتابیں فارغ اوقات میں پڑھنا شروع کر دیں۔ اس طرح انھوں نے شرح مائۃ عامل وغیرہ جیسی کتابیں پڑھیں۔

بعد ازاں جب لاہور یونیورسٹی میں داخلہ حاصل کیا؛ تو کچھ عرصے کے لیے دینی تعلیم کے حصول میں تعطل آگیا؛ مگر انھوں نے کسی عالم دین سے رابطہ کر کے دوبارہ عالم کورس کی تعلیم شروع کر دی اور بخاری شریف جیسی عظیم حدیث کی کتاب کا درس بھی حاصل کیا۔ اسی دوران انھوں نے الیکٹریکل انجینئرنگ کی تعلیم مکمل کی اور یونیورسٹی کے زمانۂ تعلیم ہی میں قرآنِ کریم حفظ مکمل کرنے کی سعادت بھی حاصل کی۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ دو دینی اداروں : جامعہ رحمانیہ، جہانیاں منڈی اور جامعہ قاسم العلوم، ملتان نے آپ کو عالمیت کی اعزازی ڈگری سے نوازا۔ حضرت پیر صاحبؒ نے سن 1972ء میں بی ایس سی الیکٹریکل انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی، جس کے بعد اسی شعبے میں عملی زندگی کا آغاز کیا اور ترقی کرتے ہوئے چیف الیکٹریکل انجینئر کے عہدے تک پہنچے۔

تصوف سے تعلق: حضرت پیر صاحبؒ کا تصوف سے تعلق اس زمانے میں قائم ہوا جب وہ لاہور یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم تھے۔ ابتدا میں ان کا تعلق سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک بزرگ، حضرت

مولانا سید زوار حسین صاحبؒ سے قائم ہوا۔ پیر صاحبؒ نے ان سے مجددِ الفِ ثانی، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کا مجموعہ سبقاً سبقاً پڑھا۔ ان کی وفات کے بعد، پیر صاحبؒ نے سن 1980ء میں حضرت مرشدِ عالم خواجہ غلام حبیب نقشبندی مجددیؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا۔ خواجہ صاحبؒ نے سن 1983ء میں پیر صاحبؒ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ مرشدِ محترم کی وفات کے بعد، پیر صاحبؒ میدانِ تصوف میں خدمت انجام دینے لگے۔ اس حوالے سے انھوں نے دنیا کے متعدد ممالک کے دورے کیے اور ان تمام ممالک میں ان کے خلفاء اور مریدین موجود ہیں، جو ان کی روحانی نسبت اور اصلاحی سلسلے کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

اور اسی کے ساتھ ساتھ حضرت جی پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ صاحب نے روحانیت پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں، جن میں تفسیر، حدیث اور تصوف سے متعلق کتب شامل ہیں، جیسے تفسیر جلالین، شرح العقائد، مختصر المعانی، اور شرح جامی کے شروحات، خاص نظر ہیں اس کے علاوہ آپ کی اصلاحی کتابوں کا ذخیرہ موجود ہیں جو ہر ایک کی اصلاح کے لئے نفع بخش بنا جن میں بعض کتابوں کو بہت بڑی مقبولیت حاصل جن میں "سکون دل"، "عمل سے زندگی بنتی ہے"، "گھر جنت کیسے بنے؟"، "شادی خانہ آبادی"، اور "دوائے دل" شامل ہیں، جن کا تعلق اسلامی تعلیمات، اصلاحی موضوعات، اور تصوف سے ہے، اور ان کی تقاریر آن لائن موجود ہیں جو لوگوں کی زندگی میں مثبت تبدیلی لاتی ہیں۔

اسی طرح حضرت جی پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ صاحب کی روحانیت پر کئی مشہور کتابیں ہیں، جن میں خاص طور پر "تزکیہ نفس،" "روحانیت کے تقاضے،" "دل کی بیماریاں اور ان کا علاج،" "مناجات مقبول،" "اصلاحی مجالس،" اور "علم وعمل" جیسی کتب بہت مقبول ہیں جو دل کی پاکیزگی، اللہ سے تعلق مضبوط کرنے اور عملی زندگی میں روحانیت لانے پر زور دیتی ہیں. ان کی

کتابیں عام طور پر درسِ بخاری، اصلاحی بیانات اور خانقاہی نظام کے گرد گھومتی ہیں، جس میں لوگ اپنی روحانی پیاس بجھانے اور تزکیہ نفس کے مراحل سے گزرنے کے لیے ان کی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں

یاد رہے کہ یہ معلومات عمومی ہیں. اگر آپ کو شیخ کے مخصوص الفاظ (جملے) درکار ہیں، تو ان کے ملفوظات یا" پیر محمد یوسف نقشبندی" کی سوانح عمری کا مطالعہ کرنا ہوگا، جو کہ اکثر آپ کے ملفوظات پر مبنی ہوتی ہے). حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ ایک ممتاز روحانی شخصیت، عالم دین اور نعت خواں تھے، جنہیں روحانیت کے میدان میں ایک روشن ستارہ مانا جاتا تھا، وہ اپنی اصلاحی تقاریر اور اصلاحی کتب کے ذریعے لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے تھے، اور ان کی تعلیم و تربیت روحانیت اور تزکیہ نفس پر مرکوز ہیں. حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ اپنے علم، تقویٰ اور روحانی فیض کی بدولت روحانیت کے شعبے میں بہت بلند مقام رکھتے تھے، اور بہت سے لوگ انہیں اپنا روحانی رہبر مانتے تھے.

نقشبندی سلسلہ : وہ نقشبندی سلسلے سے تعلق رکھتے تھے اور اس سلسلے کی تعلیمات کو عام کرتے تھے، جس میں اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے عبادات، ریاضت اور باطنی پاکیزگی پر زور دیا جاتا ہے.

روشن ستارہ: اس تعریف کا مطلب یہ ہے کہ وہ روحانی راستے پر چلنے والے افراد کے لیے ایک رہنما، ایک مثال اور روشنی کا ذریعہ ہیں، جو انہیں صحیح منزل کی طرف رہنمائی دیتے ہیں.

حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی صاحبؒ روشنی کی ایک ستون، ایمان و معرفت کا رہنما چراغ تھا.

(موت العالم، موت العالَم)

ترجمہ : "عالم کی موت، یعنی تمام عالم کی موت ہے"

14 / دسمبر 2025ء بروز اتوار کا دن ایک تاریخی دن تھا اور ایسا تاریخی دن تھا، جب ایک نورانی ستون نے ہمیں چھوڑا، اور اللہ کی بارگاہ میں اپنی آخری پیشی دی۔

حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ صرف ایک نام نہیں، یہ ایک روحانی حقیقت، ایمان کی روشنی، اور اخلاق کی پہچان ہے۔

خدمتِ دین وانسانیت: حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ صرف عالم نہیں تھے، بلکہ ایک روحانی راہنماء تھے، جنہوں نے دلوں میں اللہ کا خوف اور محبت پیدا کی، ایمان کو علم وعمل سے جمایا اخلاق و روحانیت کی روشن مثال قائم کیاان کی محافل میں آنے والے ہر شخص نے روحانی سکون، ایمان کی گرمی، اور دل کی تسکین پائی۔

روحانیت کی ایک نئی روشنی: حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ نے تصوف کو شریعت کے دائرے میں برقرار رکھا، نفس کی اصلاح اور ذکرِ الٰہی کو زندگی کا مقصد بنایا اور ان کے بیانات اور تعلیمات نے نوجوان نسل اور مریدوں میں ایمان واخلاق کی نئی روشنی پیدا کی۔

حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں سکھایا کہ "نفس کی اصلاح، دل کی پاکیزگی، ایمان کی مضبوطی، اور اللہ کی قربت" یہ وہ علم وعمل کی میراث ہے جو آج بھی دلوں کو روشن کرتی ہے، اور ہر قدم پر رہنمائی کرتی ہے۔

اے اللہ! ان کے درجات کو بلند فرما، ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما، اور ہمیں بھی اپنے دین کی خدمت کرنے والا بنا۔ آمین۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ بحیثیتِ داعی

یونس نداف بلگامی، ریسرچ اسکالر شعبہ اردو، کویمپو یونیورسٹی کرناٹک

کتنی تسکین وابستہ ہے تیرے نام کے ساتھ
نیند کانٹوں پہ بھی آجاتی ہے آرام کے ساتھ

الحمدللہ! اللہ تعالی کا صد شکر گزار ہوں کہ مجھے اس نے حضرت رحمت اللہ علیہ کے متعلق کچھ تحریر کرنے کا موقع عنایت کیا، ورنہ میں سرتاپا معاصی میں ڈوبا ہوا اس کا اہل کہاں

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمت اللہ علیہ 1953ء کو پاکستان کے ضلع جھنگ میں ایک نیک گھرانے میں پیدا ہوئے ان کا تعلق کھرل خاندان سے تھا والدین نے انہیں ابتدائی دینی تربیت دی ابتدائی تعلیم گھر پر اور مقامی مدرسوں سے حاصل کی قرآن. حفظ. عربی. فارسی اور دینی علوم کے بعد دارالعلوم نعیمیہ جھنگ سے تعلیم مکمل کی ــ بچپن سے ہی قرآن پاک کی حفظ اور تجوید میں مہارت حاصل کی تھی اس کے بعد لاہور یونیورسٹی میں داخلہ لیا لیکن روحانی جستجو نے انہیں انجینیئر نگ چھوڑنے پر مجبور کیا، لاہور یونیورسٹی میں داخلے کے دوران سلسلہ نقشبندیہ سے تعلق قائم ہوا، جہاں حضرت سید زوار حسین شاہ رحمہ اللہ سے مکتوباتِ امام ربانی پڑھے۔ بعد میں جامعہ رحمانیہ اور جامعہ قاسم العلوم سے دورہ حدیث مکمل کیا۔ روحانی آغاز 1980ء میں خواجہ غلام حبیب نقشبندی رحمہ اللہ سے بیعت اور 1983ء میں خلافت حاصل کی، جس کے بعد دینی خدمات عالمگیر سطح پر پھیلیں۔

آپؒ کی شخصیت علم شریعت اور سلوک و تصوف کا حسین امتزاج ہے آپ نے دعوت دین کو محض خطابت تک محدود نہیں رکھا بلکہ عملی اصلاح تربیت اور اخلاقی تطہیر کو اپنی دعوت کا

محور بنایا حضرت رحمت اللہ علیہ برصغیر کے معروف صوفی بزرگ. عالم دین اور سلسلہ نقشبندیہ کے ممتاز شیخ ہیں آپ رحمت اللہ علیہ تربیت عملی اور روحانی دونوں پہلوؤں سے مکمل ہیں آپ نے علوم شریعت میں مہارت حاصل کی اور ساتھ ہی سلوک وتصوف کی منازل طے کر کے بیعت وارشاد کے منصب پر فائز ہوئے اپ کی شخصیت کا امتیاز یہ ہے کہ آپ نے تصوف کو شریعت کے تابع رکھا اور دین کے ظاہری و باطنی پہلوؤں میں کامل توازن قائم کیا یہی توازن آپ کی دعوت فکر کی بنیاد ہے۔

دعوت کے لغوی معنی" بلانے" اور" پکارنے" کے ہیں جبکہ اصطلاحا" لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے . دین اسلام کی حقانیت واضح کرنے اور نیکی کی ترغیب دینے کو دعوت کہا جاتا ہے

قرآن کریم میں ارشاد ہے :ادعوا الی سبیل ربك بالحکمه والموعظة الحسنة

حضرت پیر ذوالفقارؒ کی دعوت اس قرآنی اصول پر قائم ہے جس میں حکمت حسن بیان اور اخلاقی تاثیر کو بنیادی حیثیت حاصل ہے حضرت کے نزدیک دعوت کا پہلا مرحلہ انسان کے باطن کی اصلاح ہے آپ نفس کی بیماریوں جیسے تکبر. حسد. ریا. حب دنیا اور غفلت کو اصل خرابی قرار دیتے ہیں اور ان کے علاج پر زور دیتے ہیں

قران کریم میں ارشاد ہے:

ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا (سورت فصلت ۳۳)

حضرت پیر ذوالفقار کی دعوت اس قرآنی تصور کی عملی تفسیر ہے جس میں قول اور عمل کا امتزاج نظر آتا ہے ان کے نزدیک تمام برائیوں کی جڑ نفس امارہ ہے آپ دعوت کے آغاز کو باطن کے اصلاح سے جوڑتے ہیں

قد افلح من زکھا (سورہ الشمس ۹)

آپ کی دعوت کا مرکزی نقطہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے آپ تصوف کو سنت کا خادم قرار دیتے ہیں نہ کہ اس کا متبادل اور ان کے نزدیک اخلاق کے بغیر دعوت بے اثر ہوتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

انما الاعمال بالنیہ (صحیح بخاری)

آپ کی دعوت میں انتہا پسندی یا غلو نہیں بلکہ اعتدال. توازن اور حکمت نمایاں ہے آپ کا اسلوب نرم. دردمند اور اصلاحی ہے جو دلوں میں اترتا ہے آپ مشکل فلسفیانہ مباحث کے بجائے سادہ اور موثر زبان میں بات کرتے ہیں جس سے عام آدمی بھی مستفید ہوتا ہے خود ان کی زندگی دعوت کا عملی نمونہ ہے جو قول و عمل کے تضاد کو ختم کرتا ہے حضرت کی دینی دعوت کی کارگزاریاں سلسلہ نقشبندیہ کے ذریعے دنیا بھر میں پھیلی ہوئی تھی ان کی تبلیغی و اصلاحی خدمات پاکستان . ہندوستان. افریقہ اور عرب ممالک تک محدود نہیں تھیں بلکہ انہوں نے متعدد ممالک میں دورے کیے اور ہزاروں لوگوں کو تزکیۂ نفس اور شریعت کی تعلیمات سے آراستہ کیا ان کی کارگزاریوں میں سالانہ رمضان کا اعتکاف ملک" زیمبیا" میں مریدین کے ساتھ اور حج کے ایام میں مکہ و مدینہ کی مجالس اور ہندوستان کے دیوبند. حیدرآباد جیسے مراکز میں خطبات شامل ہیں حضرت نے 40 سے زیادہ ممالک کا سفر کیا اور وہاں دعوت کی محنت قائم و دائم کی—

حضرت نے جھنگ میں" معہد الفقیر الاسلامی" کی بنیاد رکھی جو روحانی تربیت کا مرکز ہے جہاں قرآن وسنت کی روشنی میں تزکیہ نفس اور اصلاح اخلاق کی تعلیم دی جاتی ہے ان کے خلفاء پاکستان. بھارت. روس. ایران سمیت مختلف ممالک میں دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں جن میں مولانا محمد سیف اللہ، جھنگ (فرزند)

مولانا محمد حبیب اللہ، جھنگ (فرزند) مفتی ابولبابہ شاہ منصور، کراچی مولانا احمد جان، روس مولانا خلیل الرحمن سجاد نعمانی، بھارت. مولانا مفتی انعام الحق، بھارت مولانا قاری حنیف

ربانی، فیصل آباد مولانا اسلم پوریؒ، لاہور مولانا محمد امجد مدظلہ، لاہور مولانا حافظ محمد ابراہیم، لاہور مولانا شیخ اظہر اقبال، کراچی مفتی محمد منصور، ایران مولانا محمد سیف اللہ. مفتی ابولبابہ شاہ منصور جیسی ہستیوں کا شمار ہوتا ہے۔

مولانا پیر ذوالفقار رحمت اللہ علیہ کی دینی دعوت چند واضح اصولوں پر قائم تھی جن میں سب سے پہلے اصلاح باطن (تزکیہ نفس) آپ کے نزدیک دعوت کی ابتدا انسان کے دل سے ہوتی ہے تکبر. حسد. ریا. حب دنیا اور غفلت کو آپ تمام برائیوں کی جڑ قرار دیتے ہیں، وہ کہتے تھے:

"جب دل درست ہو جائے تو عمل خود درست ہو جاتا ہے"

دوسری چیز اتباع سنت آپ کی دعوت کا مرکزی نقطہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھی آپ فرماتے تھے:

"وہی دعوت کامیاب ہے جو سنت کے سانچے میں ڈھلی ہو"

تیسری چیز اخلاص اور للٰہیت تھی آپ ریاکاری اور شہرت پسندی کے سخت مخالف تھے داعی کے لیے اخلاص کو سب سے بڑی شرط قرار دیتے تھے

چوتھی چیز ان کے داعیانہ عمل میں اعتدال اور توازن تھا نہ سختی. نہ غلو بلکہ نرمی حکمت تدریج. یہی آپ کی دعوت کا امتیازی وصف تھا۔

پانچویں چیز ان کا اسلوب دعوت، حضرت مولانا پیر ذوالفقار رحمت اللہ علیہ کا دعوتی اسلوب نہایت موثر تھا سادہ اور عام فہم زبان موعظت حسنہ دردمندانہ لہجہ قول وعمل میں یکسانیت یہی وہ چیزیں تھیں جو ان کی دعوت کو اثر انداز بنا دیتی تھی اس لیے ان کی بات سننے اور سمجھنے والے کے دل میں اتر جاتی تھی۔

اس کے علاوہ آپ کا خانقاہی نظام بھی دعوت کا ذریعہ تھا آپ نے خانقاہ کو محض

عبادت گاہ نہیں بلکہ دعوت و اصلاح کا مرکز بنایا خانقاہ میں بیعت کے ذریعے اصلاح، ذکر و مراقبہ. اخلاقی تربیت، عملی دینداری سکھائی جاتی تھی یہ نظام دعوت دین کا ایک موثر ذریعہ ہے

حضرت کی تحریری وفکری خدمات بھی ہیں جو ان کو ایک اعلیٰ داعی کی معیار پر کھڑا کرتی ہیں آپ نے اصلاح نفس. اخلاقیات. سنت کی اہمیت پر مبنی متعدد تحریریں. ملفوظات. رسائل. کتب چھوڑے ہیں جن میں اہم درج ذیل ہیں:

۱–**"اصلاح نفس"** یہ حضرت کی نہایت معروف اور مقبول کتاب ہے جس کے اہم موضوعات نفس کی حقیقت. ریا. تکبر. حسد اور حب دنیا نفس کی اصلاح کے عملی طریقے وغیرہ– یہ کتاب تزکیہ نفس کے موضوع پر ایک بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔

۲–**"علاج قلب"** اس کتاب میں انسانی دل کے روحانی امراض اور ان کے علاج کو نہایت موثر انداز میں بیان کیا گیا ہے اس کے مباحث دل کی بیماریوں کی علامات. ذکر و مراقبے کی اہمیت. روحانی سکون کے اسباب وغیرہ ہیں۔

۳–**"سنت کی اہمیت"** اس کتاب میں حضرت نے واضح کیا ہے کہ دین میں کامیابی کا واحد راستہ اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے یہ کتاب جدید دور میں سنت سے غفلت کے اسباب اور اس کے نتائج پر بھی روشنی ڈالتی ہے۔

۴–**"ذکر الٰہی کی حقیقت"** اس تصنیف میں ذکر کی اقسام. ذکر کے آداب. ذکر کے روحانی فوائد کو قران وحدیث کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

ذوالفقار احمد نقشبندی کی بعض کتابیں اور بھی ہیں، جن میں سے بہت سی کتابیں ان کی افادات وارشادات کا مجموعہ ہیں، جو ان کے منتسبین نے جمع ومرتب کیا ہے:

"فقہ کے بنیادی اصول" "زادِحرم" "اولاد کی تربیت کے سنہرے اصول" "خواتینِ اسلام کے کارنامے" "حیا اور پاکدامنی" "مغفرت کی شرطیں" "علم نافع" "اسیر برما" "عشق الٰہی"

"دوائے دل" "عشق رسول" " خطبات فقیر" " "

خطبات ذوالفقار" "عمل سے زندگی بنتی ہے" "اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات" اس کے علاوہ رسائل ومختصر کتابچے بھی دستیاب ہیں جن میں توبہ واستغفار. اخلاص نیت. دنیا اور آخرت کا توازن. طلب حق اور صراط مستقیم وغیرہ موضوعات زیر بحث ہیں یہ رسائل بالخصوص عوام الناس کی اصلاح کے لیے تحریر کیے گئے ہیں، آپ کے ملفوظات قابل ذکر اور ان کی دعوت کا اعلیٰ نمونہ ہیں اور ہر طبقہ کے لئے مشعل راہ ہیں

حضرت کے ملفوظات دراصل وہ اقوال نصاح اور گفتگو ہیں جو ان کی مجالس میں بیان ہوئی اور بعد میں مرتب کی گئیں جن کے اہم موضوعات اخلاص. صبر وشکر. توکل ذکر وفکر. اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ ملفوظات دعوت دین اور تصوف اسلامی کا قیمتی سرمایہ ہیں اس کے اہم خصوصیات سادہ اور دل نشین انداز. روزمرہ زندگی سے مثالیں. نفس کی عملی اصلاح اور داعیانہ وتربیتی اسلوب ہیں حضرت کی کتب اور ملفوظات شریعت وطریقت کے ربط کو واضح کرتی ہیں جدید دور کے فکری واخلاقی مسائل کا حل پیش کرتی ہیں ایک داعی کے فکری منہج کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں اس لیے ان کا شمار عصر حاضر کے اہم اصلاحی لٹریچر میں ہوتا ہے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کے اثرات نوجوانوں پر بھی بہت نمایاں ہوئے عصر حاضر کے نوجوان مادیت. بے مقصدیت ذہنی اضطراب کا شکار ہیں حضرت کی دعوت نے نوجوانوں کو دین سے جوڑا کردار سازی پر زور دیا اور زندگی کو مقصد عطا کیا یہ پہلو آپ کی دعوت کا نہایت اہم اثر ہے۔

سماجی سطح پر بھی حضرتؒ کی دعوت کے اثرات گہرے نظر آتے ہیں آپ کی دعوت کے نتیجے میں باہمی احترام. صبر وتحمل اور ایثار واخوت کو فروغ ملا جس سے معاشرتی تعلقات بہتر ہوئے آپ کی دعوت ہی کا اثر تھا کہ برائیوں سے اجتناب کیا جانے لگا نشہ. فحش. جھوٹ اور

ظلم جیسے سماجی امراض سے دوری پیدا ہوئی — کیونکہ دعوت نے اندرونی تبدیلی پیدا کی۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کی دعوت محض وعظ اور نصیحت نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر اصلاحی تحریک تھی اس کے اثرات فرد کے باطنی تبدیلی سے شروع ہو کر معاشرتی اصلاح تک پھیلتے ہیں اخلاص. اعتدال. اتباع سنت اور تزکیہ نفس وہ عناصر ہیں جو آپ کی دعوت کو موثر اور دیر پا بنایا یہی وجہ ہے کہ اپ کی دعوت آج بھی ایک کامیاب دعوتی مثال ونمونہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

کتابیات:

ا — تذکرہ حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی (مرتبین: خلفاء/متعلقین خانقاہ: خانقاہی اشاعت)

۲ — حضرت پیر ذوالفقار: حیات وخدمات (تحقیقی وتعارفی نوعیت: محدود اشاعت)

YUNUS NADAF

RESEARCH SCHOLAR DEPARTMENT OF URDU KUVEMPU UNIVERSITY

SHIVMOGGA KARNATAKA

Email address: nadafyunus0@gmail.com Mobile :9742282928

علم کا خزینہ اور معرفت کا دریا

مولانا حافظ محمد عبد الحق حذیفہ صدیقی حسامی، امام وخطیب جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ گلشن کالونی حیدرآباد

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد:

قطب الاقطاب نمونۂ اسلاف ترجمانِ مجدد الف ثانی حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ علم ومعرفت کے ایک آفتاب تھے، جنہوں نے عصری اور دینی تعلیم کو یکجا کر کے ایک منفرد مقام حاصل کیا، انجینئرنگ کی دنیا سے تصوف کی وادی میں قدم رکھا، اور اپنی دلنشین تقریروں اور ملفوظات سے لاکھوں دلوں کو منور کیا، خصوصاً آپ کی مکتوباتِ مجدد الفِ ثانی کی تدریس اور نقشبندی سلسلے سے تعلق نے آپ کو ایک صاحبِ نسبت بزرگ بنا دیا، جس سے آپ نے تصوف اور روحانیت کے دریا بہا دیے اور اپنی تعلیمات سے امت کو علم اور معرفت کے خزانے سے مالا مال کیا۔

حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کی ولادت پاکستان کے شہر جھنگ میں ہوئی۔ آپ نے دنیاوی تعلیم میں کمال حاصل کرتے ہوئے الیکٹریکل انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی، لیکن اللہ کی محبت اور دین کی تڑپ نے آپ کا رخ تصوف واحسان کی طرف موڑ دیا۔

حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کی تصانیف اور بیانات علم وحکمت کا نچوڑ ہوتے ہیں۔ آپ کی کتابیں جیسے 'خطباتِ فقیر اور 'عشقِ الٰہی جو لاکھوں دلوں کی اصلاح کا ذریعہ بنی ہیں۔ آپ کے دل میں عشقِ رسول ﷺ اور محبتِ باری تعالیٰ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر رہے۔ آپ کی مجالس میں بیٹھنے والوں کو اللہ کی یاد اور باطنی سکون محسوس ہوتا تھا۔

حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ اتنے بڑے مرتبے کے باوجود آپ انتہائی سادہ طبیعت اور عجز وانکساری کا نمونہ تھے۔

حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ اس دور میں تصوف کے وہ آفتاب تھے جن کی روشنی سے مشرق ومغرب منور ہو رہے ہیں۔آپ کی زندگی کا واحد مقصد انسان کا رشتہ اس کے خالق سے جوڑنا ہے۔

یاد رکھیے! علم کا خزینہ اور معرفت کا دریا انسان کی زندگی کا محور ہے، جہاں علم (جاننا) معرفت (گہرا ادراک) میں بدلتا ہے، یہ سفر کتابوں سے شروع ہو کر غور وفکر، عمل اور روحانی بصیرت تک جاتا ہے، جو اسے اللہ کی قربت اور حقیقی زندگی کا مقصد سکھاتا ہے، یہ ایک ایسا خزانہ ہے جو نہ صرف دنیاوی بلکہ آخرت میں بھی نجات کا ذریعہ بنتا ہے.

انسانی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ علم ہے اور اس علم کی انتہا معرفت ہے۔علم ایک روشنی ہے جو جہالت کے اندھیروں کو دور کرتی ہے، جبکہ معرفت وہ گہرا سمندر ہے جس میں غوطہ زن ہو کر انسان اپنے رب کی معرفت حاصل کرتا ہے. یہ سفر کتابوں کے اوراق سے شروع ہو کر دل کی گہرائیوں تک جا پہنچتا ہے.

کتابیں علم کا سرچشمہ ہیں، جو ہمیں غور وفکر کی دعوت دیتی ہیں، سوچ کو وسعت اور گہرائی بخشتی ہیں، اور ہمیں حکمت و دانائی کی طرف لے جاتی ہیں، معرفت صرف معلومات کا اکٹھا کرنا نہیں، بلکہ اس علم کو دل میں اتارنا اور اسے سمجھنا ہے. یہ وہ ادراک ہے جو انسان کو حقیقتِ کائنات اور خالق کی پہچان کراتا ہے اور علم کا سفر جب معرفت میں بدلتا ہے، تو انسان عملی زندگی میں خدا کے احکامات پر عمل کرتا ہے، اور اس کا تعلق اللہ کے ساتھ مضبوط ہوتا ہے اور علم دروازہ ہے اور

معرفت منزل. علم کے بغیر معرفت ناممکن ہے، اور علم کا مقصد معرفت کا حصول ہے. ایک عالم وہ ہے جو جانتا ہے، مگر عارف وہ ہے جس نے اس جاننے کو اپنی زندگی میں ڈھال لیا ہے.

علم دین ہمیں آخرت میں کامیابی اور جنت میں شفاعت کا ذریعہ بن سکتا ہے، جیسا کہ احادیث میں علما کی شفاعت کا ذکر ہے. علم وہ ہے جو مرنے کے بعد بھی باقی رہتا ہے، اگر وہ ایسا علم ہو جس سے لوگوں کو نفع پہنچے (صحیح مسلم).

علم کا خزینہ (کتابیں، درس) اور معرفت کا دریا (دلی ادراک، عمل) ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں. یہ دونوں مل کر انسان کو ایک بامقصد زندگی دیتے ہیں، جو صرف اس دنیا تک محدود نہیں بلکہ اس کے بعد کی زندگی میں بھی سرخروئی کا باعث بنتی ہے. ہمیں چاہیے کہ ہم علم کے حصول میں لگن سے کام لیں اور اسے معرفت میں بدلنے کی کوشش کریں، تاکہ ہم دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ہوسکیں.

بہر حال حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ نے بی ایس سی (الیکٹریکل انجینئرنگ) کی ڈگری حاصل کی، لیکن دینی علم کے شوق نے آپ کو سید زوار حسین شاہ سے مکتوبات مجدد الف ثانی پڑھنے پر مجبور کیا. بعد ازاں، آپ غلام حبیب نقشبندی سے وابستہ ہوئے اور 1983ء میں خلافت سے نوازے گئے، ساتھ ہی جامعہ رحمانیہ جہانیاں منڈی اور جامعہ قاسم العلوم ملتان سے دورۂ حدیث کی سند بھی حاصل کی.

حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ نقشبندی سلسلے کے ایک بڑے بزرگ بنے، آپ کا تصوف علم اور عمل کا حسین امتزاج تھا، جس میں اللہ کی محبت اور مخلوق کی خدمت کا درس ملتا تھا.

آپ کے ملفوظات (تقریری مواد) میں دین کا نچوڑ اور معرفت کے موتی ملتے ہیں، جنہیں سن کر لوگ دین کی طرف راغب ہوتے ہیں اور روحانی سکون حاصل کرتے ہیں.

بس یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ علم کا خزینہ اور معرفت کا دریا تھے، جنہوں نے اپنی زندگی میں دنیاوی اور دینی دونوں شعبوں میں اعلیٰ مقام حاصل کیا اور اپنی تعلیمات سے ہزاروں لوگوں کی زندگیوں میں مثبت تبدیلی لانے کا باعث بنے، آپ کی زندگی علم، تصوف اور اصلاحِ امت کا ایک روشن باب ہے جو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ حضرت جیؒ کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

دورِ حاضر میں تزکیۂ نفس کا منہج حضرت رحمہ اللہ کی تعلیمات کی روشنی میں

مولانا محمد ابراہیم خان، چکمگلور

الحمدُ للهِ نحمدُه ونستعينُه ونستغفرُه،ونعوذُ باللهِ من شرورِ أنفسِنا ومن سيئاتِ أعمالِنا،من يهدِهِ اللهُ فلا مُضلَّ له ومن يُضلِل فلا هاديَ له. وأشهدُ أن لا إلهَ إلا اللهُ وحدهُ لا شريكَ له،وأشهدُ أنَّ محمدًا عبدُه ورسولُه ﷺ.قال اللهُ تعالى:﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ○ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا (سورۃ الشمس)وقال رسولُ الله ﷺ:أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ(متفق علیہ)ثمَّ اعلموا عبادَ اللهِ، أنَّ تزكيةَ النفسِ هي روحُ الدِّينِ،وبصلاحِ القلبِ تستقيمُ الأعمالُ وتُقبلُ الطاعاتُ.

اسی حقیقت کو اہلِ تصوف نے یوں بیان کیا ہے:

اصل محنت دل کی ہے، باقی فقط دستور ہے
دل اگر زندہ نہ ہو، ذکر و عمل بے نور ہے

فنسألُ اللهَ تعالى أن يُزكِّيَ قلوبَنا،ويُصلِحَ نفوسَنا،
ويجعلَنا من عبادِهِ الصالحين.

تزکیۂ نفس اسلام کا وہ بنیادی مقصد ہے جس کے بغیر انسان کی عبادات اور دینی سرگرمیاں محض ظاہری اعمال بن کر رہ جاتی ہیں۔ قرآنِ کریم نے بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقاصد میں سب سے نمایاں مقصد تزکیۂ نفس کو قرار دیا ہے۔ حضرتؒ کی تعلیمات میں بھی تزکیہ ہی

اصل محور ہے، مگر ایک ایسے متوازن، محتاط اور شرعی منہج کے ساتھ جو انسان کو گمراہی سے محفوظ رکھتا ہے۔

حضرتؒ کے نزدیک تصوف کوئی الگ دین یا شریعت سے ماورا راستہ نہیں، بلکہ باطن کی اصلاح کے ساتھ شریعت پر کامل عمل کا نام ہے۔ دورِ حاضر میں مادہ پرستی، نفس پرستی، شہوات اور غفلت نے دلوں کو سخت کر دیا ہے۔ اسی لیے حضرت رحمہ اللہ بار بار اس حقیقت کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ جب تک دل پاک نہ ہو، عبادات کا اثر زندگی میں ظاہر نہیں ہوتا۔ اصل بیماری نفس کی ہے اور اصل علاج تزکیۂ نفس ہے۔

حضرتؒ کے منہجِ تزکیہ کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اتباعِ سنت کو لازم قرار دیتے ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ کے نزدیک وہ تصوف جو سنتِ نبوی ﷺ سے ہٹا ہوا ہو، وہ اصلاح کے بجائے بگاڑ کا سبب بنتا ہے۔ اسی لیے حضرت رحمہ اللہ ایسے تمام غیر شرعی اذکار، خود ساختہ مجاہدات اور افراطی طریقوں کی سختی سے نفی کرتے ہیں جو شریعت کے دائرے سے باہر ہوں۔

تزکیۂ نفس کے عملی مراحل میں حضرت رحمہ اللہ ذکر و مراقبہ کو اہم مقام دیتے ہیں، مگر اس شرط کے ساتھ کہ یہ سب کچھ شیخِ کامل کی نگرانی میں ہو۔ شیخ کا کام مرید کو اللہ سے جوڑنا ہے، نہ کہ اپنی ذات سے۔ ساتھ ہی حضرت رحمہ اللہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ تزکیہ محض تسبیح اور خلوت کا نام نہیں، بلکہ اصلاحِ اخلاق اس کا لازمی جز ہے۔ کبر، حسد، ریا، غصہ اور حبِ دنیا جیسے باطنی امراض جب تک ختم نہ ہوں، تزکیہ مکمل نہیں ہوتا۔

دورِ حاضر چونکہ فتنوں کا دور ہے، اس لیے حضرت رحمہ اللہ خاص طور پر احتیاط کی تلقین

فرماتے ہیں۔ آج کے زمانے میں جھوٹے مشائخ، نام نہاد روحانی عامل اور شریعت سے آزاد تصوف کے دعوے عام ہو چکے ہیں۔ ایسے ماحول میں صحیح تزکیۂ نفس وہی ہے جو انسان کو عاجز، فرمانبردار، سنت کا پابند اور امت کے لیے نافع بنائے۔ اگر تزکیہ انسان میں خود پسندی، بڑائی یا دوسروں کو حقیر سمجھنے کا جذبہ پیدا کرے تو وہ تزکیہ نہیں بلکہ نفس کا نیا فریب ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضرتؒ کا منہجِ تزکیۂ نفس ایک متوازن، محفوظ اور شرعی راستہ ہے، جو انسان کو افراط و تفریط سے بچا کر اللہ تعالیٰ کی قربت عطا کرتا ہے۔ یہی منہج دورِ حاضر کے فتنوں میں نجات اور اصلاحِ باطن کا قابلِ اعتماد ذریعہ ہے۔

تزکیۂ نفس کے اس منہج میں حضرتؒ ایک نہایت اہم نکتہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اصل تزکیہ استقامت کا محتاج ہے، وقتی جوش یا چند دن کے اعمال کا نام تزکیہ نہیں۔ بہت سے لوگ ابتدا میں ذوق و شوق کے ساتھ ذکر و اعمال شروع کرتے ہیں، مگر کچھ عرصے بعد سستی اور غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ کے نزدیک یہی وہ مرحلہ ہے جہاں شیطان اور نفس مل کر سالک کو راستے سے ہٹاتے ہیں۔

حضرتؒ فرماتے ہیں کہ تزکیۂ نفس میں کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ بندہ اپنے اعمال میں دوام اور اعتدال اختیار کرے۔ نہ تو اپنے اوپر ایسے مجاہدات لازم کرے جو نبھا نہ سکے، اور نہ ہی دین کو اس قدر ہلکا لے کہ نفس بے لگام ہو جائے۔ اسی لیے حضرتؒ آسان مگر مستقل اذکار اور اعمال کی تلقین فرماتے ہیں، کیونکہ شریعت میں بھی محبوب عمل وہی ہے جو تھوڑا ہو مگر ہمیشہ کا ہو۔

حضرتؒ اس بات پر بھی زور دیتے ہیں کہ تزکیۂ نفس کا اصل امتحان معاشرتی زندگی

میں ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص عبادات میں مشغول ہو مگر معاملات میں سخت، زبان میں تلخ اور حقوق العباد میں کوتاہ ہو تو اس کا تزکیہ مشکوک ہے۔ صحیح تزکیہ وہ ہے جو انسان کے اخلاق، گفتگو، معاملات اور رویّوں میں نمایاں ہو جائے۔ گھر، بازار اور معاشرے میں صبر، عفو، نرمی اور دیانت کا مظاہرہ ہی حقیقی اصلاح کی علامت ہے۔

اسی طرح حضرتؒ اپنے اصلاحی بیانات میں بار بار اس خطرے سے آگاہ کرتے ہیں کہ سالک اپنے روحانی احوال کو مقصد نہ بنا لے۔ کیفیت، لذت یا قلبی سرور کو اصل سمجھ لینا نفس کا نہایت باریک فریب ہے۔ اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا اور کامل بندگی ہے۔ اگر کیفیت نصیب ہو تو شکر، اور اگر نہ ہو تو صبر بلکہ یہی تزکیۂ نفس کا محفوظ اور معتدل راستہ ہے۔

حضرتؒ کے نزدیک تزکیۂ نفس کا ایک اہم تقاضا اپنے آپ کو کمتر سمجھنا اور دوسروں کے لیے خیر خواہی رکھنا ہے۔ جو شخص اپنے آپ کو بنا ہوا سمجھے، وہ درحقیقت بگڑ چکا ہوتا ہے۔ اسی لیے حضرتؒ عاجزی، خاموشی اور مسلسل احتسابِ نفس کی تلقین فرماتے ہیں، کیونکہ نفس کی سب سے بڑی غذا خود پسندی اور بڑائی کا احساس ہے۔

یوں یہ منہجِ تزکیہ انسان کو صرف باطن کی صفائی تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اسے ایک ایسا متوازن مسلمان بناتا ہے جو شریعت کا پابند، سنت کا متبع اور معاشرے کے لیے سراپا خیر بن جاتا ہے، اور یہی وہ حقیقی تزکیہ ہے جو دورِ حاضر کے فتنوں میں ایمان کی حفاظت کا مضبوط ذریعہ بنتا ہے۔

تزکیۂ نفس کے اس منہج میں حضرتؒ ایک نہایت بنیادی اصول یہ بیان فرماتے ہیں کہ سالک کو سب سے پہلے اپنے نفس کی حقیقت کو پہچاننا ضروری ہے۔ جب تک انسان

اپنے اندر موجود بیماریوں کو تسلیم نہ کرے، اس وقت تک علاج ممکن نہیں ہوتا۔ حضرتؒ کے نزدیک بہت سے لوگ عبادات کی کثرت کو تزکیہ سمجھ لیتے ہیں، حالانکہ اصل تزکیہ نفس کے فریب کو پہچان کر اس کی مخالفت کرنے کا نام ہے۔

حضرتؒ اس بات پر بھی زور دیتے ہیں کہ تزکیۂ نفس کا راستہ آزمائشوں سے خالی نہیں۔ جب انسان اصلاح کے راستے پر چلتا ہے تو کبھی تکلیف، کبھی بدنامی، اور کبھی تنہائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حضرت رحمہ اللہ کے نزدیک یہی مراحل دراصل نفس کے ٹوٹنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ جو شخص ہر حال میں سہولت اور قبولیت چاہے، وہ تزکیے کے حقیقی مقصد تک نہیں پہنچ سکتا۔

اسی منہج کا ایک اہم پہلو خاموش خدمت ہے۔ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نفس کو سب سے زیادہ تکلیف اس وقت ہوتی ہے جب انسان بغیر صلہ، بغیر تعریف اور بغیر شہرت کے اللہ کی مخلوق کی خدمت کرے۔ یہ عمل دل کو نرم کرتا ہے اور انسان کو اپنی حقیقت یاد دلاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رحمہ اللہ اپنے حلقۂ اصلاح میں خدمتِ خلق کو تزکیے کا عملی ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

حضرتؒ کے مطابق تزکیۂ نفس کا ایک لازمی تقاضا زبان کی حفاظت ہے۔ بہت سی روحانی ناکامیاں محض زبان کے بے قابو ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ غیبت، شکایت، بحث، اور خودنمائی دل کی نورانیت کو ختم کر دیتی ہیں۔ اسی لیے حضرت رحمہ اللہ کم بولنے، سوچ کر بولنے اور خاموشی اختیار کرنے کو اصلاحِ نفس کا مؤثر نسخہ قرار دیتے ہیں۔

اسی طرح حضرتؒ اس نکتے کی طرف بھی توجہ دلاتے ہیں کہ تزکیۂ نفس کا راستہ

انفرادی ہونے کے ساتھ اجتماعی ذمہ داری بھی پیدا کرتا ہے۔ صحیح تزکیہ انسان کو معاشرے سے کاٹتا نہیں بلکہ جوڑتا ہے۔ ایسا شخص فساد، انتشار اور سختی کے بجائے اصلاح، خیر خواہی اور حکمت کا داعی بنتا ہے۔ اگر کوئی تزکیے کے نام پر لوگوں سے نفرت، تنگ نظری یا شدت پسندی اختیار کرے تو وہ اس منہج سے ہٹ چکا ہے۔

حضرتؒ کے نزدیک تزکیۂ نفس کا سب سے اعلیٰ نتیجہ یہ ہے کہ بندہ ہر حال میں اللہ پر راضی رہنا سیکھ لے۔ شکوہ، بے صبری اور دل کی بے چینی دراصل نفس کی علامات ہیں، جبکہ رضا، سکون اور اعتماد علی اللہ تزکیے کی پہچان ہیں۔ جب انسان اپنے حال پر راضی ہو جاتا ہے تو دل دنیا کے بوجھ سے آزاد ہو جاتا ہے، اور یہی اصل کامیابی ہے۔

یوں یہ اضافی نکات منہجِ تزکیۂ نفس کو مزید واضح کرتے ہیں کہ حضرت رحمہ اللہ کا راستہ محض اعمال کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مکمل باطنی تربیت ہے، جو انسان کو نفس کی غلامی سے نکال کر بندگیِ رب تک پہنچا دیتی ہے۔

حضرتؒ کے منہجِ تزکیۂ نفس میں ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ اصلاح کا سفر ظاہر کی پابندی سے شروع ہو کر باطن کی گہرائی تک پہنچتا ہے۔ حضرتؒ واضح فرماتے ہیں کہ جو شخص حلال و حرام، نماز، معاملات اور معاشرت میں لاپروا ہو، اس کا باطن سنور ہی نہیں سکتا۔ اس لیے تزکیہ کسی پوشیدہ راستے کا نام نہیں بلکہ ظاہری زندگی کی مکمل درستگی سے جڑا ہوا عمل ہے۔

حضرتؒ اس بات پر خاص توجہ دلاتے ہیں کہ تزکیۂ نفس میں اپنی غلطی کا اعتراف ایک بڑی نعمت ہے۔ نفس کی سب سے بڑی چال یہ ہے کہ وہ انسان کو ہمیشہ دوسروں کی خامیاں دکھاتا ہے۔ حضرتؒ کے نزدیک وہ شخص اصلاح کے قریب ہوتا ہے جو اپنے عیوب

کو دیکھتا ہے اور اپنی اصلاح کی فکر کرتا ہے، نہ کہ دوسروں کو بدلنے میں لگا رہتا ہے۔

اسی منہج میں حضرتؒ مشورہ قبول کرنے کو بھی تزکیے کا اہم ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ جو شخص نصیحت سننے کو تیار نہ ہو، وہ دراصل نفس کا اسیر ہوتا ہے۔ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ شیخ، اہلِ علم یا خیر خواہ کی بات دل پر لینا نفس کو توڑتا ہے، اور یہی ٹوٹنا تزکیے کی بنیاد بنتا ہے۔

حضرتؒ تزکیۂ نفس کو وقت کی پابندی سے بھی جوڑتے ہیں۔ عبادات میں تاخیر، وعدوں میں سستی اور معمولات میں بے ترتیبی نفس کی علامات ہیں۔ اس کے برعکس وقت کی قدر، ذمہ داری کی ادائیگی اور نظم وضبط وہ اوصاف ہیں جو دل میں سنجیدگی اور خشوع پیدا کرتے ہیں۔ یہی اوصاف رفتہ رفتہ انسان کو مضبوط روحانی شخصیت بناتے ہیں۔

اسی طرح حضرتؒ اس نکتے کی طرف بھی رہنمائی فرماتے ہیں کہ تزکیۂ نفس کا ایک اہم امتحان اختلاف کے مواقع پر ہوتا ہے۔ جب رائے مختلف ہو، بات نہ مانی جائے یا تنقید کا سامنا ہو، تو نفس اپنی اصل صورت دکھاتا ہے۔ حضرتؒ کے نزدیک جو شخص ایسے مواقع پر حلم، سکوت اور عدل کو اختیار کر لے، وہ حقیقی معنوں میں تزکیے کے راستے پر ہے۔

حضرتؒ کے منہج میں یہ بات بھی شامل ہے کہ سالک اپنے آپ کو ہمیشہ طالبِ اصلاح سمجھے، نہ کہ اصلاح کا معیار۔ جب انسان یہ سمجھ لے کہ مجھے ابھی بہت سنورنا ہے، تو اس کا دل نرم رہتا ہے اور وہ غرور سے محفوظ رہتا ہے۔ یہی کیفیت بندے کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتی ہے۔

یوں یہ منہجِ تزکیہ انسان کی پوری زندگی کو ترتیب دیتا ہے۔ سوچ، رویّہ، معاملات اور ترجیحات سب سنور جاتے ہیں۔ یہی وہ ہمہ گیر تزکیہ ہے جس کی تعلیم حضرتؒ دیتے ہیں، اور جو

دورِ حاضر میں فتنوں کے مقابلے میں ایک مضبوط باطنی حصار فراہم کرتا ہے۔

حضرتؒ کے منہجِ تزکیۂ نفس کا آخری اور نہایت اہم پہلو یہ ہے کہ سالک اپنی اصلاح کو زندگی بھر کا سفر سمجھے، نہ کہ کسی ایک مرحلے پر مکمل ہو جانے والا عمل۔ حضرت رحمہ اللہ واضح فرماتے ہیں کہ نفس آخری سانس تک انسان کے ساتھ رہتا ہے، اس لیے غفلت کی کوئی گنجائش نہیں۔ جو شخص یہ سمجھ لے کہ اب میں بن گیا ہوں، وہیں سے اس کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔

حضرتؒ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ تزکیۂ نفس کا حقیقی ثمر اللہ کے ساتھ مضبوط تعلق کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جب دل اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے تو بندہ حالات سے نہیں گھبراتا، آزمائشوں سے بددل نہیں ہوتا اور نعمتوں پر مغرور نہیں بنتا۔ یہی قلبی توازن دراصل تزکیے کی پختگی کی علامت ہے۔

اسی منہج میں حضرتؒ اس حقیقت کی طرف بھی رہنمائی فرماتے ہیں کہ تزکیۂ نفس انسان کو عمل کا آدمی بناتا ہے، محض باتوں کا نہیں۔ ایسے شخص کے قول و فعل میں تضاد نہیں ہوتا۔ وہ دعووں کے بجائے ذمہ داری اٹھاتا ہے، اور تنقید کے بجائے اصلاح کو ترجیح دیتا ہے۔ یہی وہ کیفیت ہے جو فرد کو قابلِ اعتماد اور امت کے لیے نافع بناتی ہے۔

حضرتؒ کے نزدیک تزکیۂ نفس کا سب سے محفوظ معیار یہ ہے کہ بندہ اپنے انجام سے خوف اور اللہ کی رحمت سے امید کے درمیان رہے۔ نہ ایسا خوف جو مایوسی میں بدل جائے، اور نہ ایسی امید جو بے عملی کا سبب بنے۔ یہ اعتدال دل کو زندہ رکھتا ہے اور انسان کو سیدھے راستے پر قائم رکھتا ہے۔

اسی اختتامی مرحلے پر حضرت رحمہ اللہ یہ بھی سمجھاتے ہیں کہ تزکیہ انسان کو دنیا سے کاٹتا نہیں بلکہ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری سکھاتا ہے۔ ایسا شخص دنیا کے کام بھی دیانت، توازن اور ذمہ داری کے ساتھ انجام دیتا ہے، کیونکہ اس کے سامنے اصل مقصد اللہ کی رضا ہوتی ہے، نہ کہ وقتی مفاد۔

یوں حضرتؒ کا منہجِ تزکیۂ نفس ایک جامع تربیتی نظام کی صورت اختیار کر لیتا ہے، جو انسان کی نیت، فکر، عمل اور انجام ہی سب کی اصلاح کرتا ہے۔ یہی منہج دورِ حاضر کے انتشار، بے سکونی اور فتنوں کے ماحول میں ایمان کی حفاظت، دل کی سلامتی اور عمل کی درستگی کا مضبوط سہارا بنتا ہے، اور بندے کو اس مقام تک پہنچاتا ہے جہاں وہ خاموشی سے خود بھی سنورتا ہے اور دوسروں کے لیے بھی باعثِ خیر بن جاتا ہے۔

محبوبُ العلماء والصلحاء حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ

اخلاص، شفقت اور اصلاح کا روشن استعارہ

(مفتی) محمد الیاس مفتاحی مظاہری، ناظمِ تعلیمات، جامعہ قاسمیہ، چنائی، جنرل سکریٹری، جمعیۃ علماء چنائی

اسلامی تاریخ اس حقیقت پر شاہد ہے کہ جب بھی امت کے فکری توازن میں بگاڑ پیدا ہوا، اعمال میں روح کمزور پڑی اور اخلاق رسمی سانچوں میں ڈھلنے لگے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو اٹھایا جنہوں نے دلوں کو زندہ کیا، کردار سنوارے اور انسان کو اس کے رب سے ازسرِ نو جوڑ دیا۔ اولیائے کرام کی یہی خاموش مگر ہمہ گیر خدمت ہے جس نے ہر دور میں امت کو فکری انتشار، اخلاقی زوال اور روحانی پژمردگی سے نکالا۔ برصغیر کی دینی تاریخ میں سلسلۂ تصوف، بالخصوص سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ، نے شریعت وطریقت کے متوازن امتزاج کے ذریعے دین کی اس زندہ روح کو محفوظ رکھا، اور اسی روشن روایت کا ایک درخشاں تسلسل حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی میں نمایاں نظر آتا ہے۔

حضرت کو سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ سے وہ نسبت حاصل ہوئی جو محض ایک روحانی انتساب نہیں بلکہ فکر وعمل کی ہمہ جہت تربیت کا نام ہے۔ یہ سلسلہ حضرت امام ربانی مجددِ الفِ ثانیؒ کی نسبت سے معروف ہے، جس کی امتیازی شان شریعت کی کامل پابندی، سنتِ نبوی ﷺ کی غیر مشروط اتباع اور بدعات ونفسانی آمیزش سے اجتناب ہے۔ طویل مجاہدات،

مسلسل تزکیۂ نفس اور اکابر کی صحبت کے بعد حضرت کو خلافت و اجازت عطا ہوئی، اور اصلاحِ خلق کی بھاری ذمہ داری آپ کے سپرد کی گئی، جسے آپ نے نہایت عجز، اخلاص اور دردمندی کے ساتھ نبھایا۔

حضرت کے نزدیک بیعت کسی خانقاہی رسم یا رسمی تعلق کا نام نہیں تھی بلکہ یہ انسان کے باطن میں ایک سنجیدہ انقلاب کا نقطۂ آغاز تھی۔ آپ بیعت کو اللہ تعالیٰ سے وفاداری، شریعت سے وابستگی اور نفس کی سرکشی کے خلاف مسلسل جدوجہد کا عہد قرار دیتے تھے۔ اسی لیے آپ کی اصلاح محض وعظ و تلقین تک محدود نہ رہتی بلکہ عملی تربیت کی صورت اختیار کر لیتی۔ نماز کی پابندی، فرائض کی ادائیگی میں اہتمام، سنتوں کی محبت، گناہوں سے شعوری اجتناب، ذکرِ الٰہی کی مداومت اور اخلاقِ حسنہ کی عملی مشق یہ سب آپ کے تربیتی نظام کے بنیادی اجزاء تھے، جن کے اثرات افراد کی زندگیوں میں نمایاں طور پر محسوس کیے جاتے تھے۔

حضرت ہمیشہ اس حقیقت پر زور دیتے تھے کہ شریعت بنیاد ہے اور طریقت اس کی روح۔ اگر بنیاد کمزور ہو تو روحانی عمارت خواہ کتنی ہی خوش نما کیوں نہ ہو، پائیدار نہیں ہو سکتی۔ اسی فہم کے تحت آپ نے تصوف کو نہ کرامت نمائی کا ذریعہ بنایا، نہ وجدانی کیفیات کے غیر ضروری اظہار کا میدان، بلکہ اسے اخلاق، تقویٰ، دیانت اور سنتِ نبوی ﷺ کی عملی پیروی سے جوڑ کر پیش کیا۔ آپ کے نزدیک اصل کرامت یہ تھی کہ انسان گناہوں سے بچے، فرائض کی حفاظت کرے اور مخلوقِ خدا کے لیے باعثِ راحت بنے۔

حضرت کی دعوت کا ایک نمایاں پہلو یہ تھا کہ آپ اصلاح کو تدریج، حکمت اور نفسیاتی بصیرت کے ساتھ پیش کرتے تھے۔ آپ کسی شخص کو اس کی کمزوریوں پر شرمندہ نہیں کرتے

تھے اور نہ ہی فوری اور سخت تقاضے سامنے رکھتے تھے، بلکہ اسے اس کی استعداد اور حالات کے مطابق آگے بڑھاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ غفلت اور گناہوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے افراد بھی آپ کی صحبت میں سکون محسوس کرتے اور آہستہ آہستہ اپنی زندگیوں کا رخ درست کرنے لگتے۔

آپ نے فرد کی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشرے کی اجتماعی بیماریوں پر بھی گہری نظر رکھی۔ ریاکاری، تکبر، حسد، دنیا پرستی، شہرت کی طلب اور عبادات میں غفلت جیسے امراض کے خلاف آپ کی گفتگو میں درد بھی ہوتا اور دلیل بھی۔ آپ کے بیانات سادہ، عام فہم اور دل میں اتر جانے والے ہوتے، جن میں خیر خواہی اور اخلاص نمایاں ہوتا۔

اتباعِ سنت حضرت کی تعلیمات کا موضوع ہی نہیں بلکہ آپ کی شخصیت کا جوہر تھی۔ لباس کی سادگی، نشست و برخاست کا وقار، گفتگو میں نرمی، خاموشی میں متانت اور اختلاف کے مواقع پر حلم ہر پہلو میں سنتِ نبوی ﷺ کی جھلک نمایاں ہوتی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ تصوف کا محفوظ ترین راستہ وہی ہے جو نبی کریم ﷺ کے نقشِ قدم سے وابستہ ہو، اس سے ہٹ کر چلنے والا راستہ بالآخر خسارے سے دوچار ہوتا ہے۔

ذکرِ قلبی، مراقبہ اور محاسبۂ نفس آپ کے تربیتی نظام کے اہم اجزاء تھے، تاہم آپ ہمیشہ اس بات پر زور دیتے کہ یہ تمام اعمال فرائض اور شریعت کے تابع رہیں۔ افراط و تفریط سے پاک، متوازن اور حکیمانہ مزاج ہی آپ کی دعوت کی اصل قوت تھا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ محض خانقاہی بزرگ نہیں تھے بلکہ عصرِ حاضر کے فتنوں سے پوری طرح باخبر ایک بصیرت مند مصلح بھی تھے۔ آپ نے جدید ذرائع ابلاغ کے بارے میں

نہ اندھی مخالفت اختیار کی اور نہ بے لگام آزادی کی اجازت دی، بلکہ اعتدال اور مقصدیت کے ساتھ ان کے استعمال کی تلقین فرمائی۔ خصوصاً نوجوانوں کو یہ سمجھاتے تھے کہ اگر یہ ذرائع نفس کے تابع ہو جائیں تو تباہی کا سبب بنتے ہیں، اور اگر شریعت کے تابع ہوں تو دعوت و اصلاح کا مؤثر وسیلہ بن سکتے ہیں۔

حضرت کے علمی و اصلاحی فیوض کا ایک نہایت قیمتی پہلو وہ خطابات ہیں جو بعد میں "خطباتِ ذوالفقار" کے نام سے مرتب ہو کر منظرِ عام پر آئے۔ یہ خطبات محض وقتی وعظ نہیں بلکہ عصرِ حاضر کے فکری، اخلاقی اور روحانی مسائل کا نہایت سنجیدہ، متوازن اور شریعت سے مربوط حل پیش کرتے ہیں۔ ان میں قرآن وسنت کی مضبوط بنیاد، فقہی بصیرت اور دعوتی حکمت پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ راقم نے بھی ان خطبات سے غیر معمولی علمی اور اصلاحی استفادہ کیا ہے۔ بالخصوص تزکیۂ نفس، اخلاصِ عمل، اتباعِ سنت، دعوت کے آداب اور جدید فتنوں کے مقابلے میں اعتدال وبصیرت کے باب میں ان خطبات نے فکر کو جلا بخشی، نظر کو توازن عطا کیا اور اصلاحی ذمہ داری کے احساس کو مزید گہرا کیا۔ اس علمی فیض پر دل کی گہرائیوں سے حضرت کے لیے شکر گزاری اور قدردانی کے جذبات ابھرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امت کو ایسے مخلص، بصیرت مند اور دردمند مربی سے نوازا۔

حضرت کے ملفوظات، اصلاحی رسائل اور بیانات مختلف زبانوں میں شائع ہوئے، جن سے علماء، طلبہ، خواص اور عوام سبھی مستفید ہوئے۔ آپ کی دعوت برصغیر تک محدود نہ رہی بلکہ ایشیا، افریقہ، یورپ اور امریکہ تک پہنچی، اور آج بھی آپ کے خلفاء اور متعلقین اسی فکرِ اصلاح کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

سادگی، عاجزی اور بے نفسی حضرت کی شخصیت کے نمایاں اوصاف تھے۔ شہرت سے بے رغبتی، ہر آنے والے سے شفقت اور دل کی گہرائیوں سے خیر خواہی یہی وہ اوصاف تھے جنہوں نے آپ کی دعوت کو اثر اور دوام بخشا۔ آپ نے خاموش خدمت کو ترجیح دی، نہ دعویٰ، نہ تشہیر، بلکہ گمنامی میں اصلاح اور پردے میں تربیت کو اختیار فرمایا۔

راقم کے لیے یہ باعثِ سعادت ہے کہ 2019ء میں حجِ بیت اللہ کے سفر کے دوران حضرت سے بارہا بالمشافہ ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ حرمین شریفین کے نورانی ماحول میں حضرت کی شفقت آمیز نگاہ، نرم لہجہ اور بے ساختہ دعاؤں نے تحریری مطالعے کو عملی مشاہدے میں بدل دیا۔ شدید ازدحام اور مشقت کے باوجود حضرت کا سکون، تواضع اور اخلاص اس حقیقت کی روشن دلیل تھا کہ اللہ والے حالات کے نہیں بلکہ اپنے رب کے اسیر ہوتے ہیں۔

یوں حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات اس حقیقت کی زندہ تفسیر ہیں کہ جب تصوف شریعت کے تابع ہو تو فرد بھی سنورتا ہے اور معاشرہ بھی۔ آپ ایک کامل مربی، مصلحِ امت اور داعیِ اصلاح کی حیثیت رکھتے تھے، اور آپ کی تعلیمات آج بھی ان تمام دلوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں جو اخلاص، توازن اور سنت کی روشنی میں اپنی زندگی سنوارنا چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان اکابر کی صحیح قدردانی، ان کی تعلیمات پر اخلاص کے ساتھ عمل، اور ان کی امانتِ اصلاح کو آئندہ نسلوں تک منتقل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمیں بھی اپنے دین کے لیے ذریعۂ خیر بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

پیر صاحب کی امتیازات وخصوصیات

حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب، مفتاحی، قاسمی، مدرس مدرسہ مفتاح العلوم، میل وشارم

بسم اللہ العلی الاعلیٰ و الصلوٰۃ و السلام علی رسول اللہ

جسے ہوائے زمانہ کبھی بجھا نہ سکے

قدم قدم پہ وہ ایک شمع راہ پیدا کر (جگر مراد آبادی)

بڑا ہی دل گداز اور صبر آزما تھا وہ لمحہ جب دن کو 12 بجے کے قریب اپنے ایک دوست سے یہ خبر ملی وہ صرف خبر نہیں تھی بلکہ تشویش کا باعث تھی اور چوں کہ خبر واٹس اپ کے ذریعے تھی اس لیے یہ خیال بھی ہوا کہ شاید اڑتی ہوئی کوئی غلط بات ہو؟ افواہ ہو؟ لیکن جب دوسروں سے تصدیق کی تو ایک دم دم بخود ہو گیا اور تقریباً ایک گھنٹے تک سکتہ طاری ہو گیا، پہلے تو یقین نہیں ہو رہا تھا پھر ذہن میں آیا کہ مرحوم پیر صاحبؒ ہمیشہ لوگوں کو یہ سبق جو پڑھاتے تھے کہ انسان کی زندگی امید وبیم کے درمیان ہے! حضرت پیر صاحب رح ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لطف کو سمجھاتے تھے، حضرت پیر صاحب!۔۔۔آہ۔۔آہ۔۔ایک فرشتہ صفت انسان ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو کر اپنے محبوب سے جا ملا۔۔

محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی، مجددی (نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ) کی خصوصیات وامتیازات سے متعلق صرف چند پہلو پیش خدمت ہیں، بطور" مشتے نمونہ از خروارے"

[۱] درود شریف اور پیر صاحبؒ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ

''جب میں روضۂ مبارک ﷺ پر حاضر ہوا تو مکاشفہ میں دیکھا کہ ہر محدث اور آنحضرت ﷺ کے درمیان نور کی زنجیر متصل ہے''۔اس مکاشفے سے محدثین کا قرب ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں اشتغال درود اور حدیث کی وجہ سے آنحضرت ﷺ سے ایک مناسبت پیدا ہو جاتی ہے

ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ پیر صاحبؒ ہو یا ان کے خلفاء۔۔سب کے اندر یہ خاص رنگ دیکھنے میں آتا ہے اور یقیناً یہ پیر صاحبؒ ہی کی تربیت اور وصیت کا نتیجہ ہے کہ ہر متعلق اپنے بیان کے شروع سے پہلے اہتمام سے درود شریف پڑھتا ہے، دعا کے شروع اور آخر میں درود کا اہتمام کرتا ہے چنانچہ حضرت عمرؓ کا فرمان بھی ہے کہ " دعا آسمان وزمین کے درمیان اس وقت تک ٹھہری ی رہتی ہے جب تک آنحضرت ﷺ پر درود نہ بھیجی جائے" اسی لیے تو کہا گیا دعا سے پہلے اور دعا کے بعد درود شریف پڑھا جائے۔

[۲] پیارے اللہ کا نام پیارے انداز سے: ویسے تو ہر پیر اور مرشد کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ " اللہ! اللہ!" کرتے ہیں، خاص طور پر بندے نے دارالعلوم دیوبند میں حضرتؒ کی تشریف آوری موقع پر دیکھا کہ جہاں پیر صاحبؒ سے ملاقات اور ان کی زیارت کا شرف ملا وہاں ان کے بیانات میں ان کے منہ سے جب " رب، اللہ، پروردگار، خدا" کے الفاظ پیار بھری آواز کے ساتھ کہتے سنا تو اس کا اثر ہی کچھ اور تھا یہ بھی پیر صاحبؒ خصوصیت ہے کہ اللہ کے نام لینے کا انداز وہ ایسا سکھا دیتے ہیں کہ حضرتؒ کے بیانات کو سننے یا پڑھنے والے سب ہی کے اندر اس " اللہ" کے نام کو لینے میں عجیب حلاوت محسوس ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

اللہ کے نام کی بڑی عظمت ہے۔ جب تک ایک اللہ کا بندہ بھی ایسا رہے گا جو صرف اللہ کا نام لے گا، اللہ پاک اپنے نام کی برکت سے اس دنیا کے نظام کو چلائے گا، اور جب وہ

''اللہ، اللہ'' کہنے والا واحد بندہ بھی دنیا سے رخصت ہو جائے گا تو پھر اللہ پاک اس دنیا کے نظام کو لپیٹ لیں گے کہ اب میرا نام لینے والا کوئی نہیں رہا، اب یہ دنیا بے مقصد ہو چکی ہے، بے فائدہ ہو چکی ہے۔ سو اللہ کے نام کی بڑی قیمت ہے، بڑا وزن ہے، اس لیے کہ اللہ بڑے ہیں، اللہ کا نام بھی بڑا ہے، تو اللہ کا نام عظمت سے لینا چاہیے۔ اللہ پاک فرماتے ہیں: ''اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ'' عظمت، کبریائی اللہ کی چادر، اللہ کا تہبند ہے۔ کبریائی اللہ کے ساتھ خوبصورت لگتی ہے، یہ اللہ کا وصف ہے، اللہ کی صفت ہے۔۔

[۳] عمامہ کی سنت: عمامہ اور پگڑی باندھنے کا ایک عجیب و پرکشش انداز! سبحان اللہ۔۔ پیر صاحبؒ اور ان کے تمام خلفاء میں یہ دیکھا جا سکتا ہے۔

"كان له صلى الله عليه وسلم عمامة قصيرة وعمامة طويلة، وإن القصيرة كانت سبعة أذرع والطويلة كانت إثني عشرة ذراعا۔ (جمع الوسائل فی شرح الشمائل)

عمامہ کی سنت مقدار سات ہاتھ ہے اور بعض اوقات بارہ ہاتھ عمامہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

[۴] جادو بیانی: بندے کے محدود خیال کے مطابق حکیم الامت تھانویؒ کے بعد ان کی مثال بہت کم ملتی ہے کہ جو متفق علیہ بھی ہوں اور ان کے خطبات جادوئی اثرات والے اور جاذب ہوں۔

الرَّحْمَٰنُ (1) عَلَّمَ الْقُرْآنَ (2) خَلَقَ الْإِنسَانَ (3) عَلَّمَهُ الْبَيَانَ: رحمن وہ ہے جس نے انسان کو پیدا فرمایا اور اسے زبان و بیان کی قدرت عطا کی۔ اسے خطاب کا طریقہ عطا کیا۔ اسے مافی الضمیر کے اظہار پر قدرت عطا کی اس کو وہ قدرت عطا کی کہ وہ من کی بات

لوگوں سے کر سکے۔ گویا اللہ کی ذات ہر اس شخص کو یہ نعمت عطا کرتی ہے، جس سے اللہ نے اپنی مخلوق کی اصلاح کا کام لینا ہوتا ہے تا کہ اس کی مخلوق کے دل و دماغ میں حق بات پہنچ جائے۔

ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ "وَاحۡلُلۡ عُقۡدَةً مِّنۡ لِّسَانِیۡ. یَفۡقَهُوۡا قَوۡلِیۡ" (طٰہٰ) اللہ کا نبی نبوت کے کام میں اللہ کی مدد و نصرت کا طلب گار ہے کہ یا اللہ! میری زبان کی گانٹھ کھول دے۔ میری زبان کو روانی عطا ہو جائے۔ میں گفتگو کروں تو اس میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اس میں ایسی سلاست، تاثیر و روانی عطا کر جن کے کانوں تک بات پہنچے ان کا دل اسے قبول کر لے۔ بلا شبہ حضرت پیر صاحبؒ کی زبان میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسی طرح کی ایک عجیب تاثیر پیدا کر دی تھی۔۔

[۵] پیر صاحبؒ سے ملاقات: ان کے خطبات کو سننا یا پڑھنا ایسا ہے گویا براہ راست اور بالمشافہ ان سے سننا اور ملنا، اس روحانی ملاقات کا شرف تو کروڑوں لوگوں کو حاصل ہے۔۔ تا ہم بندے کو دار العلوم دیو بند کے افتاء کے سال ملاقات اور صف اول میں بیٹھ کر رو برو ان کی شیریں و مؤثر گفتگو سننے کا بھی موقع عنایت ہوا فللہ الحمد علی ذلک۔ اس کے بعد گزشتہ سال حج کے بعد مکہ مکرمہ میں دور سے زیارت کا موقع بھی میسر آیا۔ غرض یہ کہ اللہ والوں کی باتوں کا مطالعہ کرنا ان صلحاء و اولیاء سے محبت پیدا کرنے کا یہ ایک بہترین طریقہ ہے۔

ایک مرتبہ خود اپنی مجلس میں پیر صاحبؒ نے فرمایا کہ " مجالس کی باتوں کو سننے اور لکھنے سے دل میں نور آئے گا"۔ (مجالس فقیر)

ہم نے اکثر دیکھا ہے کہ ہمارے آس پاس کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کو دیکھ کر

ہم چاہتے ہیں کہ ہم بھی ایسے بن جائیں، فلاں کتنا اچھا انسان ہے، ہم دل ہی دل میں اس انسان سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اسے اپنا آئیڈیل بنا لیتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ ہمیں بھی ان جیسا بننا ہے۔

[٦] **سلسلۂ نقشبندیہ** ان کی جو محنتیں تزکیہ وتصوف سے متعلق ہیں وہ سب ہر بندے کو اللہ سے جوڑنے والی تھیں، کیا عوام کیا خواص؟ سب کے سب نقشبندیہ طریقے سے بآسانی متعارف ہو گئے۔

بیعت کرنے میں جو بنیادی چیز ہے وہ خود عمل کرنا ہے، مرشد صرف طریقہ بتاتا ہے ہاں سلسلے کی برکت سے اس کا وزن بڑھ جاتا ہے، فائدہ بڑھ جاتا ہے، لہذا بیعت کرنے سے فائدہ ضرور ہوتا ہے لیکن محض بیعت کچھ بھی نہیں ہے۔ لہذا اعمال بھی کرنے پڑتے ہیں اور اعمال کو نبھانا بھی پڑتا ہے۔ شیخ کے ساتھ تعلق بھی رکھنا ہوتا ہے۔ اس کے لیے اطلاع بھی ہوتی ہے، اطلاع کا مقصد یہ ہے کہ ایک انسان اپنے حالات کی اطلاع اپنے مرشد کو دیتا ہے اور مرشد اس کے اندر جو چیز دیکھتا ہے اس کی بنیاد پر اس کا علاج تجویز کرتا ہے گویا کہ اس کے لیے نسخہ لکھ دیتا ہے۔

چار حق مرشد کے ہیں رکھ ان کو یاد — اطلاع و اتباع و اعتقاد و انقیاد

[٧] **علمی و عملی شخصیت** وہ جہاں تصوف کے شیخ کامل و مصلح سے متعارف ہیں وہیں وہ اپنی جگہ ماہر مفسر، بہترین محدث، فقیہ باکمال بلکہ مدبر بھی تھے۔

[٨] **صدیق اکبرؓ کی وفات کا دن:** انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد انسانوں میں افضل شخصیت حضرت صدیق اکبرؓ ہیں، یعنی خلیفہ بلافصل، رسول اللہ ﷺ کے جانشین، حضرت ابوبکر

صدیقؓ ،آپؓ کا نام عبداللہ بن عثمان بن عمر بن عمر القرشی التیمی تھا اور آپ کی کنیت ابوبکر تھی۔ آپؓ ابوقحافہ کے گھر میں عام الفیل کے دوسال چھ ماہ بعد ۵۷۳ء کو پیدا ہوئے۔آپؓ کے لقب صدیق اور عتیق قرار پائے۔جنھیں رسول اللہ ﷺ اپنا خلیل بنانا چاہتے تھے،جن کو قرآن کریم میں اللہ نے سچائی کی تائید کرنے والا اور حق و سچ کا پیکر و پرتو قرار دیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ : تم میرے حوضِ کوثر پر بھی رفیق ہوگے جیسے سفرِ ہجرت میں میرے ساتھ تھے۔ غرض پیر کے روز ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ ہجری میں انتقال کر گئے۔حضرت پیر صاحبؒ کے اندر بھی ہم وہی دینی حمیت وغیرت، اللہ اور اس کے رسول سے بے پناہ محبت دیکھتے تھے جو صدیق اکبرؓ میں تھی۔

[۹] خواب میں زیارت: حضرت پیر صاحبؒ کو تیس (30) سال کی عمر تک سو (100) سے زائد مرتبہ خواب میں زیارت نبوی ہو چکی، حضور ﷺ سے ان کو جو بے مثال محبت تھی اسی کا یہ اثر تھا، خود حضرت جی (حضرت مولانا شیخ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ فرماتے ہیں) کہ ”نبی ﷺ کی محبّت دنیاوی اور اخروی کامیابیوں کے حاصل ہونے کی کنجی ہے۔اس سے رحمتِ الٰہی موسلا دھار بارش کی طرح برستی ہے“ (کتاب : عشقِ رسول ﷺ، صفحہ ۷۲)

ہے زمانے میں سدا عشق نبی ﷺ ہی غالب
اُن کا بن جا! تو قیادت کے علم تیرے ہیں

[۱۰] مریدوں کی نگرانی: روزانہ تین گھنٹے مراقبہ کرکے اپنے مریدوں کے احوال کی فکر کرتے اور توجہ فرماتے تھے۔

پیر صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ" حضرت شیخ الہندؒ کے شاگردوں میں سے کوئی بیکار نہیں

رہا، اس لئے کہ دن کے وقت شاگردوں کو پڑھاتے تھے اور رات کو ان کے لئے دعائیں کرتے تھے، ہمارے اکابر شاگردوں کو بنایا کرتے تھے، پہلے بزرگ انسان کو انسان بنایا کرتے تھے، یہ انسان بننا اور بنانا بہت مشکل کام ہے"۔

حضرتؒ ہی کا ارشاد ہے کہ" جس کام کو جتنا جذبے سے، محنت ومجاہدے سے کیا جائے گا اس کے اتنے ہی دیر پا اثرات ہوں گے حتی کہ اس کا فیض مرنے کے بعد بھی جاری رہے گا" (حضرت پیر صاحبؒ کے فیض کا بھی الحمدللہ یہی عالم ہے!)

[۱۱] اللہ سے محبت: جو اوصاف حضرت پیر صاحبؒ میں نمایاں تھے۔ ان میں سے ایک وصف اللہ تعالیٰ سے گہری محبت۔ حب الٰہی ایک مطلوب و مقصود چیز ہے چناں چہ اس کو حاصل کرنے کی دعا تک سکھائی گئی ہے، حدیث شریف میں ہے کہ: اَللّٰھُمَّ إِنِّیٓ أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنۡ یُّحِبُّكَ وَالۡعَمَلَ الَّذِیۡ یُبَلِّغُنِیۡ حُبَّكَ اللّٰھُمَّ اجۡعَلۡ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَیَّ مِنۡ نَفۡسِیۡ وَأَھۡلِیۡ وَمِنَ الۡمَاءِ الۡبَارِدِ ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اس شخص کی محبت بھی جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی (بھی) جو تیری محبت سے قریب کردے، یا اللہ! اپنی محبت مجھے پیاری کردے میری جان سے اور میرے گھر والوں سے اور سرد پانی سے بھی بڑھ کر۔ (سنن الترمذی)

لوگوں کو وہ یہ دعا سکھاتے تھے کہ اللہ سے اللہ کو مانگ لیجئے!

[۱۲] رب کے محبوب: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا کامل اتباع تھا کہ بقول رب باری "قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ - وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ" (آل عمران)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ جب ہی سچا ہو سکتا ہے جب آدمی سرکارِ دو عالم ﷺ کی اتباع کرنے والا ہو اور حضورِ اقدس ﷺ کی اطاعت اختیار کرے، پھر اس کا بڑا فائدہ یہ کہ اللہ ہم کو اپنا محبوب بنا لے گا۔

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيرًا" (سورۃ الاحزاب)

"تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں عمدہ نمونہ موجود ہے اس شخص کے لیے جو اللہ اور روزِ آخرت کی اُمید رکھتا ہے (اللہ کے ثواب، اس کی ملاقات اور نعمتِ آخرت کا امیدوار ہے) اور اللہ کی بہت یاد کرتا ہے۔"

فائدہ..... رسول اللہ ﷺ کی ذات منبع البرکات بہترین نمونہ ہے، چاہیے کہ ہر معاملہ، ہر ایک حرکت و سکون اور نشست و برخاست میں ان کے نقشِ قدم پر چلیں اور ہمت و استقلال وغیرہ میں ان کی چال سیکھے (عثمانی ۵۵۹)

امام ابوداودؒ کا اتباعِ سنت کا عجیب واقعہ ہے، ایک مرتبہ آپ دریا کے کنارے کھڑے تھے، دریا میں آدھے فرلانگ پر بڑے پانی میں ایک بڑا جہاز کھڑا تھا، اس جہاز میں ایک شخص کو چھینک آئی اور آواز امام ابوداودؒ کے کان میں پڑی، آپ نے تین درہم میں کشتی کرائے پر لی، اس میں بیٹھ کر جہاز تک پہنچے اور وہاں جا کر اسے "یرحمک اللہ" کہا، حالانکہ شرعاً وجوبِ جواب کے لیے مجلس کی قید ہے اور یہاں مجلس نہیں تھی، غیب سے آواز آئی، اے ابوداود! آج تین درہم میں تم نے جنت خرید لی۔ (زبدۃ المقصود فی حل قال ابوداود، ص ۳۶)

[۱۴] سب کے محبوب: بلا امتیاز وہ سب کو پسند تھے، ان کی ادائیں، ان کی باتیں سب

کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کے نقش قدم پر احسن طور پر ہوتی تھیں۔

"اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا" (پ۱۶، مریم)

کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یعنی اللہ نیک بندوں کو اپنا محبوب بنائے گا اور اپنے بندوں کے دل میں ان کی محبت ڈال دے گا۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب کرتا ہے تو جبریل سے فرماتا ہے کہ فلاں شخص میرا محبوب ہے، جبریل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر حضرت جبریل آسمانوں میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو محبوب رکھتا ہے سب اس کو محبوب رکھیں! تو آسمان والے اس کو محبوب رکھتے ہیں، پھر زمین میں اس کی مقبولیت عام کر دی جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومنینِ صالحین و اولیائے کاملین کی مقبولیتِ عامہ ان کی محبوبیت کی دلیل ہے جیسے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ الحدیث زکریاؒ، مولانا الیاس جیؒ، مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ، اور دیگر حضرات اولیائے کاملین کی عام مقبولیتیں ان کی محبوبیت کی دلیل ہیں۔

[۱۴] انگریزی دان طبقے میں محنت: پیر صاحبؒ کا ایک عظیم اور نمایاں کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اسکولوں اور کالجوں کے طلبہ وطالبات، نیز عصری علوم سے وابستہ افراد کو دین کی طرف متوجہ کرنے میں نہایت مؤثر کردار ادا کیا۔ انھوں نے انھیں تصوف سے وابستہ کیا اور دینی تعلیم سے جوڑا۔

[۱۵] انگیزی الفاظ کا برموقع استعمال: جہاں ان کے بیانات علماء کیلئے خالص علمی محسوس

ہوتے وہیں اُن کا بیان میں دنیادار، انگریزی دان طبقے کے لئے بھی آسان اور سبق آموز نصیحتوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ اثنائے بیان برموقع انگریزی الفاظ کا استعمال، بیان کو سامع کے فہم سے قریب کر دیتا تھا، بلکہ یہی شان ان کے خلفاء کرام بلکہ ان کی اولاد میں بھی مشاہد ہے۔

زندگی ایسی جیو تم، دشمنوں کو رشک ہو　　　اور موت ہو ایسی کہ دنیا دیر تک ماتم کرے

دعا: یا اللہ! حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندیؒ کی حیاتِ طیبہ، اُن کے فیض سے، ان کے اخلاص بھرے بیانات، اصلاحِ نفس سے معمور مواعظ اور روحانی خدمات کو ہم سب کے لیے ذریعۂ ہدایت بنا دے، اور ہمیں ان کے چھوڑے ہوئے فیض سے سچی نسبت کے ساتھ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرما۔

اے ربِ کریم! ان کی دینی محنتوں کو شرفِ قبولیت عطا فرما، ان کی لغزشوں سے درگزر فرما، ان کی قبر کو نور سے بھر دے، اسے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دے اور انہیں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی معیت نصیب فرما۔

یا اللہ! ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرما، ان کے فیوض و برکات کو تا قیامت جاری فرما، اور ہمیں بھی اخلاص، اتباعِ سنت، تزکیۂ نفس اور خدمتِ دین کی راہوں پر ثابت قدم رکھ۔ (آمین یاربَّ العالمین)۔

جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتح زمانہ

تاثرات بر وفات محبوبِ صلحاء، محبِ علماء، عاشقِ خدا، سنت کے شیدا

حضرت اقدس پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی نور اللہ مرقدہ

محمد حبان بیگ قاسمی شعبہ ترتیب فتاوی دار العلوم دیو بند

اللہ رب العزت والجلال کی معرفت، سنت کی محبت، اہل اللہ کی صحبت اور خلق خدا سے الفت جب کسی ذات کے اندر جمع ہو جائیں تو پھر انسانیت کا وہ کامل نمونہ سامنے آتا ہے جس کی قَسم قرآن نے اٹھائی، جس کو وجود بخش کر عزت سے سرفراز کیا گیا، بزم سجا کر جس کو فوقیت دی گئی، کائنات بنا کر جس کے لیے مسخر کی گئی، نور و نار اور ارض و سماء کو جس کے سامنے جھکایا گیا اور خالق کائنات نے جملہ کائنات میں جس کو اپنی نیابت کا شرف مرحمت فرمایا؛ یہی انسانیت کا اصل پہلو ہے، یہی اس کی تخلیق کا مقصد اور یہی اس کی اصل ذمہ داری ہے، نبوت کے سلسلے؛ انسانیت کو اسی سانچے میں ڈھالنے کے لیے لائے گئے؛ یہاں تک کہ جب پیغامِ عالی کا سلسلہ بند ہوا اور آخری مہرِ نبوت ثبت ہو کر ختم پیغمبری کا اعلان ہوا تو یہ نبیِ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور خصوصیت ہے کہ ان کی امت کو کارِ نبوت عطا کیا گیا، وراثتِ نبوی مرحمت کی گئی اور راہ بری و راہ نمائی کی پیغمبرانہ شان سے یہ امت محمدیہ سرفراز ہوئی اور قیامت تک کے لیے اس خاص ذمہ داری کی مکلف کی گئی۔

اللہ عزوجل کا کرم ہے اور محبوبِ دو جہاں ﷺ کی نگاہ شفقت ہے کہ ہر دور میں ایسے رجالِ کار اس امت میں پیدا ہوتے رہے جنھوں نے خدا اور محبوبِ خدا کی محبت کی بزم سجائے

رکھی، رندوں کی یہ انجمن ہر زمانے میں سرگرم رہی، اور دیوانوں کی یہ محفل ہر علاقے میں آباد رہی
دورِ صحابہ سے لے کر آج تک ایسی خدامست، عشقِ رسول میں سرشار شخصیات وجود پذیر ہوتی رہیں جنھوں نے جامِ عشق پلایا، دلوں کو محبت کی تاپ سے کندن بنایا، سینوں میں عشق کی آگ بھڑکائی اور اللہ اور اس کے رسول کی اتباع واطاعت کے بے شمار پروانے تیار کیے، ایسے ہی اولوالعزم لوگوں کو صداقت کی سند عطا ہوئی اور تقوی کی کنجی ان کی معیت کو قرار دیا گیا، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ° کے ذریعے ان کی حوصلہ افزائی کی گئی اور ان سے وابستگی کی تلقین فرمائی گئی۔

حضرت اقدس پیر ذوالفقار صاحب نقشبندی علیہ الرحمہ بھی ان ہی خاصانِ خدا کی ایک کڑی تھے، آپ خدا کی محبت میں سرشار اور عشقِ نبوی میں پابستہ تھے، آپ کے کردار وگفتار سے یہ عشق ومحبت جھلکتا تھا، سینے سے یہی سوزِ دروں ابلتا تھا، آپ کی بزم میں یہی ساز چھیڑے جاتے تھے، اسی صہبائے کہن کو ساغرِ نو میں ڈھالا جاتا تھا اور لاکھوں مستانے سرشار وسیراب ہوا کرتے تھے، آپ کی جلوت وخلوت، سفر وحضر، اور تقریر وتحریر میں یہی جوئے حیات ابلتی تھی، مردہ دلوں کو زندگی ملتی تھی اور عشقِ الٰہی کے سوز وساز سے دلوں کو فرش سے عرش تک جوڑا جاتا تھا، آپ کی بزم تھی اور بس اللہ اللہ کا زمزمہ تھا، آپ بس اُسی ذاتِ حق میں گم تھے، اسی کے گیت گنگناتے تھے اور اسی وحدہ لاشریک کے نغمے گاتے تھے، پوری دنیا میں آپ نے اپنی اس صلا کو عام کیا: اپنے کردار سے، گفتار سے، طرز وانداز سے، سلوک وتصوف سے، بیانوں اور کتابوں سے، آپ کی یہ صدا جہاں تک بھی پہنچی بس عشق ہی عشق لیے پہنچی، خدا کی محبت، رسول اللہ کی عظمت، اور اہل اللہ کی صحبت کی اہمیت کو آپ نے دلوں میں بیدار فرمایا

اور ہر لمحہ اسی شغل کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا، آپ کی شخصیت میں بلا کی تاثیر تھی، آپ کی معیت میں جادوئی اثر تھا، آپ کے بیانات کایا پلٹ تھے، آپ کی تحریروں سے دلوں کی دنیا بدل جاتی تھی، سچ کہوں تو آپ نسیم صبح کے جھونکے تھے، ایک ابرِ رحمت تھے، ایک سایۂ شفقت تھے، خدا کی ایک نعمت اور اس عصر کی ایک برکت تھے۔

آپ نے دنیاوی تعلیم حاصل کی تھی اور الیکٹریکل انجینئر بنے تھے، اس جہاں بینی کے بعد خدا بینی کا سفر شروع فرمایا اور علم ومعرفت کے شناور بنے، غواصی کی اور موتی بکھیرے، معرفتِ حق میں امتیازی مقام حاصل کیا اور پھر اسی جامِ معرفت کی محفل جمائی، دیوانوں کی بزمِ جنوں لگائی، بڑے بڑے اہل علم آپ کے جلو میں پہنچے تو ظاہری بصارت نے باطنی بصیرت کو روشن کیا، علم کے جو نقوش اور عبارات پڑھے تھے ان کی حقیقی تعبیر وتشریح سے آپ کی صحبت نے بہرہ ور کیا، دلوں میں نور آیا، فکروں کو سوز عطا ہوا اور آپ کے خلفاء کی شکل میں ہدایت کے مینارے تیار ہوئے، یہ سب کا سب تا قیامِ قیامت آپ کے درجات کو بڑھاتا ہی رہے گا۔

احقر بہت کم عمر تھا جب آپ دیوبند تشریف لائے، ابتدائی درجات کا طالب علم تھا؛ شاید یہی وجہ ہے کہ سارا منظر آج بھی تر وتازہ ہے، آپ کی تشریف آوری سے پہلے اور تشریف بری کے بعد جو واضح تبدیلیاں ہر بینا نے محسوس کیں اور جو انقلاب رونما ہوا وہ ناقابلِ تعبیر ہے، پورے دیوبند میں ایک دینی ہلچل پیدا ہوگئی، مسجدیں آباد ہوگئیں، سروں پر ٹوپیاں، دلوں میں محبت اور دین کی عظمت کی ایک عام فضا قائم ہوگئی، ایسا نورانی ماحول دیوبند کی پہچان ضرور ہے؛ مگر نورٌ علیٰ نور کا ایسا پر کیف منظر اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

آپ کی ذاتِ والا صفات میں عجیب کشش تھی، آپ کا سراپا قیامت خیز تھا، سرتا پیر سفید کپڑوں میں ملبوس آپ کی شخصیت کسی فرشتے کی صورت لیے ہوئی تھی، چہرے کی چمک دمک اور نورانیت نے بے داغ بدرِ منیر کی عکاسی کی ہوئی تھی، ایک جھلک پانے کے لیے ہزاروں کا مجمع پلکیں بچھائے ہوئے تھا، اور اور آپ کے پر نور چہرے سے ضیاء حاصل کر رہا تھا، اللہ اکبر جب بھی وہ منظر یاد آتا ہے آپ کی محبت بے ساختہ دل میں ابھر آتی ہے، آپ کے بیان میں انتہائی حسنِ ترتیب، قرآن و حدیث سے استدلال اور انقلابی کیفیت تھی، لفظ لفظ خوشبو تھا، حرف حرف سے عشق پھوٹتا تھا، گویا دل سے آہ نکلتی تھی اور دلوں کو جھنجھوڑتی تھی، ایسا زود اثر بیان احقر نے کبھی نہیں سنا، بے ساختہ آنسو نکلتے تھے، دل ٹرپتا تھا، اللہ کی محبت، رسول اللہ سے تعلق، احکام کی عظمت اور سنت سے وارفتگی؛ دل و دماغ میں پیوست ہوتی چلی جاتی تھی، آپ کی گفتگو کی مٹھاس اور نرمی، لہجے کی رقت اور اندازِ بیان میں خوفِ خدا کی آمیزش سے پوری مجلس پر ایک وجد طاری تھا، ایک کیفیت برپا تھی، آنسو بے اختیار تھے، درد و کرب امنڈے آرہے تھے، سارا مجمع اللہ جل جلالہ کے حضور حاضر تھا، توبہ دلوں کو دستک دے رہی تھی، آپ کے بیان میں ہر شخص اپنے باطن کو آئینے میں دیکھ رہا تھا، ہر دل رو رہا تھا، ہر آنکھ نم تھی، آپ مئے محبت پلا رہے تھے اور سرمستی و سرشاری سر چڑھ رہی تھی، مجمع ساکت اور سراپا محو گوش تھا؛ مگر دلوں میں ایک شور برپا تھا، دلوں کا رخ مڑ چکا تھا، سوچ کا زاویہ تبدیل ہو رہا تھا، آپ علیہ الرحمہ کا وہ بیان وإنّ من البیان لسحرا کا مصداقِ کامل تھا۔

دیوبند کی مقدس سرزمین پر آپ جھونکا بن کر تشریف لائے اور آندھی بن کر لوٹے، ہفتوں آپ کے بابرکت قدموں کا اثر پورے علاقے میں باقی رہا، شاعر عبدالغفور ساقی نے کیا

خوب کہا ہے:

تری تصویر کیا دیکھی کہ خود تصویر بن بیٹھے
ہمارے دیدۂ حیراں کی حیرانی نہیں جاتی

ہندوستان میں آپ کی شہرت اور تعارف کا سبب یہی سفر بنا اور پھر آپ یہاں چھا گئے، دلوں میں جو چنگاریاں آپ نے چھوڑی تھیں وہ شعلہ زن ہوئیں، آپ کی تقریریں موبائلوں کی زینت بنیں، آپ کی تصنیفات اہلِ دل کی توجہ کا مرکز بنیں، اور بہت سی کلیدی شخصیات نے آپ کی صحبتِ بے بدل سے استفادے کا عزم کیا، یوں آپ کا فیض بڑھا اور بڑھتا ہی گیا، تقریر و تحریر اور خلفاء کی ایک جماعت نے آپ کے مشن کو پروان چڑھایا اور چہار دانگِ عالم میں آپ کی مقبولیت و محبوبیت کو رفعت و بلندی حاصل ہوئی۔

آج جب کہ آپ کے وصلِ محبوبِ حقیقی کی خبر سنی تو رنج وغم کی کیفیت چھا گئی، آپ کے محبوب خلیفہ اور میرے مشفق و کرم فرما استاذ محترم حضرت اقدس مولانا سلمان بجنوری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی حالتِ زار کا مشاہدہ ہوا تو آنکھیں بھر آئیں، ظاہر ہے کہ جو شخصیت لمحوں میں دلوں میں اتر جاتی ہو؛ ان کے صحبت یافتگان اور وابستگان کے دلوں میں آپ کا جو مقام بنا ہوگا وہ لفظوں کے احاطے سے ماوراء ہے، واقعی آپ علیہ الرحمہ کی شخصیت دلوں میں بس جانے والی تھی، آپ کی نوائے عشق کانوں میں سما جانے والی تھی اور آپ کی ادائے دلبری دلوں کو جیت لینے والی تھی، جگر نے سچ ہی کہا ہے:

وہ ادائے دلبری ہو کہ نوائے عاشقانہ
جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتح زمانہ

 اللہ والے اٹھتے جا رہے ہیں، جو باقی ہیں وہ بھی چراغِ سحری ہیں، امت بھنور میں ہے اور ملاح کنارے لگ رہے ہیں، دین مٹ رہا ہے اور دین پر مر مٹنے والے فنا ہو رہے ہیں، سنتیں ترک ہو چکی ہیں اور اتباع سنت کے شیدائی پردہ فرما رہے ہیں، بس یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم خردوں کو یہ احساس عطا فرمائے کہ ہم ان بڑوں کے نقشِ راہ پر چل پڑیں، ان کے دامن سے دامن کو وابستہ کرلیں، ان کے مشن کو آگے بڑھائیں اور اس دینِ متین کے لیے پروانے بن جائیں، یہ چراغ جلتا رہے اور ہم جیسے پروانے اس کی روشنی کو ماند نہ پڑنے دیں، خدا کا عشق ہمیں عطا ہو، اتباعِ سنت کا شوق ہمارے اندر پیدا ہو، اہل اللہ کی صحبت ومحبت ہمارے دلوں میں گھر کر جائے، خداوندِ قدوس ہماری دست گیری فرمائیں اور اپنی نظرِ خاص مبذول فرمائیں، وماذلک علی اللہ بعزیز

مرشدؒ کا عمل، حفاظت کا آسان نسخہ

محمد عبداللہ گل نقشبندی

آج سے تقریباً دو سال پہلے کی بات ہے۔ جان سے پیارے حضرت جی نور اللہ مرقدہ ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لا رہے تھے۔ میں نے دوستوں سے مشورہ کیا کہ کیوں نہ ہم نمازِ جمعہ حضرت جی کے ہاں ادا کریں۔ ان کے منور چہرے کی زیارت سے آنکھوں کو سکون ملے گا، ان کے کلمات سے دل کو قرار آئے گا، اور ان کی معیت میں سفر کی برکت بھی نصیب ہو جائے گی۔ اللہ دوستوں کو جزائے خیر دے، سب نے میری تجویز کو خوش دلی سے قبول کیا۔ چنانچہ ہم نمازِ جمعہ سے پہلے جامعہ معہد الفقیر الاسلامی جھنگ پہنچ گئے، حضرت جی کی زیارت اور ارشادات سے مستفید ہوئے اور دلوں پر عجیب سی طمانیت چھا گئی۔

عصر سے قبل حضرت جی نور اللہ مرقدہ کی معیت میں ڈیرہ اسماعیل خان کی طرف روانگی ہوئی۔ آٹھ گاڑیوں کا قافلہ تھا، اور ہماری گاڑی حضرت جی کی گاڑی کے عین پیچھے تھی۔ معہد الفقیر سے نکلتے ہی ریلوے پھاٹک آتا ہے وہاں چند سائلین بیٹھے ہوتے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت جی کی گاڑی آہستہ ہوئی، سائلین کے قریب پہنچ کر رُک گئی، انہیں ہدیہ دیا اور پھر آگے بڑھ گئی۔

ابھی دل اس منظر سے نکلا بھی نہ تھا کہ ملوموڑ پہنچنے سے پہلے سڑک کے کنارے ایک سائل اور ایک سائلہ ہاتھ پھیلائے بیٹھے تھے۔ حضرت جی کی گاڑی پھر رُکی، انہیں بھی ہدیہ دیا، اور قافلہ دوبارہ رواں ہو گیا۔ تریمو بیراج سے قبل بھی یہی منظر دہرایا گیا۔ عصر کی نماز کے لیے

رُکے، نماز ادا کی، اور پھر سفر شروع ہوا۔ منکیرہ پہنچے تو وہاں بھی سائلین روڈ کنارے بیٹھے تھے گاڑی رُکی، ہدیہ دیا، اور آگے بڑھ گئے۔ بھکر میں بھی یہی کیفیت دیکھی، یہاں تک کہ ہم ڈیرہ اسماعیل خان پہنچ گئے۔

گاڑی میں ایک دوست خاموش اور گہری سوچ میں گم تھے۔ میں نے پوچھا" سفر کیسا رہا؟" انہوں نے آنکھیں مَلیں، ایک لمبی سانس لی اور کہا" آج حضرت جی کی زیارت، ان کا وعظ، اور ان کی معیت میں سفر کی سعادت حاصل ہوئی۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ اللہ والوں کی صحبت میں انسان کو وہ کچھ مل جاتا ہے جو وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ ہم اس راستے سے کئی بار گزرتے ہیں، سائلین بھی ہمیشہ موجود ہوتے ہیں، لیکن کبھی توجہ نہیں گئی۔ آج حضرت جی کی رفاقت نے ہماری نظر کھول دی اور سمجھایا کہ یہ بھی خیر کا کام ہے یہ بھی عملی دین ہے۔

یہ سارے مناظر آج دوبارہ میرے ذہن میں تازہ ہوئے جب میں حضرت جی نور اللہ مرقدہ کی کتاب دیکھ رہا تھا۔ وہاں ان کا یہ ارشاد نظر سے گزرا" جو شخص صدقہ کا معمول بنا لیتا ہے، اللہ اس کی زندگی کے گرد حفاظت کا حصار کھینچ دیتا ہے۔" یہ پڑھتے ہی مجھے دو سال پہلے کا وہ منظر یاد آ گیا جو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا رُکتی ہوئی گاڑیاں، سڑک کنارے بیٹھے سائلین اور صدقہ دینے کا عمل، جو دیر تک آنکھوں میں رہا اور حضرت جی نور اللہ مرقدہ کی یاد تازہ کرتا رہا۔

دل چاہنے لگا اس واقعے کو تحریری صورت دے کر حضرت جی نور اللہ مرقدہ سے وابستہ حلقۂ عقیدت کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔ تا کہ ہم سب یہ عہد کریں کہ اپنے محبوب مرشد حضرت نور اللہ مرقدہ کی اس مبارک عادت کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں گے۔ جس سے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنہری تعلیمات پر عمل کی توفیق نصیب ہوگی، ہماری زندگیوں کے گرد بھی اللہ کی حفاظت کا حصار قائم ہوگا اور یہ عمل ہمارے مرشدِ مکرم حضرت نور اللہ مرقدہ کے لیے صدقۂ جاریہ بنتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے، ان کی سیرت و نصائح کو اپنانے اور اخلاص کے ساتھ آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مدرسہ و خانقاہ کی حسین سنگم

جان سے پیارے حضرت جیؒ کی ذاتِ گرامی شریعت و طریقت کا ایک حسین اور متوازن امتزاج تھی۔ آپ ان نابغۂ روزگار ہستیوں میں سے تھے جنہوں نے علم اور حال، درس اور ذکر، مدرسہ اور خانقاہ کو ایک دوسرے کا رفیق بنا کر پیش کیا۔ آپ کا امتیاز یہ تھا کہ آپ نے صدیوں سے قائم اُن فاصلوں کو ختم کر دیا جو رفتہ رفتہ مدرسہ اور خانقاہ کے درمیان حائل ہو گئے تھے، اور دونوں کو ایک ہی مقصد اصلاحِ انسان اور رضائے الٰہی کے تحت جمع کر دیا۔

حضرت جی نور اللہ مرقدہ نے سالکینِ راہِ طریقت کو علمِ شریعت کی روشنی سے جوڑا اور علماء کرام کو روحانی تربیت، تزکیۂ نفس اور تصوف کی حقیقت سے آشنا کیا۔ یوں آپ کی خانقاہ علم سے منور اور آپ کا مدرسہ روحانیت سے معمور نظر آتا تھا۔ یہی ہمہ جہت، متوازن اور زندہ دینی خدمت تھی جس کے اعتراف میں آپ کی رحلت پر عالمِ اسلام کے عظیم دینی مراکز، علمی درسگاہوں اور اکابر اہلِ علم نے خراجِ تحسین پیش کیا۔

برصغیر میں دینی علوم کا سب سے معتبر اور مؤقر مرکز دارالعلوم دیوبند کے مہتمم و شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالقاسم نعمانی مدظلہ اپنے تعزیتی پیغام میں تحریر فرماتے ہیں: "اللہ رب العزت نے حضرت پیر صاحبؒ کو عالمی سطح پر ہمہ گیر محبوبیت و مقبولیت سے نوازہ تھا وہ اکابر و مشائخ

کے نسبتوں کے امین، انتہائی بافیض اور پُرتاثیر شخصیت کے مالک تھے ان کی صحبت اور بیانات نیز تالیفات سے لاکھوں بندگانِ خدا فیض یاب ہوئے اور ان کی اصلاح ہوئی۔

خانوادہ قاسم العلوم والخیرات، حکیم الاسلام بانی دارالعلوم دیوبند وقف حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کے پوتے اور دارالعلوم دیوبند وقف کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا سفیان قاسمی مدظلہ لکھتے ہیں ”ذات حق جل مجدہ نے حضرت پیر صاحب نقشبندیؒ کو اصحاب علم سے لیکر عام طلباء تک اور خواص سے لیکر عوام تک عجیب وغریب مقبولیت سے سرفراز فرمایا تھا واقعتاً ایک باکمال اور جذاب ومحبوب شخصیت کے مالک تھے حضرت نقشبندیؒ کی عمومی وعوامی مقبولیت درحقیقت ربانی انتخاب، روحانی فیضان اور صدق نسبت کا روشن اور ناقابل انکار مظہر تھی۔

برصغیر کی عظیم دینی واصلاحی درسگاہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپوری کے ناظم ومتولی اظہار تعزیت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں" حضرت والاؒ کی زندگی اپنی فیض رسانیوں اور علمی ودینی بوقلمونیوں کے باب میں ہمیشہ زندہ وتابندہ اور درخشندہ رہے گی پوری دنیا میں ان کی ذات سے جاری ہونے والے روحانی چشمے ان شاء اللہ نئی نسلوں کی دینی وذہنی سیرابی وفیض یابی کا ذریعہ بننے کے ساتھ حضرت رحمہ اللہ کے درجات میں بلندی کا باعث بھی ہوں گے۔

خانوادہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے گل سرسبد حضرت مولانا محمود مدنی مدظلہ رقمطراز ہے" حضرتؒ کی امتیازی خصوصیت تھی کہ انہوں نے تصوف کو عملی زندگی، معاشرت اور خاندانی نظام سے جوڑ کر پیش کیا اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو بھی دین وشریعت کے قریب لانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

عالم اسلام کے مشہور محدث، حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی دامت برکاتہم فرماتے

ہیں" ان کی ذات گرامیؒ سے پورے عالم عرب وعالم اسلام کو بہت فائدہ پہنچا اور لوگوں کی زندگیوں میں ایک انقلاب پیدا ہو گئی تھی ان کے بیانات اور مجالس میں ایک خاص نور رہوتا تھا"

پاکستان میں دینی علوم و دینی تحریکات کا عظیم مرکز، دیوبند ثانی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے نائب مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا راشد الحق سمیع حقانی لکھتے ہیں" آپ نے اکابرین کی طرح اپنی مبارک زندگی کا ایک ایک لمحہ اصلاحِ عالم وتزکیہ نفوس میں صرف کیا اور ایک عالم آپ کے چشمہ ہدایت سے سیراب ہو رہا تھا۔ آپکی ذات اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانیوں میں سے ایک تھی، آپکے رخِ روشن میں دیکھنے والوں کو ایک ولی کامل کی جھلک نظر آتی تھی۔ شریعت وطریقت اور احسان وسلوک کی راہوں پر آپ نے زندگی بھر بڑے اعتدال اور ہنر کے ساتھ سفر کیا۔

در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق

حضرت جی نور اللہ مرقدہ نے اللہ کے فضل وتوفیق سے عمر بھر شریعت اور طریقت کو یکجا رکھنے کی محنت فرمائی۔ مدرسہ اور خانقاہ کو ایک چھت کے نیچے لا کر آپ نے ایک ایسی بامقصد دینی روایت کو تازہ کیا جو آج کے دور کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ آپ کی رحلت کے بعد محبت، وفاداری اور سچی عقیدت کا تقاضا یہی ہے کہ ان مبارک محنتوں کو دوام اور تسلسل دیا جائے، تاکہ یہ تجدیدی مشن آگے بڑھتا رہے اور آنے والی نسلیں بھی علم وحال کے اس حسین سنگم سے فیض یاب ہوتی رہیں۔

اللہ رب العزت ہم سب کو حضرت جی نور اللہ مرقدہ کے لیے بہترین صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین۔

تصوف وسلوک کا انسائیکلوپیڈیا

تصوف اخلاقِ حسنہ کا دوسرا نام ہے یہی وجہ ہے کہ تصوف کا ایک نام علم الاخلاق بھی ہے. اللہ نے انسان کو خیر اور شر کا مجموعہ بنایا. شر سے خیر تک سفر طے کرنے کو تصوف کہا جاتا ہے اور اس دوران جو مشقتیں، جو ریاضتیں اور جو محنت کرنی پڑتی ہے اسی کو سلوک کہا جاتا ہے۔

انسان کا اوصاف حسنہ کا مجموعہ بن جانا اور اس کے شر پر خیر غالب آنا تصوف وسلوک کا مقصد ہے. یہ ہوگا کیسے، اس کے لیے ہمارے پیر ومرشد، حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی نوراللہ مرقدہ نے ”تصوف وسلوک“ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے. جو درحقیقت اسی موضوع پر لکھے گئے ہزاروں صفحات کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔

کتاب کو تیرہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے پہلے باب میں علمِ تصوف کا تذکرہ ہے جس کو تین دلائل کی روشنی میں بیان کیا ہے پہلی دلیل قرآن عظیم الشان سے، دوسری احادیث مبارکہ سے اور تیسری عقلی دلیل کے ذریعے علمِ تصوف کو واضح کیا ہے. اسی کے ساتھ ”علم تصوف مشاہیر امت کی نظر میں“ عنوان کے تحت حضرت امام مالک بن انسؒ، امام ربانی مجدد الف ثانیؒ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، امام ابوالقاسم قشیریؒ اور شیخ ابوطالب مکیؒ کا علمِ تصوف کے بارے میں ان کا نقطہ نظر بیان کیا ہے۔

دوسرا باب تصوف کیا ہے؟ میں اکیس اکابرین امت نے تصوف کی جو تعریفات اپنے ذوق اور فہم کے مطابق کی ہیں کو درج کیا ہے. تیسرا باب لفظ ”صوفی“ کی تحقیق پر مشتمل ہے جس میں ”صوفی“ کی شافی تحقیق کے بعد چار سوالات ذکر کیے مثلاً صوفی کا لفظ کب سے استعمال ہوا؟ صحابہ کرامؓ کے دور میں تو کسی کو صوفی نہیں کہا جاتا تھا؟ صوفی کا ذکر قرآن

وحدیث میں کہاں ہے؟ جیسے سوالات کے تشفی جوابات نقل کیے ہیں۔

''بیعت طریقت کا شرعی ثبوت'' چوتھا باب ہے جس میں بیعت کی اقسام ذکر کی ہیں اور بیعت طریقت کے متعلق بیس سوالوں کے جوابات تحریر کیے ہیں. پانچواں باب ''ضرورت مرشد'' کے عنوان سے قائم کیا ہے. جس کے ثبوت کے لیے پانچ دلائل قرآن عظیم الشان سے نقل کیے ہیں. چار دلائل احادیث مبارکہ سے، سات عقلی دلائل اور احوال الصالحین سے بیس دلائل ذکر کر کے مضمون کو نہایت واضح کیا ہے۔

''آداب مرشد'' چھٹا باب ہے جس میں شیخ ومرشد کے تیس آداب بیان کیے ہیں جو ایک سالک کے لیے غذا کی حثیت رکھتے ہیں. ساتواں باب ''خانقاہوں کا قیام'' کے متعلق ہے خانقاہ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے صفحہ نمبر 126 پر لکھتے ہیں ''انسان کی ظاہری آنکھ کی بینائی کو بصارب کہتے ہیں اور باطنی آنکھ کی بینائی کو بصیرت کہتے ہیں. خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کرنے سے انسان کی بصیرت چھین لی جاتی ہے اور دل اندھا ہو جاتا ہے ذکراللہ ایسا تریاق ہے جو اندھے دلوں کو بینا، بلکہ مردہ دلوں کو زندہ کر دیتا ہے اور جہاں یہ تعلیم دی جاتی ہے وہ جگہیں خانقاہ کہلاتی ہیں'' خانقاہ کے قیام کے متعلق قرآن عظیم الشان سے تین دلیلیں ،احادیث مبارکہ سے بھی تین دلیلیں اور آخر میں عقلی دلیل بھی ذکر کی ہیں جس سے خانقاہ کی ضرورت اور اہمیت عیاں ہوتی ہے۔

اعتقادات کے تحت چوبیس مسائل کا تذکرہ کیا ہے جس میں افراط وتفریط کی نشاندہی اور اس سے بچنے کی مکمل تعلیم موجود ہے. پیری مریدی کے نام پر معاشرے میں چند نادان دوستوں نے جو خرافات پھیلائی ہیں اس باب میں اس کا مکمل تدارک کیا ہے۔

دسواں باب ''معمولات شب وروز'' کے عنوان سے قائم ہے بیعت کے بعد سالک کے لیے شیخ زندگی گزارنے کی ایک مکمل ترتیب بیان کرتا ہے سالک اگر انہی خطوط پر اپنی

زندگی گزارتا ہے تو اپنی آنکھوں سے اس کے بیش بہا فوائد محسوس کرتا ہے اور روحانی منازل طے کرنے میں انتہائی آسانی ہوتی ہے۔

''معارف وحقائق'' گیارہواں باب ہے جس میں سالکین راہ طریقت کے لیے تصوف کی معتبر کتابوں سے مشائخ کرام کے ارشادات اور فرمودات ذکر کیے ہیں جس کا مطالعہ ایک سالک کے لیے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

بارہواں باب ''اخلاق حمیدہ'' ہے جس میں حسنِ اخلاق کی فضلیت، اہمیت اور صفات حسنہ دَر آنے کے اسباب پر تفصیلی بات کی ہے یہ باب آخر میں لا کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ تصوف کا مقصد اخلاقِ کریمانہ کا حصول ہے. تیرہویں باب میں انچاس وہ سوالات جو تصوف اور اہل تصوف کے بارے میں اکثر ذہنوں میں پائے جاتے ہیں کے تشفی جوابات تحریر کر کے کتاب کے تتمہ اور تکملہ کے طور پر شامل کیے ہیں۔

یہ کتاب تصوف کا انسائیکلو پیڈیا ہے. تصوف کے دقیق مسائل کو انتہائی آسان اور عام فہم زبان میں بیان کیا گیا ہے. اس میں صرف الفاظ ہی نہیں کیفیات بھی شامل ہیں. کیونکہ صاحبِ کتاب صاحب دل بزرگ ہیں. انہوں نے پوری زندگی تصوف سیکھنے اور سکھانے میں گزاری ہے. چنانچہ اس لحاظ سے ان کو پوری دنیا میں سند کی حثیت حاصل ہے. انہوں نے تصوف وسلوک اپنے دور کے آفتابِ علم و ماہتاب طریقت بزرگوں سے سیکھا ہے. 18 سال کی عمر میں انہوں نے عمدۃ الفقہہ کے مؤلف حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ نور اللہ مرقدہ سے بیعت کی 9. سال تک ان سے کسبِ فیض حاصل کیا ان کی وفات کے بعد حضرت مرشد عالم خواجہ غلام حبیبؒ سے بیعت کا تعلق استوار کیا اور بقایا اسباقِ سلوک طے کیے. انہوں نے 1983 میں اجازت وخلافت کی خلعت سے سرفراز فرمایا اور سلسلہ کی خدمت و اشاعت کی ذمہ داری ان کے سپرد کی۔

حضرت جی نوراللہ مرقدہ نے مشرق، مغرب، شمال، جنوب میں سلسلہ کی ترویج واشاعت کے لیے تبلیغی سفر کیے جہاں پر لاکھوں لوگ آپ کے ہاتھ پر کلمہ طیبہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہوئے اور ہزاروں لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے. سینکڑوں کتابیں بھی لکھیں جو مختلف زبانوں میں شائع ہو کر مخلوقِ خدا کے لیے نفع کا سبب بن رہی ہیں. ـــ" تصوف وسلوک ـــ" اسی محنت کی ایک سنہری کڑی ہے. سلوک سیکھنے والوں کے لیے یہ کتاب ایک راہ نما کی حثیت رکھتی ہے. حضرت جی کی تمام کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی مکتبۃ الفقیر نے دیدہ زیب سرِ ورق، بہترین کاغذ اور معیاری پرنٹنگ کے ساتھ شائع کی ہے. خواہشمند حضرات درج ذیل نمبروں پر رابطہ کر کے کتاب حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت جی نوراللہ مرقدہ کی زندگی کا پیغام

مغرب کی نماز کے بعد ایک عزیز دوست سے ملاقات ہوئی۔ حال پوچھنے پر دل کا بوجھ زبان پر آ گیا۔ عرض کیا" جان سے پیارے حضرت جی نوراللہ مرقدہ کی رحلت کو پورے چودہ دن بیت چکے ہیں، مگر دل و دماغ کو اب تک چین نہیں آیا۔ دن کی ابتدا ہو یا انتہا، ہر لمحہ ان کی یادیں ذہن کے گرد چکر لگاتی رہتی ہیں۔ ان کا چمکتا ہوا چہرہ آنکھوں کے سامنے رہتا ہے، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے دنیا کی ساری رنگت یکا یک پھیکی پڑ گئی ہو۔ ہر شے بے مزہ اور بے معنی سی لگنے لگی ہے۔ کسی کام میں دل نہیں لگتا، توجہ بار بار بکھر جاتی ہے اور میں اپنے ہی اندر کھویا رہتا ہو۔ صبر، تعزیت اور حوصلے کے سب کلمات سننے میں تو آتے ہیں، مگر دل تک پہنچتے پہنچتے الفاظ بن کر رہ جاتے ہیں۔ شدید الجھن ہے، کچھ سمجھ نہیں آتا کہ خود کو کیسے سنبھالوں۔''

دوست نے یہ سب خاموشی سے سنا۔ پھر ایک لمبا سانس لیا، میری آنکھوں میں دیکھا اور آہستہ سے بولا: ـــ" میری بھی یہی کیفیت تھی بالکل یہی۔ مگر کل ایک خیال دل میں آیا، اور وہی خیال میری بے چینی کو رفتہ رفتہ راحت میں بدلنے لگا" میں نے بے اختیار پوچھا: '' کون

ساخیال؟ کیسا خیال؟'' دوست نے پہلو بدلا، جیسے بات کو دل سے نکال کر لفظوں میں ڈھال رہا ہو، اور پھر بولا" میں نے حضرت جی نور اللہ مرقدہ کی پوری حیاتِ مبارکہ پر غور کیا۔ دیر تک سوچنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ ان کی زندگی حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمانِ مبارک کی مکمل اور مجسم تصویر تھی"من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيراً أو ليصمت جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ بھلائی کی بات کہے یا خاموش رہے۔''

دوست نے کہا الحمدللہ! مجھے بھی حضرت جی نور اللہ مرقدہ کی سالہا سال صحبت نصیب ہوئی، اور آپ کو تو بچپن ہی سے قربت حاصل تھی اور مجھے پورا یقین ہے کہ جس شخص کا بھی حضرت جی نور اللہ مرقدہ سے تعلق رہا ہوگا، وہ اس بات کی گواہی دے گا کہ ان کی زبان سے ہمیشہ خیر ہی جاری ہوا۔ اللہ کی محبت کا تذکرہ، حضور ﷺ کی تعلیمات، اکابر اسلاف کے واقعات، تصوف وسلوک کی باتیں، اخلاقِ حسنہ کی تلقین اور بہترین طرزِ زندگی کی نصیحتیں، یہی ان کی گفتگو کا حاصل تھا۔ اور اس کے علاوہ دوسری صورت میں وہ خاموش ہی رہتے تھے۔ ہم اگر ان کی اجتماعی زندگی پر نظر ڈالیں تو" خطباتِ فقیر" کی اڑتالیس جلدیں ہمارے سامنے ہیں، جنہیں دنیا بھر میں بے مثال قبولیت نصیب ہوئی۔ اور نجی مجالس کے حوالے سے" مجالسِ فقیر" کے نام سے دس جلدوں پر مشتمل وہ قیمتی سرمایہ آج بھی ہمارے درمیان موجود ہے۔ انسان حیران رہ جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ کس طرح خیر کے کاموں میں صرف کیا۔

میرے دوست نے بات روکی، پھر قدرے توقف کے بعد گویا ہوا" حضرت جی نور اللہ مرقدہ سے محبت اور عقیدت کا اصل تقاضا یہی ہے کہ ہم بھی ان کے اس طریقے کو اپنائیں۔ آج سے یہ عہد کریں کہ اپنی زبان کی نگرانی کریں گے۔ جیسے ہمارے پیارے مرشد

رحمہ اللہ یا تو خیر کی بات کہتے تھے یا خاموش رہتے تھے، ہمیں بھی یہی راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ان کی کتابیں ہمارے مطالعے میں رہیں، اور اللہ سے یہ دعا بھی مانگتے رہیں کہ وہ ہمیں ان کی مواعظ اور نصائح پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔"

آخر میں اس نے ایک گہرا سانس لیا اور کہا" ابتدا میں یہ راستہ مشکل ضرور لگے گا، مگر اگر ہم خلوص کے ساتھ کوشش کریں تو اللہ رب العزت خود ہمارے لیے آسانیاں پیدا فرمائیں گے۔ اور یوں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک فرمان پر عمل کرنے والوں میں شامل ہو جائیں گے جس میں دنیا کی بھی کامیابی ہے اور آخرت کی بھی۔۔" دوست کی باتیں سن کر دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا اور احساس ہوا کہ شاید غم کا مداوا اس راستے پر چلنا ہے جو ہمارے محبوب مرشد نور اللہ مرقدہ ہمیں دکھا کر گئے ہیں۔

ربِ کریم، ہمارے پیارے حضرت جی نور اللہ مرقدہ کی قبر کو نور سے بھر دے، ان کے درجات بلند فرما، اور ہمیں ان کی مواعظ و نصائح کو زندگی کا سرمایہ بنانے والا، اور ان کی تعلیمات کا امین بنا دے۔

مستجاب الدعوات بننے کا نسخہ

زندگی میں جب کبھی مشکل سے مشکل مسئلہ پیش آتا، دل بے چین ہوتا اور راستے بند نظر آتے، تو میں بلا تردد رختِ سفر باندھتا اور حضرت جی نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ وہاں پہنچ کر حالِ دل عرض کرتا، اور وہ منظر آج بھی آنکھوں میں تازہ ہے

حضرت جی کی پیاری عادت تھی کہ وہ ہر آنے والے کی بات پوری توجہ، شفقت اور یکسوئی کے ساتھ سنتے تھے۔ بات ختم ہونے کے بعد وہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو جاتے، گویا مراقب ہو گئے ہوں۔ پوری محفل پر ایک خاص سی خاموشی چھا جاتی، کچھ دیر بعد وہ اپنی

خوبصورت آنکھیں کھولتے، حوصلہ اور ہمت کے چند الفاظ فرماتے، اور اپنے مبارک ہاتھ دعا کے لیے اٹھا دیتے۔ وہ دعا مانگتے تھے، اور دل کو ایسا سکون ملتا تھا کہ اللہ کرم فرمائیں گے۔ اللہ کی شان! جب بھی وہاں سے واپسی ہوتی، تو مسائل، مصائب اور الجھنیں خود بخود حل ہونے لگتیں۔ راستے کھل جاتے، دل ہلکا ہو جاتا، اور زندگی میں ایک نئی امید جاگ اٹھتی۔

وہ دعا مانگتے تھے تو موسم بدلتے تھے   اندھیری راہوں میں بھی چراغ جلتے تھے

حضرت جی نور اللہ مرقدہ واقعی مستجاب الدعوات تھے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ مستجاب الدعوات بننے کا نسخہ انہوں نے خود مجھے کئی مرتبہ بتایا، اور اپنی محافل و مجالس میں بارہا بیان فرمایا۔ وہ فرماتے تھے "جو بندہ ارادے سے گناہ کرنا چھوڑ دیتا ہے، اللہ رب العزت اس کی دعا کو رد کرنا چھوڑ دیتے ہیں"

اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور ہمیں ان کے فیوض و برکات سے حصہ عطا فرمائے۔ آمین۔

فقیری کا شاہکار : کامیاب انجینئر سے شیخِ طریقت تک کا سفر

از قلم عبدالکریم آرائیں

پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی صاحب کی زندگی دنیاوی عروج اور روحانی معراج کی ایک نادر مثال تھی۔ جھنگ میں یکم اپریل 1953ء کو ایک دیندار گھرانے میں آنکھ کھولی، جہاں ذکر و عبادت کا ماحول ان کی روحانی بنیاد بنا۔ تعلیم میں بھی آپ نمایاں رہے اور یو ای ٹی لاہور سے بی ایس سی الیکٹریکل انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد، پیشہ ورانہ زندگی میں بھی کامیابی کی ہر سیڑھی چڑھتے چلے گئے۔ وہ نہ صرف چیف انجینئر کے طور پر 35 فیکٹریوں کے نگراں تھے بلکہ 1990ء کے آس پاس ان کی روزانہ کی آمدن ایک لاکھ روپے تک پہنچ چکی تھی۔ یہ وہ دور تھا جب ان کی دیانتداری کا یہ عالم تھا کہ وہ ایمانداری سے اپنا ٹیکس ادا کرتے تھے۔ تعلیم اور پیشہ ورانہ زندگی کے ساتھ ساتھ وہ کھیلوں کے بھی میدان رہے اور فٹبال و سوئمنگ میں بطور کیپٹن نمایاں رہے۔

مگر ان کی باطنی دنیا کا فیصلہ دنیاوی عیش و عشرت نے نہیں، بلکہ روحانی کشش نے کیا۔ ان کی زندگی کا فیصلہ کن موڑ لاہور یونیورسٹی میں مولانا سید زوار حسینؒ سے ملاقات اور مجدد الف ثانی کے مکتوبات کا مطالعہ تھا، جس نے ان کے دل میں حق کی پیاس کو مزید تیز کر دیا۔ دنیاوی کامیابی کے عروج پر پہنچ کر، انہوں نے اپنے آپ سے کیے گئے وعدے کو پورا کیا : چالیس سال کی عمر کو پہنچتے ہی دنیاوی ذمہ داریوں سے ریٹائرمنٹ لے کر فقیری کی راہ اختیار کر لی۔ ایک کامیاب، لاکھوں کمانے والے انجینئر کا یہ بے مثال زہد اور دنیا سے بے رغبتی ان

کے پختہ ایمان اور آخری ٹھکانے کی فکر کا عملی ثبوت تھا۔

پھر وہ نقشبندی مجددی صوفی سلسلہ کے شیخ بن گئے اور ان کا فیض برصغیر میں پھیل گیا۔ ان کی زندگی میں اخلاص، تقویٰ اور کردار کی پاکیزگی ایسی تھی کہ پاک و ہند کے ہزاروں علماء نے ان کی تقلید کو شرف بخشا۔ ان کے لاکھوں مریدین اور دنیا پر ان کا روحانی اثر ورسوخ اتنا گہرا تھا کہ انہیں 2013/14ء میں دنیا کے 500 بااثر ترین مسلمانوں کی فہرست میں شامل کیا گیا۔ علمی میدان میں بھی انہوں نے گراں قدر خدمات انجام دیں، ان کی تصانیف کی تعداد 140 سے تجاوز کر گئی جن میں 'خطباتِ فقیر' اور 'باادب بانصیب' جیسی مقبول کتب شامل ہیں۔ وہ اپنی تعلیمات میں ہمیشہ تزکیۂ نفس، وظائف اور عبادات کی تلقین کرتے رہے۔ ان کی تمام تر ریاضت اور کوشش کا خلاصہ علامہ اقبال کی اس لازوال رباعی میں سمویا ہوا تھا، جو ان کے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بارگاہِ الٰہی میں عاجزی کا مظہر تھی: "تو غنی از ہر دو عالم من فقیر..." وہ ہر حال میں یہ التجا کرتے رہے کہ حشر کے دن اللہ انہیں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ و سلم کی نگاہوں کے سامنے رسوا نہ کرے۔ آج یہ عظیم المرتبت شخصیت پردہ فرما گئی ہے اور ان کا نمازِ جنازہ 15 دسمبر بروز سوموار کو جھنگ میں ادا کیا جائے گا، لیکن ان کی تعلیمات اور ان کا زاہدانہ طرزِ زندگی آنے والی نسلوں کے لیے ایک مینارۂ نور رہے گا۔

ایک ناقابلِ فراموش روحانی ساعت

پی آر عبدالقدیر غفرلہ ما تقدم من ذنبہ، منتظم مجلسِ اشاعتِ قرآن، وانمباڑی

اہلِ بصیرت اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے محض کتابیں نازل نہیں فرماتا، بلکہ ہر دور میں ایسے رجالِ حق پیدا فرماتا ہے جن کی صحبت، نظر اور دعا قلوب کی دنیا بدل دیتی ہے۔ یہی وہ نفوسِ قدسیہ ہوتے ہیں جن کے ذریعے شریعت کی روح تازہ رہتی ہے اور طریقت کا سفر اعتدال، وقار اور سنت کی روشنی میں آگے بڑھتا ہے۔

حجِ بیت اللہ کا مبارک سفر، ویسے ہی ایمان افروز اور روح پرور ہوتا ہے، لیکن جب اس سفر میں علماءِ ربانیین، اہلِ نسبت اور مشائخِ کاملین کی معیت نصیب ہو جائے تو وہ سفر محض عبادت نہیں رہتا بلکہ ایک مکمل تربیتی اور اصلاحی مرحلہ بن جاتا ہے۔ اس عاجز پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص احسان ہوا کہ حج کے اس مبارک سفر میں اکابر علماء اور ائمۂ عظام کی صحبت نصیب ہوئی، جن کی مجالس میں علم بھی تھیں اور حال بھی، درس بھی تھیں اور دعا بھی۔

حج کے سفر میں نصیب ہونے والی صحبتِ شیخ اور اس کے برکات

یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ بندے کی زندگی میں بعض لمحات ایسے آتے ہیں جو عمر بھر کے لیے اس کے دل، فکر اور روح پر نقش ہو جاتے ہیں۔ وہ لمحات نہ وقت کی دھول میں مٹتے ہیں، نہ یادوں کی گرد میں دبتے ہیں، بلکہ جیسے جیسے وقت گزرتا ہے، ان کی تاثیر اور بڑھتی چلی جاتی ہے۔ میرے لیے حجِ بیت اللہ کا وہ مبارک سفر اور اس سفر میں حضرت پیر و مرشد، مصلحِ امت، شیخِ طریقت حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمہ اللہ کی خدمتِ

اقدس میں حاضری ایسے ہی ناقابلِ فراموش لمحات میں سے ہے۔

یہ سب کچھ کسی قابلیت، لیاقت یا استحقاق کا نتیجہ نہیں تھا، بلکہ محض اللہ تعالیٰ کا فضلِ خاص، اس کی بے پایاں رحمت اور اس کا کرمِ بے حساب تھا کہ اس عاجز کو حج کے اس مقدس سفر میں علماءِ ربانیین، ائمۂ عظام اور اہلِ اللہ کی صحبت نصیب ہوئی۔ ان مبارک ہستیوں کی معیت میں رہنا ہی ایک مستقل درسگاہ تھی، جہاں گفتار سے زیادہ کردار، اور الفاظ سے زیادہ حال سکھایا جا رہا تھا۔ انہی سعادتوں میں ایک نمایاں اور فیصلہ کن سعادت یہ تھی کہ مفسرِ قرآن حضرت اقدس مفتی سید محمد طلحہ صاحب نقشبندی دامت برکاتہم کی توجہ، شفقت اور معرفت کے طفیل محب العلماء والصلحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمہ اللہ جو اپنے عہد کے عظیم مصلح، شیخِ طریقت اور مجددی نسبت کے امین تھے، ان کی خدمتِ اقدس میں بار بار حاضری کا موقع نصیب ہوا۔ یہ محض رسمی ملاقاتیں نہ تھیں، بلکہ ایسی روحانی نشستیں تھیں جہاں دلوں کی اصلاح، نیتوں کی درستگی اور باطن کی صفائی خاموشی کے ساتھ ہو رہی تھی۔

شیخِ کامل کی صحبت اور ایک زندہ درسگاہ

اہلِ تصوف جانتے ہیں کہ شیخِ کامل کی صحبت محض ظاہری نشست نہیں ہوتی، بلکہ وہ ایک ایسی خاموش درسگاہ ہوتی ہے جہاں الفاظ کم اور اثر زیادہ ہوتا ہے۔ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی مجالس بھی اسی قبیل سے تھیں۔ ان کی خاموشی میں وقار، گفتار میں حکمت، اور نگاہ میں اصلاح کا نور نمایاں ہوتا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ دلوں کے حال کو دیکھ رہے ہیں، زبان سے کہے بغیر مرض کی تشخیص کر رہے ہیں، اور دعا کے ذریعے علاج فرما رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی مجلس میں بیٹھنے والا شخص خود کو محض سامع نہیں بلکہ زیرِ تربیت سالک محسوس کرتا تھا۔ ان کا اسلوب نہ افراط پر مبنی تھا نہ تفریط پر بلکہ شریعت کی کامل پابندی کے ساتھ طریقت کی روح کو زندہ کرنے والا تھا جو دراصل اکابرِ دیوبند اور سلفِ صالحین کا امتیازی وصف رہا ہے۔

افطاری نہیں، روحانی ضیافت

حج کے دوران حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ افطاری کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ یہ محض افطار نہ تھا بلکہ ایک روحانی ضیافت تھی، جہاں سادگی، خاموشی اور وقار خود ایک مستقل درس بن گئے۔ اس دسترخوان پر جسم کو غذا ملی، مگر اصل غذا دل اور روح کو نصیب ہوئی، وہ غذا جو عاجزی، قناعت اور توجہِ الٰہی سے عبارت تھی۔ اور یہ وہ لمحہ تھا جہاں رزقِ جسم کے ساتھ رزقِ روح بھی عطا ہو رہا تھا، اور نگاہِ شیخ سے دلوں کو تسکین اور اطمینان میسر آ رہا تھا۔

دعا، پرچی اور نظرِ کرم : تصوف کی عملی تصویر

ایک موقع پر متعدد احباب نے اپنی نجی کیفیات، باطنی الجھنیں، گھریلو مسائل اور جسمانی بیماریوں کو مختصر تحریر کی صورت میں حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ یہ دراصل اس اعتماد کا اظہار تھا جو عوام کو شیخِ کامل کی دعا اور توجہ پر ہوتا ہے۔ حضرت ہر پرچی کو نہایت توجہ سے ملاحظہ فرماتے، دعا دیتے اور پرچی واپس فرما دیتے، جب اس عاجز نے اپنی والدۂ محترمہ جو شیخ الاسلام رحمہ اللہ سے بیعت رہیں اور اپنی اہلیہ جو حافظۂ قرآن ہیں، ان دونوں کی صحت و عافیت کے لیے درخواست پیش کی تو حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے پرچی دیکھ کر تبسم فرمایا، پھر اس پرچی کو واپس کرنے کے بجائے اپنے پاس محفوظ کر لیا۔ اہلِ دل جانتے ہیں کہ یہ محض ایک عمل نہیں بلکہ قبولیت کی ایک علامت تھی۔ اس کے بعد حضرت نے خصوصی توجہ کے ساتھ دعائیں فرمائیں، جو اس عاجز کے لیے زندگی بھر کا سرمایہ بن گئیں۔

دستِ مبارک اور ذکرِ الٰہی : باطنی تربیت کا لمحہ

اسی موقع پر حضرت رحمہ اللہ نے اس عاجز کے سینے پر دل کی جانب اپنا دستِ مبارک رکھا اور نہایت تاثیر کے ساتھ "اللہ۔۔۔ اللہ۔۔۔ اللہ" فرمایا۔ تصوف کی زبان میں یہ محض ذکر نہیں بلکہ توجہ، القاء اور اصلاحِ قلب کا عمل تھا۔ یہ وہ لمحہ تھا جب الفاظ خاموش ہو گئے

اور دل بولنے لگا۔ ایسے لمحات زندگی میں بار بار نصیب نہیں ہوتے اور اگر نصیب ہو جائیں تو وہ انسان کی پوری سمت متعین کر دیتے ہیں۔ اور اس وقت حضرت کے پیرِ مبارک دبانے کی سعادت بھی نصیب ہوئی، جو بظاہر ایک معمولی عمل ہے، مگر اہلِ نسبت کے نزدیک یہ عاجزی، محبت اور ادب کا ایک حسین اظہار ہے اور یہی ادب دراصل فیض کے دروازے کھولتا ہے۔

نسبتِ شیخ: زندگی بھر کا سرمایہ

یہ تمام واقعات اس حقیقت کی واضح دلیل ہیں کہ نسبتِ شیخ کوئی رسمی یا وقتی تعلق نہیں بلکہ ایک زندہ روحانی رشتہ ہے، جو اصلاح، استقامت اور قربِ الٰہی کا ذریعہ بنتا ہے۔ حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمہ اللہ کی پوری زندگی شریعت و طریقت کے حسین امتزاج کی عملی تصویر تھی۔ انہوں نے نہ صرف ہزاروں قلوب کی اصلاح فرمائی بلکہ یہ بھی سکھایا کہ اصل تصوف سنت کی کامل اتباع، اخلاق کی درستی اور باطن کی صفائی کا نام ہے۔

آج اگرچہ وہ ظاہری طور پر ہم میں موجود نہیں، مگر ان کی تعلیمات، ان کی دعائیں اور ان کی نسبت آج بھی زندہ ہیں اور ان شاء اللہ زندہ رہیں گی۔

آخر میں یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمہ اللہ کو اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کے فیوض و برکات کو قیامت تک جاری فرمائے، اور ہم سب کو ان کی تعلیمات سے حقیقی استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ تحریر وانمباڑی میں اجتماع کی محنت اور چلہ جماعت کے ایام میں، اسی نسبت، اسی درد اور اسی شکر کے جذبے کے ساتھ تحریر کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور ہمارے لیے ذریعۂ اصلاح بنائے۔ وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

تصوف کے اعلیٰ مقام پر فائز ایک ہمہ جہت شخصیت

مفتی جمیل احمد قاسمی، استاذ ادب و بلاغت مدرسہ معدن العلوم وانمباڑی

اسلامی علوم کی تاریخ میں تصوف کو ہمیشہ ایک نہایت نازک، دقیق مگر غیر معمولی اہم مقام حاصل رہا ہے۔ یہ وہ شعبۂ دین ہے جو بیک وقت قلب وعمل اور ظاہر و باطن سے تعلق رکھتا ہے اور جس کی صحت و سلامتی پر فرد کی روحانی تربیت ہی نہیں بلکہ معاشرے کی اخلاقی تشکیل بھی موقوف ہے۔ تصوف نہ محض ایک ذوقی یا وجدانی تجربہ ہے اور نہ ہی شریعت سے الگ کوئی مستقل نظامِ فکر ہے بلکہ تصوف اسلام کے باطنی پہلو کا وہ نام ہے جو شریعتِ مطہرہ کی روح، اخلاقِ نبویؐ کی عملی تعبیر اور احسان کے مقام کی توضیح ہے۔ اسلامی علمی روایت میں تصوف کے بارے میں دو نمایاں رجحانات پائے جاتے رہے ہیں۔ ایک طرف وہ جلیل القدر ائمہ، فقہاء، محدثین اور مصلحین ہیں جنہوں نے تصوف کو روحِ شریعت، تزکیۂ نفس کا ذریعہ، اور ایمان کے کمال کا راستہ قرار دیا۔ ان کے نزدیک شریعت بغیر تصوف کے ظاہر خشک بن جاتا ہے، اور تصوف بغیر شریعت کے باطن گمراہ بن جاتا ہے۔ دوسری طرف تاریخ میں ایسے گروہ بھی سامنے آئے جنہوں نے یا تو افراط کے سبب تصوف کو شریعت کے قیود سے آزاد کر دیا، یا تفریط کے باعث ہر قسم کے باطنی تزکیے اور روحانی مجاہدے کو بدعت یا غیر ضروری قرار دے دیا۔ افراط کی صورت میں بعض لوگوں نے کشف و الہام، وجد و حال اور ذوقی کیفیات کو نصوصِ شرعیہ پر مقدم سمجھ لیا، جبکہ تفریط کے شکار طبقے نے تصوف کے پورے ذخیرۂ اخلاق، اخلاص اور احسان کو محض چند غلط رویّوں کی بنیاد پر رد کر دیا۔ یہی وہ نازک مقام ہے جہاں تصوف

ایک علمی توازن کا محتاج نظر آتا ہے۔ اگر تصوف کو اس کے اصل مصادر کی طرف لوٹایا جائے تو اس کی جڑیں براہِ راست قرآن وسنت میں پیوست نظر آتی ہیں۔ قرآنِ کریم کا مقصدِ بعثتِ نبویؐ بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے :يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

یہ تزکیۂ نفس، تطہیرِ قلب، اور اصلاحِ باطن ہی تو ہے جسے بعد کے ادوار میں " تصوف" کے نام سے تعبیر کیا گیا۔ اسی طرح حدیثِ جبریل میں بیان کردہ مقامِ احسان بی" أن تعبد اللہ کأ نک تراہ" تصوف کی روح ہے،جس میں عبادت محض عمل نہیں رہتی بلکہ شعورِ معیتِ الٰہی میں ڈھل جاتی ہے۔

اسلامی تاریخ کا ایک روشن باب وہ ہے جہاں اکابرِ امت نے تصوف کو نہ صرف اپنایا بلکہ اسے علمی، شرعی اور اصلاحی دائرے میں محفوظ رکھا۔ امام جنید بغدادیؒ کا یہ قول کہ" ہمارا یہ علم کتاب وسنت کا پابند ہے"۔ اور امام غزالیؒ نے فقہ، کلام اور تصوف تینوں کو یکجا کر کے ثابت کیا کہ شریعت، طریقت اور حقیقت دراصل ایک ہی حقیقت کے مختلف مظاہر ہیں۔ اسی طرح برصغیر میں شیخ احمد سرہندیؒ، شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے بعد کے اکابر نے تصوف کو بدعات، غلو اور بے اعتدالی سے پاک کر کے اصلاحِ امت کا مؤثر ذریعہ بنایا۔

یہ حضرات تصوف کو نہ خانقاہی جمود تک محدود رکھتے تھے اور نہ اسے شریعت سے بے نیاز سمجھتے تھے، بلکہ ان کے نزدیک تصوف عمل کی جان، علم کی روح اور اخلاق کی تکمیل تھا۔ تصوف کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ وہ فرد کو محض عبادت گزار نہیں بلکہ صاحبِ کردار بناتا ہے۔ ریا، حسد، تکبر اور حبِ دنیا جیسی باطنی آفات کا علاج تصوف کے بغیر ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی معاشروں میں جب بھی اخلاقی زوال آیا، اکابر نے سیاسی یا محض فقہی نعروں کے

بجائے تزکیۂ نفس اور اصلاحِ قلب پر زور دیا۔ تصوف نے معاشرے کو حلم، برداشت، ایثار، محبت اور خوفِ خدا کی قدریں عطا کیں۔ مدارس، مساجد اور خانقاہیں جب شریعت وسنت کے دائرے میں رہیں تو وہ اصلاحِ امت کے مراکز بنیں، اور جب اس توازن سے ہٹیں تو زوال کا شکار ہوئیں۔ خلاصہ یہ کہ تصوف اسلامی علوم کا کوئی اضافی یا ثانوی شعبہ نہیں، بلکہ وہ ایمان کی روح، عمل کی جان اور اخلاق کی بنیاد ہے بشرطیکہ وہ قرآن وسنت، فقہ وشریعت اور منہجِ سلف کے تابع ہو۔ تاریخِ اسلام گواہ ہے کہ جن اکابر نے تصوف کو علمی، شرعی اور اصلاحی حدود میں رکھا، انہی کے ذریعے امت نے فکری، اخلاقی اور روحانی استحکام پایا۔ آج بھی امت کو نہ تصوف کے انکار کی ضرورت ہے اور نہ اس میں غلو کی، بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ تصوف کو اکابر کے متوازن منہج کے مطابق سمجھا جائے، اپنایا جائے اور امت کی اصلاح کا ذریعہ بنایا جائے۔

اسلامی تاریخ میں کچھ شخصیات ایسی گزری ہیں جنہوں نے اپنے علم، عمل، اخلاص، تقویٰ، اور روحانی فیضان کے ذریعے نہ صرف اپنے عہد کو منور کیا بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی مشعلِ راہ بن گئیں۔ ان ہی برگزیدہ ہستیوں میں ایک درخشاں نام حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ آپ بیک وقت عالمِ باعمل، شیخِ کامل، مربیِ نفوس، داعیِ اصلاح، اور مرشدِ طریقت تھے۔ آپ کی ذات تصوف کے اعلیٰ مقام پر فائز ایک ایسی ہمہ جہت شخصیت تھی جس میں شریعت وطریقت، علم وعمل، ظاہر وباطن اور فکر وذکر کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔

سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی بنیاد حضرت مجدد الف ثانیؒ نے رکھی، جن کا مقصد : بدعات کا

انسداد، سنت کی تجدید اور باطنی اصلاح کو شریعت کے تابع رکھنا ہے۔ حضرت مجددؒ فرماتے ہیں :۔"ہر وہ کیفیت جو سنت کے خلاف ہو، چاہے کتنی ہی پر کشش ہو، مردود ہے۔۔"
حضرت پیر ذوالفقار احمد رحمہ اللہ اسی فکر کے حقیقی وارث تھے۔ ان کی تعلیمات میں ذکرِ حقی، مراقبہ، مجاہدہ مگر کامل شریعت کی پابندی واضح طور پر نمایاں ہے۔ آپ کے نزدیک شریعت اور تصوف میں تضاد نہیں بلکہ تکمیل ہے۔ وہ تصوف کو شریعت کے خطرناک اور شریعت کو بغیر تصوف کے بے روح قرار دیتے تھے۔ یہی فکری توازن حضرت پیر صاحبؒ کے منہج کی بنیاد ہے۔

امام الوقت، سیّدُ العلماء والصالحین، قدوۃُ العارفین، محیُّ السنۃ، مصلحُ الامۃ، عاشقِ سننِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرتِ اقدس مولانا پیر محمد ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمہ اللہ کی ذاتِ گرامی کسی تعارف، تعریف یا توصیف کی محتاج نہیں۔ اُن کی علمی و روحانی رفعتیں آفتابِ نیم روز کی مانند روشن ہیں۔ مجھ جیسے کم فہم، کم علم اور بے بضاعت شخص کے لیے اُن کے کمالات و محاسن کو صفحۂ تحریر پر لانا گویا سمندر کو کوزے میں بند کرنے یا آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، تاہم عقیدتِ قلبی اور محبتِ صادق کا تقاضا ہے کہ چند سطریں نذرانۂ عقیدت کے طور پر پیش کر دی جائیں۔

حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے اپنی پوری حیاتِ مستعار کو احیائے سنّتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اصلاحِ اُمت اور تزکیۂ قلوب کے لیے وقف فرما رکھا تھا۔ آپ کی فکر، دعوت اور جدوجہد کا مرکز و محور یہی تھا کہ امت کو شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ازسرِ نو جوڑا جائے، بدعات و منکرات کا سدِّ باب ہو، اور دلوں میں تقویٰ، اخلاص، زہد اور للّٰہیت کی روح پھونکی جائے۔ اسی

دردِ ایمانی اور سوزِ دروں کے تحت آپ نے عالمِ اسلام کے مختلف خطوں کے اسفار فرمائے اور اپنے وعظ، نصیحت اور تربیتی مجالس کے ذریعے بے شمار نفوس کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا۔ آپ کی مجالسِ ارشاد اور حلقہ ہائے ذکر وفکر کا یہ اثر ہوا کہ کتنے ہی گم گشتہ راہ افراد نے راہِ راست اختیار کی، معصیت و نافرمانی سے توبہ کر کے اطاعت و بندگی کو اپنا شعار بنایا، اور اپنی ظاہری و باطنی زندگی کو سنتِ رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھالنے کی جدوجہد میں مصروف ہو گئے۔ یوں ان کی زندگیاں اخلاص، استقامت اور یکسوئی کی عملی تصویر بن کر اس مصراع کا مصداق بن گئے کہ : چھوڑی ہے دورنگی اب اختیار کی ہے یک رنگی۔

حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کے احوال و آثار کو قلم بند کرنے کے لیے لامحدود اوراق درکار ہیں۔ مثلِ مشہور ہے کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے، اور اصلاحِ باطن وتزکیۂ نفس کی وہ عظیم الشان خدمات جو اللہ رب العزت نے آپ سے لی، خود آپ کی صداقت، اخلاص اور مقبولیت کی روشن دلیل ہیں۔

آج ہم جسمانی امراض کے علاج کے لیے جس قدر فکر مند نظر آتے ہیں، اس سے کہیں زیادہ فکر روحانی بیماریوں کے لیے درکار ہے۔ کیونکہ اگر جسم بظاہر تندرست اور خوبصورت ہو، مگر روح بیمار اور دل آلودہ ہو، تو ایسی صحت بے معنی ہے۔ جب انسان بیمار روح اور سقیم قلب کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوگا تو ندامت وشرمندگی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

خوش نصیب ہے وہ انسان جسے کوئی ماہر روحانی معالج، کامل مرشد میسر آجائے، جو اس کے باطنی امراض کی تشخیص کر کے اصلاح فرمائے، تاکہ وہ نفسانی آلودگیوں سے پاک ہو کر اپنے رب کا محبوب بندہ بن سکے۔ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ عالمِ اسلام کی ان برگزیدہ

ہستیوں میں شامل تھے جو دعوت، رشد و ہدایت اور اصلاحِ امت کے عظیم فریضے میں مصروفِ عمل رہیں۔ آپ کا اسلوب نہایت مصلحانہ، حکیمانہ اور مربیانہ تھا۔ ایک طرف آپ اپنے متوسلین اور سالکین کے قلوب کو محبتِ الٰہی کی حرارت سے منور فرماتے، اور دوسری طرف انتہائی شفقت اور دانائی کے ساتھ ان باطنی روگوں کی نشاندہی کرتے جو قربِ الٰہی کے حصول میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ آپ کی نگاہِ ناز میں درد بھی تھا اور دوا بھی، جراحت بھی تھی اور شفا بھی۔

حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کو یہ مقام و رفعت کیسے حاصل ہوئے؟

اولیائے کرام اور اکابرِ اہلِ اللہ کی زندگیوں کا مطالعہ ہمیں یہ حقیقت سمجھاتا ہے کہ روحانی رفعت، مقبولیتِ عامہ اور قبولیتِ بارگاہِ الٰہی کسی وقتی جذبات، محض خاندانی نسبت یا ظاہری شہرت کا نتیجہ نہیں ہوتیں، بلکہ یہ وہ انعامات ہیں جو صدقِ نیت، مجاہدۂ نفس، اتباعِ سنت، اخلاصِ عمل اور کامل عبودیت کے نتیجے میں عطا ہوتے ہیں۔

حضرت اقدس مولانا پیر محمد ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی انہی نفوسِ قدسیہ میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی مقام و رفعت سے نوازا، اور یہ رفعت محض عطیۂ الٰہی نہیں بلکہ ایک طویل روحانی جدوجہد کا ثمر ہے۔

1۔ حضرت پیر صاحبؒ کی روحانی زندگی کی بنیاد خالص نیت پر قائم تھی۔ آپ کی طلب نہ شہرت تھی، نہ مریدوں کی کثرت، نہ دنیاوی وجاہت؛ بلکہ آپ کی ساری جدوجہد کا مرکز صرف ایک تھا وہ ہے رضائے الٰہی اور قربِ الٰہی۔ یہی اخلاص وہ جوہر ہے جس کے بارے میں حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے :إنما الأعمال بالنيات۔ حضرت پیر صاحبؒ نے علم، عمل، اصلاح اور دعوت ہر میدان میں اسی نیت کو زندہ رکھا، اور یہی اخلاص آپ کے اعمال میں تاثیر

اور قبولیت کا سبب بنا۔

2۔مجاہدۂ نفس اور تزکیۂ باطن روحانی رفعت کا سب سے بڑا دروازہ نفس کی مخالفت ہے۔حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ نے عملی طور پر اس راہ کو اختیار کیا جو مجاہد نفس کے لیے کارگر ثابت ہو۔آپ کی زندگی سادگی،قناعت،صبر،تواضع اور استغناء کی عملی تصویر تھی۔ خواہ تنہائی کا ذوق ہو یا اجتماع میں قیادت ہر حال میں نفس کو شریعت کے تابع رکھا۔

صوفیائے کرام کے ہاں مسلم اصول ہے : من ملک نفسہ عند الشهوات ارتقى فی الدرجات ؛یعنی ''جس نے شہوات کے مقابلے میں اپنے نفس کو قابو میں رکھا، وہ اعلیٰ مقامات تک پہنچ گیا۔''

یہ قول مجاہدۂ نفس اور ضبطِ خواہش کی روحانی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔حضرت پیر صاحبؒ نے نفس کی خواہشات کو کچل کر روح کو بالیدگی بخشی، اور یہی باطنی پاکیزگی آپ کے بلند مقام کا سبب بنی۔

3۔اتباعِ سنت ﷺ اور عشقِ رسول ﷺ حضرت پیر صاحبؒ کی شخصیت کا سب سے نمایاں وصف عشقِ رسول ﷺ تھا، جو محض دعویٰ نہیں بلکہ کامل اتباع کی صورت میں جلوہ گر تھا۔آپ کی عبادات، معاملات، اخلاق، لباس، گفتگو اور اصلاحی منہج سب سنتِ نبوی ﷺ کے آئینہ دار تھے۔

اکابر فرماتے ہیں :الطريق إلى الله مسدود إلا على من اقتفى أثر الرسول صلى الله عليه وسلم یعنی ''اللہ کا راستہ ہر ایک پر بند ہے،مگر اس کے لیے جو رسول اللہ ﷺ کی پیروی اختیار کرے۔'' یہ مقولہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ قربِ الٰہی اور ہدایت کا واحد معتبر راستہ سنتِ نبوی ﷺ کی اتباع ہے۔اسی کامل اتباع نے آپ کے تصوف کو شریعت کا

محافظ بنایا، اور آپ کو امت میں اعتماد و مقبولیت عطا کی۔

4۔علم وعمل کا حسین امتزاج حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کا مقام اس لیے بھی منفرد ہے کہ آپ علمی پختگی اور روحانی گہرائی کا حسین امتزاج تھے۔آپ نے تصوف کو نہ تو خشک فلسفہ بننے دیا اور نہ ہی بے قید جذباتیت۔ بلکہ قرآن، حدیث اور فقہ کے مضبوط اصولوں کے تحت اصلاحِ باطن کا کام کیا۔ یہی توازن آپ کو افراط وتفریط سے محفوظ رکھتا رہا اور آپ کی نسبت کو اہلِ علم واہلِ دل دونوں طبقات میں معتبر بنایا۔

5۔خدمتِ خلق اور اصلاحِ امت اللہ تعالیٰ جس بندے کو رفعت عطا فرماتا ہے، اسے امت کے لیے نفع بخش بنا دیتا ہے۔ حضرت پیر صاحبؒ نے ہزاروں دلوں کو گناہوں سے توبہ، بدعات سے اجتناب اور سنت سے وابستگی کی طرف متوجہ کیا۔

ان کی خانقاہ اصلاح کا مرکز تھا، نہ کہ رسم ورواج کا گڑھ۔آپ کی مجلس میں گناہ گار کو امید ملتی، غافل کو بیداری نصیب ہوتی، طالبِ حق کو رہنمائی ملتی۔ یہی خدمتِ دین آپ کی روحانی بلندی کا عملی اظہار تھی۔

6۔تواضع اور انکساری بلند مقام کے باوجود حضرت پیر صاحبؒ کی زندگی تواضع وانکسار کی مثال تھی۔ نہ دعویٰ، نہ تفاخر، نہ خودنمائی بلکہ ہر حال میں اپنے آپ کو اللہ کا محتاج بندہ سمجھنا۔

یہی وہ صفت ہے جس کے بارے میں فرمایا گیا :**من تواضع لله رفعه الله**

الغرض حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمہ اللہ کو جو مقام ورفعت حاصل ہوئی، وہ کسی ایک سبب کا نتیجہ نہیں، بلکہ اخلاص، مجاہدہ، اتباعِ سنت، علم وعمل، خدمتِ خلق اور تواضع کا مجموعی ثمر ہے۔آپ کی زندگی اس حقیقت کی زندہ دلیل ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے

لیے فنا کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے دلوں پر حکمرانی عطا فرما دیتا ہے۔

اولیاءاللہ عشقِ الٰہی کے زندہ پیکر

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں بعض ایسے خوش نصیب بندے پیدا فرمائے ہیں جنہیں وہ ایسے روحانی مقامات اور باطنی مدارج سے نوازتا ہے جن کی بلندی تک عام نگاہ کی رسائی ممکن نہیں ہوتی۔ یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں جو عرفِ عام میں اللہ والے کہلاتی ہیں۔ ان کا مقام نہ کسی ظاہری منصب کا محتاج ہوتا ہے، نہ دنیاوی شہرت و ناموری کا؛ بلکہ ان کی عزت، رفعت اور بلندی کا سرچشمہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا، قرب اور محبت ہوتی ہے۔ قرآنِ کریم، سنتِ نبوی ﷺ اور اکابرِ امت کی متفقہ تعلیمات اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ یہ بلند مرتبہ مجاہدۂ نفس اور عشقِ الٰہی کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ مجاہدۂ نفس دراصل قربِ الٰہی کا پہلا زینہ ہے، اس لیے کہ نفسِ انسانی خواہشات، لذتوں، خود پسندی اور دنیا پرستی کا مرکز ہے۔ جب تک بندہ نفس کی غلامی سے آزاد نہیں ہوتا، وہ بندگیِ حق کا حقیقی ذائقہ نہیں پا سکتا۔ اسی حقیقت کی طرف قرآنِ کریم میں یوں رہنمائی فرمائی گئی ہے: وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ (النازعات 40–41)

نفس کے خلاف جدوجہد، خواہشات کو شریعت کے تابع کرنا، حلال و حرام میں واضح امتیاز قائم رکھنا اور ہر قدم پر رضائے الٰہی کو مقدم رکھنا ہی مجاہدۂ نفس ہے۔ یہی وہ کٹھن مگر بابرکت راستہ ہے جس پر چل کر دل کا آئینہ صاف ہوتا ہے اور بندہ نورِ الٰہی کا حامل بنتا ہے۔

قربِ الٰہی کا دوسرا اور اعلیٰ زینہ عشقِ الٰہی ہے۔ محض ظاہری اعمال اگرچہ ضروری ہیں، مگر اللہ والوں کی اصل قوت عشقِ الٰہی ہی ہوتی ہے۔ عشق وہ کیفیت ہے جس میں بندہ اپنی

چاہت، اپنی رضا اور اپنی خواہش کو مٹا کر محبوبِ حقیقی کی مرضی میں فنا ہو جاتا ہے۔ عشقِ الٰہی دل کو زندہ، آنکھ کو بیدار اور عمل کو خلوص وللّٰہیت سے بھر دیتا ہے۔ یہ عشق بندے سے سب کچھ لے لیتا ہے، مگر بدلے میں اللہ دے دیتا ہے۔ یہ عشق آنکھوں سے نیند چھین لیتا ہے، مگر دل کو قرار دے دیتا ہے۔ یہ عشق بندے کو دنیا سے بے نیاز کر دیتا ہے، مگر رب سے جوڑ دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حدیثِ قدسی میں اپنے عاشق بندے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ اس کے ہاتھ، پاؤں اور سماعت بن جاتے ہیں۔ یہ عظیم مرتبہ محض عشق ہی کے ذریعے نصیب ہوتا ہے۔ یہ بات سمجھنا نہایت ضروری ہے کہ مجاہدۂ نفس اور عشقِ الٰہی ایک دوسرے سے جدا نہیں، بلکہ لازم وملزوم ہیں۔ مجاہدہ عشق کا راستہ ہموار کرتا ہے، اور عشق مجاہدہ کو آسان بنا دیتا ہے۔ جس قدر بندہ نفس کو توڑتا ہے، اسی قدر دل میں محبتِ الٰہی کی شمع روشن ہوتی جاتی ہے۔ اکابرِ صوفیہ نے اسی حقیقت کو نہایت جامع انداز میں یوں بیان فرمایا ہے: ''نفس کو مارو، دل زندہ ہوگا؛ دل زندہ ہوگا تو رب ملے گا۔'' اللہ والوں کی بلندی نہ موروثی ہوتی ہے اور نہ کسی ظاہری سبب کی مرہونِ منت؛ بلکہ یہ بلندی مسلسل مجاہدہ، صبر، اخلاص اور عشقِ الٰہی کی دولت سے حاصل ہوتی ہے۔ جو بندہ اپنے نفس کو شریعت کے تابع کر لے اور اپنے دل کو محبتِ الٰہی سے معمور کر لے، اللہ تعالیٰ اسے وہ مقام عطا فرماتے ہیں کہ دنیا کی نگاہیں عقیدت سے جھک جاتی ہیں اور آسمانوں میں اس کا ذکرِ خیر ہوتا ہے۔ یہی وہ راستہ ہے جو بندگی کو ولایت اور اطاعت کو قربِ الٰہی میں بدل دیتا ہے۔

امامُ العلماء والصلحاء، شیخُ الطریقت، محیِ السنۃ، مصلحِ اُمّت، وارثِ علومِ نبویہ ﷺ، ترجمانِ شریعتِ مطہرہ، شیخُ السالکین، مرشدِ کامل، رہبرِ اہلِ تصوف، طبیبِ قلوب، پیرِ

طریقت، سراجُ السالکین، وارثِ نسبتِ نقشبندیہ، حاملِ فیوضاتِ مجددیہ، قطبُ الارشاد حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمہ اللہ اسی عشقِ الٰہی میں شرسار ہو کر تصوف کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہوئے۔ آپ کی تمام تصانیف، بالخصوص کتاب "عشقِ الٰہی"، اس بات کی روشن شہادت ہیں کہ آپ کا دل کس درجہ محبتِ الٰہی سے لبریز تھا۔ اس کتاب کا پیش لفظ پڑھنے سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت پیر صاحبؒ اللہ ربّ العزت سے کس والہانہ اور ٹوٹ کر محبت کرتے تھے۔

آپ کے الفاظ محض تحریر نہیں، بلکہ دل کی دھڑکن، عشق کی صدا اور فنا کی ترجمانی ہیں۔ وہ پیش لفظ دراصل عشقِ الٰہی کا ایک زندہ مرقع ہے جو قاری کے دل کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے اور یہ باور کراتا ہے کہ عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اوّلیں عشق ہے۔

حضرت پیر صاحبؒ نے اپنے اس رسالہ میں جو کچھ لکھا، وہ علم کی نمائش نہیں بلکہ عشق کی شہادت ہے؛ اور یہی وہ صفت ہے جو اولیائے اللہ کو عام اہلِ علم سے ممتاز کرتی ہے۔

اگر عشقِ الٰہی کی کوئی زندہ مثال دیکھی جا سکتی ہے تو وہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمہ اللہ کی ذاتِ اقدس ہے۔ آپ کی زندگی، آپ کی خاموشی، آپ کی گفتگو، آپ کی تحریر سب کچھ اس بات کی شاہد ہے کہ آپ کا دل دنیا کے لیے نہیں، صرف اللہ کے لیے دھڑکتا تھا۔ آپ عشق الٰہی کے بارے میں لکھتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے قلم نہیں، دل بہہ رہا ہے۔ الفاظ نہیں، آنسو ٹپک رہے ہیں۔ عبارت نہیں، عشق بول رہا ہے۔ خصوصاً آپ کی کتاب — "عشقِ الٰہی" — اس حقیقت کی سب سے روشن دلیل ہے۔ اس کتاب کا مواد کوئی علمی بحث نہیں، بلکہ ایک عاشق کا اپنے محبوب سے خاموش مکالمہ ہے۔ جب آپ فرماتے ہیں

کہ : ''فقیر نے جب قلم اٹھایا تو خیالات کا ایسا تسلسل بنا جو ٹوٹتا ہی نہ تھا۔'' تو درحقیقت یہ قلم نہیں، عشق کی روانی تھی جو رکی نہیں۔ اور جب آپ یہ اندیشہ ظاہر کرتے ہیں کہ : ''کہیں ترے حسن کی توہین نہ ہو جائے'' تو یہ جملہ اعلان کرتا ہے کہ یہ لکھنے والا صرف عالم نہیں، عاشق بھی ہے جو لفظ لکھنے سے پہلے ہی آدابِ عشق اور خوفِ محبوب میں مبتلا ہے۔ آپ کا یہ اعتراف کہ : ''عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اوّلیں عشق ہے'' درحقیقت آپ کی پوری زندگی کا خلاصہ ہے۔ آپ کے نزدیک عشق کے بغیر شریعت بھی محض نقشہ اور طریقت بھی بے روح ہے۔ حضرت پیر صاحبؒ نے اس تلخ حقیقت کی طرف بھی توجہ دلائی کہ آج کا انسان دنیا کو سمیٹنے میں لگا ہے، مگر عشقِ الٰہی کے نام پر صرف باتیں کرتا ہے۔ آپ نے واضح فرمایا کہ سلطانِ عشق کی عدالت میں دل بانٹنے کی اجازت نہیں وہاں تو مکمل یکسوئی درکار ہے۔

فنا فی الشیخ سے بقا باللہ تک آپ کا سفر

تصوف اسلامی تعلیمات کا وہ باطنی، روحانی اور تربیتی پہلو ہے جس کا مقصد انسان کو محض ظاہری اعمال تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اس کے قلب، نیت، فکر اور باطن کو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قرب کے نور سے منور کرتا ہے۔ تاریخِ اسلام اس حقیقت کی شاہد ہے کہ جن نفوسِ قدسیہ نے تصوف کے منازل کو سنتِ نبویؐ کی کامل اتباع کے ساتھ طے کیا، وہی امت کے لیے مشعلِ راہ اور قافلہ سالار ثابت ہوئے۔ انہی برگزیدہ ہستیوں میں راہبرِ طریقِ محمدی ﷺ، معلمِ سلوکِ شرعی، ترجمانِ تصوفِ اعتدالی، وارثِ مزاجِ امام ربانی، سالکِ مشربِ نقشبندی حضرت اقدس مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمہ اللہ کا نام نہایت درخشاں حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت پیر صاحبؒ کا روحانی سفر محض وجدانی کیفیات یا کشفی مشاہدات کا مجموعہ نہیں تھا،

بلکہ وہ ایک منظم، شرعی، علمی اور تربیتی سلوک تھا جس کی بنیاد فنا اور بقا کے ان اعلیٰ مدارج پر قائم تھی جنہیں اکابرِ تصوف نے صدیوں کی ریاضت کے بعد واضح فرمایا۔ آپؒ نے تصوف کے سفر کا آغاز فنا فی الشیخ کے مقام سے کیا اور تدریجاً فنا فی الرسول ﷺ، پھر فنا فی اللہ اور بالآخر بقا باللہ کے بلند ترین مقام تک رسائی حاصل فرمائی۔

فنا فی الشیخ اطاعت، اعتماد اور تربیت کا پہلا زینہ۔ تصوف کی راہ میں پہلا عملی اور فیصلہ کن مرحلہ فنا فی الشیخ کا ہوتا ہے۔ اس مقام کا مفہوم یہ نہیں کہ شیخ کی ذات مقصود بن جائے، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ سالک اپنی خودی، اپنی رائے، اپنی خواہش اور اپنے نفس کی انانیت کو شیخِ کامل کی رہنمائی میں مٹا دے۔ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ نے اپنے شیخِ کامل کی صحبت، اطاعت اور تربیت کو اس درجہ اختیار فرمایا کہ اپنی ذات کو سراپا تسلیم و رضا بنا لیا۔ آپؒ کی زندگی اس حقیقت کی گواہ ہے کہ فنا فی الشیخ محض ایک نظری اصطلاح نہیں، بلکہ عملی مجاہدہ، ضبطِ نفس، خاموش اطاعت اور مسلسل اصلاحِ باطن کا نام ہے۔ یہی وہ مرحلہ تھا جہاں آپؒ کے نفس کی کجی سیدھی ہوئی، باطن کی تہیں صاف ہوئیں اور دل ذکر و فکر کے نور سے آشنا ہوا۔

فنا فی الرسول ﷺ : محبت، اتباع اور اسوۂ نبویؐ میں گم ہو جانا ہے۔ جب سالک فنا فی الشیخ کے مرحلے کو اخلاص اور استقامت سے طے کر لیتا ہے تو وہ فنا فی الرسول ﷺ کے مقام پر فائز کیا جاتا ہے۔ یہ مقام دراصل سنتِ رسولؐ میں مکمل فنا ہو جانے کا نام ہے، جہاں سالک کا ظاہر و باطن، اخلاق و عادات اور فکر و عمل سب حضور اکرم ﷺ کی سنت کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔ حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کی پوری حیاتِ طیبہ عشقِ رسول

ﷺ، اتباعِ سنت اور تعظیمِ شریعت کا عملی نمونہ تھی۔ آپؒ کی گفتگو ہو یا خاموشی، عبادت ہو یا معاملات، خلوت ہو یا جلوت ہر پہلو سے سنتِ نبویؐ کی خوشبو آتی تھی۔ یہی فنا فی الرسول ﷺ تھی جس نے آپؒ کو محض ایک صوفی نہیں بلکہ ایک محی السنۃ اور مجددِ فکر و عمل بنا دیا۔

فنا فی اللہ توحیدِ خالص اور خودی کا کلی انہدام ہے۔ فنا فی اللہ تصوف کا وہ نازک اور بلند مقام ہے جہاں بندہ اپنی ہستی، اپنے وجود اور اپنی نسبت کو کلی طور پر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سپرد کر دیتا ہے۔ یہاں اپنی خودی سے "میں" باقی نہیں رہتی، بلکہ ہر شے میں اللہ کی قدرت، حکمت اور جمال کا ظہور نظر آتا ہے۔ حضرت پیر صاحبؒ اس مقام پر پہنچ کر کامل توحید کے عملی مظہر بن گئے۔ آپؒ کی عاجزی، انکساری، بےنفسی اور للّٰہیت اس بات کا واضح ثبوت تھی کہ آپؒ کا دل غیر اللہ سے پاک ہو چکا تھا۔ نہ شہرت کی طلب، نہ منصب کی خواہش، نہ دنیاوی جاہ و حشمت کی آرزو۔ یہ سب فنا فی اللہ کے آثار تھے جو آپؒ کی ذات میں نمایاں تھے۔

بقا باللہ یہ خدمتِ خلق اور اصلاحِ امت کا جامع منصب ہے۔ تصوف کا معراج فنا سے شروع ہو کر بقا پر رکتا ہے، اس مقام پر سالک اللہ تعالیٰ کی عطا کا مشادہ کرتا ہے، سالک اب اس مقام پر پہنچ کر اس کی زندگی کا مقصد اپنی ذات نہیں بلکہ اللہ کے دین کی خدمت اور بندگانِ خدا کی اصلاح ہوتا ہے۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ بقا باللہ کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہو کر امت کے لیے نافع اور رحمت بن گئے۔ آپؒ کی مجالسِ ذکر، تربیتی اجتماعات، اصلاحی خطوط، روحانی نصائح اور ہزاروں سالکین کی تربیت یہ اس بات کی دلیل ہیں کہ آپؒ کا وجود فنا کے بعد بقا کا حسین امتزاج تھا۔ اللہ نے آپؒ کو تصوف کی گوشہ نشینی سے نکال کر سنت، شریعت اور

اجتماعیت کے ساتھ جوڑ دیا۔

تصوف کے اعلیٰ مقام پر فائز ایک کامل انسان

یوں حضرت پیر صاحبؒ کا یہ روحانی سفر فنا فی الشیخ سے لے کر بقا باللہ تک تصوف کے اس اعلیٰ اور متوازن تصور کا آئینہ دار ہے جس میں شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت سب ایک دوسرے سے ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔ آپؒ نہ صرف ایک صاحبِ حال صوفی تھے بلکہ ایک صاحبِ علم، صاحبِ فکر اور صاحبِ درد مصلح بھی تھے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمہ اللہ کے درجات کو بلند فرمائے، ان کی روحانی خدمات کو قبول فرمائے، اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

تربیتی دنیا کی عظیم ہستی

مولانا محمد زاھد علی الحسنی الرشیدی (شیخ الحدیث مدرسہ اسلامیہ اشاعت القرآن وخطیب مسجد قطب شاہی ملکاپور مہدی پٹنم حیدرآباد)

الحمدللہ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

محبوب العلماء والصلحاء حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ ایک معروف پاکستانی عالم دین اور سلسلہ نقشبندیہ کے صوفی بزرگ تھے جو اپنی روحانی تعلیمات، اصلاحی دروس، اور کثیر تعداد میں خلفاء کی تربیت کے لیے مشہور ہیں، خاص طور پر" نماز کے اسرار و رموز" جیسی کتب کے ذریعے لوگوں کو نماز میں خشوع وخضوع سکھانے پر ان کی خاص توجہ تھی، اور وہ اپنی زندگی میں ہزاروں لوگوں کو اللہ اور رسول ﷺ کے راستے پر لانے میں کامیاب ہوئے.

آپ سلسلہ نقشبندیہ کے ایک صاحب نسبت بزرگ تھے، اور آپ کے روحانی فیوض و برکات دور دور تک پھیلے ہوئے تھے اور ان کی زندگی کا محور لوگوں کی روحانی اصلاح اور انہیں دین متین کے قریب لانا تھا، اور آپ کی تعلیمات کا بنیادی مقصد تزکیہ نفس اور اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرنا تھا. انہوں نے متعدد کتب تصنیف کیں اور اپنے دروس کے ذریعے ہزاروں لوگوں کو متاثر کیا، خصوصاً" نماز کے اسرار و رموز" جیسی کتاب نے لوگوں کی نمازوں میں تبدیلی لائی.

آپؒ کے خلفاء میں ہندوستان سے تعلق رکھنے والے کئی مشہور علماء شامل ہیں، جیسے حضرت مولانا خلیل الرحمن سجاد نعمانی صاحب، حضرت مولانا سید محمد طلحہ قاسمی، حضرت مولانا محمود مدنی صاحب، اور حضرت مولانا محمد سلمان بجنوری صاحب، حضرت مولانا محمد صلاح الدین سیفی صاحب، حضرت مولانا سید احمد ومیض ندوی صاحب، حضرت مولانا مفتی شکیل احمد نقشبندی صاحب حضرت مولانا محمد شفیع الدین

ندوی صاحب وغیرہ شامل ہیں۔

حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ اپنے علم اور نسبت کے باوجود بہت سادہ اور ملنسار شخصیت کے مالک تھے۔

آپ کے دروس میں قرآن وسنت کے ساتھ ساتھ دنیاوی مسائل کا حل بھی ہوتا تھا اور حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ نے اپنی زندگی میں جو علمی اور روحانی کام کیا، اس سے بہت سے لوگوں کو فائدہ پہنچا، اور آج بھی ان کے دروس اور تصانیف سے لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔

حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ تربیتی دنیا کے ایک عظیم ہستی و شخصیت تھے بلکہ آپ کی مبارک زندگی کے حصہ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو بخوبی اندازہ ہوگا کہ آپ کی زندگی کا مقصد ہی اصلاح و تربیت تھا اور صحبت صالح ترا صالح کند کے جہاں تک اصلاح کی بات کی جائے تو اعتقادات کی اصلاح اعمال کی اصلاح معاملات کی اصلاح معاشرت کی اصلاح اخلاق کی اصلاح نمایاں طور پر ہوتی تھی اور بات تربیت کی کی جاتی تو سیکڑوں افراد کی ہر عورت و مرد کی تربیت آپ نے کی کتنے اجڑتے گھر پھر سے آباد ہوئے کتنے بچھڑنے کے قریب جوڑے پھر سے ملگئے مردوں میں تربیت عورتوں میں تربیت اولاد کی تربیت تلامذہ کی تربیت سالکین کی تربیت ہر مسلمان کی تربیت غرض ہر بندئے خدا کی تربیت کا نرالا انداز اور انوکھا ملکۂ تربیت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا ہے تربیت کے عنوان سے آپ بہت ساری کتب بھی تحریر آپ نے فرمائی ہیں آپ کی تصانیف میں سے ایک کتاب انداز تربیت کے نام سے ہے اس کتاب میں حضرت جیؒ کے تربیت کے انداز کو کھولا گیا ہے۔ جس کی خاطر آپ کے مختلف خلفائے کرام سے انٹرویو لیے گئے، تاکہ آپ کے تربیت یافتہ افراد سے حضرت جیؒ کی تربیت کرنے کا انداز معلوم کر

سکیں۔اس میں انڈیا کے سفر کے مختلف تاثرات کو بھی شامل کیا گیا ہے،تاکہ یہ تحقیق کی جاسکے کہ انڈیا اور دیوبند کے علمائے کرام حضرت جیؒ کے بارے میں کیا تاثرات رکھتے ہیں،تاکہ پاکستان اور باقی دنیا کے علمائے کرام بھی زیادہ سے زیادہ حضرت شیخ سے فائدہ اٹھاسکیں۔مجموعی طور پر اس کتاب سے حضرت جیؒ کے مختلف تربیت کے انداز اور واقعات کا پتہ چلتا ہے جس سے دوسروں کو بھی اصلاح وتربیت کروانے کا ذوق وشوق پیدا

ہوتا ہے اور ان واقعات کو پڑھ کر کئی لوگوں کی تو اصلاح بھی ہوجاتی ہے۔

یہ کتاب خصوصاً کالجز، یونیورسٹیز اور دنیاوی تعلیم حاصل کیے ہوئے لوگوں کے لیے لکھی گئی ہے۔جس کی وجہ سے اس طبقہ کے سینکڑوں لوگوں کی اصلاح ہورہی ہے۔اس کتاب کا اصل منشا یہ ہے کہ معاشرے میں حیاو باکدامنی پھیلے اور ہر فرد شرم وحیا کا مجسمہ نظر آئے۔

الحمدللہ! حضرت جیؒ اس مقصد میں کامیاب ہوئے ہیں اور بہت سے لوگوں نے یہ کتاب پڑھ کر توبہ کی ہے، اپنے آزادانہ خیالات کو درست کیا ہے اور پھر یہی لوگ دوسروں کے خیالات کو درست کررہے ہیں۔

اس کتاب میں بعض مناظر ایسے آئے ہیں کہ جو معاشرے میں پھیلی ہوئی بے حیائی کی عکاسی کررہے ہیں۔وہ چور دروازے جن کے ذریعے بے حیائی اور بدکاری کے بڑے بڑے دروازے کھلتے ہیں ان کی نشاندہی کی گئی ہے۔ان کی شدت کو سمجھانے کے لیے دل پر پتھر رکھ کر وہ واقعات نمونہ از خروارے کے طور پر لکھے گئے ہیں،تاکہ ہم اپنے معاشرے کے تعفن اور بے غیرتی کا کچھ تو اندازہ لگاسکیں،تاکہ ان واقعات کے مواقع ہی ختم کردیے جائیں۔ایسے خوفناک واقعات کی نوبت ہی نہ آئے،لیکن بعض لوگوں نے ان واقعات کو غلط تناظر میں دیکھا

ہے اور صاحب تصنیف کی کڑھن اور دلسوزی کا اندازہ نہیں لگایا اور یہ بھی اندازہ نہیں لگایا کہ یہ کتاب کن لوگوں کے لیے لکھی گئی ہے۔ یہ روحانی مریضوں اور بیماروں کے لیے لکھی گئی ہے۔

کتاب علماء کرام، متقی اور پرہیزگار لوگوں کے لیے نہیں لکھی گئی، بلکہ یہ ان مریضوں اور بیماروں کے لیے لکھی گئی ہے جو اندر ہی اندر شرم وحیا کی بہت سی سرحدیں عبور کر چکے ہیں۔ جیسا کہ صاحب تصنیف نے اپنی کتاب" لاہور سے تاخاک بخارا وسمرقند" کے شروع میں لکھا ہے کہ علمائے کرام کے لیے نہیں لکھا گیا، کیونکہ وہ تو ماشاء اللہ خود بہت کچھ جانتے ہیں۔ یہ کتاب بھی عام پبلک کے لیے لکھی گئی ہے جو کہ اپنی بے احتیاطی سے ٹی وی، کیبل، ڈش، انٹرنیٹ، سیل فون کے غلط استعمال میں مبتلا ہو کر حیا باختہ چیزوں میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کے ذریعے سے ایسے طبقے کی اصلاح فرمادے جو کہ مدرسوں اور مسجدوں میں بہت کم آتے ہیں۔

اور آپ کے خلفاء میں بھی آپ نے تربیت کے خاص طریقے سکھائے ہیں جس کا اثر یہ ہوا کہ دنیا میں وہ چھا گئے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت فرمائے درجات کو بلند فرمائے اور آپ کے اصلاح وتربیت کے راستے پر تمام امت مسلمہ کو چلائیں اور آپ کا مشن جاری رکھیں اور اس کا مکمل بدلہ ثواب جاریہ کی شکل میں آپ کو عطاء فرمائے اور امت کو آپ کا نعم البدل عطاء فرمائے آمین یارب العالمین۔

احب	الصالحین	ولست	منهم
لعل	الله	یرزقنی	صلاحا

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ اور موجودہ دور میں تزکیہ نفس

ڈاکٹر مفتی خلیل احمد رشادی وقاسمی، کاولی، ضلع نیلور، آندھرا پردیش

حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ عالم اسلام کے ممتاز عالم، سلسلہ نقشبندیہ کے صاحبِ نسبت بزرگ اور عالمی شہرت یافتہ روحانی پیشوا تھے۔ آپ کی زندگی تزکیہ نفس، اصلاح باطن اور قرآن وسنت کی روشنی میں تصوف کی تبلیغ سے عبارت تھی۔ آپ نے پوری دنیا میں لاکھوں لوگوں کے دلوں کو اللہ کی محبت سے منور کیا اور تصوف کو شریعت کے دائرے میں رکھتے ہوئے پیش کیا۔

ابتدائی زندگی اور تعلیم آپ کی ولادت ۱/اپریل ۱۹۵۳ء کو پاکستان کے شہر جھنگ صوبہ پنجاب میں ایک کھرل خاندان میں ہوا۔ عصری تعلیم حاصل کرتے ہوئے آپ نے ۱۹۷۲ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی ایس سی الیکٹریکل انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی اور طویل وقت تک انجینئرنگ کے شعبے میں خدمات انجام دیں۔ آپ چیف الیکٹریکل انجینئر کے عہدے تک پہنچے، مگر اللہ کی طرف رغبت اور روحانی کشش نے آپ کو دنیاوی ملازمت سے الگ کر دیا اور چالیس کی عمر میں آپ نے مکمل طور پر دین کی خدمت کے لیے خود کو وقف کر دیا۔

لاہور میں یونیورسٹی کی زندگی کے دوران ہی آپ کا رابطہ اہل تصوف سے ہوا، ابتدا میں آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ صاحب عمدۃ الفقہ حضرت مولانا سید زوار حسین شاہؒ سے روحانی تعلق قائم کیا اور ان سے مکتوبات مجدد الف ثانیؒ سبقا سبقا پڑھے، جو علم ومعرفت کا خزانہ مانے جاتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے قلب میں معرفت کی چنگاری سلگنے لگی اور آگے چل

کر یہی شعلہ بن گئی جس نے اپنی روشنی سے پورے عالم کو منور کر کے اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ بعد میں ۱۹۸۰ء میں آپ نے خواجہ غلام حبیب نقشبندی مجددیؒ سے بیعت کی اور ۱۹۸۳ء میں خلافت حاصل کی۔ آپ نے خود بیان فرمایا کہ آپ کو کم عمری میں ہی متعدد بار حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔

سلوکِ تصوف اور روحانی خدمات حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کا سلوک سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ پر مبنی ہے، جو شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ سے منسوب ہے۔ آپ کا طریقِ سلوک قرآن وسنت، شریعت کی پابندی اور تزکیہ نفس پر زور دیتا ہے۔ آپ اپنے ارشادات میں زور دیتے ہوئے بار بار ارشاد فرماتے ہیں: ''تصوف کا اصل مقصد نفس کی اصلاح، اخلاق فاضلہ کی آبیاری اور اللہ سے قرب حاصل کرنا ہے''۔

آپ کے معمولات میں ذکر اللہ، مراقبہ، توبہ اور دعا کی خاص اہمیت تھی۔ آپ نے تصوف وسلوک پر کئی کتابیں تصنیف کیں جن میں مرشد کی ضرورت، اخلاص کی حقیقت اور سالک کے لیے معمولات کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں، ان کے علاوہ آپ کے بیانات کا مجموعہ ''خطبات فقیر'' علماء اور اہل طریقت کے قلوب کی غذا ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی علمی ضرورت کو بھی پورا کرتا ہے۔ آپ کی کتابوں اور بیانات کو دنیا بھر میں حیرت انگیز مقبولیت حاصل ہوئی، جن سے آج پوری دنیا استفادہ کر رہی ہے۔

آپ کی تعلیمات میں خاص طور پر نوجوانوں، طلبہ اور جدید تعلیم یافتہ طبقے کی طرف توجہ تھی۔ آپ نے انہیں تصوف سے جوڑ کر دین کی طرف راغب کیا۔

آپ نے معہد الفقیر الاسلامی جھنگ قائم کیا، جو اسلامی تعلیم، تصوف اور اخلاقی

تربیت کا مرکز بنا۔ دنیا کے چالیس سے زائد ملکوں میں آپ کی تبلیغی سفر ہوئے اور لاکھوں مریدین آپ سے وابستہ ہوئے، ۲۰۱۳۔ ۲۰۱۴ء میں آپ کو دنیا کے ۵۰۰ بااثر مسلمانوں میں شامل کیا گیا۔ دارالعلوم دیوبند کے اکابر سے آپ کی گہری عقیدت تھی اور آپ اہل سنت والجماعت کے مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔

خانقاہی نظام کی تجدید: تاریخِ اسلام میں خانقاہیں ہمیشہ سے رشد و ہدایت اور تزکیہ نفس کے مراکز رہی ہیں؛ تاہم، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جہاں مادیت پرستی بڑھی، وہیں خانقاہی نظام میں بھی کئی ایسی رسومات شامل ہوگئیں جن کا روحِ دین سے تعلق نہ تھا، ایسے میں حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ نے خانقاہی نظام کی تجدید کا بیڑا اٹھایا اور اسے دوبارہ سنتِ نبوی ﷺ اور اسلاف کے نقشِ قدم پر استوار کیا، آپ کی خانقاہ میں توجہ صرف ''اللہ کی یاد اور اتباعِ سنت'' پر مرکوز ہوتی ہے۔ حضرت پیر صاحب نے دورِ جدید میں خانقاہی نظام اور تصوف کو جس علمی اور عملی انداز میں پیش کیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ان کی تجدیدی خدمات کے چند اہم پہلو یہ ہیں:

قدیم اور جدید کا سنگم پیر صاحب نے خانقاہ کو صرف مخصوص اذکار کی جگہ تک محدود نہیں رکھا؛ بلکہ اسے ایک ''روحانی ہسپتال'' اور ''یونیورسٹی'' کی شکل دی۔ آپ نے خانقاہ کے دروازے ڈاکٹرز، انجینئرز، پروفیسرز اور جدید تعلیم یافتہ طبقے کے لیے کھولے۔ آپ نے ثابت کیا کہ ایک شخص دنیاوی ترقی کے عروج پر رہتے ہوئے بھی صوفی بن سکتا ہے۔

نظم وضبط: آپ کی خانقاہوں میں وقت کی پابندی اور باقاعدہ تربیتی نصاب رائج ہے، جو قدیم خانقاہی نظام کی گمشدہ کڑی تھی۔

نظریۂ احسان کی دعوت حدیثِ جبریل کے مطابق ''احسان'' یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت ایسے کرو جیسے اسے دیکھ رہے ہو۔ پیر صاحب کا نظریۂ احسان اسی جوہر کو بیدار کرنے پر مبنی ہے۔ آپ کے نزدیک احسان کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا ظاہر اور باطن ایک ہو جائے۔ جو عمل بھی کیا جائے، اس میں صرف اللہ کی رضا پیشِ نظر ہو، آپ کا نظریۂ احسان سنتِ نبوی ﷺ کی کامل اتباع کا نام ہے۔

محبتِ الٰہی کا غلبہ پیر صاحب کے نزدیک ''احسان'' تک پہنچنے کا سب سے مختصر راستہ ''محبت'' ہے۔ جب دل میں اللہ کی محبت غالب آجاتی ہے، تو گناہوں سے بچنا آسان اور نیکی کرنا باعثِ لذت بن جاتا ہے۔

شریعت اور طریقت آپ کے متصوفانہ بیانات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ آپ طریقت کو شریعت کا خادم تصور کرتے ہیں۔ آپ کے نزدیک وہ تصوف بے کار ہے جو انسان کو نماز، روزہ اور حقوق العباد سے غافل کر دے۔

۳۔ باطنی بیماریوں کا علاج آپ نے اپنے بیانات میں حسد، تکبر، حرص اور دنیا کی محبت کو روحانی کینسر قرار دیا ہے۔ آپ کا نظریہ یہ ہے کہ جس طرح جسمانی بیماری کے لیے ڈاکٹر ضروری ہے، اسی طرح باطنی بیماریوں سے نجات کے لیے کسی ''شیخِ کامل'' کی نگرانی میں رہنا ضروری ہے۔

حاصلِ کلام حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ نے تصوف کو خانقاہوں کی چار دیواری سے نکال کر انسانوں کے دلوں میں بسا دیا ہے۔ آپ کی تجدیدی کوششوں سے یہ غلط فہمی دور ہوگئی کہ تصوف دنیا چھوڑنے کا نام ہے، بلکہ آپ نے سکھایا کہ ''دنیا کے اندر رہ کر اللہ

والا کیسے بنا جاتا ہے‘‘۔ آج آپ کی قائم کردہ خانقاہیں لاکھوں انسانوں کے لیے سکونِ قلب اور اصلاحِ احوال کا ذریعہ ہیں۔

وفات طویل علالت (گردوں کے عارضے) کے بعد آپ ۱۴/ دسمبر ۲۰۲۵ء کو ۷۲ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ نماز جنازہ معہد الفقیر الاسلامی جھنگ میں ادا کی گئی۔ آپ کی وفات پر عالم اسلام میں غم کی لہر دوڑ گئی، عالم اسلام کی کئی اہم اور مقتدی شخصیات نے اظہار افسوس کیا۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمدؒ کی زندگی ایک روشن مثال ہے کہ عصری تعلیم یافتہ شخص بھی شریعت وطریقت کو ملا کر اللہ کا ولی بن سکتا ہے۔ آپ کا سلوک، اخلاص، تواضع اور اللہ کی رضا کی تلاش پر مبنی تھا۔ آپ کی تعلیمات آج بھی لاکھوں لوگوں کی رہنمائی کر رہی ہیں اور تصوف کی حقیقی روح کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

آپ کی شخصیت اور آپ کے نظام خانقاہ پر بہت کچھ لکھا جا سکتا اور لکھا جانا چاہئے، لیکن یہ چند صفحات اس کی اجازت نہیں دیتے؛ اس لئے آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت پیر صاحبؒ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت پیر ذوالفقار نقشبندیؒ اپنی دو کتاب کے آئینہ میں

مولانا محمد اسامہ قاسمی، سات بنگلہ، اندھیری، ممبئی 9729810877

اکیسویں صدی کے ربع اول میں بلاشبہ تزکیۂ نفس اور احسان وسلوک کے عظیم الشان کارنامے انجام دینے والوں کے اسماء میں سرفہرست جو نام درج ہوگا وہ حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا ہوگا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو موجودہ دور میں خاص طور پر تزکیۂ نفس کے لئے منتخب فرمایا تھا، اسے اللہ تعالیٰ کا کرشمہ ہی کہا جاسکتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ عصری تعلیم یافتہ تھے، انجنیئر تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو انجنیئر نگ کے میدان سے اٹھا کر اہل دل بنا کر دکان معرفت وسلوک کا امام بنادیا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء

حضرت مولانا پیر ذوالفقار نقشبندیؒ کی زبان یا قلم سے جو بات نکلتی تھی وہ دل پر اثر کرتی تھی اور ایسا اس وجہ سے ہوتا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ عشق الٰہی اور عشق رسولؐ سے سرشار تھے، آپ کا ہر کام کتاب وسنت کی روشنی سے مزین ہوتا تھا، آپ کے عطر بیز قلم سے درجنوں کتابیں منظر عام پر آئیں، اور ہاتھوں ہاتھ لی گئیں، ان میں سے دو کتابیں ایک "عشق الٰہی" اور دوسری "عشق رسولؐ" ہے، ان دونوں کے نام ہی سے کتاب کی اہمیت اور قدر ومنزلت واضح ہے۔

ہم انہیں دونوں کتابوں کی روشنی میں حضرت پیر ذوالفقار نقشبندی رحمۃ اللہ کی روشن و تابناک زندگی کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔

"عشق الٰہی" یہ کتاب 130 / صفحات پر محیط ہے، اس وقت میرے سامنے جو نسخہ

ہے چوبیسواں ایڈیشن ہے، ناشر: "مکتبۃ الفقیر ، 223/ سنت پورہ، فیصل آباد" ہے، سن اشاعت دسمبر 2012/ء ہے، یعنی 13/ سال پہلے کی ایڈیشن ہے، کتاب کی پہلی مرتبہ اشاعت 1998/ء میں ہوئی تھی، اس اعتبار سے چودہ سال میں چوبیس مرتبہ شائع ہوئی گویا کہ ہر سات ماہ میں نئی ایڈیشن آتی رہی، اشاعت کی تعداد گیارہ سو ہیں اس اعتبار سے مجموعی طور پر 26/ ہزار کتابیں شائع ہوئیں، سن 2012/ء کے بعد اب تک 2025/ء، 13/ سال کا عرصہ ہے اس میں اگر صرف 20/ ایڈیشن بھی مان لی جائے تو پہلی اشاعت سے اب تک 45/44/ ایڈیشن شائع ہو چکی ہیں، اور اس میں کتابوں کی تعداد تقریباً 50/ ہزار تک پہنچ رہی ہے اور یہ بھی صرف پاکستان کے ایک مکتبہ کا حساب ہے ہندوستان، بنگلہ دیش اور خود پاکستان میں جو دیگر مطابع شائع کیے ہوں گے ان تمام کو اگر شامل کر لیا جائے تو کتابوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ سکتی ہے، اس سے کتاب کی مقبولیت واضح ہے۔ اس کتاب کا معرض وجود میں آنا بھی عشق الٰہی ہی ہے، حضرتؒ کو کسی مرید نے خط لکھا جس میں انہوں نے اپنے پیر و مرشد سے الفت و محبت کا بہت ہی خوش اسلوبی سے ذکر کیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ نہج بہت پسند آیا اور ساتھ ہی یہ بھی خیال آیا کہ جب ایک مرید اپنے مرشد سے اتنا شیفتگی کر سکتا ہے تو ہم بندہ خدا کو اپنے رب سے کتنا ٹوٹ کر محبت کرنا چاہیے بلکہ ہمیں تو اپنے رب کی محبت میں سب کچھ قربان کر دینا چاہیے، اور صرف اللہ تعالیٰ کا ہو کر رہ جانا چاہیے، اس کے بارے میں خود حضرتؒ پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

"ساؤتھ افریقہ کے تبلیغی سفر میں فقیر ایک دوست کے خط کا جواب لکھنا چاہتا تھا مگر لکھنے والے نے اتنے محبت بھرے الفاظ میں خط لکھا تھا کہ باید و شاید۔ معادل میں خیال پیدا ہوا کہ جب ایک مرید اپنے مرشد کو ایسا محبت نامہ بھیجتا ہے تو کیوں نہ ہو کہ فقیر بھی اپنے محبوب حقیقی کے لئے عشق الٰہی کے عنوان پر کچھ لکھے۔"

"عشق الٰہی" یہ کتاب نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت پیر ذوالفقار نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا "عشق الٰہی کا محبت نامہ" ہے۔

پڑھئے اور پڑھتے چلے جائیں، ایسا لگتا ہے کہ کوئی عاشق اپنے معشوق سے لجاجت اور فریفتگی و شیفتگی سے محوگفتگو ہے، درمیان گفتگو نثر میں نظم کے ہیرے موتی رولتے چلے جاتے ہیں اس کے چند پیراگراف ملاحظہ فرمائیں:

چہ شد مجذوب گردیوانہ اوست — ہمہ عالم ببیں پروانہ اوست

کیا ہوا اگر مجذوب اس کا دیوانہ ہے، — دیکھو تو سارا عالم ہی اس کا پروانہ ہے۔

سچ ہے کہ اس کائنات میں جتنا اللہ تعالیٰ کو چاہا گیا، جتنی محبت اس سے کی گئی، جتنا اسے یاد کیا گیا، جتنا اسے پکارا گیا، جتنی اس کی عبادت کی گئی، جتنا اس سے عشق کیا گیا، کائنات میں کوئی دوسری ہستی اس جیسی نہیں۔ سب اس کی شیدائی ہے۔

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے — اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

میں بھی اس پر مرمٹا تو ناصح تو کیا بے جا کیا — اک مجھے سودا تھا دنیا بھر تو سودائی نہ تھی

دنیا کی چندروزہ زندگی کی کامیابی اور ناکامی حقیقت میں عشق الٰہی پر موقوف ہے، اسی عشق الٰہی کی برکت سے حضرت انسان کو مسجود ملائکہ کا شرف حاصل ہوا اور اسی عشق الٰہی کی وجہ سے انہیں رب کریم نے اپنی تمام مخلوقات میں سب سے اعلیٰ وارفع بنایا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کتنی اچھی بات کہی ہے آپؒ لکھتے ہیں:

زندگی کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار عشق الٰہی پر موقوف ہے۔ اسی سے انسان کو کبھی تو "ولقد کرمنا بنی آدم" (اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی) کا خطاب ملا اور کبھی "وفضلناھم علی کثیر" (اور ان کو بہت ساروں پر فضیلت بخشی) کا ہار اس کے گلے میں ڈالا گیا۔ یہ فضیلت عشق الٰہی کی وجہ سے ملی۔

ہر کہ عاشق شد جمال ذات را　　　اوست سید جملہ موجودات را

(جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے جمال کا عاشق ہے وہ تمام موجودات کا سردار ہے)

انسانی زندگی کی ابتداء اور انتہا اور اس کے مبداء و معاد کا مرکزی نقطہ عشق الٰہی ہے۔

عشق اول عشق آخر عشق کل　　　عشق شاخ و عشق نخل و عشق گل

(عشق ہی اول عشق ہی آخر عشق ہی کل ہے عشق ہی شاخ عشق ہی درخت اور عشق ہی پھول ہے)

جو عشق الٰہی کے رموز و اسرار سے آشنا ہو جاتا ہے اس کی نظر میں فرش سے عرش تک کوئی حجاب نہیں رہتا حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جس کی آنکھ میں عشق الٰہی کا سرمہ لگا ہوا ہو اس کی نظر میں عرش سے تحت الثریٰ تک کوئی حجاب نہیں رہتا۔ عاشق جب اپنی ذات پر نظر ڈالتا ہے تو اپنے آپ کو سراپا خطا محسوس کرتا ہے جب محبوب کی طرف نظر اٹھاتا ہے تو اسے سراپا عطا دیکھتا ہے پس اسی سے امیدیں بندھی رہتی ہیں اور وہ اسی در پر پڑا رہتا ہے۔

الٰہی کیف ادعوک و انا عاص　　　و کیف لا أدعوک و أنت کریم

(الٰہی میں تجھ سے کیسے مانگوں کہ میں خطا کار ہوں اور تجھ سے کیسے نہ مانگوں)

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے بے انتہا محبت ہے اس کی دلیل میں حضرتؒ نے ایک آیت پیش کی ہے اور پھر اس کے ضمن میں ایک عظیم نکتہ بیان کیا ہے لکھتے ہیں:

دستور یہ ہے کہ عام آدمی اگر کوئی چیز خریدنا چاہے اور اسے پہلے سے پتہ بھی چل جائے کہ اس چیز میں کیا کیا عیب ہیں پھر بھی خرید لے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ چیز اپنے نقائص کے باوجود اس آدمی کو اچھی لگی۔ اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا تو اسے اس کے عیوب کا پہلے سے پتہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ "ضعیفا" (کمزور) "عجولا" (جلد باز) "ھلوعا" (جھگڑالو) "منوعا" (منع کرنے والا) اور "جزوعا" (جزع فزع کرنے والا) ہے

مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کے بدلے میں اسے خرید لیا۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں سے محبت کرتے ہیں جو ایمان والے ہوتے ہیں۔

کتنا اہم نکتہ ہے یہ کسی عارف باللہ ہی بیان کر سکتے ہیں اور وہ حضرتؒ ہیں۔

ایک جگہ نماز، روزہ اور دیگر اعمال کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اعمال تو ہو رہی ہیں لیکن اعمال کی حقیقت سے نا آشنا ہیں جس کی وجہ سے خاطر خواہ نتائج سامنے نہیں آرہے ہیں لکھتے ہیں:

"اعمال کی حقیقت سے لوگ نا آشنا بن چکے ہیں۔ نماز کی حاضری ہوتی ہے مگر حضوری سے ناواقف ہیں، روزے کی وجہ سے جسم کھانے پینے سے پرہیز کرتا ہے مگر گناہوں سے کامل پرہیز نصیب نہیں ہوتا، پیٹ کا روزہ رکھا مگر آنکھ کے روزے سے محروم رہے۔"

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے　　وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز روزہ و قربانی و حج　　یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے

ہر مسلمان کی دلی خواہش ہوتی ہے وہ بھی عشق الٰہی سے سرشار ہو جائے اس کے حصول کے بارے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"عشق حقیقی کے حصول کے لیے سب سے اول شرط طلب ہے، انسان کو دنیا بغیر طلب کے مل سکتی ہے مگر عشق حقیقی کی دولت طلب کئے بغیر نہیں ملتی۔"

مجھے اپنی پستی کی شرم ہے تیری رفعتوں کا خیال ہے
مگر اپنے دل کو کیا کروں اسے پھر بھی شوق وصال ہے

انسان جب بھی یاد الٰہی کے لئے بیٹھے مگر دل کو غفلت سے بھرا ہوا پائے تو زبان حال سے یوں فریاد کرے۔

کریم مجھ پر کرم کر بڑے عذاب میں ہوں
کہ تیرے سامنے بیٹھا ہوں اور حجاب میں ہوں

عشق الٰہی کے حصول کے لیے عشق رسول ﷺ لازم وضروری ہے اسی وجہ سے فرمان الٰہی ہے:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (آل عمران 31)

آپ کہہ دیجئے: اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ بھی تم سے محبت کریں گے

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (النساء 79)

جو رسول کی فرمانبرداری کرے، اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی۔

اسی کے پیش نظر حضرتؒ کی کتاب "عشق الٰہی" کے ساتھ ساتھ "عشق رسولؐ" نامی بھی انمول کتاب ہے۔

یہ کتاب 177 / صفحات پر مشتمل ہے اور میرے سامنے جو نسخہ ہے چودھواں اڈیشن اور سن اشاعت 2009 / ء ہے۔

اس کی پہلی اشاعت 2000 / ء ہے اس اعتبار سے صرف نو سال میں چودہ اڈیشن کا ہونا کتاب کی مقبولیت کے لئے یہی کافی وشافی ہے، پھر 2009 / کے بعد سے اب تک 2026 / ء تقریباً 16 / سال کا عرصہ ہوتا ہے اس عرصے میں اگر 20 / اڈیشن بھی شائع ہوئی ہوگی تو بھی تقریباً چالیس ہزار کے قریب کتابیں شائع ہوئیں اور یہ صرف ایک مکتبۃ الفقیر فیصل آباد سے شائع ہونے والی کتابوں کی تعداد ہے اس کے علاوہ ہندوستان اور خود پاکستان میں دیگر مقامات سے بھی شائع ہوئی ہوگی، ہمارے ملک ہندوستان کے مشہور علمی و کتابی شہر" دیوبند" میں ایک زمانہ میں سب سے زیادہ شائع ہونے والی اور خریدی جانے والی کتابوں میں سرفہرست" حضرت مولانا پیر ذوالفقار نقشبندیؒ کی کتابیں تھیں" اس اعتبار سے اکیسویں صدی کے ربع اول میں اگر کسی اسلامی شخصیت کی اسلامی کتابیں سب سے زیادہ شائع ہوئی ہیں تو وہ بلا شبہ حضرتؒ کی کتابیں ہیں، آپ کی دیگر کتابوں کو چھوڑ کر صرف دو کتابیں ہی

"عشق الٰہی اور عشق رسول ﷺ" تقریباً ایک لاکھ سے زائد شائع ہوئی ہیں۔

کتاب "عشق رسول ﷺ" کے وجود میں آنے کے متعلق حضرتؒ خود رقم طراز ہیں:

"موزمبیق کے ایک سفر میں محمد امین صاحب نے کہا کہ حضرت! آپ نے عشق الٰہی پر کتاب لکھی ہے اب آپ عشق رسول ؐ پر بھی کتاب لکھیں۔ تعمیل حکم میں فقیر نے اس عنوان پر کام کرنا شروع کر دیا۔"

حضرتؒ عشق الٰہی اور عشق رسول ﷺ میں اپنے آپ کو فنا کر چکے تھے اور یہی خواہش تھی کہ سوئی ہوئی امت بھی بیدار ہو کر عشق رسول ؐ سے آشنا ہو جائیں ان کے دلوں میں بھی عشق الٰہی اور عشق رسول ﷺ کا شعلہ موجزن ہو جائے، امت کو بھی نبی کریم ﷺ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسی محبت ہو جائے اور وہ بھی یہ کہہ سکے:

كل مصيبة بعدك جلل

آپ کے بعد ہر مصیبت چھوٹی ہے۔

حضرتؒ نے اس کتاب میں حب رسول ﷺ کو اس خوبصورت انداز سے پیش کیا ہے کہ قاری ایک صفحہ پڑھنے کے بعد دوسرے صفحہ پلٹنے کے لئے بے قرار ہو جاتا ہے۔

اس کتاب کے بھی چند شہ پارے ملاحظہ فرمائیں، اور حضرتؒ کا عشق رسول ﷺ سے اپنے قلب و جگر کو تسکین بہم فرمائیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کے بارے میں کتنا عمدہ بات لکھتے ہیں، جو دل کو چھوتی ہوئی ہے رقم طراز ہیں:

نبی علیہ السلام کی تشریف آوری پوری انسانیت پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے۔ انسانی فطرت ہے کہ اسے انعام سے بھی محبت ہوتی ہے اور انعام دینے والے سے بھی محبت ہوتی ہے۔ پس ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے بھی شدید محبت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ سے بھی شدید محبت ہوتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے کی وجہ اور اس کے اسباب کے بارے میں لکھتے ہیں:

انسانی فطرت ہے کہ وہ دوسروں کے خصائل و کمال اور حسن و جمال وغیرہ سے متاثر ہو کر ان سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رب کائنات نے وہ بلند شان عطا کی کہ آپ کو ہر خوبی علی وجہ الکمال عطا کی گئی، اسی وجہ سے ہر مومن اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے ساختہ پیار اور عشق کرتا ہے۔

پہلی وجہ آپ محبوب رب ذوالجلال ہیں، دوسری وجہ آپ حسن و جمال کے پیکر ہیں، تیسری وجہ فضل و کمال، اور چوتھی وجہ احسانات ونوال کے جامع ہیں۔

ان دونوں کتابوں کے مطالعہ سے حضرت پیر ذوالفقار نقشبندیؒ کی زندگی کا وہ نقشہ سامنے آتا ہے جس میں عشق الٰہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور صاف طور معلوم ہوتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ عشق الٰہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فنا ہو چکے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرتؒ جیسے عشق الٰہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت جیؒ کی شخصیت کے اہم پہلو اور انقلابی کارنامے

عبداللہ باقوی قاسمی، آمبور، سابق استاذ جامعہ دارالسلام، عمرآباد

فخر الاماثل، زبدۃ الافاضل، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، رئیس المتکلمین سلطان الواعظین محبوب العلماء والصلحاء حضرت اقدس علامہ حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی (رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰی رَحْمَةً وَّاسِعَةً وَاَدْخِلْهُ فِيْ فَسِيْحِ جَنَّاتِهٖ) کی قدآور شخصیت بڑی جامع اور مؤثر، ہمہ گیر اور عالم گیر تھی۔ وہ ایسے دانشور اور دیدہ ور تھے جو چمن میں بڑی مشکل سے پیدا ہوتے ہیں۔

"بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا"

وہ ایک طرف علم وحکمت کے ماہتاب تھے جس کی خنک اور ٹھنڈی چاندنی ہزاروں کے لئے وجہ سکون اور سامان قرار تھی تو دوسری طرف نورِ نسبت اور علمِ معرفت کے وہ آفتاب تھے جس کی گرمی اور حرارت سے دلوں میں ایسا اضطراب، سوز دروں اور گداز سے ایسا انقلاب کہ سامعین مرغ بسمل کی طرح تڑپتے تھے، آپ اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا کے حقیقی مصداق تھے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے   پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

اللہ تعالی نے آپ کو گوناگوں خوبیاں اور متنوع صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ آپ بیک وقت ممتاز عالم ربانی بھی تھے، اور عصری علوم سے آراستہ بھی، ایک انقلابی مربی و مصلح بھی تھے، اور بہترین منتظم و مہتمم بھی، قرطاس وقلم کے بادشاہ بھی تھے، اور وعظ ونصیحت کے شہنشاہ بھی، علوم اسلامیہ کے ماہر بھی تھے، اور عصری علوم کے شناور بھی، رفتارِ زمانہ پر گہری نظر بھی تھی، اور زمانہ شناس اور عہد ساز بھی۔

حق تعالیٰ نے آپ کو مؤمنانہ فراست اور دینی بصیرت، نورِنسبت اور علم معرفت کا حسین سنگم بنایا تھا۔ اور قدیم وجدید مسائل کی تفہیم اور علوم الٰہیّات کی تشریح کی ایسی انوکھی قابلیت سے نوازا تھا کہ وہ قدیم طبقے کو مطمئن کرنے کی موثر صلاحیت کے ساتھ جدید تعلیم یافتہ ذہنوں کو قائل ہی نہیں بلکہ دلوں کو مائل کرنے کی خداداد استعداد رکھتے تھے۔آپ کی زبان اور بیان میں ایسا جادو تھا کہ سننے والے مسحور ہو جاتے، تحریر میں ایسی مٹھاس کہ قاری آپ کی تحریروں میں گم ہو جاتا اور جب تک کتاب مکمل نہ کر لیتا اسے چین نہ آتا۔آپ کی حیثیت شخص کی نہیں بلکہ انجمن کی، شخصیت کی نہیں بلکہ عبقری شخصیت کی تھی۔آپ اپنی ذات میں ایک کائنات تھے اور ایک عظیم انقلاب آفریں روحانی شخصیت کے مالک تھے۔آپ اپنے محققانہ اور مؤثرانہ بیان سے مردہ قلوب کو زندہ، پژ مردہ قلوب کو غیر حق سے پاکیزہ، اور یادِ حق میں پائندہ کرتے تھے۔

سامعین کو گناہوں سے تائب اور سالکین کو واصلِ حق کرتے تھے۔آپ حق کے علمبردار تھے، علم کے بحرِ ذخّار تھے۔میدان معرفت کے عمدہ شہسوار تھے۔شریعت وطریقت کے رمز دار تھے، اسلاف واکابر کے روایتوں کے پاسدار تھے، اخلاقِ کریمانہ سے سرشار تھے اور حرکات رذیلہ سے بے غبار تھے امت کے لئے ایک نعمت عالی وقار تھے، زمانے میں یگانہ ٔروزگار تھے، آپ علمی میدان میں ایک امنڈتے سیلاب، عملی زندگی کے درخشندہ باب، قول و عمل میں یکسانیت کی کھلی کتاب، گردش لیل ونہار اور آزمائشوں میں بصفت سیماب، دنیائے تصوف کے ماہتاب، شریعت وطریقت کے آفتاب، اپنوں اور پرایوں میں بڑے ہی عزت مآب، اور اپنی فکر میں کامیاب تھے، جن سے لاکھوں انسان راہ یاب ہوئے۔

اس کی ادا دل فریب اس کی نگاہ دل نواز
رزم ہو کہ بزم ہو پاک دل و پاک باز

قسّامِ ازل نے آپ کو گوناگوں خصوصیات اور نوع بہ نوع امتیازات سے نوازا تھا۔ اصلاح وتربیت، تعلیم وتزکیہ کے ذریعہ مردم گری اور شخصیت سازی کا ایسا بے مثال اور لازوال انقلابی کارنامہ انجام دیا جس کی نظیر ماضی قریب کی صدیوں میں نہیں ملتی۔ آپ کے مختلف الجہات عالم گیر کارناموں میں سے صرف دو اہم اور انقلابی کارناموں کا مختصر تذکرہ مقصود ہے۔

(۱) پہلا اہم اور انقلابی کارنامہ

خواتین اسلام کی دینی تعلیم، عملی تربیت، فکری اصلاح اور روحانی تزکیہ کے ذریعہ شخصیت سازی اور کردار سازی کا ہے۔ چونکہ انسانی معاشرہ مرد وعورت سے تشکیل پاتا ہے اور دونوں ہی اس کی تعمیر وترقی اور اس کی اصلاح وسدھار میں برابر کے ساجھے دار ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک سچائی ہے کہ اگر ایک عورت مضبوط کردار کی مالک، اپنے ارادوں کی دھنی اور لگن کی پکی ہے تو اپنے گھر کیا، سماج ومعاشرہ کو بھی کامیاب بنانے میں نمایاں کردار نبھا سکتی ہے؟ مثل مشہور ہے کہ مرد پڑھا تو فرد پڑھا عورت پڑھی تو نسل پڑھی۔ ایک مرد کی تعلیم ایک فرد کی تعلیم ہے جبکہ ایک عورت کی تعلیم پورے خاندان اور سماج کی تعلیم ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کیونکہ عورت وہ مضبوط چٹان ہے جو اگر ٹھان لے تو کچھ بھی کرسکتی ہے۔ اور یہ بھی سچائی ہے کہ خاتون خانہ کا رول معاشرے کی اصلاح میں نہایت اہمیت کا حامل ہوتا ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ عورت تعلیمی میدان میں آگے بڑھے اور اسلامی حدود وقیود کی پابند رہے تو یقیناً وہ اپنے معاشرے کے لئے مفید ثابت ہوگی عورت میں یہ فطری صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ ہر بگاڑ

کو درست کر سکتی ہے۔ معاشرے کی اصلاح و کامیابی کے ضمن میں خواتین کی فعال کارکردگی بے حد اہم ہے۔ معاشرے کے لئے کار آمد اور نافع افراد بہترین گھروں اور خواتین کی اعلیٰ تربیت و بہترین پرورش کا عکس ہوتے ہیں۔ معاشرے کی ترقی اور زوال میں سب سے نمایاں کردار ایک عورت کا ہوتا ہے۔

جس طرح گھر کو جنت بنانے میں خواتین اہم کردار ادا کرتی ہیں اسی طرح معاشرے کی کامیابی کا انحصار بھی کچھ حد تک خواتین پر ہوتا ہے۔ ایک معاشرہ تبھی کامیاب ہوگا جب معاشرے میں رہنے والے افراد اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی نبھائیں گے، معاشرے میں رہنے والے افراد کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس خود بخو نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ ان کی تربیت پر منحصر کرتا ہے گھر کا ماحول اور طرزِ زندگی افراد کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلاتی ہے۔

بچوں کی جیسی تربیت کی جائے وہ بڑے ہو کہ ویسے ہی بنتے ہیں۔ ان کا برتاؤ اچھی بری تربیت کی عکاسی کرتا ہے۔ بچوں کی پرورش ایک ماں ہی بہتر طریقے سے کر سکتی ہے کیونکہ وہ والد کی بہ نسبت زیادہ وقت بچوں کے ساتھ گزارتی ہیں اور عموماً بچے ماں ہی سے زیادہ قریب ہوتے ہیں لھذا معاشرے کو کامیاب بنانے میں خواتین کی کارکردگی نہایت اہم ہے چونکہ خواتین قرآن وسنت کی مخاطب بھی ہیں اور دین وشریعت کی مکلف بھی۔ اسی اہمیت کے پیش نظر محبوب العلماء والصلحاء حضرت اقدسؒ نے خواتین کی تربیت و اصلاح کو غیر معمولی اہمیت دی اور اپنے وعظ و نصیحت اور تذکیر وارشاد میں خصوصیت کے ساتھ انہیں مخاطب کیا اور اپنے ہر پروگرام میں ایک نشست ان کیلئے مختص کی اور انہیں ان کی اہمیت اور مقام کا احساس دلایا۔ اور ان کی تعلیم، تربیت اور تزکیہ کے ذریعہ خصوصی توجہات کا مرکز بنایا۔ خواتین کی اہمیت اور

تربیت کے تئیں اپنے درد اور کڑھن کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت اقدسؒ خود رقمطراز ہیں:

معاشرتی زندگی میں عورت کے کردار کی اہمیت کے پیش نظر خود نبی اکرم ﷺ عورتوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں ان کی علیحدہ مجالس بھی منعقد ہوتی تھیں۔ حتی کہ ایک دن مقرر تھا جس میں آپ عورتوں کے مسائل سنایا کرتے تھے اور ان کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ آپ کی اتباع میں اُمت کے علماء کرام اپنے اپنے دور میں کسی نہ کسی انداز میں عورتوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرتے رہے۔ لھذا تاریخ اسلامی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرون اولی اور قرون وسطیٰ کے دور میں بچوں کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی اور انہیں علم و ادب کے جوہر سے آراستہ کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت کی خواتین نہ صرف علوم دینیہ کے مختلف شعبوں پر کامل عبور رکھتی تھیں بلکہ طاعت و عمل کے میدان میں بھی ان کا کردار قابل رشک تھا۔ ان کے اسی کردار کی برکت تھی کہ انہوں نے ایسی ایسی مشاہیر شخصیات کو جنم دیا جس کی تاریخ پڑھتے وقت آج کے قارئین کی عقلیں ورطۂ حیرت میں پڑ جاتی ہیں۔ علم کے آفتاب و ماہتاب ہوں یا ملکوں کو فتح کرنے والے جری مجاہد، عدل و انصاف کے پھریرے لہرانے والے حکمران ہوں یا لوگوں کے دلوں پر جھنڈے گاڑنے والے باخدا صوفیا، ہر ایک تاریخ ساز شخصیت کی پشت پر آپ کو باعمل ماؤں کا کردار ضرور نظر آئے گا۔

ماضی کے جس دور میں عورت خاندان کی تعمیر میں اپنے کردار کو سمجھتی تھی تو وہ دور دنیا میں اسلام کا سنہری دور کہلاتا تھا۔ اور اب جبکہ یہ طبقہ اپنے کردار سے غافل ہے قوم ٹھوکریں کھا رہی ہے۔ آج خواتین میں دینی مسائل کو سیکھنے اور اعمال صالحہ کرنے کا شوق رخصت ہو چکا جب کوئی خاتون ان اعمال اور ان طور طریقوں سے ہی نا آشنا رہے گی جن سے اللہ اور اس کے

رسول کی رضا حاصل ہوتی ہے تو پھر وہ غفلت بھری زندگی ہی گزارے گی۔ آج تنزلی کا دور ہے ہم نے اپنی خواتین کو مادیت پرستی کی ایسی دوڑ میں لگا دیا ہے کہ وہ اپنا اصلی کردار اور مقام بھول گئی ہیں۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مردوں کو پھر بھی خیر اور نیکی کی بات سننے کے مواقع اکثر و بیشتر میسر آجاتے ہیں لیکن ان بچاریوں تک کسی دردمند کی آواز بھی نہیں پہنچتی کیونکہ ان کی تعلیم کا اہتمام نہیں کیا جاتا نہ نیکی کی بات سننے کے مواقع فراہم کے جاتے ہیں۔ فقیر کے دل میں ہر وقت ایک کڑھن رہتی ہے کہ آج کی عورت کے سامنے اپنے اسلاف کا کردار رکھا جائے اور انہیں بتایا جائے کہ ماضی میں ہماری ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کا طرز زندگی کیا رہا ہے۔ تا کہ ان میں پھر وہی ذوق عمل پیدا ہو جائے۔ لہٰذا جہاں کہیں موقع ملتا ہے اپنے دل کا یہ روگ کھول بیٹھتا ہے۔ (خواتین اسلام کے کارنامے ۱۱ تا ۱۳)

یہی وہ درد کڑھن، اور سوز دروں تھا جس نے آپؒ کو بے چین کئے ہوا تھا جس کے نتیجہ میں آپؒ نے بنات کیلئے مختلف جامعات کی بنیاد ڈالی اور دنیا بھر کے خواتین کیلئے اپنی سر پرستی میں E-MAHAD کے نام سے آن لائن، عالمہ، فاضلہ، مبلّغہ کا کورس قائم کیا جس سے آج ایک دنیا فیض یاب ہو رہی ہے جس کا سلسلہ تا قیام قیامت جاری رہے گا۔ انشاءاللہ

۲) دوسرا اہم اور انقلابی کارنامہ:۔ ایسی نئی نسل اور تعلیم یافتہ نوجوان طبقہ کی دینی تعلیم و تربیت کا ہے جو عصری درسگاہوں میں پروان چڑھتا ہے جن تک دین کی دعوت و تبلیغ نہیں پہنچ پاتی ہے۔ جس کی وجہ سے اکثریت اسلامی تعلیمات کے تئیں شکوک وشبہات میں مبتلا ہو کر ارتداد نہیں تو کم از کم دین بیزاری کا شکار ضرور ہوتی ہے۔ ان کی دینی، فکری، عملی اور روحانی

رہنمائی کے ساتھ شخصیت اور کردار سازی کا انقلابی کارنامہ ہے۔ کسی بھی قوم و ملک کی کامیابی و ناکامی، فتح وشکست، ترقی وتنزل، عروج وزوال میں نوجوانوں کا کردار اہم ہوتا ہے، ہر انقلاب میں نوجوانوں کا کردار نہایت ہی اہم اور کلیدی ہوتا ہے۔ ہر انقلاب کو برپا کرنے کے پیچھے نوجوانوں کا اہم حصہ کارفرما رہا ہے۔ ہر قوم و ملک اور تنظیم انھیں پر اپنی نگاہیں اور توجہ مرکوز کئے ہوئے ہے۔ نوجوانوں کا طبقہ کسی بھی قوم و ملک کا سب سے قیمتی اثاثہ اور سرمایہ ہوتا ہے۔ کسی بھی معاشرے کی تعمیر میں نوجوانوں کا کردار سب سے اہم ہوتا ہے . ایک اسلامی معاشرے میں بھی ایک نیک اور پاکباز نوجوان کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔

اسی لئے ہر دور میں نوجوان طبقے کی اصلاح کی طرف خصوصی توجہ اور التفات کی ضرورت رہی ہے۔ تاکہ وہ معاشرے کے لئے بوجھ اور ضرر رساں نہ بن جائیں اور یہ بات بالکل عیاں ہے کہ بگڑا ہوا ایک نوجوان معاشرے اور دین، بلکہ انسانیت کے لئے اتنا زیادہ نقصان دہ ہوسکتا ہے جتنا کئی عمر رسیدہ افراد یا بچے بھی نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نوجوان طبقے کی اصلاح اور تربیت اور کردار سازی پر بھی خصوصی توجہ دیتے تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے بچپن سے ہی یہ تربیت شروع ہوجاتی۔ سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے اور دس سال کی عمر میں اس اہم ترین فرض یعنی نمازیں کوتاہی کرنے پر سختی اور تادیبی کارروائی کا حکم دیا ،اسی طرح بچوں کے بستر علاحدہ کرنے کا حکم دینا ان کی دینی واخلاقی تربیت اور مضبوط کردار سازی کا بہترین نمونہ ہے۔ بقول مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ :

وقت کا تجدیدی کام یہ ہے کہ امت کے نوجوان اور تعلیم یافتہ طبقے میں اسلام کی اساسیات اور اس کے نظام وحقائق اور رسالت محمدی ﷺ کا وہ اعتماد واپس لایا جائے جس کا

رشتہ اس طبقے کے ہاتھ سے چھوٹ چکا ہے۔ آج کی سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ اس فکری اضطراب اور نفسیاتی الجھنوں کا علاج بہم پہنچایا جائے۔ جس میں آج کا تعلیم یافتہ نوجوان بری طرح گرفتار ہے اور اس کی عقلیت اور علمی ذہن کو اسلام پر پوری طرح مطمئن کر دیا جائے (نیا طوفان اور اس کا مقابلہ ۲۶)، اس وقت امت کے تعلیم یافتہ نوجوانوں میں سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ وہ الٰہی تعلیمات سے نابلد اور دوری اختیار کئے ہوئے ہیں۔

نوجوان طبقہ عموماً قرآن مجید کو ایک رسمی اور مذہبی کتاب سمجھتا ہے۔ اور کتاب وسنت اور دین وشریعت کی تعلیمات اور پابندیوں کو فرسودہ واز کار رفتہ اور بوجھ سمجھتا ہے جو دور حاضر کے عصری درسگاہوں کے نصاب تعلیم اور ماحول کا نتیجہ ہے جسکے سبب دین بیزاری اور ذہنی ارتداد ہر سو عام ہے یہی وہ بنیادی اسباب تھے کہ حضرت اقدس محبوب العلماء والصلحاء جو خود بھی عصری درسگاہ کے تعلیم یافتہ اور نوجوان نسل کی ذہنیت اور نفسیات سے خوب واقف تھے۔ خصوصیت کے ساتھ اپنی غیر معمولی توجہات اور تربیت واصلاح کا مرکز بنایا اور انہیں اپنے نور نسبت اور باطنی قوت کے ذریعہ عصری ڈگریوں کے ساتھ ساتھ مستقل نصاب مرتب کر کے اس دنیا سے مرعوب نوجوانوں کو عالم، فاضل بلکہ E-MAHAD — آن لائن کورس کے ذریعہ نہ صرف علوم اسلامیہ کا ماہر بلکہ تزکیہ کے ذریعہ روحانیت میں اپنا خلیفہ بھی بنایا۔

E-MAHAD-ایک تعارف: آن لائن کے ذریعہ دینی تعلیم ہی نہیں بلکہ عملی مشق و تربیت کا بھی مرکز ہے بقول حضرت محبوب العلماء والصلحاء اس کے ذریعہ یومیہ 24 میں سے 23 گھنٹے تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا ہے جس سے پچھلے پانچ سال میں دس ہزار سے زائد طلبہ و طالبات اپنے موجودہ پیشے اور Profession کے ساتھ ساتھ جن میں اکثریت ڈاکٹرس،

انجیرس، اور مختلف شعبوں اور پیشوں سے وابستہ افراد فارغ ہو چکے ہیں جس میں درس نظامی کے آٹھ سالہ طویل مدتی کورس کے ساتھ ساتھ حسبِ سہولت مختصر مدتی short coruse کورس کا بھی انتظام ہے جس میں سب سے زیادہ مقبول "صَلَاتی" (میری نماز) کا کورس رہا ہے۔

جس میں اس وقت دنیا کے 55 پچپن ممالک کے طلبہ وطالبات زیرِ تعلیم ہیں جن میں اکثریت یورپی ممالک کے باشندوں کی ہے۔ مزید تفصیلات www.emahad.org پر دستیاب ہیں۔ یقیناً یہ حضرت والاؒ کا زندہ جاوید بے مثال اور لازوال کارنامہ ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

الغرض موت ایک اٹل حقیقت اور یقینی چیز ہے، اس لئے عربی زبان میں اس کے ناموں میں سے ایک نام یقین بھی ہے. وَاعْبُدْ رَبَكَ حَتّٰی یَأْتِیَکَ الْیَقِیْنُ (الحجر 99) ترجمہ: اسکی بندگی میں لگے رہو یہاں تک کہ موت تمہارے سامنے آجائے۔ لیکن بعض شخصیات سے بے پناہ محبت والفت کی وجہ سے ان کے بارے میں یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ یہ نعمت ہمیشہ باقی رہے گی اور پھر جب یہ نعمت چھن جاتی ہے تو دل کو تکلیف ہوتی ہے اور دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت صحابہؓ کرام کی یہی کیفیت تھی۔ اور اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے کہا کہ کوئی مجھ سے یہ نہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے۔ دنیا سے جانا تو سبھی کو ہے۔ مگر ان جانے والوں میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی چھوڑی ہوئی میراث غم خلقِ خدا کو یوں رنجور اور مغموم کرتی ہے کہ وقت کا مرہم بھی ان کے زخمِ دل کا مداوا نہیں بن سکتا۔

حضرت جی پیر ذوالفقار صاحبؒ کی وفات کا صدمہ بھی۔ آپ کے مریدین، متوسلین و

معتقدین ہی نہیں بلکہ پوری امت اور انسانیت کے لئے ایسا ہی نا قابل بیان درد اور نا قابل فراموش سانحہ ہے، اور آپ کی جدائی کا غم ہمہ گیر و عالم گیر تھا جو پوری دنیا میں محسوس کیا گیا۔

مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تھے

بہر حال یہ دنیا مسافر خانہ ہے اور ہم حالت سفر میں ہیں۔ سفر آخرت وہ سفر ہے۔ جس سے کبھی واپسی نہیں ہوگی خوش نصیب ہے وہ انسان جس نے کوچ کرنے سے پہلے سفر کی تیاری مکمل کر لی اور اپنے رب سے ملاقات کا منتظر رہا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کا منتظر رہتا ہے۔

ہمارے حضرت پیر ذوالفقار صاحبؒ سفر آخرت کی تیاری کرتے ہوئے۔ اپنے رب سے ملنے کے منتظر تھے ہم اپنے رب سے امید کرتے ہیں کہ وہ ابھی ان کا منتظر رہا ہوگا۔ ۲۲ / جمادی الثانی ۱۴۴۷ھ مطابق 14 دسمبر 2025 کا سال جاتے جاتے آفتابِ رشد و ہدایت اور ماہتابِ علم و عرفاں کو اپنے ساتھ لے گیا۔ اور ساری دنیا کو گھٹا ٹوپ تاریکی میں روتا، بلکتا، سسکتا اور سوگوار چھوڑ گیا۔

بچھڑا کچھ ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی — اک شخص سارے جہاں کو ویران کر گیا

اُٹھ گیا آفتاب علم اب اس جہاں سے — برس رہے ہیں آنسو دل کے آسمان سے

قضا کس کو نہیں آتی سب کو آتی ہے — پر ایسی مرحوم کی بوئے کفن کچھ اور کہتی ہے

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

Abdullah Baqawi Qasimi

12/704, Jhangran Street, Khaderpet, Vaniyambadi-635751.

Mobile : 86680 31361.

حضرت مولانا حافظ ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کی

حیات مبارکہ کے چند امتیازی پہلو

مرتب: حافظ ابرار الحق ایم اے، ایم فل، وانم باڑی

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے اس دور میں حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کو امت مسلمہ کے لئے ایک عظیم نعمت کے طور پر عطا فرمایا تھا۔ وہ آیۃٌ من آیات اللہ تھے۔ ان کی زندگی متقدمین اسلاف واکابر کا بہترین نمونہ تھی۔ انہوں نے اپنے پیچھے ایسے تابندہ اور روشن نقوش چھوڑے ہیں جن سے طویل زمانہ تک امت مسلمہ کے خوش قسمت افراد استفادہ کرتے رہیں گے۔

حضرت پیر صاحبؒ کی زندگی کے مختلف گوشوں پر اہل علم اور صاحب قلم حضرات بہتر سے بہتر طریقہ سے لکھیں گے۔ میں اپنے ناقص فہم اور محدود معلومات کی بنیاد پر حضرتؒ کی مبارک زندگی کے چند امتیازی صفات کو اس مضمون میں اُجاگر کرنے کی کوشش کروں گا۔

حضرت والاؒ کی زندگی میں جو بات خصوصی اور نمایاں طور پر نظر آتی ہے وہ اللہ سے بے پناہ محبت کا سچا جذبہ اور اس کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دینے کا ولولہ ہے۔ ان کے کئی بیانات مختلف پیرایوں میں سورہ بقرہ کی اس آیت "والذین اٰمنوا اشد حبا للہ" کی تشریح میں موجود ہیں۔ وہ جب حق تعالیٰ کی محبت کا بیان فرماتے تو جھوم جاتے اور عجیب کیف و سُرور کے عالم میں چلے جاتے تھے۔

وہ اپنے نام اور دستخط کے ساتھ ایک دعائیہ جملہ لکھا کرتے تھے۔ کان اللہ لہ

عوضا عن کل شیئ، جس سے ان کی قلبی کیفیت کی پوری عکاسی ہوتی ہے۔اس دعائیہ جملہ کا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے (حضرت کے لیے) ہر چیز کا عوض اور نعم البدل بن جائے۔ یہ کتنی پیاری دعا ہے۔ وہ اپنا سب کچھ لُٹا کر اللہ تعالیٰ کو پانا چاہتے تھے۔ گویا مولانا محمد علی جوہرؒ کا یہ شعر ان کا قلبی حال تھا۔

میں کھو کے تری راہ میں سب دولتِ دنیا
سمجھا کہ کچھ اس سے بھی سوا میرے لئے ہے

اور وہ محمد علی جوہر کی اس غزل کے کئی اشعار کو رقت کے ساتھ درد انگیز طریقہ سے پڑھا کرتے تھے۔ جیسے

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لئے ہے
پر غیب سے سامانِ بقا میرے لئے ہے
اللہ کے راستے میں جو موت آئے مسیحا
اکسیر یہی ایک دوا میرے لیے ہے

وہ اللہ کی محبت میں ہر وقت اس قدر ڈوبے رہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے تذکرہ کے بغیر کوئی اِدھر اُدھر کی بات کرے تو اُسے سننا بھی انہیں پسند نہیں تھا ان کی اس قلبی کیفیت کو ان کی مناجات کے اس شعر سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

یا تیرا تذکرہ کرے ہر شخص ورنہ پھر ہم سے گفتگو نہ کرے

اللہ سے محبت کے نتیجہ میں رسول اللہؐ سے محبت وعشق کا تعلق ان کی زندگی کا ایک روشن باب تھا۔ وہ اطاعتِ خدا و رسول کے جذبہ کو اپنے اندر جذب کرنے کے ساتھ ساتھ

امت مسلمہ کے ہر فرد کے اندر اسے پیوست کر دینے کی تڑپ بھی رکھتے تھے۔ان کے سارے مواعظ،ملفوظات،مکتوبات اور تصنیفات میں اتباع سنت پر بے حد زور دیا گیا ہے۔آپ نے کئی سنتوں کو عملی طور پر اختیار کر کے انہیں زندہ بھی کیا ہے۔آپ سننِ موکدہ پر تو عمل فرماتے ہی تھے اس سے آگے بڑھ کر سننِ عادیہ پر بھی آپ عمل پیرا تھے۔

حضرت پیر صاحب کے اندر تواضع اور عاجزی کا وصف بھی بہت نمایاں تھا۔ساری دنیا ان کو پیر صاحب کہتی تھی، وہ خود اپنے آپ کو ہمیشہ فقیر اور عاجز کہا کرتے تھے۔اپنی خانقاہ اور مدرسہ کا نام بھی جامعہ معہد الفقیر الاسلامی رکھا ہے۔اور یہ صرف بولنے اور لکھنے کی حد تک ہی نہیں تھا بلکہ ان کی پوری متواضعانہ زندگی اس بات کی گواہ تھی کہ وہ واقعی اپنے کو ہیچ،فقیر اور عاجز سمجھتے تھے۔ان کی ہر ادا سے یہ شان نمایاں طور پر جھلکتی تھی۔گویا اللہ تعالیٰ کے مبارک فرمان "یا ایہا الناس انتم الفقراء الی اللہ واللہ ھو الغنی الحمید" میں بیان کردہ مضمون ان کا قلبی حال بن چکا تھا۔

حضرت پیر صاحبؒ کی ایک امتیازی خصوصیت جو روز روشن کی طرح واضح ہے وہ خداداد مقبولیت ومحبوبیت ہے جو امت میں بہت کم افراد کے حصہ میں آئی ہے۔اس کی مثال ماضی قریب میں حضرت سید احمد شہیدؒ کے حالات میں ملتی ہے۔سید صاحبؒ کے ایک ایک سفر میں ہزاروں لاکھوں لوگ توبہ تائب ہو کر سچے پکے مسلمان بن جاتے تھے۔اس کی جھلک ہمیں حضرت پیر صاحب کی حیات مبارکہ میں نظر آتی ہے۔جو بندہ اخلاص کے ساتھ ایمان وعمل صالح کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ایسی ہی محبوبیت عطا فرماتے ہیں۔قرآن پاک میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔" ان الذین اٰمنوا وعملوا

الصٰلحٰت سیجعل لھم الرحمن ودا" یعنی بے شک جولوگ ایمان لے آئے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں، خدائے رحمٰن ان کے لئے دلوں میں محبت پیدا کر دے گا۔اس آیت کا بہترین مصداق اس دور میں حضرتؒ کی ذات گرامی تھی۔

حضرتؒ کی ایک انفرادی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے تصوف وسلوک اور تزکیہ و احسان کو جو خاص لوگوں تک محدود تھا اُس تک عام مسلمانوں اور امت کے تمام طبقات کی رسائی کا کارنامہ انجام دیا۔اب الحمدللہ ایک ایسی فضا بن چکی ہے کہ عام مسلمانوں کا رجوع اپنی اصلاح کے لئے اہل اللہ اور خانقاہوں کی طرف ہو چکا ہے۔

حضرتؒ کی زندگی میں اکابر علمائے دیوبند کی طرح افراط وتفریط سے پاک اعتدال و توازن نظر آتا ہے ظاہر و باطن کی جامعیت کی شان حضرتؒ کے مزاج میں رچی بسی ہوئی تھی۔

حضرت کے ہاں تصوف وسلوک کے ساتھ علم کے جوڑ کا بہت التزام تھا۔اسلاف میں سے غالباً امام مالکؒ کا قول ہے۔"من تفقه ولم يتصوف فقد تقشف،ومن تصوف ولم يتفقه فقد تزندق،ومن جمع بينهما فقد تحقق"یعنی جس نے فقہ سیکھی اور تصوف اختیار نہ کیا یعنی باطنی امور کے اصلاح کی طرف توجہ نہ دی وہ روکھا پھیکا بے مغز دیندار ہے اور جس نے تصوف میں قدم رکھا اور دین میں تفقہ یعنی گہرا فہم حاصل نہ کیا وہ زندیق ہوسکتا ہے اور جس نے فقہ اور تصوف کو جمع کرلیا وہ محقق اور جامع شخص ہے۔

ہمارے حضرت پیر صاحب ماشاء اللہ ایسے ہی جامع شخص تھے وہ علم اور عشق کے مجمع البحرین تھے اور وہ سلسلہ میں داخل سالکین کو ضروری علم دین کی طرف تاکیداً متوجہ فرماتے تھے بلکہ بہت سارے عصری تعلیم یافتہ اشخاص کو باقاعدہ حافظ اور عالم بنایا اس کے بعد اجازت

وخلافت دی ۔حضرت کے خلفاء میں ایک اچھی خاصی تعداد الحمد للہ ایسے عصری علوم والے افراد کی ہے جو اپنے میدان میں ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ سند یافتہ عالم بھی ہیں۔

حضرتؒ کو سالکین خصوصاً آپ سے منسلک علماء اور خواص کی تربیت کی اتنی فکر رہتی تھی کہ آپ نے کئی سال رمضان کے اعتکاف میں مختلف عنوانات پر انتہائی پُرمغز عالمانہ دروس پوری تیاری کے ساتھ دئے اور وہ مختلف ناموں سے شائع بھی ہو چکے ہیں۔ان دروس اور بیانات میں اہل علم اور خواص کے لئے اچھا خاصا ٹھوس علمی اور فکری مواد تصوف وسلوک کے سلسلہ میں موجود ہے۔حضرت والا کو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے علوم سے بہت مناسبت تھی ان کے خاص خاص منتخب مکتوبات کی آسان اور سلیس زبان میں تشریحات پیش کی ہیں۔جس کی وجہ سے حضرت مجدد صاحب کے علوم سے استفادہ آسان ہو چکا ہے۔

اس کے علاوہ حضرتؒ کو قرآنی علوم سے بھی حصہ وافر ملا ہوا تھا۔آپ نے مختلف رمضانوں میں منتخب سورتوں کے تفسیری دروس بھی دئے ہیں جیسے سورہ کہف کے فوائد،سورہ حجرات کے 60 فوائد،آخری دس سورتوں کی تفسیر،سورہ یوسف کے 101 فوائد،سورہ رحمٰن، سورہ واقعہ،سورہ یٰس کے تفسیری بیانات وغیرہ اور وہ بھی شائع شدہ ہیں۔اس طرح حضرتؒ نے اپنے سالکین کو قرآنی ہدایات سے روشناس کرانے کا بڑا کارنامہ انجام دیا۔

حضرت جہاں حافظ، عالم اور شیخ کامل تھے وہیں کئی عصری علوم کے ماہر بھی تھے۔جدید سائنس اور ٹیکنالوجی سے بھی خوب واقفیت تھی۔کامیاب انجینئر تو تھے ہی۔ایک اور حضرت کی خصوصیت یہ بھی تھی کہ اردو زبان وادب کے معیار سے بھی اگر دیکھا جائے تو حضرت کی تحریرات بہت شگفتہ، دلکش اور دل آویز ہیں۔اس کا سب سے بہترین نمونہ حضرتؒ

کے مکتوبات فقیر میں ملتا ہے۔آپ کے مکتوبات میں جہاں علم و عرفان اور تصوف کے نکات کے دریا بہائے گئے ہیں وہیں زبان و ادب کے لحاظ سے بھی لطیف استعارات، تشبیہات اور تمثیلات کے نادر اور عمدہ نمونے ملتے ہیں، جگہ جگہ برمحل بہترین اشعار اور اقوالِ زرین نے مضامین کو دلچسپ اور انتہائی مفید بنا دیا ہے۔اس کے علاوہ حضرت کی وہ تحریریں جو مختلف کتابوں کے شروع میں پیش لفظ اور مقدمہ کے طور پر درج ہیں ان میں بھی پُرلطف ادبی چاشنی موجود ہے۔حضرتؒ نے افراد سازی پر بھی بہترین توجہ دی ہے۔اپنے بعد پوری دنیا میں دین کی حفاظت اور سلسلہ کی نشر و اشاعت کے لئے بڑی تعداد میں خلفائے کرام کو چھوڑا ہے۔ان خلفاء میں بڑی تعداد جیّد علماء کی ہے۔ان سے ان شاء اللہ ساری دنیا میں ایک صالح اور خوش گوار انقلاب کی توقع اور امید ہے اور ان کے کارنامے حضرتؒ کی حسنات میں اضافہ کا سبب بنتے رہیں گے۔

حضرت جیسی عظیم المرتبت شخصیت کے کمالات و خصوصیات کا مجھ جیسا بے بضاعت اور قلیل العلم شخص احاطہ نہیں کرسکتا۔

دامانِ نگہ تنگ و حسن تو گُل بسیار　　　گل چیں تو از تنگی داماں گلہ دارد

یعنی دامن تنگ اور چھوٹا ہے اور تیرے حُسن کے پھول بہت ہیں، پھول توڑنے والے کو اپنی تنگ دامنی کا گلہ اور شکوہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت کی بال بال مغفرت فرمائے۔انہیں اپنے مقربین میں شامل فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور ہمیں ان کے فیض سے محروم نہ فرمائے۔آمین یارب العالمین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

دورِ حاضر کی عظیم علمی روحانی شخصیت

مولانا محمد عبدالحسیب قاسمی (استاذ تفسیر و حدیث مدرسہ اسلامیہ اشاعت القرآن حسن نگر حیدرآباد)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد!

عالم ربانی نمونۂ اسلاف حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ دورِ حاضر کی ان عظیم علمی اور روحانی شخصیتوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے لاکھوں انسانوں کے دلوں میں عشقِ الٰہی اور اتباعِ سنت کی شمع روشن کی ہے۔ آپ کی زندگی شریعت اور طریقت کا ایک حسین سنگم ہے۔ ذیل میں آپ کی حیات اور خدمات کا ایک جامع خاکہ پیش ہے.

ابتدائی زندگی اور تعلیم: حضرت جی (جنہیں پیار سے اس نام سے پکارا جاتا ہے) یکم اپریل 1952 کو پاکستان کے شہر جھنگ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق ایک علمی اور مذہبی گھرانے سے ہے۔

عصری تعلیم : آپ نے انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کی اور الیکٹریکل انجینئرنگ میں ڈگری لینے کے بعد ایک طویل عرصے تک اپنے شعبے میں اعلیٰ عہدوں پر خدمات سرانجام دیں۔

دینی تعلیم : دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے علومِ اسلامیہ میں مہارت حاصل کی اور قرآن و حدیث کا گہرا مطالعہ کیا۔ روحانی سفر اور بیعت آپ کا روحانی تعلق سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے ہے۔

آپ نے اپنے وقت کے عظیم بزرگ حضرت مولانا غلام حبیب صاحب نقشبندیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہی کے زیرِ سایہ سلوک کی منزلیں طے کیں۔ آپ کے شیخ نے آپ کی

علمی اور روحانی قابلیت کو دیکھتے ہوئے آپ کو خلافت سے نوازا۔

حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کے علمی و اصلاحی خدمات کے کئی پہلو ہیں :

خانقاہی نظام کا احیاء : آپؒ نے خانقاہ حبیبیہ (جھنگ) کے ذریعے تزکیہِ نفس اور اصلاحِ باطن کا ایک منظم نظام قائم کیا، جہاں دنیا بھر سے لوگ روحانی پیاس بجھانے آتے ہیں۔*تصنیف و تالیف : آپ ایک بہترین مصنف ہیں۔آپ کی کتابیں سلیس، سادہ اور دل نشین ہوتی ہیں۔**مشہور تصانیف میں شامل ہیں :** خطباتِ فقیر (درجنوں جلدوں پر مشتمل اصلاحی بیانات کا مجموعہ) عشقِ الٰہی، زادِ راہ، حیا اور پاکدامنی وغیرہ۔

تعلیمی ادارے : آپ نے خواتین کی تعلیم کے لیے "جامعہ فاطمۃ الزہرا" کے نام سے ایک بڑا نیٹ ورک قائم کیا، جس کی شاخیں اب دنیا کے کئی ممالک میں پھیل چکی ہیں۔تبلیغی اسفار آپؒ نے دین کی اشاعت کے لیے پوری دنیا کا سفر کیا ہے۔امریکہ، برطانیہ، افریقہ اور عرب ممالک میں آپ کے ہزاروں مریدین اور چاہنے والے موجود ہیں۔آپ کے بیانات کی خاص بات یہ ہے کہ آپ جدید تعلیم یافتہ طبقے (ڈاکٹرز، انجینئرز اور طلبہ) کو ان کے مزاج کے مطابق دین کی طرف راغب کرتے تھے۔

نمایاں اوصاف وسنتِ نبوی کا التزام : آپ کی زندگی کا ہر عمل اتباعِ سنت کے سانچے میں ڈھلا ہوا نظر آتا ہے۔

عاجزی وانکساری : اتنی بڑی شہرت اور مقام کے باوجود آپ انتہائی سادہ اور منکسر المزاج ہیں۔

محبتِ الٰہی : آپ کے بیانات کا مرکزی نکتہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی یاد میں جینا

ہے۔خلاصہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ اس دور میں اسلام کا وہ روشن چہرہ ہیں جو لوگوں کو مادیت پرستی کے اندھیروں سے نکال کر اللہ کی معرفت کی روشنی کی طرف لا رہے ہیں۔

خشیتِ الٰہی: اتنی زیادہ کہ دوران وعظ ونصیحت، دوران مطالعہ، دوران تلاوت قرآن، دوران روایت حدیث تذکرۂ جنت ودوزخ، تذکیر بالموت اور احوال قبر کے دوران بیان زار و قطار رو پڑتے تھے۔

دعائیہ کلمات : اللہ رب العالمین سے عاجزانہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت جیؒ کی کامل مغفرت فرمائے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کی خدمات جلیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے اور اس کا جزاء و بدلہ حضرت کو مکمل عطا فرمائے ،جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

محبوب العلماء والصلحاء حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددیؒ کا مشن

"غافل دلوں کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے آباد کرانا"

حافظ محمد رفیق جلال غفرلہ خادمِ مجلس دارالاحسان، ودارالعلم اکیڈمی وانمباڑی، ٹمل ناڈو

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، امابعد

وہ دور بیٹھا کوئی دعائیں دیتا ہے　　　میں ڈوبتا ہوں سمندر اچھال دیتا ہے

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل　　　وہ دکان اپنی بڑھا گئے

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددیؒ عصرِ حاضر کے عظیم عالمِ ربانی، صاحبِ نسبت بزرگ، مصلحِ امت اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ممتاز شیخ تھے۔ آپ کی پوری زندگی قرآن وسنت کی خدمت، اصلاحِ باطن، تزکیہ نفس اور بندگانِ خدا کو اللہ تعالیٰ سے جوڑنے میں گزری۔

ولادت وابتدائی زندگی حضرت شیخ ایک دینی اور روحانی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے آپ کے اندر علمِ دین کے حصول کا شوق اور ذوقِ عبادت موجود تھا۔ ولایت اور زہد وتقویٰ کے آثار آپ کی طبیعت میں نمایاں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آغاز ہی سے آپ کے دل میں دین کی محبت اور آخرت کی فکر راسخ فرمادی تھی۔

تعلیم وتربیت حضرت جیؒ نے ملک کے نامور علماء ومشائخ سے علومِ دینیہ حاصل کیے۔ قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی، اور تصوف میں کامل دسترس حاصل کی۔ ساتھ ہی آپ نے اکابر اہلِ دل کی صحبت اختیار کی، جس نے آپ کی شخصیت کو علم وعمل کا حسین امتزاج بنادیا۔

روحانی نسبت وخلافت حضرت شیخ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے منسلک رہے اور اپنے وقت کے جلیل القدر مشائخ سے روحانی تربیت پائی۔۔1983ء میں حضرت مرشد عالم غلام حبیب صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔آپ کی خانقاہ شریعت وطریقت کے کامل امتزاج، سنتِ نبوی ﷺ کی اتباع اور اعتدال وتوازن کی عملی تصویر تھی۔

اصلاحی ودعوتی خدمات حضرت جیؒ نے اپنی زندگی کا مقصد امتِ مسلمہ کی اصلاح کو بنایا۔آپ کے بیانات اور مجالس میں بالخصوص درج ذیل امور پر زور دیا جاتا تھا:

اخلاصِ نیت، توبہ واستغفار، اصلاحِ نفس، سنتِ نبوی کی پیروی، دنیا کی ناپائیداری اور فکر آخرت کو دلوں میں پیوستہ کرنا آپ کی فکروں کا محور تھا۔آپ کے اصلاحی بیانات ہزاروں دلوں کو جھنجھوڑ دینے والے اور عمل پر ابھارنے والے ہوتے تھے۔

تصنیفی خدمات حضرت جیؒ کی متعدد کتب اور رسائل عوام وخواص کے لیے روحانی رہنمائی کا ذریعہ بنے۔ان تصانیف میں باطنی امراض کا علاج، اخلاقی تربیت، سنت کی اہمیت اور اللہ سے تعلق مضبوط کرنے کے عملی طریقے نہایت سادہ اور مؤثر انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔

نمایاں ومنفرد کارنامہ حضرت جیؒ کا سب سے نمایاں اور منفرد کارنامہ یہ تھا کہ آپ نے تصوف واصلاحِ باطن کو خالص قرآن وسنت کے تابع کر کے عملی زندگی کا نمونہ بنا دیا۔

آپ نے روحانیت کو محض خانقاہوں تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے عام مسلمانوں، نوجوان نسلوں اور جدید تعلیم یافتہ طبقے کے لیے بھی قابلِ فہم، قابلِ قبول اور قابلِ عمل بنا کر پیش کیا۔

حضرت جیؒ کی محنتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہزاروں افراد نے سچی توبہ کی، سنتِ نبوی ﷺ کی طرف لوٹے، اور دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا۔ یہ ایک خاموش مگر گہرا اصلاحی انقلاب تھا، جو افراد سے خاندانوں اور خاندانوں سے معاشرے تک پھیلتا چلا گیا۔

عالمی فیوض واثرات اللہ تعالیٰ نے حضرت جیؒ کو عالمگیر قبولیت عطا فرمائی۔ دنیا کے تقریباً ستر ممالک کا روحانی سفر کیا۔ ان ممالک میں بے شمار آپ کے مریدین، متعلقین اور مستفیدین موجود ہیں۔ بے شمار افراد کی زندگیوں پر آپ کے مواعظ ونصائح کے بہترین اور خوشگوار اثرات کھلی آنکھوں نظر آتے ہیں۔ اس طرح آپ کے اصلاحی وتربیتی بیانات و تصانیف کے ذریعے ایک ایمانی وعملی انقلاب برپا ہوا۔

اخلاق واوصاف حضرت شیخؒ کی زندگی مندرجہ ذیل اوصاف کا عملی نمونہ تھی: تواضع و انکساری، سادگی اور بے نفسی، شریعت کی کامل پابندی، امت کے لیے درد، اخلاص وللّٰہیت

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددیؒ کے خلفاء کرام (انڈیا)

اللہ تعالیٰ نے حضرت جیؒ کو یہ عظیم سعادت عطا فرمائی کہ آپ کی حیاتِ مبارکہ میں جہاں پورے عالم میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا فیض وسیع پیمانے پر پھیلا۔ وہیں حضرت کی تربیت سے الحمدللہ ہمارے ملک ہندوستان کے مختلف علاقوں میں بھی باعمل، صاحبِ نسبت اور صاحبِ اعتماد خلفاء کی ایک اچھی خاصی تعداد تیار ہوئی، یہ خلفاء کرام حضرت کے اصلاحی مشن کو بحسن وخوبی سے آگے بڑھا رہے ہیں۔

حضرت کے خلفاء کا امتیاز یہ ہے کہ وہ: شریعتِ مطہرہ کے پابند، سنتِ نبوی ﷺ کے عملی

داعی، اصلاحِ نفس اور تزکیۂ باطن کے سچے خادم اور اعتدال و توازن پر قائم داعیانِ دین ہیں۔

الحمدللہ ان خلفاء کرام کے ذریعے خانقاہی نظام کو بدعات سے محفوظ رکھا گیا ہے، عوام وخواص میں وہ خلفاء عظام اصلاحی مجالس کو خوب فروغ دے رہے ہیں، نوجوان نسل کو دین سے جوڑنے میں ان خلفاء کا مؤثر کردار نظر آرہا ہے، اور وہ حضرت کے فیضِ صحبت وتربیت کو دیانت کے ساتھ آگے منتقل کررہے ہیں، یہ کہنا بجا ہے کہ حضرتؒ کے خلفاء حضرت کے فکر ومنہج کے امین، اور ان کے اصلاحی مشن کے سچے عملی وارث ہیں۔ ان ہی خلفاء میں سے میرے شیخ محترم مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد طلحہ صاحب قاسمی نقشبندی مجددی دامت برکاتہم العالیہ ہیں۔ جن سے یہ عاجز 2011 میں حضرت جیؒ کے دورۂ ہند کے بعد بیعت کے ذریعے سلسلہ سے وابستہ ہوا۔

بحمدللہ آج تک بھی منسلک ہے اور سلوک واحسان کے مشن کو ہمارے علاقے تمل ناڈو کے مختلف شہروں میں حضرت شیخ محترم کو مدعو کرکے وقتاً فوقتاً اصلاحی مجالس منعقد کراتا آرہا ہے۔ جیسا کہ اس بات سے تقریباً سبھی حضرات بخوبی واقف ہیں کہ سالِ گزشتہ حضرت شیخ محترم کافی علیل ہوگئے تھے۔ ان ہی ایام میں زیرِ علاج رہتے ہوئے بنگلور کے خانقاہ کی مجلس میں حضرت نے سات افراد کو خلافت کی نعمت سے سرفراز فرمایا تھا۔ ان خوش نصیبوں میں سے ایک ہمارے شہر وانمباڑی کے نوجوان عالم دین مولانا مفتی امتیاز احمد صاحب معدنی نقشبندی دامت برکاتہم (شیخ الحدیث ومہتمم مدرسہ معدن العلوم، وانمباڑی) ہیں۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے سلوک واحسان کے میدان میں خوب کام لے۔ آمین

نہ بھولے جانے والے یادگار لمحات حضرت جیؒ نے سن 2016ء سے ملیشیا میں سہ روزہ

سالانہ اصلاحی وروحانی مجالس کا سلسلہ شروع فرمایا تھا۔سالِ گزشتہ تک جاری رہا۔

الحمدللہ ملیشیا کے ان روحانی مجالس میں حضرت شیخ محترم مولانا سید محمد طلحہ صاحب نقشبندی دامت برکاتہم کی سرپرستی ومعیت میں بارہا ہم سالکین کو شرکت واستفادہ کا موقع ملا۔ اس مبارک موقع پر حضرت پیر صاحبؒ کی زیارت ہوئی اوران سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔جس کے لئے ہم بارگاہِ خداوندی میں سجدۂ شکر بجالاتے ہیں۔

وصال 14 دسمبر 2025ء مطابق ۲۲ جمادی الثانی ۱۴۴۷ھ بروز اتوار حضرت پیر صاحب اپنے رب اور مالکِ حقیقی سے جا ملے۔رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔آپ کا وصال بظاہر امت کے لئے عظیم خسارہ ہے۔مگر آپ کی علمی وروحانی میراث تا قیامت اہلِ دل کے لئے مشعلِ راہ بنی رہے گی۔ان شاء اللہ

اللہ تعالیٰ حضرت کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے،ان کے علوم وفیوض کو ہمیشہ جاری وساری رکھے،اورہم سالکین کوان کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

رابطہ نمبر: 9786 375 786

نوجوانوں، تاجروں اور اہلِ علم میں
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کے کام کرنے کا طریقہ

حافظ محمد امجد خان بن محمد خلیل خان صاحب (علی باغ، محمد علی روڈ، کالا پتھر، جھنما حیدرآباد)

الحمدللہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد!

تمہید ہر دور میں امتِ مسلمہ کو ایسے رجالِ ربانی کی ضرورت رہی ہے جو بگڑے ہوئے حالات میں اصلاح، تربیت اور رہنمائی کا فریضہ انجام دیں۔ بالخصوص موجودہ دور میں جب نوجوان فکری انتشار، تاجر مادّہ پرستی اور اہلِ علم عملی کمزوریوں کا شکار نظر آتے ہیں، ایسے میں حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوتی و اصلاحی خدمات نہایت اہم اور مؤثر ثابت ہوئیں اور حضرتؒ نے نہایت حکمت، اعتدال اور سنت کے مطابق مختلف طبقات میں اصلاحِ باطن کا عظیم کام انجام دیا۔ نوجوانوں میں کام کرنے کا طریقہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے نوجوانوں کو امت کا قیمتی سرمایہ سمجھا اور ان کی اصلاح کو اپنی دعوت کا اہم مرکز بنایا۔

محبت اور شفقت کا اسلوب: حضرتؒ کا اندازِ دعوت نوجوانوں کے ساتھ سختی یا مایوسی پر مبنی نہیں تھا بلکہ محبت، ہمدردی اور خیر خواہی پر قائم تھا۔ نوجوان خود کو حضرتؒ کے قریب محسوس کرتے، اپنے مسائل بلا جھجک بیان کرتے اور رہنمائی حاصل کرتے۔

اصلاحِ باطن پر توجہ: حضرتؒ نوجوانوں کو محض ظاہری دینداری پر نہیں بلکہ دل کی اصلاح کی طرف متوجہ فرماتے۔ نفس کی پہچان، گناہوں سے نفرت، اخلاص اور تقویٰ یہ سب باتیں عملی طور پر نہایت آسان اور عام فہم انداز میں سمجھاتے تھے۔

عملی رہنمائی: حضرتؒ نوجوانوں کو غیر عملی نصیحتیں نہیں دیتے تھے بلکہ نماز کی پابندی، نگاہوں کی حفاظت، موبائل، انٹرنیٹ اور بری صحبت سے بچاؤ وقت کی قدر جیسے موضوعات پر واضح اور قابل عمل رہنمائی فرماتے تھے۔

مقصدِ زندگی کی یاد دہانی: حضرتؒ نوجوانوں کو یہ احساس دلاتے کہ زندگی محض کیریئر یا دنیا کمانے کا نام نہیں بلکہ بندگی اور آخرت کی تیاری اصل مقصد ہے۔

تاجروں میں کام کرنے کا طریقہ: تاجر طبقہ معاشرے کی معیشت کا ستون ہوتا ہے اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تاجروں میں اصلاحی کام کو نہایت اہم سمجھا۔

حلال کمائی پر زور: حضرتؒ تاجروں کو یہ بات دل میں بٹھاتے کہ حرام کمائی عبادت کو بھی کھوکھلا کر دیتی ہے۔ لہٰذا سود سے اجتناب دھوکہ، ملاوٹ اور جھوٹ سے پرہیز وعدے کی پابندی پر خاص زور دیتے تھے۔

کاروبار کو عبادت بنانا: حضرتؒ فرماتے کہ اگر نیت درست ہو تو کاروبار بھی عبادت بن سکتا ہے۔ دیانت انصاف اللہ پر توکل ان صفات کو اپنانے کی تلقین فرماتے تھے۔

دولت کے ساتھ شکر اور انفاق: حضرتؒ تاجروں کو مال پر گھمنڈ سے بچاتے اور زکوٰۃ کی ادائیگی صدقہ وخیرات مساکین کی مدد کی طرف رغبت دلاتے۔

دنیا و آخرت میں توازن: حضرتؒ کا خاص پیغام یہ تھا کہ تجارت انسان کو اللہ سے غافل نہ کرے بلکہ اللہ کے قریب کرنے والی بنے۔

اہلِ علم میں کام کرنے کا طریقہ: اہلِ علم امت کے رہنما ہوتے ہیں، اس لیے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی اصلاح پر خصوصی توجہ دی۔

علم کے ساتھ عمل کی تلقین: حضرتؒ فرماتے تھے کہ علم اگر عمل سے خالی ہو تو وبال بن جاتا ہے۔ لہٰذا اہلِ علم کو اخلاص خشیتِ الٰہی سنت کی پابندی کی طرف متوجہ کرتے تھے۔

تکبر اور شہرت سے حفاظت: حضرتؒ اہلِ علم کو علمی غرور، مناظرہ بازی اور شہرت طلبی سے بچنے کی نصیحت فرماتے اور عاجزی وانکساری کو علم کا حسن قرار دیتے۔

اصلاحِ باطن کی ضرورت: حضرتؒ واضح فرماتے تھے کہ جیسے عوام کو اصلاح کی ضرورت ہے، ویسے ہی اہلِ علم بھی تزکیۂ نفس کے محتاج ہیں۔ ذکر، مراقبہ اور محاسبۂ نفس کو ضروری قرار دیتے تھے۔

امت کے درد کا احساس: حضرتؒ اہلِ علم کو صرف درس وتدریس تک محدود نہیں رکھتے تھے بلکہ امت کے درد، اصلاحِ معاشرہ اور دعوتِ دین کے جذبے کو بیدار کرتے تھے۔

حضرتؒ کے کام کی نمایاں خصوصیات: شریعت اور سنت کی مکمل پابندی، بدعات اور غلو سے اجتناب، اخلاص اور للہیت، آسان، عام فہم اور عملی دعوت ہر طبقے کی ذہنی سطح کے مطابق رہنمائی کرتے تھے۔

بہر حال! حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے نوجوانوں، تاجروں اور اہلِ علم میں جس حکمت، محبت اور بصیرت کے ساتھ کام کیا، وہ موجودہ دور کے داعیانِ دین کے لیے ایک روشن نمونہ ہے۔ حضرت کا اصل پیغام اصلاحِ باطن، اتباعِ سنت اور اللہ سے مضبوط تعلق تھا۔ آج بھی اگر انہی اصولوں کو اپنایا جائے تو معاشرے کی اصلاح ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت کے فیوض و برکات میں سے کچھ حصہ عطا فرمائے اور ان کے مشن کو سمجھنے آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

فقیر کا پیام نئی نسل کے نام

لیس۔انور حسین (انور ہادی جنیدی) لکچر رشعبۂ اردو گورنمنٹ ڈگری کالج برائے ذکور خودمختار، کڈپہ، آندھرا پردیش

حضرت مولانا پیر ذلفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی کا یہ خطاب محض ایک وقتی وعظ یا رسمی نصیحت نہیں بلکہ عصرِ حاضر کے فکری، اخلاقی اور روحانی بحران میں گھری ہوئی نئی نسل کے لیے ایک جامع رہنمائی ہے۔ یہ خطاب ایسے وقت میں سامنے آیا جب نوجوان ایک طرف جدید تہذیب کی چکاچوند، ٹیکنالوجی کی یلغار اور نفس پرست خواہشات کے نرغے میں ہے، اور دوسری طرف اس کے دل میں مقصدِ حیات کی تشنگی بھی شدت سے موجود ہے۔زامبیا کے شہر لوساکا میں بحالتِ اعتکاف نوجوانوں سے کیا جانے والا یہ خطاب دراصل ایک فقیرِ باصفا کی وہ صدا ہے جو شور و ہنگامے سے دور بیٹھ کر زمانے کی نبض پر ہاتھ رکھتا ہے۔حضرت مولانا نے نہ صرف نوجوانی کے مسائل کو سمجھا بلکہ ان کے اسباب، نتائج اور حل بھی قرآن، سیرت اور تاریخ کی روشنی میں واضح کیے۔ اسی خطاب کو بعد ازاں صلاح الدین سیفی نقشبندی نے کتابی صورت میں مرتب کیا، جو ”فقیر کا پیام نئی نسل کے نام“ کے عنوان سے آج فکری رہنمائی کا مستند حوالہ بن چکی ہے۔ یہ کتاب نوجوانوں کو یہ احساس دلاتی ہے کہ وہ محض حالات کے اسیر نہیں بلکہ اگر چاہیں تو خود حالات کا رخ بدل سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ اپنی عمر، اپنی توانائی اور اپنی صلاحیتوں کو پہچان لیں۔

انسانی زندگی کے مراحل

حضرت مولانا انسانی زندگی کو ایک فطری اور حکیمانہ ترتیب میں بیان کرتے ہیں۔

بچپن سراسر انحصار اور پرورش کا زمانہ ہے، جہاں انسان سیکھتا تو ہے مگر ذمہ دار نہیں ہوتا۔ لڑکپن میں تعلیم، تربیت اور نظم وضبط کا آغاز ہوتا ہے، جہاں ذہن آہستہ آہستہ شعور کی طرف بڑھتا ہے۔ جوانی وہ مرحلہ ہے جہاں انسان نہ صرف اپنی ذات کے فیصلے کرتا ہے بلکہ خاندان کے معاملات میں بھی شریکِ مشورہ بن جاتا ہے۔ اسی عمر میں تعلیم کا بوجھ، مستقبل کی فکر اور زندگی کی ضروریات انسان کو سنجیدگی کی طرف لے جاتی ہیں۔ نکاح، روزگار اور خاندانی نظام کی تشکیل اسی مرحلے میں ہوتی ہے، جو انسان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کا مکلف بناتی ہے۔ حضرت والا کے نزدیک یہی ترتیب اگر بگڑ جائے تو پوری زندگی کا توازن خراب ہو جاتا ہے۔ اقتباس ملاحضہ فرمائیں۔

"انسانی زندگی کے مختلف دور ہوتے ہیں جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ بچپن کا دور کہلاتا ہے اس دور میں بچہ کا کام دودھ پی لینا اور وقت گزار دینا ہوتا ہے جب تھوڑا اور بڑا ہوتا ہے، چلنے پھرنے دوڑنے بھاگنے کے قابل ہو جاتا ہے تو پھر اس کو کھیلنے کا شوق ہوتا ہے، بس کھاتا پیتا ہے سوتا ہے اور باقی سارا وقت وہ کھیلتا ہے، پھر لڑکپن کا دور شروع ہو جاتا ہے اس لڑکپن کے دور میں اس پر تھوڑی ذمہ داری ڈالی جاتی ہے کہ اس کو پڑھانا شروع کرتے ہیں، عام طور پر چھ سال کی عمر میں بچہ کو قرآن مجید اور دوسری ایسی تعلیم شروع کروا دیتے ہیں، اور ذرا بڑا ہوتا ہے تو پڑھائی کا بوجھ اور بڑھتا چلا جاتا ہے جب یہ بچہ جوانی کی عمر میں قدم رکھتا ہے تو پھر اس کی تعلیم کا بوجھ بھی کافی زیادہ ہو جاتا ہے اور اس کی کا زندگی کی ضروریات بھی بدل جاتی ہیں، پھر یہ اپنے ماں

باپ کا مشیر بھی بن جاتا ہے، پہلے فقط یہ ان کی باتیں سنا کرتا تھا اب تین باتیں سنتا ہے تو ایک بات میں مشورہ بھی دے دیتا ہے، چونکہ تعلیم پاتا ہے وقت کے ساتھ ساتھ پختگی آتی چلی جاتی ہے''(1) فقیر کا پیام نئی نسل کے نام۔ص۔4,5

کام کا آدمی کون

اس عنوان کے تحت حضرت مولانا نے ایک نہایت باریک مگر اہم نکتہ بیان کیا ہے۔ان کے نزدیک اصل مصروف وہی ہوتا ہے جو کام کا عادی ہو۔جو لوگ حقیقتاً ذمہ دار اور متحرک ہوتے ہیں، وہ ہمیشہ مزید کام کے لیے وقت نکال لیتے ہیں، جبکہ فارغ آدمی بظاہر آزاد ہونے کے باوجود فرصت کا شکوہ کرتا رہتا ہے۔جوانی وہ وقت ہے جب جسمانی طاقت، ذہنی صلاحیت اور قوتِ ارادی اپنے عروج پر ہوتی ہے۔اگر اس مرحلے میں انسان سستی، کاہلی اور بے مقصد مشغولیات میں مبتلا ہو جائے تو یہ صلاحیتیں ضائع ہو جاتی ہیں۔حضرت مولانا نوجوان کو جھنجھوڑ کر یہ احساس دلاتے ہیں کہ یہی عمر اصل سرمایہ ہے، جس میں کام کر لیا جائے تو باقی زندگی آسان ہو جاتی ہے۔اقتباس ملاحضہ فرمائیں ...

> لیکن یہ جوانی کی عمر ایسی ہوتی ہے کہ انسان کے پاس وقت زیادہ ہوتا ہوتا ہے اور کام کرنے کو تھوڑا ہوتا ہے جو کام کرنے والے لوگ ہیں نا یہ بات ان کی کر رہے ہیں جو کام کرنے والے نہیں ہوتے ان کو تو ہمیشہ وقت کی کمی کا شکوہ ہی رہتا ہے اس لئے کہتے ہیں کہ اگر کوئی کام ذمہ لگانا ہو تو فارغ بندے کے ذمہ نہ لگائیں جو پہلے سے کسی کام میں لگا ہوا ہے اسکے ذمہ لگائیں، وہ کام کرنے والا اس کام کو بھی کر دے گا، فارغ بندے کے ذمہ اس لئے نہ لگائیں

کہ اس کے پاس فرصت نہیں ہوتی، چنانچہ سست آدمی کی یہ علامت ہوتی ہے کہ کوئی کام اس کو کہہ دو وہ کہے گا کہ میرے پاس فرصت نہیں تو جو لوگ کام کرنے والے ہوتے ہیں ان کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ کرنے کا کام ہمارے پاس تھوڑا ہے ہم اور بھی کر سکتے ہیں، یہ اصل وقت ہوتا ہے زندگی کا، توانائیاں بھرپور ہوتی ہیں، قوت یادداشت بہت ہوتی ہے، جسمانی طاقت اپنے عروج پر ہوتی ہے، قوت ارادی کی انتہا ہوتی ہے، اگر اس عمر میں انسان کے سامنے کوئی مقصد ہو تو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے یہ نوجوان بہت کام کر سکتا ہے۔(2) فقیر کا پیام نئی نسل کے نام۔ص۔5,6

سیدنا ابراہیمؑ اور نمرود

حضرت مولانا اس عنوان کے ذریعے نوجوانوں کو جراتِ ایمانی کا سبق دیتے ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی جوانی کا ذکر محض ایک تاریخی واقعہ نہیں بلکہ ایک زندہ مثال ہے کہ حق کے لیے کھڑا ہونا عمر کا محتاج نہیں۔نمرود جیسے جابر حکمران کے سامنے توحید کا اعلان، اس کے باطل دلائل کا مدلل جواب، بتوں کی بے بسی کو عملی طور پر ظاہر کرنا اور پھر آگ میں ڈالے جانا، یہ سب اس بات کا ثبوت ہے کہ جب ایمان مضبوط ہو تو طاقت کے سارے پیمانے بدل جاتے ہیں۔قرآن کا انہیں ''فتی'' کہنا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ یہ سب کارنامے جوانی میں انجام پائے۔اقتباس دیکھیں۔

اگر آپ سوچیں اور دیکھیں اپنی تاریخ کو تو دنیا میں جتنے بڑے بڑے کام ہوئے اکثر و بیشتر کام جوانوں نے کئے مثال کے طور پر سیدنا ابراہیم علیہ

السلام جو ابوالانبیاء ہیں جدالانبیاء ہیں جن کی نسل سے اللہ تعالی نے دس ہزار سے زیادہ پیغمبر بھیجے وہ ابراہیمؑ اپنی جوانی کے وقت میں توحید کا پیغام لے کر اٹھتے ہیں اور شرک اور بت پرستی کی مذمت کرتے ہیں۔(3)

فقیر کا پیام نئی نسل کے نام۔ص۔6

سیدنا موسیٰؑ اور فرعون

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا یہ پہلو نوجوانوں کے لیے نہایت سبق آموز ہے۔ ان کی جوانی میں موجود قوت، جرات اور حق گوئی نے انہیں فرعون جیسے طاغوت کے مقابل لا کھڑا کیا۔ حضرت مولانا اس واقعے کے ذریعے یہ واضح کرتے ہیں کہ ظلم کے مقابلے میں خاموش رہنا اصل کمزوری ہے، جبکہ حق کے لیے آواز اٹھانا اگرچہ مشکل ہے مگر یہی راستہ نجات کا ہے۔ جوانی کی طاقت اگر حق کے ساتھ جڑ جائے تو وہ فرعونوں کے ایوان ہلا سکتی ہے۔اقتباس ملاحضہ فرمائیں

سیدنا موسیٰ کی مثال دیکھ لیں کہ ان کو فرعون کی طرف اللہ تبارک وتعالی نے بھیجا کہ اذھبا الی فرعون انه طغی، آپ جائیں فرعون کے پاس بہت باغی تاغی بن گیا ہے تو جب وہ آئے تو ان کی عمر کیا تھی؟ ایسی عمر تھی کہ انہوں نے دو بندوں کو دیکھا کہ جھگڑا کر رہے ہیں ایک انکی اپنی قوم کا تھا اور ایک کوئی اور تھا، تو انہوں نے ذرا ہٹانے کے لئے انمیں سے ایک کے مکا لگایا فوکزہ موسیٰ فقضا علیه کہ ایسا پنچ لگا کہ وہ گرتے ہی مر گیا اب یہ بڑھاپے کی عمر ہوتی ہے اتنی طاقت کہ ایک مکا لگا کے اس بندے کو ہمیشہ کے لئے ٹیکنکل نوٹ آوٹ کر دیا یہ جوانی کی عمر تھی بھر پور جوانی کی عمر، تو سیدنا

موسیٰ فرعون کے سامنے کھڑے ہوئے تو ان کی بھی جوانی کی عمر تھی۔(4)

فقیر کا پیام نئی نسل کے نام۔ص۔7,8

اصحابِ کہف

اصحابِ کہف کا واقعہ نوجوانوں کو یہ سبق دیتا ہے کہ ایمان کی حفاظت سب سے بڑی ترجیح ہونی چاہیے۔ یہ نوجوان تھے جنہوں نے وقتی آرام، سماجی حیثیت اور شاہی قربت کو چھوڑ کر غار کی تنہائی کو قبول کیا، مگر اپنے ایمان کا سودا نہیں کیا۔ قرآن کا انہیں "فتیہ" کہنا اس بات کی علامت ہے کہ ایمان کی سب سے بڑی قربانی اکثر نوجوان ہی دیتے ہیں۔ حضرت مولانا اس واقعے کو عصرِ حاضر کے نوجوان سے جوڑتے ہوئے یہ پیغام دیتے ہیں کہ اگر ماحول ایمان کے لیے خطرہ بن جائے تو ہجرتِ قلب اور کردار کی مضبوطی لازم ہو جاتی ہے۔ اقتباس ملاحضہ فرمائیں۔

> اصحاب کہف قرآن مجید میں اصحاب کہف کا واقعہ ہے، یہ اصحاب کہف کون تھے؟ وقت کا بادشاہ بہت ظالم تھا تو کچھ نوجوان تھے جن کو اپنا ایمان خطرے میں محسوس ہوا چنانچہ انہوں نے سوچا کہ ہم اس جگہ کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں قرآن مجید گواہی دے رہا ہے انہم فتیة آمنو بربہم وزدنہم ہدی کے یہ لوگ کون تھے؟ فتیة یہ نوجوان لوگ تھے، تو سیدنا ابراہیم نوجوان، سیدنا موسیٰ نوجوان اصحاب کہف بھی نوجوان اور سیدنا عیسیٰ بھی نوجوان جب ان کو اس دنیا سے اٹھایا گیا تو بھر پور جوانی کی عمر تھی اور پھر رسول اللہ ؐ نے دنیا میں آ کر جب نبوت کا دعوی فرمایا تو آپ کی عمر مبارک چالیس سال بھر پور جوانی کی عمر جب نبوت کا اعلان فرمایا تو آپ کی عمر مبارک

چالیس سال حضرت ابوبکر صدیق 38 سال عمر فاروق کی عمر ستائیس سال علی کی عمر دس سال حمزہ بھی جوان ہیں عثمان غنی بھی جوان ہیں یہ جوانوں کی ایک جماعت تھی جس کو اللہ نے کھڑا کر دیا اور انہوں نے پوری دنیا میں انقلاب برپا کر کے رکھ دیا، تو ان مثالوں سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں جنہوں نے بڑے کام کر دکھائے یہ لوگ نوجوان تھے، لہذا اس عمر میں اللہ تعالی نے برکت رکھی ہوتی ہے اللہ کی طرف سے دی ہوئی نعمتیں اپنے کمال کی ہوتی ہیں لہذا آدمی جس کام کو کرنے کی نیت کر لے اس کام کو کر گذرتا ہے، یہ بہترین عمر ہے آخرت کی کھیتی کاشت کرنے کی، دین کے کام کو اپنا کام بنانے کی۔ (5)

فقیر کا پیام نئی نسل کے نام۔ص 8,9

حضرت مولانا کے خطاب میں ان بنیادی عناوین کے علاوہ بھی کئی اہم موضوعات زیرِ بحث آئے، جن میں بڑوں کی قدر و منزلت، بلند کردار کی تشکیل، کم عمری میں بڑے کارنامے، شہوات کی بیداری، موبائل فون اور انٹرنیٹ کے تباہ کن اثرات، میوزک اور میڈیا کی فکری یلغار، سائنس اور جدید ایجادات کا درست استعمال، بد باطن لوگوں کے مشوروں سے بچاؤ، حضورؐ کے فرامینِ عالیہ، بندے کی بے بسی، وقت کے ساتھ بدلتی اقدار، زندگی کی فطری ترتیب اور سیدنا یوسفؑ کا پاکیزہ کردار خصوصی طور پر قابلِ غور ہیں۔

حضرت مولانا پیر ذلفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی کا یہ خطاب، جو بعد ازاں ''فقیر کا پیام نئی نسل کے نام'' کی صورت میں مرتب ہوا، دراصل موجودہ دور کے نوجوان کے لیے ایک ہدایت کا چراغ ہے۔ اس میں نہ صرف نوجوانی کی قدر و قیمت واضح کی گئی ہے بلکہ اس عمر کے خطرات، فتنوں اور لغزشوں کی بھی بھرپور نشاندہی کی گئی ہے۔ حضرت والا نے تاریخِ انبیاء،

قرآنِ کریم اور سیرتِ نبویؐ کی روشنی میں یہ حقیقت اجاگر کی کہ دنیا میں حق، اصلاح اور انقلاب کی ذمہ داری ہمیشہ نوجوانوں کے کندھوں پر رہی ہے۔ یہ خطاب نوجوان کو محض نصیحت نہیں دیتا بلکہ اسے اس کی اصل حیثیت کا شعور عطا کرتا ہے۔ اسے بتایا جاتا ہے کہ جوانی خواہشات کی غلامی کے لیے نہیں بلکہ مقصد، کردار اور خدمت کے لیے عطا کی گئی ہے۔ اگر یہ عمر اطاعتِ الٰہی، اتباعِ رسولؐ اور اصلاحِ نفس میں صرف ہو جائے تو یہی جوانی انسان کے لیے دنیا میں عزت اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

حواشی

فقیر کا پیام نئی نسل کے نام: مولوی صلاح الدین سیفی نقشبندی، مکتبہ ملت دیوبند، یوپی

حوالہ

(1) فقیر کا پیام نئی نسل کے نام۔ص۔4,5

(2) ایضاً۔ص۔5,6

(3) ایضا۔ص۔6

(4) ایضا۔ص۔7,8

(5) ایضا۔ص8,9

Anwar Hadi Junaidi

Lecturer in urdu, Govt. College For Men (A) Kadapa

Adress--D/NO:9/735 SGM Mansion , Hussainia Masjid Road

Agadi Street Kadapa,516001- Andhra Pradesh

anwar.hadi786@gmail.com cell: 7013282616

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کے احوال

مولانا شیخ عدنان حسامی بن شیخ عبدالرشید قادری، معلم سیکسس حفظ اکیڈمی حیدرآباد، [گلشن کالونی، شیخ پیٹ حیدرآباد]

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

تمہید اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو بچپن ہی سے غیر معمولی صفات، نیک رجحانات اور دینی مزاج عطا فرما دیتا ہے، جو آگے چل کر ان کی عظیم ذمہ داریوں کا پیش خیمہ بنتے ہیں۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ بھی ان ہی برگزیدہ ہستیوں میں سے تھے جن کے بچپن کے احوال میں مستقبل کے ایک عظیم شیخِ طریقت اور مصلحِ امت کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔

خاندانی ماحول اور دینی فضا

حضرت مولاناؒ ایک ایسے دینی اور باوقار گھرانے میں پیدا ہوئے جہاں علم، تقویٰ، دینداری اور سنتِ نبوی ﷺ سے محبت کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ گھر کا ماحول شریعت کی پابندی، نماز کا اہتمام اور دینی اقدار سے آراستہ تھا۔

ایسے پاکیزہ ماحول نے حضرت کے دل و دماغ پر گہرے اثرات مرتب کیے اور بچپن ہی سے دین کی طرف رغبت پیدا ہوئی۔ بچپن ہی سے سنجیدگی اور وقار عام طور پر بچے کھیل کود اور لہو و لعب میں مشغول رہتے ہیں، مگر حضرت مولاناؒ کے بچپن میں سنجیدگی، متانت اور وقار نمایاں تھا۔ غیر ضروری کھیلوں سے طبعی نفرت اور خاموشی و تفکر کی عادت ان کی شخصیت کا حصہ تھی۔ بڑوں کے ساتھ بیٹھنا، ان کی باتیں غور سے سننا اور ادب و احترام کے ساتھ پیش آنا ان کا خاص وصف تھا۔

عبادت کا شوق حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن ہی سے عبادت سے خاص لگاؤ تھا۔ نماز کی پابندی، قرآنِ پاک کی تلاوت اور دعا میں رغبت ان کی عمر کے لحاظ سے غیر معمولی تھی۔ والدین اور اساتذہ اس بات کو محسوس کرتے تھے کہ یہ بچہ عام بچوں سے مختلف ہے اور اس کا دل دنیاوی مشاغل کے بجائے اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف مائل رہتا ہے۔

اخلاق و عادات حضرت کے بچپن کے اخلاق نہایت اعلیٰ تھے۔ سچ بولنا بڑوں کا ادب چھوٹوں پر شفقت جھوٹ، گالی اور لڑائی جھگڑے سے اجتناب یہ سب اوصاف ان کی شخصیت میں نمایاں تھے۔ اگر کبھی کسی بات پر تنبیہ کی جاتی تو فوراً قبول کر لیتے اور اصلاح کی کوشش کرتے، جو ایک نیک فطرت کی علامت ہے۔

علم کی طرف رغبت حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن ہی سے علم سے محبت تھی۔ دینی باتیں سننا، سوال کرنا اور سمجھنے کی کوشش کرنا ان کی عادت تھی۔ اساتذہ کے سامنے مؤدبانہ انداز میں بیٹھنا اور سبق کو توجہ سے سننا ان کی خاص پہچان تھی۔ یہی شوقِ علم آگے چل کر ان کے عظیم علمی و روحانی مقام کا سبب بنا۔

دنیا سے بے رغبتی بچپن ہی سے حضرت کے مزاج میں دنیا کی چمک دمک سے ایک فطری بے رغبتی پائی جاتی تھی۔ قیمتی چیزوں، نمود و نمائش یا فضول خواہشات کی طرف دل نہیں لگتا تھا۔ سادگی، قناعت اور کم پر راضی رہنا ان کی فطرت میں شامل تھا، جو بعد میں ان کی خانقاہی زندگی کا نمایاں وصف بنا۔

بڑوں کی صحبت کا اثر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو نیک اور صالح بزرگوں کی صحبت نصیب ہوئی، جس نے ان کے مزاج کو مزید نکھارا۔ ایسی صحبت نے ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت، آخرت کی

فکر اور نفس کی اصلاح کا جذبہ پیدا کیا، جو آگے چل کر ان کے روحانی سفر کی بنیاد بنا۔

خلاصہ یہ کہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کے بچپن کے احوال اس حقیقت کی روشن دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ جن بندوں سے بڑا کام لیتا ہے، ان کی تیاری بچپن ہی سے فرما دیتا ہے۔ حضرت کی سنجیدگی، عبادت کا شوق، اخلاقی پاکیزگی اور دنیا سے بے رغبتی اس بات کی علامت تھی کہ وہ مستقبل میں امت کے ایک عظیم روحانی رہنما بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت کے اسوۂ حسنہ سے سبق حاصل کرنے اور اپنی اور اپنی اولاد کی تربیت اسی نہج پر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت جیؒ کی عوام وخواص میں مقبولیت

حافظ محمد سہیل اختر بن محمد مولیٰ بخش صاحب (نائب امام مدینہ مسجد گلشن کالونی، شیخ پیٹ حیدرآباد)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

اللہ تعالیٰ جن بندوں کو اخلاص، للّٰہیت اور دین متین کی خدمت کے لیے منتخب فرماتا ہے، ان کے اثرات صرف ایک طبقے تک محدود نہیں رہتے بلکہ عوام وخواص سب ان سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسی ہی ہمہ گیر شخصیت تھے جن کی مقبولیت کا دائرہ عام مسلمانوں سے لے کر علماء، مشائخ، تاجروں، نوجوانوں اور اہلِ فکر تک پھیلا ہوا تھا۔

یہ مقبولیت کسی ظاہری تشہیر یا دنیاوی تدبیر کا نتیجہ نہیں بلکہ اخلاص، سنت کی پابندی اور اصلاحِ باطن کی برکت تھی اور مقبولیت کی اصل بنیاد حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت کی سب سے بڑی وجہ ان کی للّٰہیت تھی۔ وہ نہ شہرت کے طالب تھے، نہ کسی منصب یا مرتبے کے خواہشمند، ان کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتا تھا۔

یہی اخلاص دلوں میں قبولیت کا سبب بنا اور لوگوں کے دل خود بخود ان کی طرف مائل ہوتے چلے گئے۔

عوام میں مقبولیت کی وجہ سادہ اور عام فہم اندازِ بیان

حضرت کا اندازِ گفتگو نہایت سادہ، دل میں اتر جانے والا اور عام فہم تھا۔ عوام الناس پیچیدہ علمی اصطلاحات کے بجائے ایسی باتیں سنتے جو ان کی روزمرہ زندگی سے جڑی ہوتی تھیں۔ نماز، توبہ، گناہوں سے بچاؤ، گھریلو زندگی کی اصلاح، یہی سادگی عوام میں حضرت کی مقبولیت کا بڑا

سبب بنا۔

دردِ دل اور خیر خواہی

حضرت عوام کے دکھ درد کو اپنا دکھ سمجھتے تھے، وہ کسی کو حقیر نہیں سمجھتے تھے، خواہ وہ کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو، ان کی مجلس میں آنے والا ہر شخص یہ محسوس کرتا تھا کہ حضرت اس کی اصلاح چاہتے ہیں، اس کی تحقیر نہیں۔ یہی احساس عوام کے دلوں کو حضرت سے جوڑ دیتا تھا۔

عملی اصلاح

حضرت محض وعظ و نصیحت پر اکتفا نہیں فرماتے تھے بلکہ عملی اصلاح کا راستہ دکھاتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے اعمال آسان اذکار بتدریج اصلاح اس حکمتِ عملی نے عوام کے لیے دین پر چلنا آسان بنا دیا۔

خواص میں مقبولیت یعنی علماء اور اہلِ علم میں مقام

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو علماء اور اہلِ علم میں غیر معمولی احترام حاصل تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت شریعت کے سخت پابند تھے سنتِ نبوی ﷺ کو معیار بناتے تھے بدعات اور غلو سے اجتناب فرماتے تھے اہلِ علم حضرت کو ایک صاحبِ نسبت، باعمل اور معتدل شیخ کے طور پر دیکھتے تھے، تاجروں اور صاحبِ حیثیت افراد میں اثر خواص میں تاجر اور مالدار طبقہ بھی شامل تھا، حضرت نے انہیں حلال کمائی، دیانت اور آخرت کی فکر کی طرف متوجہ کیا، بہت سے تاجروں نے حضرت کی صحبت میں آ کر سود، دھوکہ اور ناجائز معاملات کو ترک کیا اور اپنی دولت کو خیر کے کاموں میں لگایا، یہ عملی تبدیلی حضرت کی مقبولیت کا واضح ثبوت ہے۔

نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ

اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان، ڈاکٹرز، انجینئرز اور پروفیشنلز بھی حضرت کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہیں حضرت میں یہ خوبی نظر آئی کہ وہ جدید دور کے مسائل کو سمجھتے ہوئے شریعت کے دائرے

میں رہ کر حل بتاتے تھے، نہ افراط نہ تفریط۔

عوام وخواص دونوں میں یکساں قبولیت کی وجوہات شریعت وطریقت کا حسین امتزاج

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے شریعت کے بغیر طریقت اور طریقت کے بغیر شریعت کو نامکمل قرار دیا۔ یہی متوازن فکر عوام وخواص دونوں کو متاثر کرتی تھی۔

اخلاص اور عاجزی اتنی بڑی مقبولیت کے باوجود حضرت کے اندر ذرا برابر بھی غرور نہ تھا۔ عاجزی، انکساری اور سادگی ان کی شخصیت کا خاص وصف تھی، جو دلوں کو مسخر کر لیتی تھی۔

اصلاحِ باطن پر توجہ حضرت کا اصل مشن دلوں کی اصلاح تھا، نہ کہ محض ظاہری اصلاح۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی صحبت سے لوگوں کی زندگیوں میں حقیقی تبدیلی آتی تھی۔

مقبولیت کے اثرات ہزاروں افراد کی عملی زندگی میں انقلاب گناہوں سے توبہ سنت کی طرف رجوع خانقاہی نظام کے ذریعے مسلسل اصلاح دنیا بھر میں اصلاحی حلقوں کا قیام یہ سب حضرت کی عوام وخواص میں مقبولیت کے عملی ثمرات ہیں۔

بہر حال! حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی عوام وخواص میں مقبولیت اس بات کی روشن دلیل ہے کہ جو شخص خود کو اللہ کے حوالے کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے دلوں کو مسخر فرما دیتا ہے۔ حضرت کی مقبولیت کسی ظاہری سبب کی محتاج نہ تھی بلکہ اخلاص، اتباعِ سنت اور اصلاحِ باطن کا قدرتی نتیجہ تھی۔ آج بھی ان کے فیوض و برکات سے بے شمار افراد مستفید ہو رہے ہیں اور یہ سلسلہ ان شاء اللہ جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے فیض سے ہمیں بھی حصہ عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ اخلاقِ حسنہ کے پیکر تھے

مولانا محمد مبین الدین انواری (امام وخطیب جامع مسجد لکشٹی پیٹ ضلع منچریال)

حامداً و مصلیاً و مسلماً اما بعد!

اسلام میں اخلاقِ حسنہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مقصدِ بعثت کو تکمیل اخلاق قرار دیا اور تاریخِ اسلام میں جن اکابرِ امت نے عملی طور پر اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جھلک پیش کی، ان میں حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کا نام نمایاں طور پر لیا جاتا ہے۔ حضرت کی پوری زندگی اخلاقِ حسنہ کا زندہ نمونہ تھی، جس نے ہزاروں دلوں کو متاثر کیا اور بے شمار انسانوں کی زندگیوں کو بدل دیا۔

اخلاقِ حسنہ کی جامع تصویر حضرت مولاناؒ کے اخلاق محض گفتار تک محدود نہ تھے بلکہ ان کی پوری شخصیت سراپا عمل تھی۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا، گفتگو، طرزِ ملاقات اور لوگوں سے برتاؤ بھی سب کچھ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عملی تفسیر معلوم ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جو شخص ایک مرتبہ بھی حضرت کے قریب آیا، وہ ان کے اخلاق سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

تواضع وانکساری عاجزی کا اعلیٰ نمونہ اتنے بڑے شیخ، مصلح اور مرجعِ خلائق ہونے کے باوجود حضرت میں ذرّہ برابر بھی تکبر نہ تھا۔ وہ خود کو ہمیشہ ایک عام طالبِ حق سمجھتے۔ چھوٹے بڑے سب سے یکساں انداز میں ملتے عام آدمی کو بھی پوری توجہ سے سنتے اپنی تعریف سن کر ناگواری محسوس کرتے یہ عاجزی ان کے اخلاق کا روشن پہلو تھی۔

حلم وبردباری غصے پر قابو حضرت مولاناؒ حلم اور بردباری کا پیکر تھے۔ ناپسندیدہ بات سن کر

بھی خاموشی اختیار کرتے تلخ رویّے کا جواب نرمی سے دیتے اصلاح کے وقت سختی کے بجائے حکمت سے کام لیتے یہ صفت لوگوں کے دلوں کو جوڑنے کا ذریعہ بنتی تھی۔

شفقت و رحمت مخلوقِ خدا سے محبت حضرت کا دل مخلوقِ خدا کی محبت سے لبریز تھا۔گناہ گار، کمزور اور پریشان حال لوگ حضرت کی مجلس میں خود کو محفوظ محسوس کرتے۔کسی کو مایوس نہ کرتے گناہوں پر ڈانٹنے کے بجائے توبہ کی امید دلاتے اصلاح میں رحمت اور نرمی کو ترجیح دیتے یہی شفقت ان کے اخلاق کا حسین ترین پہلو تھی۔

اخلاص وللّٰہیت نیت کی پاکیزگی حضرت کے تمام اعمال اخلاص پر مبنی تھے۔نہ شہرت کی طلب نہ دنیاوی فائدے کی خواہش نہ کسی منصب کی چاہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتا تھا۔یہی اخلاص اخلاقِ حسنہ کی اصل بنیاد تھا۔

عفوو درگزر معاف کرنے کی عادت حضرت مولاناؒ دل آزاری، مخالفت یا ناسمجھی پر فوراً معاف کر دیتے۔ذاتی معاملے میں انتقام نہ لیتے بدسلوکی کا جواب احسان سے دیتے دل میں کینہ رکھنے سے سخت نفرت کرتے یہ صفت اخلاقِ نبوی ﷺ کی واضح جھلک تھی۔

سادگی وقناعت دنیا سے بے رغبتی حضرت کی زندگی سادگی کا نمونہ تھی۔لباس میں سادگی رہن سہن میں قناعت کھانے پینے میں اعتدال دنیا کی نمود و نمائش سے دور رہنا بھی ان کے اعلیٰ اخلاق میں شامل تھا۔

سچائی اور دیانت قول وفعل کی یکسانیت حضرت جو بات فرماتے، سب سے پہلے خود اس پر عمل کرتے۔زبان میں سچائی معاملات میں دیانت وعدے کی پابندی یہ صفات ان کی شخصیت کو معتبر اور قابل اعتماد بناتی تھیں۔

اخلاق کا دعوتی اثر حضرت مولاناؒ کے اخلاق ہی ان کی سب سے بڑی دعوت تھے۔لوگ باتوں سے پہلے ان کے کردار سے متاثر ہوتے ان کی خاموشی بھی اصلاح کا ذریعہ بنتی اخلاق نے دلوں کو دین کے قریب کر دیا یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ حضرت کی خانقاہ کا سب سے مضبوط ستون اخلاقِ حسنہ تھا۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ واقعی اخلاقِ حسنہ کے پیکر تھے۔ان کی زندگی اس بات کی روشن مثال ہے کہ اگر انسان اپنے اخلاق کو سنتِ نبوی ﷺ کے سانچے میں ڈھال لے تو وہ بغیر کسی ظاہری طاقت کے دلوں پر حکومت کر سکتا ہے۔حضرت کے اخلاق آج بھی سالکین اور عقیدت مندوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت کے اخلاقِ حسنہ کو اپنانے، اپنی اصلاح کرنے اور دوسروں کے لیے آسانی کا ذریعہ بننے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت جیؒ کی بال بال مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین ثم آمین یارب العالمین۔

وہ ہستی جنہیں دیکھ کر خدا یاد آئے

مفتی عبدالرحمن القاسمی، امام مسجد فخر النساء ہری باؤلی وخطیب مسجد حسینی لکڑی کا پل (ساکن تالاب چنچلم، چار مینار، حیدر آباد)

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین، وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد

اللہ تعالیٰ کے بعض خاص بندے ایسے ہوتے ہیں جن کی گفتگو، حرکات وسکنات، طرزِ نشست و برخاست حتیٰ کہ خاموشی بھی اللہ کی یاد تازہ کر دیتی ہے۔ یہ وہ نفوسِ قدسیہ ہوتے ہیں جو خود کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگ چکے ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ ایسی ہی عظیم المرتبت ہستی تھے جنہیں دیکھ کر بے ساختہ دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی اور ایمان تازگی محسوس کرتا تھا۔

تعلیم : حضرت پیر صاحبؒ تصوف کی دنیا کے شیخ المشائخ اور ممتاز عالم دین تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کو پڑھنے اور بیانات سننے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی زندگی بھرپور منظم و مربوط تھی، آپ کی زندگی کا آغاز علوم وفنون سے ہوا آپ جس طرح عصری علوم میں (مختلف زبانوں کے ساتھ) مہارت رکھتے تھے ویسے ہی آپ نے دینی علوم میں بھی (تقابل ادیان کی ساتھ) اعلیٰ مقام حاصل کیا۔

یہاں یہ تذکرہ کرنا نہایت ضروری ہوگا کہ آپ کے دل میں اللہ سے محبت بچپن سے ہی تھی، آپ کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے اسکول کے زمانے سے ہی اللہ کو جاننے اور پہچاننے کی طلب اور تڑپ دل میں رکھتے تھے آپ علیہ الرحمہ خود فرماتے تھے کہ آپ نے

چھوٹی سی عمر میں ہی قرآن پاک کم مدت میں حفظ کرلیا تھا، پھر آپ علیہ الرحمہ نے عصری علوم کے ساتھ دینی علوم کے حصول کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً درسِ نظامی کی وہ تمام کتابیں پڑھی ہیں جو مدارس کے نصاب میں شامل ہوتی ہیں؛ البتہ جدید طرز تعلیم کے برعکس قدیم طرز تعلیم کو اپنایا کہ فرداً فرداً اساتذہ سے استفادہ کیا جس میں فارسی، نحو وصرف، علمِ کلام اور فقہ واحادیث کی کتابیں شامل ہیں۔

حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ درجے کے محدثین سے اجازتِ حدیث بھی حاصل ہے۔

تقویٰ اور پرہیزگاری: حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کچی عمر سے ہی بڑے متقی پرہیزگار اور خوش اخلاق انسان تھے آپ نظروں کی حفاظت اس قدر کرتے کہ برابر سے عورت گزر جائے تو آپ کو پتہ ہی نہیں چلتا تھا۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یونیورسٹی کا وہ زمانہ جب مغربی تہذیب کنواری لڑکی کی طرح پرکشش ہوا کرتی تھی اور نوجوان ایسے ماحول کا شکار ہو جاتے تھے؛ لیکن آپ علیہ الرحمہ نے ایسی جوانی میں بھی یہ عزم کرلیا تھا کہ آپ نے ہر سنت پر عمل کرنا ہے، یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے وہ افعال جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک یا دو مرتبہ کیئے ہوں اس پر بھی پیر صاحب عمل پیرا تھے، اسی وجہ سے آپ محبِ سنت بھی کہلائے۔

چالیس برس کی عمر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جنرل منیجر (الیکٹریکل انجینئرنگ) کے اعلیٰ عہدہ سے سبکدوش ہو کر اپنی پوری زندگی دین اسلام کی خدمت اور لوگوں کی اصلاح وتربیت کیلئے وقف کردی۔

تصانیف: پیر صاحبؒ نے درجنوں کتابیں بھی تصنیف کیں ہیں؛ بطور خاص حیا اور

پاکدامنی ایک ایسی کتاب ہے جس میں آپ علیہ الرحمہ نے اُن گناہوں کا بھی دوٹوک انداز میں ذکر کیا ہے جن کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ آپ علیہ الرحمہ نے اس کتاب میں خاندانی نظام اور رشتوں کے مابین شفافیت، شفقت اور محبت کو سمجھایا، اور غیر محرم قریبی رشتہ داروں کے مابین غیرتِ ایمانی اور شرم وحیا کے شرعی حدود بھی سکھائے۔ تقریباً دو سو سے زائد کتابیں وہ ہیں جو آپ کے بیانات سے ماخوذ ہیں جن میں سے چند کتابوں کا مختلف زبانوں میں ترجمہ بھی کیا گیا ہے، آپؒ کی کتابوں کا محور اصلاحِ باطن، تربیت اولاد اور عملی زندگی میں سنت کی پیروی ہے کہ بندے اپنے رب کے قریب ہو جائیں اور اپنے دل سے دنیا و مافیہا کی محبت کو نکال کر صرف ایک خداوند قدوس کی محبت کو بسائیں۔

دعوت وتبلیغ: پیر صاحبؒ موجودہ زمانے کے صحیح معنوں میں محی السنہ اور محبِ سنت تھے۔ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت وہمہ جہت اپنی امت کی صلاح وفلاح کی فکر میں ڈوبے رہتے تھے اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے پیر صاحب نے بھی اپنی زندگی کا بیشتر حصہ لوگوں کی اصلاح وتربیت کے لیے قربان کر دیا۔ جس کیلئے آپ نے 60 سے زائد مما لک کا سفر کیا اور اپنے وعظ ونصائح اور روحانی مجالس کے ذریعے لاکھوں بلکہ کروڑوں لوگوں کو اللہ سے جوڑ دیا۔ بہت سے افراد نے اس بات کا اعتراف بھی کیا کہ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات اور نصائح نے اُن کی زندگی کا رُخ موڑ دیا، گناہوں سے توبہ کی، نمازوں کے پابند ہو گئے، حرام چھوڑ کر حلال کی طرف آ گئے اور اخلاص وتقویٰ کو اپنا کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہو گئے۔

تصوف وسلوک: پیر صاحبؒ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے تصوف وسلوک کو رسم و رواج سے نکال کر عین شریعت کے مطابق ڈھالا، اور تصوف کو محض نظری مباحث کے بجائے عملی

زندگی، معاملات، معاشرت اور خاندانی نظام کے ساتھ جوڑ کر پیش کیا اور تعلیم یافتہ طبقے کو بھی تصوف وسلوک کے ساتھ جوڑنے اور ان کی دینی و دنیوی تربیت کرنے میں کامیاب رہے اللہ رب العزت نے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تصوف وسلوک کی بڑی نعمت عطاء فرمائی تھی کہ آپ کے ہزاروں خلفاء اور کروڑوں کی تعداد میں مریدین ہیں، آپ کے مریدین کی ایک بڑی تعداد وہ بھی ہے جنہوں نے آپ سے ملاقات نہیں کی؛ لیکن آپ کے بیانات سے ایسے مسحور ہوئے کہ آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ پیر صاحبؒ کی ذات میں خشیتِ الٰہی اور خوفِ خدا کا ایسا نور تھا کہ الفاظ کانوں کے پردوں سے ٹکرا کر دل و دماغ کی ساری گندگی کو ختم کر دیتے تھے؛ جس کی مثال ملیشیا کے اجتماع میں دیکھنے کو ملی کہ حضرت پیر صاحبؒ کے چند الفاظ سے ہی سارا مجمع زار و قطار رونے لگا۔ راقم خاکسار کا دل چاہتا ہے کہ وہ الفاظ یہاں نقل کر دوں:

”اتنی بات ضرور رہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ اے میرے بندے تو دنیا سے کیا لیکر آیا تو آپ یہ ضرور کہہ سکیں گے، اے اللہ! میں آپ کو پا تو نہ سکا؛ مگر آپ کو پانے کیلئے میں نے سفر کیا تھا اور یہ ذہن میں رکھنا کہ ان شاء اللہ قیامت کے دن میں آپ سب حضرات کی گواہی ضرور دوں گا“۔

جب حضرت مولاناؒ گفتگو فرماتے تو آپ کے الفاظ محض الفاظ نہیں ہوتے تھے بلکہ دل سے نکل کر دل میں اتر جاتے تھے۔ آپ کی باتیں سن کر دنیا کی محبت کم اور اللہ کی محبت زیادہ محسوس ہونے لگتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی مجلس سے اٹھنے والا شخص خود کو پہلے سے بہتر مسلمان محسوس کرتا تھا۔

عمل کی تاثیر: حضرت کا سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ وہ جو بات فرماتے، اس کا عملی نمونہ خود ہوتے تھے۔ نماز میں خشوع، ذکر میں انہماک، معاملات میں دیانت، اخلاق میں نرمی یہ سب

دیکھ کر انسان کو یہ احساس ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا محض زبان کا عمل نہیں بلکہ پورے وجود کا عمل ہے۔حضرت کی زندگی اللہ کی یاد میں ڈوبی ہوئی نظر آتی تھی۔

دنیا سے بے رغبتی: حضرت مولاناؒ کی زندگی دنیا کی نمود و نمائش سے کوسوں دور تھی۔سادگی، قناعت اور بے نیازی ان کا شعار تھی۔یہی دنیا سے بے رغبتی اس بات کا سبب بنتی تھی کہ ان کی ذات دنیا کی محبت کے بجائے آخرت کی یاد دلانے والی بن گئی تھی اور جو شخص دنیا کے فریب میں مبتلا ہوتا،حضرت کو دیکھ کر اسے آخرت یاد آجاتی تھی۔

صحبت کا روحانی اثر: حضرت کی صحبت محض نشست نہیں بلکہ روحانی تربیت ہوتی تھی۔دل نرم ہو جاتے،آنکھیں نم ہو جاتیں،گناہوں پر ندامت، پیدا ہو جاتییہ سب اس بات کا ثبوت تھا کہ حضرت کی ذات اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق کی حامل تھی،اور یہی تعلق دوسروں کے دلوں کو بھی اللہ سے جوڑ دیتا تھا۔

اللہ والوں کی پہچان: بزرگانِ دین نے فرمایا ہے کہ اللہ والوں کی پہچان یہ ہے کہ ان کی یاد اللہ کی یاد کی طرف لے جائے۔حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اس قول کی عملی تصویر تھے۔ان کی سیرت،صورت اور صحبت سب اللہ تعالیٰ کی یاد دلانے والی تھیں۔

بہر حال! حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ واقعی وہ ہستی تھے جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آتے تھے۔ان کی زندگی ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ اگر انسان اپنے ظاہر و باطن کو سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق ڈھال لے اور ہر حال میں اللہ کو یاد رکھے تو اس کی ذات دوسروں کے لیے بھی ہدایت اور خیر کا ذریعہ بن جاتی ہے۔آج پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے درمیان موجود تو نہ رہے؛لیکن آپ کے اصلاحی خطبات، تربیتی بیانات، قیمتی ملفوظات، روحانی

تعلیمات اور آپ کے چھوڑے ہوئے اثرات ہمارے پاس ضرور موجود ہیں اور ہمیشہ رہیں گے جبکہ ہم ان کو پڑھ کر عمل میں لائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت کی صحبت سے حاصل ہونے والے سبق کو اپنانے، اپنی زندگی کو اللہ کی یاد سے منور کرنے اور دوسروں کے لیے خیر و ہدایت کا ذریعہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

وفات: 22 جمادی الثانی 1447 ھجری بمطابق 14 دسمبر 2025 بروز اتوار کو دارالعلوم دیوبند وقف میں جاری سیمینار کے دوسرے دن استاذ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا خضر احمد شاہ مسعودی دامت برکاتہم بیان فرمارہے تھے کہ اچانک سب کی توجہ اسٹیج پر موجود مولانا محمد سلمان بجنوری دامت برکاتہم کی طرف مبذول ہوگئی؛ جو کہ ایک فون کال موصول ہونے کے بعد بے تحاشہ رونے لگے تھے پھر چند لمحوں بعد بذریعہ مائک ایک ایسا اعلان ہوا جس کو سن کر سب کے ہوش اڑ گئے کہ دنیائے علم و روحانیت کے عظیم المرتبت، عالیشان شخصیت، عالم دین، مصلحِ امت اور سلسلۂ نقشبندیہ کے جلیل القدر بزرگ حضرت العلامہ مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی نور اللہ مرقدہ اپنے وطن جھنگ پاکستان میں اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!! آپ کے انتقال کی خبر سے تمام علمی و روحانی حلقوں میں رنج وغم کی لہر دوڑ گئی اور یہ آفتاب ہزاروں خلفاء اور کروڑوں مریدین کو اپنے پیچھے چھوڑ کر غروب ہوگیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے رب کریم حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کی کامل مغفرت فرمائے، درجات کو بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے جنت النعیم وجنت العلّیین کے فیصلے فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین جزی اللہ عنّا محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم وما ھو اھلہٗ والحمدللہ رب العالمین۔

حضرت پیر صاحبؒ کے خلفاء؛ ایک نظر میں

مولانا محمود الحسن مفتاحی مدراسی، ملیشیا

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمہ اللہ محض ایک خانقاہی بزرگ یا اصلاحی شیخ نہ تھے، بلکہ عصرِ حاضر میں دین کو زندگی کے ساتھ جوڑ دینے والی اُن نادر ہستیوں میں سے تھے جنہوں نے شریعت اور طریقت کے درمیان قائم مصنوعی فاصلے کو عملاً ختم کر دیا۔ آپ نے تصوف کو گوشہ نشینی یا چند مخصوص اذکار تک محدود نہیں رکھا، بلکہ اسے کردار سازی، نفس کی تہذیب اور زندگی کے ہر شعبے میں سنت کے نفاذ کا نام دیا۔ آپ کے نزدیک اصلاح کوئی وقتی کیفیت نہیں بلکہ ایک مسلسل سفر تھا، ایسا سفر جو انسان کو اپنے باطن سے لے کر اس کے ظاہر تک بدل دیتا ہے۔

حضرت رحمہ اللہ کی صحبت میں بیٹھنے والا انسان یہ محسوس کیے بغیر نہ رہتا تھا کہ اس کے دل میں دین کے لیے ایک نیا ذوق جاگ رہا ہے، گناہ اب ہلکے نہیں رہے اور آخرت ایک دور کا تصور نہیں بلکہ قریب کی حقیقت بن چکی ہے۔ آپ اصلاح کو وقتی جذبات، آنسوؤں یا روحانی سرشاری پر نہیں چھوڑتے تھے، بلکہ نفس کی گرفت، اعمال کی درستگی، شریعت کی سخت پابندی اور مستقل مزاجی کو اصل معیار بناتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت سے وابستہ افراد وقتی متاثرین نہیں بلکہ سنجیدہ، متوازن اور دیرپا تبدیلی کے حامل افراد بن کر سامنے آتے تھے۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمہ اللہ کا فیض کسی جغرافیے، قوم یا زبان کا

پابند نہ رہا۔ برصغیر سے لے کر بیرون ممالک تک ایسے افراد موجود رہے جن کے دل حضرت کی نسبت سے آباد ہوئے۔ یہ لوگ نہ صرف اپنی اصلاح کے طالب تھے بلکہ اپنے ماحول میں دین کی خوشبو پھیلانے کا ذریعہ بھی بنے۔ حضرت کی تربیت کا امتیاز یہ تھا کہ وہ افراد کو اپنے ساتھ باندھ کر رکھنے کے بجائے انہیں ذمہ داری کا احساس دے کر آگے بڑھاتے تھے، تاکہ اصلاح کا یہ قافلہ رکنے کے بجائے بڑھتا چلا جائے۔

اسی فکر اور منہج کے تحت حضرت رحمہ اللہ نے اپنے متعدد تربیت یافتہ وابستگان کو خلافت واجازت سے نوازا۔ یہ اجازت کسی منصب، شہرت یا امتیاز کا اعلان نہ تھی، بلکہ ایک امانت تھی، اصلاحِ نفس کی امانت، اصلاحِ خلق کی ذمہ داری اور شریعت کے ساتھ وفاداری کا عہد۔ حضرت کے خلفاء کی کثرت اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ کا نظام چند چہروں یا مخصوص مراکز پر نہیں بلکہ مضبوط افراد سازی پر قائم تھا۔ ہر خلیفہ اپنے اپنے ماحول، حالات اور معاشرتی تقاضوں کے مطابق حضرت کے اسلوبِ اصلاح کو آگے بڑھاتا رہا، مگر سب کے یہاں اتباعِ سنت، اخلاص اور تواضع وہ مشترک صفات رہیں جو اس سلسلے کی اصل روح ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمہ اللہ کا اصلاحی پیغام آج بھی خاموشی کے ساتھ مگر گہرے اثر کے ساتھ دلوں میں اتر رہا ہے اور زندگیوں کو بدل رہا ہے۔

ذیل میں حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمہ اللہ کے اُن خلفاء کے نام درج کیے جارہے ہیں جن کے نام دست یاب ہوئے، جو مختلف علاقوں میں اصلاح ودعوت کا کام انجام دے رہے ہیں، ان میں بعض وہ حضرات بھی ہیں جو انتقال فرما چکے ہیں۔

ان حضرات میں حضرت مولانا صاحبزادہ حبیب اللہ صاحب اور حضرت مولانا صاحبزادہ سیف

اللہ صاحب (جھنگ)، حضرت مولانا مفتی ابولبابہ شاہ منصور صاحب (کراچی)، حضرت مولانا احمد جان صاحب (روس)، حضرت مولانا اسلم پوری رحمہ اللہ علیہ (لاہور)، حضرت مولانا محمد امجد صاحب، حضرت مولانا حافظ ابراہیم صاحب (لاہور)، حضرت مولانا شیخ اظہر اقبال صاحب (کراچی)، حضرت مولانا احسان الحق صاحب (بہاولپور)، حضرت مولانا احمد دین صاحب (سندھ)، حضرت مولانا انعام اللہ جاوید صاحب (گوجرانوالہ) اور حضرت مولانا الیاس صاحب (کراچی) شامل ہیں۔

اسی طرح حضرت مولانا شیخ احمد صاحب (امریکہ)، حضرت مولانا مفتی آفاق صاحب (اٹک)، حضرت مولانا ابراہیم کڈوا صاحب اور حضرت مولانا ابوبکر صاحب (مدینہ منورہ)، حضرت مولانا امام شامل صاحب (افریقہ)، حضرت مولانا ایوب صاحب (زمبابوے)، حضرت مولانا شیخ ارسلان صاحب (لاہور)، حضرت مولانا بلال صاحب (کینیا)، تیشہ بابا صاحب (روس)، تقی الدین ندوی صاحب (یو اے ای)، حضرت مولانا شیخ توقیر صاحب (دبئ)، محمد جعفر صاحب (جھنگ)، جنید صاحب (افریقہ)، حاکم صاحب (روس)، حماد صاحب (لاہور) اور شیخ الحدیث حبیب اللہ صاحب (جھنگ) بھی شامل ہیں۔

ان کے علاوہ حسین آزاد صاحب (ملتان)، حسین عبدالستار صاحب (امریکہ)، ڈاکٹر حماد طفیل صاحب (طائف)، حماد محمود صاحب (اسلام آباد)، حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمن صاحب (انڈیا)، خلیل الرحمن انوری صاحب (فیصل آباد)، خالق یار صاحب (وزیرستان)، شیخ خالد صاحب (امریکہ)، راویل تاج الدین صاحب (روس)، ظاہر زاہد الرشیدی صاحب (حاصل پور)، ڈاکٹر پروفیسر محمد سلیم صاحب، حضرت مولانا سردار شاہ صاحب

اور سجاد احمد صاحب (لاہور) بھی حضرت کے خلفاء میں شامل ہیں۔

اسی سلسلے میں حضرت مولانا حافظ محمد سہیل عرفان صاحب، حضرت مولانا سجاد سکھیرا صاحب (لاہور)، حضرت مولانا سعد اللہ صاحب، حضرت مولانا سیف اللہ جان صاحب، حضرت مولانا سلیمان صاحب (بنوں)، حضرت مولانا ساجد عثمان صاحب (کراچی)، حضرت مولانا سیف الرحمن درخواستی صاحب (راجن پور)، حضرت مولانا سیف الرحمن قاسم صاحب، حضرت مولانا حاجی محمد سعید صاحب (گوجرانوالہ)، حضرت مولانا سلیمان چوکسی صاحب (افریقہ)، حضرت مولانا ڈاکٹر شاہد اویس صاحب اور ڈاکٹر شہزاد اویس صاحب (لاہور) کے نام بھی نمایاں ہیں۔

مزید برآں مفتی شاکر الرحمن صاحب (فیصل آباد)، شفیق الرحمن صاحب (راولپنڈی)، قاری شبیر صاحب (چترال)، شریف ایرانی صاحب (ایران)، شریف فانی صاحب (امریکہ)، شفیع ندوی صاحب، شکیل صاحب، صدیق صاحب (چک 390 سمندری)، طاہر معاویہ صاحب (اسلام آباد)، طیب صاحب (باغ)، طارق بھٹی صاحب (دبئی)، ظفر الاسلام صاحب (جھنگ) اور ظفر اقبال صاحب (ڈیرہ اسماعیل خان) بھی اس مبارک سلسلے سے وابستہ ہیں۔

اسی طرح عمر خالد صاحب، عبداللہ صاحب، شیخ عثمان داغستانی صاحب (روس)، عاطف خان صاحب، عبدالرحمن صاحب، عبدالحفیظ صاحب، حافظ عاطف صاحب (لاہور)، حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب (بنوں)، مفتی امان صاحب (کوہاٹ)، مفتی محمد علی صاحب (مردان)، حضرت مولانا مفتی عبدالوہاب صاحب اور عبدالرحمن صاحب (جھنگ)، عبداللہ

ملتانی صاحب (ملتان) اور عبدالرحمن شاہ صاحب (بہاولپور) بھی شامل ہیں۔

ان کے علاوہ عاصم صاحب (بہاول نگر)، عبدالوہاب صاحب (حاصل پور)، عطا اللہ صاحب (ماموں کانجن)، مفتی عبدالوہاب صاحب (سکھر وہڑ)، عبدالمتکبر صاحب (بلوچستان)، عبدالقیوم صاحب (دبئی)، عبدالخالق صاحب (برما)، ڈاکٹر محمد عمر حسینی صاحب (امریکہ)، عبدالقادر صاحب (نائجیریا)، ہندلیب صاحب (زمبابوے)، عبدالرشید صاحب اور حافظ عبدالرشید صاحب (کینیڈا)، ڈاکٹر عمر صاحب (زیمبیا)، عبدالقدوس صاحب (چکوال) اور عمر عزیز بابر صاحب (لاہور) بھی شامل ہیں۔

اسی طرح غلام محمد صاحب (لیہ)، غلام رسول صاحب (کشمیر)، فیصل مرزا صاحب (لاہور)، خواجہ فضل ولی شہید صاحب (بنوں)، فاروق صاحب (سرگودھا)، فقیر محمد کھوکھر صاحب (امریکہ)، قاسم منصور صاحب (اسلام آباد)، خارق کلیم اللہ صاحب، کمال الدین صاحب (لاہور)، سید کاشف کریم صاحب (ریاض)، گل رئیس صاحب (بنوں)، مقصود اسلم صاحب (کرک)، ڈاکٹر محمد محسن صاحب (جھنگ)، حافظ مدثر عرفان صاحب (ڈیرہ غازی خان)، حافظ منیر احمد صاحب (کراچی) اور شیخ مشتاق صاحب (امریکہ) بھی شامل ہیں۔

مزید حضرت مصطفیٰ کمال صاحب (سعودی عرب)، حافظ محمد میاں صاحب (افریقہ)، مولانا موسیٰ اکوڑی صاحب (ساؤتھ افریقہ)، شیخ معز حسن (امریکہ)، نظیر احمد صاحب (موزمبیق)، ڈاکٹر نثار احمد صاحب (اسلام آباد)، حافظ نثار احمد صاحب (راولپنڈی)، پروفیسر نصیر الدین صاحب (اسلام آباد)، ڈاکٹر ندیم قریشی صاحب (امریکہ)، مفتی محمد یوسف صاحب (لاہور)، قاری محمد یوسف صاحب (بنوں)، قاری محمد یاسین (صادق

آباد)، حضرت مولانا مفتی یوسف صاحب (کراچی) اور محمد اسلم صاحب (راولپنڈی) بھی اس مبارک سلسلۂ خلافت کا حصہ ہیں۔

مزید برآں حضرت مولانا صلاح الدین سیفی صاحب (گجرات)، مولانا خلیل الرحمن سجاد نعمانی (ممبئی)، مولانا سید محمد طلحہ (ممبئی)، مولانا شفیع الدین ندوی (حیدرآباد)، مولانا محمد ایوب (کشمیر)، مولانا انعام الحق (گجرات)، مولانا شکیل احمد (ویلور)، مولانا رحمت اللہ میر (بانڈی پورہ، کشمیر)، مولانا قاری کلیم اللہ (بنگلور)، مولانا حبیب الرحمن (جندل نگر، غازی آباد)، مولانا خورشید انور (حسن پور، ضلع امروہہ) اور مولانا عبدالمومن ندوی (سنبل) شامل ہیں۔

اسی سلسلے میں مولانا سید محمود اسعد مدنی (دہلی)، مولانا خضر محمد (کشمیر)، مولانا سید نفیس اکبر (بانڈہ)، مولانا منیر الدین (گڈاوی)، مولانا امان اللہ (شری وردھن، کوکن)، مولانا عبد الکریم (سب اکولا، مہاراشٹر)، مولانا احمد اللہ غوری (حیدرآباد و اورنگ آباد)، مولانا عبدالرحمن (مرادآباد)، مولانا افضل حسین بستوی (دیوبند)، مولانا سید احمد ومیض ندوی (حیدرآباد) اور مولانا مزمل حسین (مظفرنگر) کے نام بھی آتے ہیں۔

اسی طرح مولانا محمد اسماعیل (لاتور)، مولانا سعید اکبر (نظام آباد)، مولانا محمد مظہر (تلنگانہ)، مولانا ولی اللہ شاہ (ہندوپور، بنگلور)، مولانا محمد یحییٰ (پرتاب گڑھی، ممبئی)، مولانا عبدالحمید قاسمی (مہاراشٹر)، مولانا نعیم (یوپی)، مولانا امان اللہ (یوپی)، مولانا قاری محمد ایوب (ہندوپور)، مولانا قاری عابد حسین (اڑیسہ)، مولانا محمد عابد (احمد آباد، گجرات)، مولانا عبدالجبار، مولانا عباد الرحمن (مہاراشٹر)، مولانا عقیل احمد (شاہ احمد نگر)، مولانا قاری انعام الحق

(میرٹھ)، مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی (مرادآباد)، مولانا عبد العلیم (احمد نگر، مہاراشٹر) اور مولانا جمیل احمد قاسمی (کنڈیڑا، مظفر نگر) بھی اس سلسلے میں شامل ہیں۔

مزید مولانا توقیر (کاندھلوی، دیوبند)، مولانا محمد یونس (پالن پوری)، مولانا محمد عامر (ممبرا، تھانے)، مولانا عمر فاروق (تلنگانہ)، مولانا محسن (تلنگانہ)، مولانا مجاہد (حیدرآباد)، مولانا سید وسیم احمد، مولانا محمد حسن (کھیالی، مظفر نگر)، مولانا محمد صادق (پٹھیڑ، ضلع سہارنپور)، مولانا صوفی معین الدین (پٹھیڑ)، مولانا شیخ محمد زماں خان (اوکھلا، دہلی)، مولانا محمد مبین (حیدرآباد/ دبئی)، مولانا اطہر جمال (میرٹھ)، مولانا محمد بن موسیٰ احمد بن موسیٰ (حیدرآباد)، مولانا احمد اللہ نثار (حیدرآباد)، مولانا قاری محمد یوسف (دیوبند) اور مولانا قاری منور اقبال (دیوبند) کے نام بھی مذکور ہیں۔

اسی طرح مولانا صوفی سرفراز احمد (مظفر نگر)، مولانا مستقیم احمد (مہاراشٹر)، مولانا عبدالقدیر (حیدرآباد)، مولانا محمد شعیب (ہندوپور)، مولانا شہناز عارف (باندرہ، ممبئی)، مولانا اویس، مولانا محمد یامین (میرٹھ)، مولانا محمد ایوب سورتی (برطانیہ)، مولانا بلال (نیروبی، کینیا)، مولانا لطیف الرحمن (مکہ مکرمہ)، مولانا ثمین اشرف (دبئی)، مولانا محمد عرفان (ملیشیا)، مولانا محمد یاسر (قطر)، مولانا انصار احمد (ریاض)، مولانا ہارون (ناندیڑ) اور مولانا قطب الدین ملا صاحب (بیلگام) بھی اس مبارک سلسلے سے وابستہ رہے ہیں۔

یہ تمام نام مولانا سلمان بجنوری صاحب کے بیان اور مولانا اسلم صاحب نقشبندی کی معروف تصنیف ''حالاتِ فقیر'' سے ماخوذ ہیں۔ اس فہرست میں کسی طرح کے احاطہ یا استیعاب کا دعویٰ نہیں کیا گیا، بعید نہیں کہ کسی بزرگ کا نام رہ گیا ہو یا کسی کے وطن و مقام کی نسبت

تحریر میں سہواً لغزش واقع ہوگئی ہو۔ اس بابت اہلِ علم، متعلقین اور اصحابِ نسبت سے پیشگی معذرت کے ساتھ حسنِ ظن کی درخواست ہے، کیونکہ مقصود ناموں کی کثرت نہیں بلکہ نسبت کی عظمت کو محفوظ کرنا ہے۔

آخر میں بارگاہِ الٰہی میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کی دینی، اصلاحی اور دعوتی مساعی کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے، ان کے علوم و فیوض کو جاری و ساری رکھے، اور حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمہ اللہ کے اس مبارک سلسلے کو قیامت تک دین کی خدمت، دلوں کی اصلاح اور سنت کے احیاء کا ذریعہ بنائے۔ نیز ہمیں بھی اس نسبت کا حق ادا کرنے، ادب و اخلاص کے ساتھ اپنے باطن کی اصلاح کرنے، اور ایمان و عمل کے ساتھ حسنِ انجام نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

حضرت جیؒ کا خانقاہی نظام اور اس کی خصوصیات

حافظ محمد حسن خادم مدرسہ مدینۃ العلوم مشیر آباد (مکان نمبر 1 :-5-244/ 1 مشیر آباد)

الحمد للہ ربِّ العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین، وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد!

برِّ صغیر میں خانقاہی نظام صدیوں سے اصلاحِ باطن، تزکیۂ نفس اور تربیتِ اخلاق کا ایک مؤثر ذریعہ رہا ہے۔ اسی درخشاں روایت کو موجودہ دور میں جس شخصیت نے نہایت توازن، حکمت اور بصیرت کے ساتھ زندہ رکھا، وہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃُ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ کا خانقاہی نظام محض ایک روحانی مرکز نہیں تھا بلکہ دین کی عملی درسگاہ، اصلاحی ادارہ اور تربیتی نظام تھا۔

خانقاہ اور شریعت کا مضبوط رشتہ: حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ کے نزدیک خانقاہ کا ہر عمل قرآن وسنت کے تابع تھا۔ آپ بار بار فرمایا کرتے تھے کہ: "جو تصوف شریعت سے الگ ہو وہ تصوف نہیں بلکہ گمراہی ہے۔" اسی لیے آپ کی خانقاہ میں نماز کی پابندی اولین شرط تھی سنتوں کو اختیار کرنے پر زور دیا جاتا بدعات، توہمات اور غیر شرعی اعمال سے سخت اجتناب سکھایا جاتا آپ نے واضح کر دیا کہ بغیر شریعت کے ولایت کا کوئی تصور نہیں۔

تزکیۂ نفس: خانقاہ کا بنیادی مقصد حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ کی خانقاہ کا اصل ہدف دلوں کی صفائی تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ اصل دشمن انسان کا نفس ہے جب تک نفس کی اصلاح نہ ہو عبادت کا صحیح ذوق پیدا نہیں ہوتا اسی لیے خانقاہ میں تکبر، حسد، کینہ، ریا، غصہ اور خود پسندی کے

علاج پر خصوصی توجہ عاجزی، اخلاص، صبر، شکر اور قناعت کی عملی تربیت صرف ذکر نہیں بلکہ اخلاق کی درستگی کو لازم سمجھا جاتا۔

ذکر و مراقبہ کی منظم اور محتاط تربیت: حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ نقشبندی سلسلے کے مطابق ذکرِ خفی کو بنیاد بناتے تھے۔ذکر و مراقبہ میں شریعت کی مکمل پابندی اعتدال اور تسلسل خود ساختہ وظائف سے اجتناب مقصد یہ تھا کہ دل میں اللہ کی یاد راسخ ہو انسان گناہوں سے بچنے لگے عبادات میں لذت اور خشوع پیدا ہو۔

علم اور تصوف کا حسین امتزاج: حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ کے نزدیک علم کے بغیر تصوف اندھا ہے اور تصوف کے بغیر علم بے روح اسی لیے علماء اور طلبہ کی خصوصی تربیت دینی مدارس سے گہرا تعلق درسِ قرآن، حدیث اور فقہی رہنمائی آپ نے تصوف کو عملی زندگی سے جوڑ کر پیش کیا، نہ کہ خانقاہ تک محدود رکھا۔

خانقاہ: عوام و خواص کے لیے یکساں حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ کی خانقاہ: امیر و غریبعالم و عامیشہری و دیہاتیسب کے لیے یکساں کھلی تھی۔آپ ہر آنے والے کو محبت عزت اور خیر خواہی کے ساتھ ملتے یہی وجہ تھی کہ لوگ خانقاہ سے جڑ کر عملی طور پر بدل جاتے تھے۔

خدمتِ خلق : خانقاہ کا عملی پہلو حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ کے نزدیک تصوف کا حسن خدمتِ خلق میں ظاہر ہوتا ہے۔خانقاہی نظام کے تحت غریبوں اور محتاجوں کی مدد پریشان حال لوگوں کی دلجوئی اخلاقی و معاشرتی برائیوں کی اصلاح آپ فرمایا کرتے تھے: "جو بندوں کا نہیں وہ اللہ کا بھی نہیں۔

خواتین کی دینی و اخلاقی تربیت: حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ نے خواتین کی اصلاح کو بھی

نہایت اہم سمجھا۔آپ کے نزدیک: گھر کی اصلاح عورت کی اصلاح سے جڑی ہے اسی لیے پردے کے دائرے میں دینی تعلیم اخلاق، صبر، حیا اور گھریلو نظام کی تربیت خواتین کے مسائل پر خاص رہنمائی کرتے تھے۔

سادگی، اخلاص اور توکل: حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ کی خانقاہ سادگی کا عملی نمونہ تھی نمود و نمائش سے پاک دنیاوی جاہ و حشمت سے بے نیاز آپ کی زندگی خود اس بات کی گواہ تھی کہ اصل دولت اخلاص ہے اصل سہارا اللہ پر توکل ہے۔

خلافت کا ذمہ دارانہ اور محتاط نظام: حضرتؒ نے خلافت کو اعزاز نہیں بلکہ امانت اور ذمہ داری سمجھا اسی لیے صرف اہل، متقی اور باعمل افراد کو خلافت عطا کی تعداد سے زیادہ معیار کو ترجیح دی خلافت کو اصلاحِ امت کا ذریعہ بنایا، نہ کہ شہرت کا اختتامی کلمات حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃُ اللہ علیہ کا خانقاہی نظام قرآن وسنت کی روشنی میں، تزکیۂ نفس، اصلاحِ اخلاق اور خدمتِ خلق کا ایک جامع اور متوازن نمونہ تھا۔ یہ نظام انسان کو صرف ذکر کرنے والا نہیں بلکہ عملی مسلمان، بااخلاق انسان اور مفید فرد بناتا تھا۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت جیؒ کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

حضرت جیؒ اور سلسلۂ نقشبندیہ ومجددیہ کا تعارف

مولانا محمد ساجد فیضی مسعودی خادم مکتبہ فیض منصور (طور کالونی، ایرہ کنٹہ، شاہین نگر، حیدرآباد)

الحمد للہ ربِّ العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین، وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد

اسلامی تاریخ میں اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ایسی عظیم ہستیاں پیدا فرمائیں جنہوں نے ایمان کی تجدید، اخلاق کی اصلاح اور باطن کی تطہیر کا فریضہ انجام دیا۔ انہی روشن سلسلوں میں سلسلۂ نقشبندیہ ومجددیہ کو ایک امتیازی مقام حاصل ہے، اور برِّ صغیر کے موجودہ دور میں اس عظیم سلسلے کی نمائندگی جس بزرگ نے نہایت اعتدال، حکمت اور اخلاص کے ساتھ کی، وہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ ہیں۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کا تعارف: حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ عصرِ حاضر کے اُن جلیل القدر اولیاء میں سے تھے جنہوں نے علم وعمل، شریعت و طریقت اور ظاہر و باطن کو یکجا کر کے پیش کیا۔ آپ کی شخصیت میں ایک کامل عالم دین کی سنجیدگی ایک مربی وشیخ کی شفقت اور ایک مصلحِ امت کی فکر نمایاں تھی آپ نے اپنی زندگی کا مقصد لوگوں کو اللہ سے جوڑنا، سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ کرنا اور نفس کی اصلاح قرار دیا۔

سلسلۂ نقشبندیہ کا مختصر تعارف: سلسلۂ نقشبندیہ ایک قدیم اور معتبر روحانی سلسلہ ہے جس کی نسبت: حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃُ اللہ علیہ سے جا ملتی ہے یہ سلسلہ اپنی چند نمایاں خصوصیات کی بنا پر دیگر سلاسل سے ممتاز ہے، مثلاً: ذکرِ خفی (دل میں اللہ کا ذکر) شریعت کی سخت

پابندی سنتِ نبوی ﷺ کی کامل اتباع دنیا میں رہتے ہوئے دل کو اللہ سے جوڑے رکھنا نقشبندی سلسلہ یہ تعلیم دیتا ہے کہ: "باطن کی اصلاح دنیا سے کٹ کر نہیں بلکہ دنیا میں رہ کر ہوتی ہے۔"

سلسلۂ مجددیہ کا تعارف: سلسلۂ مجددیہ دراصل سلسلۂ نقشبندیہ ہی کی ایک عظیم شاخ ہے، جسے: امامِ ربانی، مجددِ الفِ ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ نے منظم اور مضبوط کیا امامِ ربانیؒ نے: دین میں پیدا ہونے والی کمزوریوں کی اصلاح کی شریعت اور تصوف کے درمیان پائے جانے والے فکری بگاڑ کو دور کیا تصوف کو دوبارہ قرآن وسنت کے تابع کیا اسی وجہ سے آپ کو مجددِ الفِ ثانی کہا جاتا ہے۔

حضرت جیؒ اور نقشبندیہ مجددیہ کا عملی تعارف: حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ اس عظیم روحانی سلسلے کے: سچے نمائندہ اور عملی ترجمان تھے آپ نے سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کو صرف خانقاہ تک محدود نہیں رکھا بلکہ گھروں، مدارس، مساجد اور معاشرے تک پہنچایا آپ کا پیغام تھا کہ شریعت کے بغیر طریقت بے معنی ہے ذکر کے بغیر دل مردہ ہے اور اخلاق کے بغیر دین ادھورا ہے۔

شریعت وطریقت کا حسین امتزاج: حضرت جیؒ ہمیشہ اس بات پر زور دیتے تھے کہ تصوف کا پہلا زینہ شریعت ہے جو شخص شریعت کا پابند نہیں وہ سچا صوفی نہیں ہوسکتا اسی لیے آپ کی تعلیمات میں نماز کی پابندی سنتوں کی اتباع بدعات سے اجتناب اور حلال وحرام کی سخت تمیز واضح طور پر نظر آتی ہے۔

ذکر، مراقبہ اور اصلاحِ باطن: نقشبندی مجددی سلسلے کے مطابق حضرت جیؒ ذکرِ خفی، مراقبہ اور دوامِ ذکر پر خاص توجہ دیتے تھے، مگر کسی بھی عمل میں افراط وتفریط سے بچاتے شریعت کے

خلاف کسی کیفیت کو قبول نہ کرتے مقصد کیفیت یا کشف نہیں بلکہ دل کی اصلاح گناہوں سے بچاؤ اور اللہ سے مضبوط تعلق تھا۔

اصلاحِ معاشرہ اور خدمتِ خلق: حضرت جیؒ کے نزدیک تصوف صرف عبادت کا نام نہیں بلکہ بندوں کے کام آنے کا نام ہے آپ نے نوجوانوں کی اصلاح گھریلو جھگڑوں کا حل اخلاقی برائیوں کا ازالہ اور سماجی بگاڑ کی درستگی کو بھی اپنے مشن کا حصہ بنایا۔

خلافت اور تربیت کا نظام: حضرت جیؒ نے سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں خلافت کو بہت ذمہ داری سے عطا فرمایا صرف باعمل، متقی اور مخلص افراد کو منتخب کیا آپ کے خلفاء اصلاحِ امت تعلیمِ دین اور سنت کے فروغ کا کام انجام دیتے ہیں۔

اختتامی کلمات: حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کی ذات میں سلسلۂ نقشبندیہ و مجددیہ کی روح زندہ نظر آتی تھی۔ آپ نے ثابت کیا کہ تصوف شریعت کا خادم ہے ذکر عمل سے جدا نہیں اور ولی وہی ہے جو امت کو سنت کی طرف لوٹائے اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات سے فائدہ اٹھانے اور اس عظیم سلسلے سے سچی وابستگی نصیب فرمائے۔ آمین۔

حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کے اسفارِ عالم اور امتِ مسلمہ پر اسکے اثرات

(شاہ راحیل ندیم)

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ (1اپریل 1953ء 14دسمبر 2025ء) سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم شیخ طریقت اور صاحب فیض بزرگ تھے۔آپ نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ عالمی سفر میں گزارا اور 60 سے زائد ممالک کے دورے کیے۔ان اسفار کا مقصد تصوف کی ترویج، عشقِ الٰہی کا پیغام پہنچانا اور امت کو شریعت وطریقت کے توازن کی طرف بلانا تھا۔آپ کی انگریزی زبان پر مہارت کی وجہ سے مغربی ممالک میں تصوف کو عام لوگوں تک پہنچایا گیا، جبکہ مشرقی اور افریقی خطوں میں روحانی بیداری پیدا کی۔آپ کے اسفار نے لاکھوں افراد کی زندگیاں بدل دیں اور سلسلہ نقشبندیہ کو عالمی سطح پر مضبوط کیا۔

عالمی اسفار کا آغاز اور پس منظر

آپ کا روحانی سفر 1980ء میں حضرت غلام حبیب نقشبندیؒ سے بیعت اور 1982ء میں خلافت سے شروع ہوا۔اس کے بعد آپ نے دنیوی زندگی چھوڑ کر دین کی تبلیغ کو اپنا مشن بنایا۔ابتدائی دور میں پاکستان اور ہندوستان کے دورے کیے، پھر عالمی سطح پر سفر شروع ہوا۔ 1992ء میں وسطی ایشیا (ازبکستان، تاجکستان، قازقستان وغیرہ) کا تاریخی دورہ کیا، جس کا سفرنامہ "لاہور سے بخارا وسمرقند" اور "Travelling Across Central Asia" کے نام سے شائع ہوا۔یہ دورہ سوویت دور کے خاتمے کے بعد اسلامی بیداری کا باعث بنا۔

آپ نے امریکہ میں کئی سال قیام کیا اور وہاں مستقل مراکز قائم کیے۔ یورپ، افریقہ، ایشیا اور آسٹریلیا سمیت دنیا کے کونے کونے میں تشریف لے گئے۔ آپ کے سفر کا انداز سادہ تھا، مگر اثر گہرا مجالس، بیانات، بیعت اور تربیت کے ذریعے لوگوں کے دلوں کو منور کیا۔

اہم خطوں کے دورے

امریکہ اور یورپ : آپ نے امریکہ میں طویل قیام کیا اور وہاں ہزاروں افراد کو بیعت کی۔ شیکاگو، نیو یارک سمیت بڑے شہروں میں مجالس منعقد ہوئیں۔ یورپ (برطانیہ، فرانس، جرمنی وغیرہ) میں بھی دورے کیے جہاں مغربی نوجوانوں کو اسلام اور تصوف سے جوڑا۔ انگریزی بیانات کی وجہ سے غیر مسلم بھی متاثر ہوئے۔

افریقہ (خاص طور پر زیمبیا) : آپ کی سب سے مشہور روایت رمضان المبارک کا آخری عشرہ زیمبیا میں اعتکاف تھا۔ ہر سال ہزاروں افراد آپ کے ساتھ اعتکاف میں شریک ہوتے۔ زیمبیا، جنوبی افریقہ اور دیگر افریقی ممالک میں مجالس سے اسلامی بیداری پیدا ہوئی۔

وسطی ایشیا اور ہندوستان: 1992 کے دورہ وسطی ایشیا نے وہاں اسلامی ورثے کو زندہ کیا۔ ہندوستان میں متعدد دورے کیے، دارالعلوم دیوبند، عیدگاہ بلالی اور دیگر مقامات پر خطابات کیے۔ ہندوستانی علماء میں آپ کے خلفاء موجود ہیں۔

حجازِ مقدس (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ) : حج اور عمرہ کے مواقع پر ہر سال تشریف لے جاتے اور مجالس منعقد کرتے۔ یہ مجالس عشقِ رسول ﷺ سے بھری ہوتیں اور عالمی مریدین شریک ہوتے۔

دیگر ممالک : بنگلہ دیش، سری لنکا، آسٹریلیا، کینیڈا، ترکی اور متعدد عرب ممالک کے دورے کیے۔

امتِ مسلمہ پر اثرات حضرت جی کے اسفار کے اثرات امت پر نا قابل فراموش ہیں

عالمی سطح پر سلسلہ نقشبندیہ کا فروغ : آپ کے خلفاء اور مریدین دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ لاکھوں افراد نے آپ سے بیعت کی اور روحانی تربیت حاصل کی۔

مغرب میں تصوف کی ترویج : جدید دور میں تصوف کو شریعت کے تابع رکھتے ہوئے مغربی ممالک میں متعارف کروایا۔ نوجوانوں کی اصلاح، حیا و پاکدامنی اور اولاد کی تربیت جیسے موضوعات پر بیانات نے ہزاروں گھروں کو سنوارا۔

روحانی بیداری اور اصلاحِ باطن : آپ کے بیانات اور کتابیں (جیسے عشقِ الٰہی، تصوف و سلوک) متعدد زبانوں میں ترجمہ ہوئیں اور کروڑوں لوگوں تک پہنچیں۔ یوٹیوب اور دیگر پلیٹ فارمز پر بیانات آج بھی فیض پہنچا رہے ہیں۔

امت کی اتحاد اور محبتِ رسول ﷺ : مختلف مسالک اور ممالک کے لوگوں کو عشقِ الٰہی اور سنت کی پابندی کی طرف بلایا۔ خاص طور پر نوجوان نسل کو دنیوی کشش سے نکال کر دینی طرف راغب کیا۔

ورلڈ وائیڈ مراکز اور ادارے : آپ کی کوششوں سے متعدد ممالک میں معہد الفقیر جیسے ادارے قائم ہوئے جو دینی تعلیم اور تربیت کا مرکز ہیں۔ آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کا فیضان جاری ہے۔ خلفاء عالمی سطح پر خدمات انجام دے رہے ہیں اور امت آپ کی تعلیمات سے مستفیض ہو رہی ہے۔

اختتام

حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کے اسفارِ عالم نے تصوف کو ایک عالمی تحریک بنا دیا۔ آپ نے ثابت کیا کہ عشقِ الٰہی کی شمع سرحدیں نہیں مانتی۔ اور نہ ہی دلوں کو جوڑنے کیلئے کسی سرحد کی محتاج ہوتی ہے اللہ تعالیٰ سے دعاء ہیکہ اللہ تعالیٰ علیین میں آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نوجوان نسل کے لیے مشعل راہ

حافظ سید عمر علی بن سید محمود علی (شاستری پورم، حیدرآباد)

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء
والمرسلین، وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد!

ہر دور کی سب سے قیمتی متاع اس کی نوجوان نسل ہوتی ہے۔ اگر نوجوان سنور جائیں تو معاشرہ سنور جاتا ہے، اور اگر وہ بگڑ جائیں تو پوری قوم زوال کا شکار ہو جاتی ہے۔ موجودہ دور میں، جہاں مادّیت، بے راہ روی اور فکری انتشار نے نوجوانوں کو گھیر رکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے امت کو جن بزرگوں کے ذریعے رہنمائی عطا فرمائی، ان میں حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کا نام نمایاں حیثیت رکھتا ہے اور آپ کی تعلیمات آج کے نوجوان کے لیے حقیقی معنوں میں مشعل راہ ہیں۔

نوجوانوں سے خصوصی محبت اور فکر:

حضرت جیؒ نوجوانوں کو امت کا سرمایہ سمجھتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے: "اگر نوجوان درست سمت میں لگ جائیں تو دین کی خدمت خود بخود ہونے لگتی ہے۔" اسی لیے آپ: نوجوانوں سے شفقت کے ساتھ گفتگو فرماتے ان کی ذہنی الجھنوں کو سمجھتے انہیں مایوسی کے بجائے امید کا پیغام دیتے۔

دین اور دنیا میں توازن کا سبق:

حضرت جیؒ نے نوجوانوں کو یہ سکھایا کہ: دین اختیار کرنے کا مطلب دنیا چھوڑنا نہیں بلکہ

دنیا میں رہ کر دین پر چلنا ہے آپ نوجوانوں کو: تعلیم حاصل کرنے ہنر سیکھنے محنت اور دیانت سے آگے بڑھنے کی ترغیب دیتے، مگر ساتھ ہی دل کو اللہ سے جوڑنے پر زور دیتے تھے۔

نماز اور ذکر نوجوانی کی اصل طاقت:

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نوجوانی کی اصل قوت: مضبوط نماز اور زندہ دل ذکر میں مضمر تھی۔ آپ فرماتے تھے: "جو نوجوان نماز کا عادی ہو جائے، گناہ اس کے قریب نہیں آتے۔

نفس اور خواہشات پر قابو: حضرت جیؒ نے نوجوانوں کو: نفس کی پہچان خواہشات کے نقصانات اور ضبطِ نفس کی اہمیت نہایت حکمت سے سمجھائی۔ آپ فرماتے تھے کہ: "اصل بہادری نفس کو قابو میں رکھنا ہے، نہ کہ دوسروں کو۔

نظر اور حیا کی حفاظت:

موجودہ دور میں فتنۂ نظر نوجوانوں کے لیے سب سے بڑا امتحان ہے۔ حضرت جیؒ نصیحت فرماتے تھے: نگاہ کی حفاظت ایمان کی حفاظت ہے حیا دل کی زینت ہے آپ نوجوانوں کو عملی تدابیر سکھاتے کہ: فتنہ کے مواقع سے بچو تنہائی میں اللہ کو یاد رکھو۔

اچھے دوست اور صالح صحبت:

حضرت جیؒ فرماتے تھے: "انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔" اسی لیے نوجوانوں کو: صالح دوست اپنانے بُری صحبت سے دور رہنے نیک ماحول اختیار کرنے کی بار بار تلقین فرماتے تھے۔

علم، مطالعہ اور فکر کی تربیت:

حضرت جیؒ نوجوانوں کو: دینی علم حاصل کرنے مطالعہ کی عادت ڈالنے سوچ سمجھ کر فیصلہ

کرنے کی نصیحت فرماتے تھے، تاکہ وہ: اندھی تقلید فکری گمراہی سے محفوظ رہیں۔

کردار سازی اور عملی نمونہ:

حضرت جیؒ کے نزدیک: اصل کامیابی ڈگری یا دولت نہیں بلکہ مضبوط کردار ہے آپ فرماتے تھے: "کردار والا نوجوان خاموش دعوت ہوتا ہے۔

مایوسی کے بجائے امید اور توکل:

حضرت جیؒ نوجوانوں کو: گناہوں کے بعد مایوس نہ ہونے اللہ کی رحمت سے امید رکھنے اور آگے بڑھتے رہنے کا پیغام دیتے تھے۔

خدمتِ دین اور خدمتِ خلق:

حضرت جیؒ نے نوجوانوں کو: دین کے کاموں میں حصہ لینے بڑوں کی خدمت کرنے معاشرے کے لیے مفید بننے کی ترغیب دی۔

اختتامی کلمات:

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کی تعلیمات نوجوانوں کو یہ پیغام دیتی ہیں کہ: نوجوانی ضائع کرنے کی چیز نہیں بلکہ بنانے اور سنوارنے کی عمر ہے اگر آج کا نوجوان حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ کی نصیحتوں کو اپنا لے تو وہ: خود بھی سنور سکتا ہے اپنے گھر کو بھی اور پوری امت کے مستقبل کو بھی روشن بنا سکتا ہے واقعی، حضرت جیؒ نوجوان نسل کے لیے مشعل راہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت جیؒ کی کامل مغفرت فرمائے، ان پر اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائے ان کے درجات بلند فرمائے، ان کی قبر کو جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ بنائے، اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

موجودہ دور کے فتنے اور حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی

حافظ محمد شعیب اختر (متعلم عربی چہارم جامعہ اسلامیہ مدرسۃ البشیر، یاقوت پورہ، حیدرآباد تلنگانہ)

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین

والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

ہر دور میں امتِ مسلمہ مختلف آزمائشوں اور فتنوں سے دو چار رہی ہے، مگر موجودہ دور کے فتنوں کی نوعیت نہایت پیچیدہ، ہمہ گیر اور باطنی ہے۔ یہ فتنہ تلوار یا ظاہری ظلم کی صورت میں نہیں بلکہ خیالات، خواہشات، میڈیا اور مادّیت کے پردے میں انسان کے ایمان پر حملہ آور ہے۔ ایسے نازک دور میں حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات امت کے لیے چراغِ راہ ہیں۔

ایمان کی کمزوری اور غفلت کا فتنہ:

آج کا سب سے بڑا فتنہ غفلت ہے۔ نماز میں سستی ذکر سے دوری اللہ کی یاد سے بے نیازی حضرت جیؒ فرماتے تھے: "ایمان خطرے میں تب نہیں ہوتا جب دشمن سامنے ہو، بلکہ تب ہوتا ہے جب دل غافل ہو جائے۔" رہنمائی: نماز کی پابندی صبح و شام کے اذکار دل کو زندہ رکھنے کی فکر۔

مادّیت اور دنیا پرستی کا فتنہ:

موجودہ دور میں کامیابی کو: دولت شہر تعیش وعشرت سے ناپا جاتا ہے۔ حضرت جیؒ کی رہنمائی: دنیا ضرورت ہے، مقصد نہیں دل کو دنیا کا غلام نہ بناؤ قناعت اور توکل اختیار کرو۔

فحاشی اور فتنہ:

نظر میڈیا اور انٹرنیٹ نے فحاشی کو آسان بنا دیا ہے، خصوصاً نوجوانوں کے لیے۔ حضرت جیؒ فرماتے تھے: "نظر کی حفاظت ایمان کی حفاظت ہے۔" رہنمائی: نگاہ نیچی رکھنا فتنہ کے مواقع سے بچنا تنہائی میں اللہ کا خوف۔

نفس پرستی اور خواہشات کا غلبہ:

آج کا انسان خواہش کو حق سمجھنے لگا ہے۔ حضرت جیؒ کی تعلیم: خواہش کو دین کا معیار نہ بناؤ نفس کی مخالفت ہی اصل جہاد ہے ضبطِ نفس کامیابی کی کنجی ہے۔

فکری انتشار اور شکوک وشبہات: سوشل میڈیا اور مغربی فکر نے: شکوک دین سے بدگمانی روایات سے بیزاری کو عام کر دیا ہے۔ حضرت جیؒ کی رہنمائی: معتبر علماء سے رہنمائی صحیح دینی علم کا حصول اندھی تقلید اور اندھی مخالفت دونوں سے بچاؤ۔

اخلاقی زوال اور بداعتمادی:

جھوٹ، خودغرضی اور بددیانتی عام ہو چکی ہے۔ حضرت جیؒ فرماتے تھے: "اخلاق ختم ہو جائیں تو دین صرف نام رہ جاتا ہے۔" رہنمائی: سچائی امانت نرم خوئی۔

گھریلو نظام کا بگاڑ موجودہ دور میں:

بے صبری انا اور بے اعتدالی نے گھروں کو متاثر کیا ہے۔ حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ کی نصیحت: صبر اور برداشت گھر والوں کے ساتھ حسنِ سلوک گھروں کو ذکر سے آباد کرنا۔

جھوٹی روحانیت اور گمراہ کن تصوف:

کچھ جگہوں پر تصوف کے نام پر: بدعات غیر شرعی اعمال شخصیت پرستی کا فتنہ پیدا ہو گیا

ہے۔حضرتؒ کی رہنمائی: شریعت کے بغیر تصوف قابل قبول نہیں کرامت نہیں، استقامت مطلوب ہے۔

مایوسی اور احساسِ ناکامی:

ڈپریشن اور مایوسی اس دور کا خاموش فتنہ ہے۔حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے تھے: "اللہ سے مایوس ہونا سب سے بڑا نقصان ہے۔" رہنمائی: توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے اللہ کی رحمت پر یقین مثبت جدو جہد۔

اختتامی کلمات:

موجودہ دور کے فتنوں کا مقابلہ: نعروں سے نہیں بلکہ اصلاحِ نفس، شریعت کی پابندی اور زندہ دل روحانیت سے ممکن ہے حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کی تعلیمات ہمیں یہی سکھاتی ہیں کہ: فتنوں سے بچاؤ دل کی اصلاح سے شروع ہوتا ہے اور امت کی نجات شریعت پر ثابت قدمی میں ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان فتنوں سے محفوظ فرمائے اور حضرت جیؒ کی رہنمائی سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

تزکیۂ نفس اور حضرت جیؒ

(باطن کی اصلاح، سنت کی پیروی اور کردار سازی کا جامع منہج)

سید محسن علی بن سید حسین علی (شاستری پورم، حیدرآباد)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

اسلام کا اصل مقصود انسان کو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں کامل بنانا ہے، اور اس کمال کی کنجی تزکیۂ نفس ہے۔ قرآنِ کریم میں بعثتِ نبوی ﷺ کے مقاصد میں تزکیہ کو بنیادی حیثیت دی گئی۔ یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر انسان ظاہر و باطن کی آلودگیوں سے پاک ہو کر قربِ الٰہی حاصل کرتا ہے۔

حضرت جیؒ (مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ) نے اسی قرآنی مقصد کو اپنے پورے دعوتی و تربیتی نظام کی بنیاد بنایا اور تزکیۂ نفس کو محض ایک اصطلاح نہیں بلکہ قابلِ عمل زندگی بنا کر پیش کیا۔

تزکیۂ نفس مفہوم اور ضرورت:

تزکیۂ نفس کا مطلب نفس کو گناہوں، رذائل اور باطنی امراض سے پاک کر کے ایمان، اخلاص اور تقویٰ سے آراستہ کرنا ہے۔ حضرت جیؒ کے نزدیک تزکیہ کسی خاص طبقے یا خانقاہ تک محدود عمل نہیں بلکہ ہر مسلمان کی بنیادی ضرورت ہے، کیونکہ: بغیر تزکیہ عبادات میں روح نہیں آتی بغیر تزکیہ اخلاق سنورتے نہیں بغیر تزکیہ دین رسم بن جاتا ہے آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ دل کی اصلاح کے بغیر عمل کا وزن نہیں بنتا۔

حضرت جیؒ کا تصورِ تزکیہ :

شریعت کے دائرے میں حضرت جیؒ نے تزکیۂ نفس کو ہمیشہ شریعت اور سنت کے مضبوط حصار میں رکھا۔ آپؒ کے نزدیک وہ تزکیہ معتبر ہی نہیں جو سنتِ نبوی ﷺ سے ہٹا ہوا ہو۔ فرائض کی پابندی تزکیہ کی بنیاد سنتوں کا اہتمام تزکیہ کی حفاظت بدعات سے اجتناب تزکیہ کی شرط اسی توازن نے آپؒ کے منہج کو اعتدال، وقار اور اثر انگیزی عطا کی۔

نفس کے امراض اور ان کا عملی علاج:

حضرت جیؒ نے تزکیہ کو نظری بحث نہیں رہنے دیا بلکہ نفس کے امراض کی نشاندہی اور ان کا عملی علاج بتایا۔ اہم امراض: تکبر حسد ریا حبِّ دنیا غصہ اور عجب علاج: کثرتِ ذکر محاسبۂ نفس عاجزی اور خدمت خاموشی اور ضبط صالح صحبت آپؒ فرماتے تھے: ”نفس کو توڑنے کے لیے سختی نہیں، مسلسل مخالفت چاہیے۔

ذکرِ الٰہی:

تزکیہ کا دل حضرت جیؒ کے تزکیۂ نفس کا مرکز ذکرِ الٰہی تھا۔ آپؒ ذکر کو وقتی کیفیت نہیں بلکہ مستقل تربیت سمجھتے تھے۔ ذکر سے دل نرم ہوتا ہے ذکر سے گناہ سے نفرت پیدا ہوتی ہے ذکر سے اللہ پر اعتماد مضبوط ہوتا ہے آپؒ کی تعلیم یہ تھی کہ ذکر زندگی سے جڑا ہو، نہ کہ زندگی سے الگ۔

شیخ اور صحبت کی اہمیت:

حضرت جیؒ تزکیۂ نفس میں صحیح رہنمائی کو ناگزیر سمجھتے تھے۔ آپؒ کے نزدیک شیخ کا کام کرامت دکھانا نہیں بلکہ: نفس کی پہچان کروانا خامیوں کی اصلاح سالک کو خود اللہ سے جوڑ دینا آپؒ کی صحبت کا سب سے بڑا اثر یہی تھا کہ انسان اپنی حقیقت پہچاننے لگتا تھا۔

تزکیہ اور معاشرتی زندگی:

حضرت جیؒ نے تزکیۂ نفس کو گوشہ نشینی سے نہیں جوڑا بلکہ معاشرتی زندگی میں نافذ کیا۔ گھر میں صبر اور اخلاق کاروبار میں دیانت تعلقات میں عدل اختلاف میں برداشت آپؒ فرماتے تھے کہ اصل تزکیہ وہ ہے جو انسان کو معاشرے کے لیے مفید بنا دے۔

حضرت جیؒ کی اپنی زندگی:

تزکیہ کا عملی نمونہ حضرت جیؒ کی سب سے بڑی دلیل ان کی اپنی زندگی تھی۔ سادگی اخلاص شہرت سے بے رغبتی سنت سے گہری محبت آپؒ نے اپنے عمل سے سکھایا کہ تزکیہ گفتار سے نہیں، کردار سے منتقل ہوتا ہے۔

بہرحال! تزکیۂ نفس حضرت جیؒ کی دعوت کا مرکز، روح اور مقصد تھا۔ آپؒ نے ہمیں یہ سبق دیا کہ: جب دل سنور جاتا ہے تو زندگی خود سنور جاتی ہے۔ حضرت جیؒ کا منہج ہمیں آج بھی دعوت دیتا ہے کہ ہم شور، دعوے اور نمود کے بجائے خاموش اصلاح، مسلسل محاسبہ اور سنت کی پیروی کو اپنا شعار بنائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت جیؒ کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے نفس کا تزکیہ کرنے، دل کو پاک کرنے اور اپنی زندگی کو اللہ کی رضا کے مطابق ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت پیر صاحبؒ کی زبان و کتاب میں تاثیر

ابوبکر صدیق رفیقی قاسمی، استاد جامعہ نعمانیہ ویکوٹہ ضلع چتور آندھرا پردیش

قطب الاقطاب حضرت اقدس مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ سادگی تواضع، شفقت آمیز برتاؤ، شستہ شائستہ گفتگو شیریں کلامی مادیت کے سحر سے مکمل آزادی جیسی خوبیوں کے مالک تھے، آپ کی انہیں خوبیوں اور ظاہر اور باطن کے یکسانیت نے علماء کرام اور عوام کو آپ کا گرویدہ بنا دیا، آپؒ سے شناسائی آپ کی پر تاثیر کتابوں کے ذریعہ سے ہے، بندہ جب 2003 میں رفیق العلوم آمبور تامل ناڈو میں شعبہ عالمیت میں زیرِ تعلیم تھا، اس وقت ہمارے اکثر ساتھی بلکہ ہمارے اساتذہ کرام بھی حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب" خطبات ذوالفقار اول اور دوم" کا مطالعہ کیا کرتے تھے، ان خطبات کو احقر نے اور ہمارے درسی ساتھیوں نے اتنی مرتبہ پڑھا کہ اس کے اکثر مضامین مستحضر ہوگے؛ بلکہ ہم لوگ اپنی" ہفتہ واری انجمنوں کی تقاریر" حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ کے خطبات سے تیار کیا کرتے تھے، خطبات کے ان دو جلدوں کی تاثیر اور ان مضامین کی بلندی قاری کو کتاب مکمل کئے بغیر رکھنے نہیں دیتے، اگر یہ کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا ''لاہور سے تا خاک بخارا و سمرقند اور خطبات ذوالفقار اول دوم اور تمنائے دل'' ان کتابوں نے حضرت کو ہندوستان میں متعارف کرایا، اور حضرت سے عقیدت اور محبت انہیں کتابوں سے بڑھی، حضرت کا اسلوب کلام اور طرزِ بیان اتنا سہل ہے، کہ معمولی اردو دان بھی ان کتابوں کو پڑھ سکتا ہے، ہمارے استاد حضرت مولانا مفتی غوث صاحب دامت برکاتہم استاد فقہ و مفتی باقیات الصالحات ویلور فرمایا کرتے تھے:

"حضرت پیر صاحب کی کتابیں پڑھو! یہ سہل ممتنع لکھتے ہیں
اور ان کتابوں سے باطن کی اصلاح ہوتی ہے"

حضرت کی کتاب" لاہور سے تا خاک بخارا و سمرقند" پڑھ کر یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ حضرتؒ کو بجا طور پر" بخارا و سمرقند کا" روحانی فاتح کہا جا سکتا ہے،

حضرت کے زبان وقلم کی تاثیر ہی کی برکت ہے کہ بہت ہی کم عرصے میں اللہ نے مقبولیت کی بلندیوں پر پہنچا دیا اور تو اور اساتذہ دار العلوم دیوبند نے آپ سے وابستہ ہو کر سلوک کے منازل طے کئے اور معرفت الٰہی اور عشق رسول کی نعمت سے مالا مال ہوئے ،ہم نے تاریخ میں حضرت امام غزالیؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ اور شیخ الحدیث قطب الاقطاب حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کی صحبتوں اور زبان وبیان کی جو تاثیر پڑھی تھی، اس کا کچھ حصہ اللہ نے حضرت پیر صاحبؒ کو نوازا تھا، آپ کے نامور خلفاء ومجازین بیعت کے کارناموں سے عند اللہ آپ کی مقبولیت کا پتہ چلتا ہے، آپ کے بیانات سے کتنے گم کردہ راہ کو ہدایت ملی، اور کتنے دہریے، شرابی گناہوں کے دلدادہ، گناہوں سے توبہ کئے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پیر صاحبؒ کے فیض کو عام فرمائے
اور اعلی علّیین میں جگہ عطا فرمائے آمین!!!

کوہ طور کا سفرنامہ

مولانا ساجد لطیف صاحب نقشبندی

میں کہاں کہاں نہ پہنچا تیری دید کی طلب میں

محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمہ اللہ کے کوہِ طور کی زیارت کے حالات وواقعات ان کی اپنی لسانِ مبارک سے

میں کہاں کہاں نہ پہنچا تیری دید کی طلب میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ!

محبت ایسی چیز ہے جو محب کو مجبور کرتی ہے محبوب سے ہمکلامی کرنے کے لیے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہمکلامی کا شرف عطا فرمایا اور یہ ہمکلامی جو ہے یہ ایک قدم اور آگے بڑھاتی ہے کہ پھر بندے کو محب کو دیکھنے کو دل کرتا ہے، چنانچہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء تھے کسی نے یہ نہیں کہا کہ اے اللہ! ہم آپ کو دنیا میں دیکھنا چاہتے ہیں سوائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس لیے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ تھے بات کرتے تھے، اور بات کرنے سے پھر بات بڑھ جاتی ہے پھر دیکھنے کو دل کرتا ہے۔ اسی لیے نوجوان بچوں کو منع کرتے ہیں کہ سیل فون پر غیر محرم سے گفتگو مت کیجیے، جو یہ کہے کہ میں تو صرف بات کرتا ہوں وہ پکا جھوٹ بول رہا ہے۔ اس لیے کہ صرف بات تک بات نہیں رہتی، بات ہمیشہ آگے بڑھتی ہے۔ یہ قرآنی فیصلہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ”اے اللہ میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں“

بہر حال محب اور محبوب کی ملاقات جہاں ہو تو وہ جگہ بھی ان دونوں کو اچھی لگتی ہے، اسی لیے دیکھا گیا کہ دلہن جس گھر میں رخصت ہو کر پہلے دن آتی ہے، اگر چہ سالوں گزر جائیں لیکن اس کو وہ گھر اچھا لگتا ہے، پھر چاہے بعد میں وہ محل میں رہنا شروع کر دے۔ جب بھی اس گھر کے قریب سے گزرے گی، اس کی یادیں تازہ ہو جائیں گی۔ تو محب اور محبوب کو ملاقات گاہ بھی محبوب ہوتی ہے، اسی لیے اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ''طور'' کی قسم کھائی ''والطور''، قسم ہے طور پہاڑ کی۔ قسم کھانے میں مفسرین نے یہی لکھا ہے کہ یہ چونکہ ملاقات گاہ تھی، یہاں ہمکلامی ہوئی تھی، زیارت کے لیے درخواست کی گئی تھی، تو اللہ تعالیٰ کو اپنے چاہنے والوں سے اتنی محبت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ کی قسم کھائی۔ دوسری دلیل کہ اللہ کو نبی علیہ السلام سے محبت، نبی علیہ السلام اللہ کے محبوب، چنانچہ نبی علیہ السلام جس شہر میں رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس شہر کی قسم کھائی

لَاۤ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ وَاَنۡتَ حِلٌّ بِهٰذَا الۡبَلَدِ (البلد ۱،۲)

''میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی اور آپ اس شہر میں موجود ہیں''

ایک عجیب شعر:

بہت مدت ہوئی ایک شعر پڑھا تھا، ہے تو عجیب سا لیکن ذہن میں رہ گیا

لازم تو نہیں کہ سب کو ملے ایک سا جواب آؤ نا ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو جواب مل گیا تھا کہ نہیں دیکھ سکتے، تو لازم تو نہیں کہ سب کو ایک ہی جواب ملے۔ لہٰذا چلو ہم بھی کوہ طور کی سیر کر کے آتے ہیں۔ تو شروع سے دل میں ایک شوق تھا کہ اگر کوئی موقع اللہ نے زندگی میں دیا تو کوہ طور دیکھیں گے، صرف اس وجہ سے کہ

اے اللہ! تیرے ایک چاہنے والے نے یہاں قدم رکھے تھے۔

ارادے کے باوجود ناکامی:

بہت سال پہلے ایک مرتبہ مصر جانا ہوا تو کوشش کی کہ وہاں جائیں لیکن بتایا گیا کہ وہاں پر عیسائیوں اور یہودیوں کا ہولڈ ہے اور وہ اس علاقے میں مسلمانوں کا جانا بھی پسند نہیں کرتے اور اگر کوئی اِکا دُکا چلا جائے بھی تو وہ اس کو غائب ہی کر دیتے ہیں، پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ گیا کہاں؟ چونکہ وہ ان کے نزدیک اسی طرح معظم ہے جس طرح ہمارے نزدیک بیت اللہ معظم ہے۔ جیسے ہم بیت اللہ کا حج کرتے ہیں اسی طرح یہودی لوگ اس جگہ کا حج کرتے ہیں جہاں موسیٰ علیہ السلام کلام فرمایا کرتے تھے۔ اور اس پر ان کو بڑا مان ہے کہ تاریخ انسانیت میں پہلی مرتبہ اللہ نے بندے سے ہمکلامی کی۔ جیسے ہم معراج کو بڑے پرزور طریقے سے بیان کرتے ہیں تو یہودی لوگ کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کے جانے کو بڑی تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ ہر سال اس جگہ کا حج کرتے ہیں اور جگہ بھی ان کے لیے مقدس ہے۔ لہٰذا وہ نہیں چاہتے کہ وہاں کوئی اور جائے۔ تو اس وقت تو پھر جانے کی ترتیب نہ بن سکی لیکن پھر بھی دل میں خیال آتا رہا کہ کبھی جائیں گے۔

سفر کی عجیب تیاری:

پھر اس سال (2008ء) دل میں خیال آیا کہ چلو سپریم کورٹ چلتے ہیں اور وہاں جا کر درخواست دائر کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم بیت اللہ حاضر ہوئے اور وہاں اللہ تعالیٰ کے دربار میں فریاد کی۔ ایک عمرہ کیا اور اس عمرے میں صرف ایک دعا مانگی پورے عمرے میں طواف کے اندر، زمزم کے پاس، سعی میں ہر جگہ ایک ہی دعا مانگی کہ یا اللہ! وہاں جانا آسان فرما دیجیے،

دیوانہ بندہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

پھر اس کے بعد کوشش کی ویزہ وغیرہ کے لیے، آج کل کے حالات کے پیشِ نظر مصر کا ویزہ اس بندے کے لیے جس کے چہرے پر سنت سجی ہو لینا بہت مشکل ہے۔ اول تو دیتے نہیں اور دیتے ہیں تو ایئرپورٹ سے واپس رخصت کر دیتے ہیں، تین تین دن ایئرپورٹ پر رکھتے ہیں اور وہیں سے واپس کر دیتے ہیں۔ خیر مصر کی ایمبیسی میں ویزہ کے لیے گئے، اللہ پاک نے مہربانی کی کہ خلاف توقع ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ دو سوال، دس سوال بیس سوال، جتنے بھی پوچھیں گے ہم بتائیں گے۔ اللہ کی شان یہ ہوئی کہ جو بندہ بیٹھا تھا اس نے تو ایک سوال بھی نہ پوچھا، درخواست لے لی اور کہنے لگا کہ جی آپ دس منٹ کے بعد آ کر ویزا لے جائیں۔ ہم نے دس منٹ وہیں انتظار کیا لیکن جب تک ویزا لگ نہیں گیا اس وقت تک مضطرب رہا، اس لیے کہ جس نے ویزا کے لیے ہاں کہا ہے وہ تو استقبالیہ پر بیٹھا ہوا ہے، کہیں اس کا کوئی بڑا افسر منع نہ کر دے۔ کیونکہ ہماری تصویر تو یہی تھی چہرے پر سنت والی لیکن جب اس نے اشارہ کیا کہ آپ کا ویزا لگ چکا ہے آپ پاسپورٹ حاصل کر لیں، تب ہم گئے اور ویزا لے لیا۔

آغازِ سفر:

اس سفر میں ہمارے دو دبئی کے دوست ہیں انہوں نے بھی کہا کہ ہم بھی سفر میں ساتھ چلیں گے۔ لہٰذا وہ ادھر سے پہنچے اور یہ عاجز سعودی عرب سے مصر چلا گیا، اب مصر ایئرپورٹ پر انہوں نے لکھا ہوا تو ہے موٹے موٹے الفاظ میں

اُدْخُلُوا الْمِصْرَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ

''مصر میں داخل ہو جاؤ اگر اللہ نے چاہا تو اس میں رہو گے''

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (یس ۹)

لیکن وہ لوگ اس قسم کے چہرے سے بہت خائف ہوتے ہیں، لہٰذا ہم جب وہاں پاسپورٹ کاؤنٹر پر گئے تو اللہ نے مہربانی فرما دی کہ اس نے تو ویزا دیکھتے ہی اسٹیمپ لگا دی۔ پھر اس نے ایک ساتھ بیٹھنے والے بندے کے بارے میں کہا کہ جی یہ بندہ او کے کرے گا وہ بندہ دراصل ان کی فوج کا بندہ تھا اور انہوں نے ایک الگ کمپیوٹر رکھا ہوا تھا۔ اس کمپیوٹر میں ان کے جو مطلوب لوگ ہوتے ہیں یا ان کے آقاؤں کے مطلوب لوگ ہوتے ہیں، ان کا سب ڈیٹا (معلومات) اس میں ہوتا ہے۔ ہمیں پتہ اس طرح سے چلا کہ کمپیوٹر تو ہم جانتے تھے، وہ تو توقع نہیں کرتے تھے کہ یہ ملا مولوی نظر آنے والا بندہ، اس کو کمپیوٹر کی بھی سمجھ ہو گی۔ لہٰذا وہ بڑا relax بیٹھا ہوا تھا، اسکرین اس طرح تھی کہ ہم بھی پاس کھڑے دیکھ سکتے تھے۔ اس نے پاسپورٹ اسکرین پر رکھا تھوڑی دیر بعد اسکرین پر موٹا سا لکھا ہوا آ گیا ''غیر مطلوب'' خیر اس نے کہا : آپ جائیں، ہم آگے چلے گئے۔

قاہرہ میں قیام:

ایک دو دن تو ہم قاہرہ میں ہی رہے، قاہرہ میں بہت سے بزرگ مدفون ہیں۔ اس میں حضرت حسینؓ کا جسم مبارک کربلا سے وہاں لایا گیا تھا اور وہاں دفن کیا گیا تھا۔ ائمہ میں سے امام شافعی ، یہ تھے تو مکہ مکرمہ کے لیکن یہ ہجرت کر کے یہاں آئے تھے۔

ان سے پہلے پورے مصر کے لوگ حنفی تھے اور ان کے آنے کے بعد پورے ملک کے لوگ شافعی بن گئے۔ شیخ الاسلام عبداللہ انصاری بھی یہیں مدفون ہیں اور تابعین میں سے

تعبیر الرؤیا جنہوں نے لکھی ''محمد ابن سیرینؒ'' وہ بھی یہیں مدفون ہیں، پھر عسقلانی ، ذوالنون مصریؒ ، سیدالعارفین ابن الفارضؒ ، یہ عجیب اللہ کے عاشق بندے تھے۔ انہی کے بارے میں حضرت شیخ الحدیث لکھتے ہیں کہ ان کو موت کے وقت جنت دکھائی گئی تو انہوں نے منہ پھیر لیا تھا اور منہ پھیر کر کہا تھا:

اِنْ کَانَ مَنْزِلَتِیْ فِی الْحُبِّ عِنْدَ کُمْ مَا قَدْ رَاَیْتُ فَقَدْ ضَیَّعْتُ اَیَّامِیْ

''اے اللہ! اگر میری ساری عمر کا بدلہ یہ سب باغ و بہار ہی ہیں تو میں نے کیا پایا،
میں نے تو ساری عمر تباہ کر دی مجھے تو تیری تلاش ہے۔''

وہ بھی یہیں قاہرہ میں مدفون ہیں، سیدہ زینب سیدہ سکینہؒ، سیدہ نفیسہؒ مطلب یہ کہ اتنے حضرات یہاں مدفون ہیں کہ سینکڑوں میں آپ شمار کر سکتے ہیں۔ ایک دو دن ہم ان مقامات کو دیکھتے رہے اور یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ ایک لڑکا ہمیں مل گیا جو یونیورسٹی میں پڑھتا تھا اور دو سال سے ریسرچ کر رہا تھا کہ کس جگہ پر کون ہے؟ اس کے پاس ڈرائنگ بنی ہوئی تھیں اور پورا پتہ لکھا ہوا تھا، وہ ہمیں گاڑی پر لے کر سب دکھاتا گیا۔ ہمارے لیے تو پکی پکائی کھیر تھی پھر ہم نے آگے جانے کا ارادہ کیا۔

جہاں شرم بھی شرما جائے:

اسرائیل کا جو مصر کے قریب بارڈر لگتا ہے اس کے قریب وادی سینا ہے اور ان دنوں حالات یہ تھے کہ سرحد پر بمباری ہو رہی تھی۔ لہٰذا ان دنوں سیکورٹی بھی ہائی الرٹ تھی۔ اللہ کی شان کہ ہم نے پہلے ہی بکنگ وغیرہ کروائی ہوئی تھی۔ اس طرف جانے سے پہلے سمندر کے کنارے ایک شہر آتا ہے جس کا نام ''شرم الشیخ'' ہے۔ وہ شہر بنایا ہی شراب اور شباب کے

لیے ہے۔اس کو اتنا صاف رکھا گیا ہے کہ یقین نہیں آتا کہ یہ دنیا ہے۔ایئر پورٹ دیکھو جیسے شیشے کا بنا ہوا ہو،اسٹیل اور شیشے کا کام ہوا ہے، بندہ دیکھ دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔اس شہر میں وہ کسی سنت سے آراستہ بندے کو جانے ہی نہیں دیتے۔ہمارے جانے سے تین دن پہلے سعودی عرب کے پانچ ڈاکٹرز ایک میٹنگ میں حاضری کے لیے پہنچے، ان میں سے تین بغیر داڑھی والے تھے اور دو داڑھی والے تھے۔

تو انہوں نے قاہرہ میں ہی ان دو سعودی عرب کے ڈاکٹروں کو روک دیا جن کے داڑھی تھی اور بقیہ تین کو جانے دیا، اتنی سختی کرتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یورپ کے ٹورسٹ کو اپنے یہاں متوجہ کرتے ہیں اور وہ لوگ وہاں چھٹیاں منانے آتے ہیں اور وہ تو ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں چند انچ کا لباس بھی بوجھ نظر آتا ہے۔تو اس وجہ سے وہ وہاں داڑھی والوں کو جانے ہی نہیں دیتے۔آپ یوں سمجھ لیں کہ جیسے بڑھے پیمانے پر کوئی کسینو (جوا خانہ جہاں شراب اور شباب کا بھی نظام ہوتا ہے) ہو، وہ اس طرح کا شہر ہے۔ہم نے جب اپنے ایک دو قریبی دوستوں کو بتایا کہ ہم ''شرم الشیخ'' جائیں گے تو ہمیں تو سمجھ میں نہیں آتا تھا لیکن وہ ہمارا چہرہ دیکھ کر مسکراتے تھے۔وہ مجھے خاص طور پر پوچھتے تھے کہ آپ شرم الشیخ جائیں گے، میں کہتا تھا ہاں میں جاؤں گا، ہمیں کیا پتہ تھا کہ وہ کیا ہے؟ خیر اللہ کی شان کہ جب ہم وہاں جانے لگے تو قدرت سبب بنانے والی ہے کہ کاؤنٹر پر جو بندہ تھا وہ کوئی اچھا بندہ تھا، جس نے ہمارے پاسپورٹ بھی چیک نہیں کیے۔وہ ایک ہی بندہ تینوں پاسپورٹ لے کر چلا گیا اور تینوں بورڈنگ پاس پکڑا دیئے۔ہم اندر جا کر ایک مسجد بنی ہوئی تھی اس میں بیٹھ گئے۔جب فلائیٹ کے ٹائم باہر نکلے تو باہر تماشہ! وہاں تو ساری مخلوق یورپ کی اور ان کے

لباس وہی جو ہوتے ہیں اور ہم ان میں چلتے پھرتے آثار قدیمہ نظر آرہے تھے۔

خیر ہمیں اپنے کام سے غرض تھی، ہم اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ دوسرے ساتھی اتنا کہہ رہے تھے کہ ہر سواری ہماری طرف دیکھ رہی تھی کہ یہ لوگ بھی اسی جہاز میں شرم الشیخ جا رہے ہیں۔ خیر اللہ نے مہربانی فرمائی ہم چلے، جب وہاں اترے تو رات کے نو بج چکے تھے۔

طور سینا کی طرف:

قاہرہ میں ایک ڈرائیور تھا جو ہمیں دو تین دن قاہرہ میں گھماتا رہا، پھر اس سے دوستی ہوگئی۔ اس سے ہم نے کہا ہوا تھا کہ ختم الشیخ میں ہمیں ایک ڈرائیور چاہیئے جو آپ کے حوالہ سے ہو، اس لیے کہ اگر کوئی نیا بندہ ہوگا تو پتہ نہیں کہاں لے جائے گا۔ اس نے اپنے ایک دوست کو فون کیا جو تقریباً دو سو کلومیٹر دور شہر میں رہتا تھا، وہ وہاں سے چل کر ہمیں کے جانے کے لیے آیا۔ خیر رات کے نو بجے ہم نے سفر شروع کیا، شروع کا سفر بالکل سمندر کے کنارے کنارے ہے، اس علاقے میں رات کا سفر، پھر وہ علاقہ جو اگلے ملک اسرائیل کے قریب ہے اور اس ملک کی بمباری بھی ہو رہی ہے، یہ ایک مشکل معاملہ تھا۔ ہمارے راستہ میں کوئی بارہ کے قریب چیک پوسٹیں آئیں اور ہر چیک پوسٹ پر فوجی تھے۔ گاڑی روکتے ہی پہلے ڈرائیور سے پوچھتے تھے کہ تیرے ساتھ کون ہے؟ جب وہ کہتا کہ پاکستانی تو وہ نام سن کے ہی بکے بکے رہ جاتے تھے، اور پھر وہ جب جھانک کر دیکھتے کہ تینوں داڑھی والے، خیر اللہ کی شان، ہم ان چیک پوسٹوں سے آہستہ آہستہ گزرتے رہے، دل میں یہی تھا کہ مالک اگر تیری طرف سے رحمت کا معاملہ ہے تو راستہ کوئی نہیں روک سکتا، خیر چلتے چلتے آخری چیک پوسٹ تھی اس کا انچارج تھا وہ بہت غصے میں تھا۔ چوں کہ اس سے آگے کا جو ایریا تھا وہ انہی عیسائیوں اور

یہودیوں کا تھا اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اس سے آگے تو کسی ایسے بندے کو برداشت ہی نہیں کرتے ہوں گے کہ وہ آئے اور اس نے جب دیکھا، پوچھا کہ پاکستانی؟ ہم نے کہا ہاں، تو اس نے پاسپورٹ لیے اور اندر لے کر چلا گیا اور تقریباً بیس پچیس منٹ اندر ہی رہا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس کی نیت ہمیں آگے بھیجنے کی نہیں ہے اور واقعی اس کی نیت نہیں تھی۔ وہ پیچھے قاہرہ فون کر رہا تھا یہ تین بندے ہیں اور یہ اس طرح کے حلیے میں ہیں اور یہ اس طرف جانا چاہتے ہیں۔ اس کی کوشش یہی تھی کہ کسی طرح ان کی کوئی چھوٹی سی بھی غلطی ملے تو میں ان کو کہوں کہ آپ یہاں سے جائیں مگر اللہ نے مہربانی فرمائی۔ وہ پھر واپس آیا اور واپس آ کر کہتا ہے اپنا بیگ چیک کراو! پیچھے بیگ پڑے ہوئے تھے، میں نے ساتھیوں سے کہا کہ بھئی بیگ چیک کرادو، اس میں کیا حرج ہے؟ جب تقریباً دس منٹ ہو گئے کہ بیگ چیک ہو رہے ہیں، مجھے بہت حیرت ہوئی کہ اتنی دیر کیوں لگ رہی ہے؟ پھر میں باہر نکلا۔ باہر کافی ٹھنڈ تھی، ویسے بھی کوہ طور سطح سمندر سے دو ہزار میٹر ہے۔ لہزا جب میں جب باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ انہوں نے میرا بیگ کھولا ہوا ہے، اس میں ایک مشین تھی خون کا دوران چیک کرنے والی، وہ اس کو مصیبت بنا کر کھڑا ہوا ہے کہ یہ تم کیا کے کر جا رہے ہو؟ ساتھی ان کو سمجھا رہے تھے کہ جو ہمارے ساتھ ہیں یہ بھوڑے آدمی ہیں، ان کو میڈیسن استعمال کرنے کے لیے بلڈ پریشر چیک کرنا ہوتا ہے، تو وہ مان ہی نہیں رہا تھا۔ اصل میں وہ ماننا چاہتا ہی نہیں تھا۔ میں نے جب اس کے تیور دیکھے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ٹھہرو میں اس کو سمجھاتا ہوں، میں نے اس سے کہا کہ دیکھو بھائی یہ بلڈ پریشر چیک کرنے کی مشین ہے، لاؤ میں آپ کا بلڈ پریشر چیک کر کے بتاؤں۔ جیسے ہی میں نے میٹر پکڑا اور اس کا ہاتھ پکڑا تو وہ

میری طرف دیکھتا ہے، سوچتا ہوگا کہ یہ کہاں سے ڈاکٹر نکل آیا، خیر اس کے بعد اس نے کہا کہ ٹھیک ہے آپ لوگ جاؤ۔ الحمدللہ پھر ہم گاڑی میں بیٹھے اور وہاں سے آگے چل پڑے۔

وادی مقدس:

خیر آگے جہاں ہم پہنچے اس جگہ کا نام (وادی مقدس) ہے۔ یہ تقریباً آٹھ نو کلومیٹر کی پہاڑی ہے، درمیان میں ایک وادی ہے۔ کوہ طور پہاڑ کے اوپر سبزہ نہیں ہے۔ جیسے کشمیر اور مری کے پہاڑ سرسبز ہوتے ہیں یہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ جبل احد، جبل نور، اور، جبل ثور، کی طرح کا ہی ایک پہاڑ ہے اور سرخ گرینائٹ کا بنا ہوا ہے، ہارڈ پتھر ہے۔ جو لوگ بیت اللہ گئے ہیں وہاں جو بہت الخلا کے اندر سرخ گرینائٹ استعمال ہوا ہے، یہ اس طرح کا گرینائٹ ہے۔ اس اتنی بڑی وادی میں کہیں کہیں کوئی گھاس اگی نظر آتی ہے۔ یہاں پر تو انہوں نے ایک ہوٹل بنایا ہوا ہے جو فائیو سٹار ہوٹل ہے، جو بہت خوب صورت بنایا گیا ہے اور یہ تو ہمیں بعد میں پتہ چلا کہ ملکوں کے پریزیڈنٹ جو یہاں پہنچتے ہیں تو وہ اس ہوٹل میں رہتے ہیں۔ چنانچہ فرانس کا پریزیڈنٹ یہاں رہا، اٹلی کا پریزیڈنٹ یہاں رہا، اور مصر کا پریزیڈنٹ رمضان کے آخری دس دن اس میں گزارتا تھا۔ تو جہاں ملکوں کے پریزیڈنٹ ٹھہرتے ہوں تو وہ تو پھر بہت ہی اہم جگہ ہوتی ہے۔ اس ہوٹل میں بہت سیکورٹی تھی۔ اب ہمارا ایک ساتھی اندر گیا اور استقبالیہ میں جا کر بات کی تو انہوں نے کہا کہ تم یہاں کہاں؟ اس نے کہا کہ ہم رات رہنے کے لیے آئے ہیں، ہماری یہاں بکنگ ہے۔ آگے سے جواب ملا کہ آپ کی تو یہاں بکنگ نہیں ہوسکتی۔

اب اللہ کی شان دیکھیے کہ ہوا یہ کہ جس بچے نے اس میں بکنگ کروائی تھی، اس کی

ساری تعلیم امریکہ کی تھی اور اسی لب ولہجہ سے بات کرتا تھا۔اس نے دبئی سے فون پر بکنگ کروائی تھی، اسی ہوٹل میں اس وقت جو عورت استقبالیہ پر بیٹھی ہوئی تھی اور بکنگ لے رہی تھی وہ سمجھ رہی تھی کہ کوئی امریکن بول رہا ہے، اس نے ان کے کریڈٹ کارڈ سے پیمنٹ (رقم) بھی لے لی۔

بہر حال ہوٹل میں بکنگ لینے والے نے تصور یہ کیا تھا کہ کوئی امریکن آنے والا ہے ، اور جب ہم وہاں حاضر ناظر ہوئے تو وہ ہمیں دیکھ کر حیران ہوئے۔اب وہ شکلیں دیکھیں تو کہیں جی آپ یہاں نہیں رہ سکتے، اور جب وہ بکنگ دیکھتے ہیں، کوڈ نمبر دیکھتے ہیں تو بکنگ موجود تھی، اسی سوچ بچار میں تقریباً 45 منٹ گزر گئے۔ہم نے کہا کہ ہم نے رات یہاں رہنا ہے، ہم نے بکنگ کرائی ہے۔خیر انھوں نے ہمیں وہاں رہنے کے لیے ایک کمرہ دے دیا۔

ہم نے اپنے دوستوں سے کہا کہ بھئی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا۔

انك بالواد المقدس طوی آپ ایک مقدس وادی طوی میں ہیں،

یہ وہ وادی ہے اور اللہ نے ہمیں قسمت سے ایک رات یہاں دی ہے تو بہر حال ساتھیوں نے خوب ذکر، عبادت، تہجد، مراقبہ، میں رات گزاری۔جب صبح ہوئی تو ہم نے ناشتہ کیا پھر وہاں سے ہم جبل طور کی طرف روانہ ہوئے۔

جبل طور کی طرف روانگی: میرے دل میں قدرتی ایک بات آئی کہ بھئی ہوٹل والوں نے ہمیں رات قبول تو کرلیا، اب ہم ہوٹل کے ایک شب کے رہائشی تو ہو گئے، اب اس کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ہم فیس ادا کرینگے ہمیں ایک رہبر دیدو جو ہمیں صحیح جگہوں پر لے جائے اور ہمیں دکھائے بتائے۔

تجربہ کی بات میں نے اپنی زندگی میں ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ ایسی جگہوں پر انسان مقلد بن کر سفر کرے جو غیر مقلد بن جاتا ہے تو وہ بہت سی باتوں سے محروم ہو جاتا ہے تو ساتھی گئے اور انہوں نے ہوٹل والے سے جا کر کہا کہ ہمیں گائیڈ چاہیے انہوں نے اپنی فیس لی اور گائیڈ دے دیا اللہ کی شان کہ وہ گائیڈ ایک اچھا نوجوان تھا اس کی داڑھی تو نہیں تھی لیکن جب آ کر بیٹھا تو ہماری مسکین شکل دیکھتا رہا تو تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا کہ مجھے آپ کی مسکین شکل بہت اچھی لگی ہم نے کہا الحمدللہ اس کا فائدہ تو ہمیں ہی ہوگا کہ آپ ہمیں اچھی طرح وزٹ کروائیں گے۔

رات تو اس پورے علاقہ میں بندہ تھا نہ بندے کی ذات لیکن صبح جب گئے تو قدم قدم پر فوجی ہی فوجی کھڑے ہوئے تھے اور زائرین کی قطار کی قطار لگی ہوئی تھی ہمارے انداز کے مطابق تقریباً دو ہزار تھے۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ سارے وزٹرز جو شرم و شیخ میں چھٹیاں گزارنے اتے تھے وہ چھٹیاں گزارنے کے بعد ادھر حج کر کے جاتے تھے وہ وہاں سے چلتے تھے اور تین یا چار گھنٹے میں یہاں پہنچ جاتے تھے اور وہ دوپہر کا کھانا وہ اس ہوٹل میں کھاتے تھے جس میں ہم نے رات گزاری تھی۔ اس ہوٹل میں رات کو اتنے افراد نہیں ہوتے یہ چلتا ہی اسی دوپہر کے کھانے کے اوپر تھا ابدہزار بندے جس ہوٹل میں روز کھانے ائیں تو ان کے تو مزے ہی ہیں۔

سینٹ کیتھرائن: اب وہاں جو انسان جمع تھے ان کے لباس بھی برائے نام تھے اور سارے کے سارے انسان ایک منزل کی طرف رواں دواں تھے۔ ہم ایک گاڑی میں تھے ایک جگہ بیریئر تھا۔ اس بیریئر سے تقریباً دو کلو میٹر اگے ایک چرچ تھا، اس کا نام سینٹ کیتھرائن۔،،۔

یہ سینٹ کتھرائن عیسائی پادرن تھی اور اس نے اپنی ساری عمر وہاں عبادت میں گزاری۔عیسائیوں کے ہاں اس عابدہ کا وہ مقام ہے جیسے ہمارے یہاں رابعہ بصری کا مقام ہے لہذا اسی کے نام سے انہوں نے وہاں چرچ بنایا اور وہ اب تک بنا ہوا ہے وہ اس میں ان کے بیس پچیس منک (جو بڑے پادری ہوتے ہیں) رہتے ہیں۔چرچ کافی بڑا ہے، بندہ پھر پھر کر تھک جائے اتنا بڑا ہے۔اس کے لیے دو کلومیٹر پیدل جانا پڑتا تھا اب وہ دو ہزار بندے جو تھے وہ تو پورے راستے پر پھیلے ہوئے تھے جیسے کوئی میلہ لگا ہوا ہو۔

اللہ کی مہربانی: اللہ کی شان کے جب وہاں دو کلومیٹر پہلے رکے تو اس گائیڈ نے کہا کہ ایک میرا دوست ہے جو کرنل ہے اور وہ یہاں سیکورٹی میں ڈیوٹی دے رہا ہے، میں چیک کرتا ہوں کہ وہ یہاں ہے یا نہیں۔اس نے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے فون کیا اللہ کی شان کے اس دن جو شفٹ تھی وہ کرنل ہی اس کا ہیڈ تھا ہمارے اس گائیڈ نے کہا کہ جی میرے گیسٹ آئے ہوئے ہیں اور وہ سفید بالوں والے بوڑھے آدمی ہیں تو اگر آپ مجھ پر اعتماد کریں تو میں ان کو سینٹ کیتھرائن کے دروازے پر چھوڑ کر چلا آؤں گا اب چونکہ وہ اس کا دوست تھا اس لیے اس نے اس کو اجازت دے دی اس نے کہا کہ یہ آپ کا نمبر ہے اس وقت جو ڈیوٹی پر کھڑے ہیں تم ان کو یہ نمبر بتاؤ اور جاؤ۔ہماری گاڑی ایک دروازے سے آگے بڑھی وہاں گیٹ بنے ہوئے تھے اس پر اس کو روکا رہبر نے نمبر بتایا انہوں نے اس کی تصدیق کی اس کے بعد انہوں نے دروازہ کھول دیا اب وہاں ساری مخلوق پیدل چل رہی ہے اور ہم داڑھیوں پگڑیوں والے کار میں بیٹھے سفر کر رہے تھے وہ سب حیران ہو کر دیکھ رہے تھے کہ یہ مخلوق یہاں آ کیسے گئی؟ ہم پیدل چڑھ رہے ہیں یہ گاڑیوں پر بیٹھ کر جا رہے ہیں۔خیر اللہ نے مہربانی کی اور ہمیں وہاں

دروازے تک پہنچا دیا گائیڈ نے ہمیں بتا دیا کہ میں واپس اسی چیک پوسٹ پر جا رہا ہوں جب آپ فارغ ہو جائیں تو آپ مجھے فون کریں میں آپ کو آ کر لے جاؤں گا۔

بئر موسیٰ: اس چرچ کے اندر ایک کنواں تھا اس کنویں کے بارے میں عیسائیوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے وہ پانی جاری ہوا تھا جیسے وہ بارہ چشمے ظاہر ہوئے تھے۔لہذا عیسائیوں کا کہنا ہے کہ یہ بھی اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اثا سے ظاہر ہوا اور وہ اس پانی کا اسی طرح احترام کرتے ہیں جیسے کہ ہم اب زمزم کا احترام کرتے ہیں لوگ پی رہے تھے خیر ہم نے چرچ کا معائنہ کیا اس کو انہوں نے قلع نما بنایا ہوا ہے اور چمکایا ہوا ہے اور سونا چاندی ایسا چڑھایا ہوا ہے کہ انسان حیران ہوتا ہے۔

شجر تجلی کے سائے میں: پھر اس کے بعد ایک جگہ ہم گئے اس جگہ کا نام انہوں نے رکھا ہوا تھا (برننگ بش) شجر تجلی۔حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی اہلیہ کے ساتھ سفر کر رہے تھے ان کی اہلیہ امید سے تھی اور ٹھنڈ بہت تھی۔جب وہ ایک مقام پر پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ آپ انتظار کریں مجھے آگ دور سے نظر آ رہی ہے۔میں اپ کے لیے اس میں سے کچھ آگ لے آتا ہوں یا اگر اگ نہ بھی ہوئی تو وہاں کسی سے رہنمائی مل جائے گی،تو موسیٰ علیہ السلام ائے تھے اگ لینے کے لیے لیکن وہ ایک درخت تھا اس کے اندر اللہ کی تجلی پڑ رہی تھی اور اس تجلی کا نوران کو آگ کی طرح نظر آ رہا تھا چنانچہ جب قریب آئے تو پھر آواز آئی

فاخلع نعلیك انك بالواد المقدس طوی

آپ جوتوں کو اتار دیجئے آپ وادی مقدس طوی میں ہیں اور

انني انا الله لا اله الا انا فاعبدني واقم الصلواة لذكري

تو وہ برننگ بش،،(شجر تجلی) جو ہے اس کے بارے میں یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اب تک موجود ہے لیکن ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اسی جگہ پر جب یہ پرانی ہوجاتی ہے تو مر جاتی ہے اس کو کاٹ دیتے ہیں اور اس کے اندر سے نئی اگ اتی ہے بس یہ ہے کہ اسی جگہ پر اس نسل کا وہ درخت اگتا رہا ہے اس کے پتے بالکل سبز ہوتے ہیں اور گرتے بھی نہیں ہیں ان لوگوں نے اس درخت کی شاخوں کو اتنا اوپر کاٹا ہوا ہے کہ جہاں تک انسان کا ہاتھ پہنچ سکتا ہے اس درخت کو دیکھنے لوگ جاتے ہیں اور ان کی نظر میں اس درخت کو دیکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ حج کا ایک رکن ادا کرنا خیر ہم نے بھی دیکھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ سامنے برننگ بش،،(شجر تجلی) ہے۔ میں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ بھائی ہم ایک آیت پر عمل کرلیں کہنے لگے :جی کون سی؟ میں نے کہا کہ (فاخلع نعليك) جوتے اتاریے اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کو فرمایا تھا تو اج ہم بھی قران پاک کی اس ایت پر عمل کریں۔ چنانچہ ہم نے جوتے اتار لیے اور اگے جو چند قدم تھے وہ ننگے پاؤں چلے۔

وہاں جا کر اس درخت میں اور تو کیا دیکھنا تھا اس کے قریب پتھر کا بنا ہوا ایک بینچ پڑا ہوا تھا ہم اس کے اوپر بیٹھ گئے۔ تو ہم نے کہا کہ دیکھو بھائی یہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالی کی تجلیات اتری تھیں۔ قران سے ثابت ہے تو اس کو مقدس جگہ اللہ تعالی نے کہا ہے تو وہ تجلیات ختم تو نہیں ہوگئی ہوں گی، ابھی تک ہوں گی۔ اس لیے بیٹھو، توبہ، ذکر اور مراقبہ کرو! نہ معلوم ہمیں کتنا وقت لگا 10 منٹ یا ادھا گھنٹہ، البتہ ہم نے جی بھر کے مراقبہ کیا۔ پھر جب اٹھے تو دیکھا کہ فوج کا ایک کرنل سامنے کھڑا ہوا ہے، اصل میں سینٹ کیتھرائن کے سیکورٹی

اسٹاف کا ہیڈ تھا اور جب وہ دیکھ رہا تھا کہ ہم گیٹ میں داخل ہوئے، لمبے کپڑے پگڑیاں اور داریاں تو وہ حیران ہو رہا تھا، اور وہ ہمیں ویڈیو کیمرے کے ذریعے چیک کر رہا تھا کہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟ کیا کر رہے ہیں؟ جب ہم یہاں اکر گردن جھکا کر دیر تک بیٹھے رہے تو وہ فیزیکلی دیکھنے کے لیے آ گیا۔ اس لیے کہ یہ تو ان کے لیے ایک نئی چیز تھی کہ بندے ائے اور آ کر گردن جھکا کر بیٹھ گئے۔ جب ہم اٹھے تو وہ سامنے کھڑا تھا اور بہت سیریس موڈ میں تھا۔ میں نے ہیلو ہائے کیا، جیسے ایسے موقع پر کرنی ہوتی ہے۔ میں نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا لیکن وہ بالکل نہیں مسکرایا، وہ سیریس رہا اور پوچھتا ہے کہ اپ کہاں سے ائے ہیں؟ ہم نے کہا کہ پاکستان سے اس کا پہلا سوال تھا کہ اپ یہاں کیوں آئے؟ اپ سعودی عرب جائیے، پھر ہم نے اس کو سمجھایا کہ بھئی حضرت موسی علیہ السلام ہمارے بھی پیغمبر ہیں، بس مجھے اندازہ ہوا کہ یہ اکھڑا اکھڑا لگ رہا ہے۔ پھر اللہ نے مہربانی کی تو خاموش کام جو تھا (توجہ) وہ کام آ گیا تھوڑی دیر اس کے ساتھ بات چیت ہوتی رہی، تو وہ تھوڑا سا مانوس ہو گیا اور اس کو بھی ہماری مسکین شکل پسند آ گئی۔ پھر مجھے کہتا ہے کہ میں آپ کو وہ جگہ بتاؤں جو آپ کے دیکھنے کی ہے؟ ہم نے کہا کیوں نہیں۔

ایک قدیم خانہ خدا: کہتا ہے کہ ایک صحابی عمر بن عاص رضی اللہ تعالی عنہ یہاں آئے تھے (جنہوں نے مصر فتح کیا تھا) انہوں نے اس چرچ کے ساتھ ہی اندر ایک مسجد بنائی تھی وہ مسجد ابھی تک ہے لیکن ان پادریوں نے حکومت سے اس کا چارج خود لے رکھا ہے اور اس کو انہوں نے بند کر دیا ہے اور کوئی بندہ وہاں جا نہیں سکتا۔ مسجد تو اپنی جگہ ہے لیکن مقفل ہے اس کے اندر جانا اور نماز پڑھنا منع ہے، اس کا وہ دروازہ بند رکھتے ہیں جب اس کرنل نے ہمیں بتایا

تو ہمارا دل کرنے لگا کہ ہم اس مسجد کے اندر جائیں جس کو ایک صحابی نے بنایا ہے، نہ جانے ہمارے کتنے اکابر یہاں آئے ہوں گے۔ تو کہنے لگا کہ اپ خوش قسمت ہیں کہ اس مسجد کے قریب کچھ مرمت اور تعمیر کا کام ہو رہا ہے اور مزدور ا جا رہے ہیں، سیمنٹ اور اینٹ لینے کے لیے اور وہ جو سامنے اپ کو لوہے کا دروازہ نظر ارہا ہے، اس کا تالا اج کھلا ہوا ہے۔ مزدور جاتے ہیں اور دروازہ ملا دیتے ہیں، اتے ہیں کھول کر پھر ملا دیتے ہیں۔ لہذا آپ لوگ جائیے اور اگر کوئی پوچھے کہ آپ لوگ یہاں کیوں آئے؟ تو کہنا دروازہ کھلا دیکھ کر ہم گھومتے ہوئے اندر آ گئے ہیں۔ سبحان اللہ جو وہاں کا محافظ ہے وہی ہمیں راہ بھی بتا رہا ہے، وہ وہیں کھڑا رہا، ہم نے ارام سے دروازہ کھولا، ہم تینوں اندر گئے۔ تین ہم تھے، چوتھا گائیڈ، وہ گائیڈ بھی بڑا خوش تھا کہ آج مجھے بھی اندر جانے کا موقع مل گیا۔ خیر مسجد ہم نے دیکھی مسجد اتنی بڑی نہیں تھی دروازہ اس کا Look (مقفل) تھا لیکن شیشوں سے سب اندر کا حصہ نظر آتا تھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ بھائی چاشت کا وقت ہو گیا ہے، وضو بھی ہے، جی چاہ رہا ہے کہ دو رکعت پڑھی جائے۔ وہ گارڈ کہنے لگا کہ جی ان کے منک (پادری) پھر رہے ہوتے ہیں، اگر کسی نے دیکھ لیا کہ ہم اندر بھی اگئے ہیں اور نماز بھی پڑھ رہے ہیں تو یہ خطرناک چیز ہے۔ میں نے کہا کہ ہم تو پڑھیں گے، اس نے کہا: لیکن کیسے؟ میں نے کہا کہ اس کا طریقہ میں بتاتا ہوں: اپ تینوں منہ دوسری طرف کرلو واپس میں باتیں شروع کر دو وہ آپ کی پشت کے آڑ میں میں کھڑا ہو کر دو رکعت پڑھ لیتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، اللہ کی شان کہ میں نے ایک رکعت پڑھی تھی کہ اوپر سے ایک ملک آ گیا۔ لگتا یہ ہے کہ وہ ویڈیو کے ذریعے نگرانی کر رہے تھے۔ انہوں نے ہمیں مسجد کے دروازے پر دیکھ لیا۔ وہ ایا اور مجھے دیکھتا رہا جیسے کوئی

سیریس موڈ میں ہوتا ہے، ہمارے ساتھی تو گھبرا گئے کہ یہ اب ہمیں پکڑے گا وہ کہے گا گیٹ آؤٹ (نکل جاؤ یہاں سے) اور ابھی تو ہم نے اور بھی زیارتیں کرنی تھیں۔ خیر ہم نے دعائیں مانگی اور باہر نکل آئے۔ باہر ہم نے دیکھا کہ وہ جو کرنل تھا وہ ابھی اسی جگہ پر کھڑا تھا۔ ہم نے اسے بتایا کہ بھائی ہم دیکھ بھی ائے اور نماز بھی پڑھ آئے، وہ مسکرا پڑا۔ اللہ کی شان دیکھیے کہ اللہ دلوں میں محبت ڈالنے والا ہے۔ وہ مجھے کہنے لگا کہ کیا آپ،، برننگ بش،، (شجر تجلی) کی پتیاں لینا پسند کریں گے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں؟ اگے سے کہتا ہے کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اس پر پابندی ہے؟ پھر کہنے لگا کہ میں آپ کو دوں گا لیکن پہلے اسی جگہ جہاں پہلے بینچ پر بیٹھے ہوئے تھے واپس اسی طرح سے جا کر بیٹھ جائیں، پھر میں آپ کو دوں گا۔

ایک بات ہمیں پہلے معلوم نہ ہو سکی بعد میں پتہ چلا۔ اصل میں ہوا یہ کہ ہم تو چلے گئے برننگ بش کے پاس، جا کر بیٹھ گئے اور مراقبہ شروع کر دیا۔ جب ہم مراقبہ کر رہے تھے تو وہ جو زائرین کی قوم پھر رہی تھی وہ برننگ بش (شجر تجلی) کی دو تین تصویریں لے کر باقی ہماری تصویریں بنا رہے تھے۔ چنانچہ ہمارے گرد بھیڑ کو کیمرے کے ذریعے اس کرنل نے دیکھا کہ یہ ساری قوم کس چیز کے پیچھے کھڑی ہوئی ہے کہ برننگ بشٹ (شجر تجلی) ادھر ہے اور ان کے کیمرے ادھر چل رہے ہیں۔ تو اس نے یہ منظر کیمرے کے ذریعے دیکھ رہا تھا، ہمیں پتہ نہیں تھا، ہم تو مراقبہ میں بیٹھے تھے۔ مراقبہ ختم کرنے پر محسوس ہوا کہ ادھر ہمارے پاس کوئی بندی کھڑی تھی اس کا خاوند اس کے فوٹو لے رہا تھا، اور دوسرے طرف دیکھا کہ ادھر دوسرا بندہ کھڑا ہے وہ اس کی بیوی اس کا فوٹو لے رہی تھی، اور ان کی تو ایسی ہی زندگی ہوتی ہے۔ ہم نے اس کرنل سے پوچھا کہ بھائی آپ نے ہمیں کیوں بیٹھنے کے لیے کہا، تو اس نے بتایا کہ اس

درخت کے پاس تقریبا 500 بندے ہر وقت ہوتے ہیں اور اگر کوئی بندہ اس کے پتے توڑتا ہے تو اس کو سزا ہوتی ہے لہذا میں کسی کے سامنے کیسے توڑ سکتا تھا، جب لوگ اپ لوگوں کے فوٹو بنانے میں مصروف ہو گئے تو درخت کی سیٹ خالی تھی اس دوران میں نے چند پتے توڑ لیے، خیر اس نے اس کے پانچ چھ پتے ہمیں پکڑا دیئے۔ اسی برننگ بش کے پاس بیٹھ کر پھر ہم نے دعا مانگی اور میں نے اپنے ساتھیوں سے یہی کہا کہ اس جگہ ہمیں اللہ تعالی سے یہی کہنا چاہیے کہ اے اللہ! اس جگہ ایک جھاڑی تھی اس پر آپ کی تجلیات پڑ گئی تھیں، ہم میلے دلوں کو لے کر آئے ہیں اس پر اپنی تجلیات ڈال دیجئے، بہر حال وہ بہت ہی پر نور جگہ تھی اور پر سکون جگہ تھی۔

ایک تاریخ: پھر ہمیں پتہ چلا کہ جب نبی علیہ السلام کا زمانہ تھا تو اس وقت یہاں کے جو منک تھے یہ مدینہ طیبہ گئے تھے اور انہوں نے وہاں جا کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں یہ بات عرض کی تھی کہ جی ہماری وہ جگہ ہے اگر اپ کا دین پھیلتے پھیلتے کبھی وہاں تک بھی پہنچ جائے تو یہ جگہ ہمارے ہی پاس رہنی چاہیے، ہمیں امن نامہ لکھ کر دیں۔ چونکہ نبی علیہ السلام اہل کتاب کا احترام فرمایا کرتے تھے تالیف قلب کے طور پر نبی علیہ السلام نے ان کو امان نامہ لکھ کر دیا وہ انہوں نے ایک میوزیم بنایا ہوا تھا اس میں لگایا ہوا ہے اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ،، اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے دستخط بھی تھے۔ یہ بات ہمیں گائڈ نے بتائی کہ انہوں نے یہ میوزیم اوپر بنایا ہوا ہے، اور چونکہ خاص جگہ ہے اس لیے ہر کسی کو نہیں جانے دیتے جو لوگ جا رہے تھے ان سے 50 ڈالر فی کس لے رہے تھے اور وہ تو چونکہ ائے تھے گویا حج کرنے کے لیے کہ کنویں کا پانی پی لو برننگ بش کی تصویریں لے لوں اور میوزیم دیکھ لو اور

واپس چلے جاؤ اس لیے ان کے لیے تو 50 ڈالر ادا کرنا کوئی مشکل نہیں تھا لہذا اگر دادمی ہوں اور 50 ڈالر فی کس کے طور پر لیے جائیں تو 10 ہزار کی رقم بنتی ہے، پھر ہمیں پتہ چلا کہ اس چرچ کا پورا کا پورا خرچ ہی وہ میوزیم سے چلا رہے تھے۔ اس کا اسٹاف اس کی گاڑیاں شاہانہ زندگی تھی ان کی اللہ کی شان ہم بھی گئے وہاں لمبی لائن تھی ہم بھی لائن میں لگ گئے جب ہم دروازہ پر پہنچے تو دروازے کے اندر منک بیٹھا ہوا تھا اس نے شاید کیمرہ لگا رکھا ہوگا اس سے دیکھتا تھا وہ بتاتا کہ فلاں کو اندر بھیجو جب ہمارا نمبر ایا تو ہم تینوں کو ایک طرف بائی پاس نظر انداز کر دیا وہ پیچھے سے انگریزوں کو بلانا شروع کر دیا وہ جو دروازے پر تھا ایک مصری شخص تھا ہم نے اس سے پوچھا کہ بھائی ہمیں کیوں اندر نہیں جانے دے رہے اس نے کہا کہ ابھی۔ اجازت نہیں ہے آپ انتظار کریں ہمیں کوئی 15، 20 منٹ انتظار کرنا پڑا ہمارے ساتھیوں نے دو دفعہ مجھ سے کہا کہ حضرت جی چلتے ہیں یہ ہمیں اندر نہیں جانے دیں گے میں نے کہا تھوڑی دیر کھڑے رہتے ہیں۔ 15، 20 منٹ کے بعد ہمیں اندر منک نے بلا لیا اس نے ہم سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ ہم نے کہا کہ پاکستان سے ہیں پوچھنے لگا، کیوں آئے ہو؟ ہم نے کہا: بھئی! ہم آئے ہیں دیکھنے کے لیے۔ اس نے ہم سے دو چار سوال کیے لیکن بار بار مجھ سے کہتا تھا کہ آپ کون ہیں؟ میں بار بار اسے کہتا کہ میں الیکٹریکل انجینیئر ہوں خیر اس نے ہمیں ٹکٹ تو دے دیئے لیکن وہ سوچتا رہا۔

جب ہمیں اجازت مل گئی تو ہم اندر گئے ہم نے وہ ساری جگہ دیکھی اور بھی وہاں کافی نادر چیزیں جمع کی ہوئی ہیں وہ دیکھ کر جب ہم واپس آئے تو اللہ کی شان دیکھیں کہ اس منک نے ہمارے ساتھی کو بلایا اور کہنے لگا یہ کون شخص ہیں؟ اس نے کہا: کہ یہ میرے ٹیچر ہیں آگے

سے کہتا ہے کہ یہ تو اپنے آپ کو انجینیئر کہتے ہیں۔ساتھی نے کہا کہ ہمارے ٹیچر ہیں لیکن انجینیئر بھی ہیں۔اس نے کہا :اچھا میں آپ کی فیس واپس کرتا ہوں آپ بغیر کسی فیس کے زیارت کیجئے، ساتھی آیا خوش ہو کر، حضرت اس نے تو ہمیں فیس واپس کر دی۔میں نے کہا : اصل وجہ یہ ہے کہ یہ وہ منک ہے جس نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا تھا،اور چونکہ آج مدتوں کے بعد اس مسجد میں نماز پڑھی گئی تو اس نے اس منظر کو دیکھا،اس کا دل محسوس کر رہا تھا، کہ اس جگہ کا کوئی وارث یہاں آیا ہے،اور وہ یہ چاہ رہا تھا، کہ میں ان سے کوئی فیس نہ لوں،اور بغیر فیس کے میں ان کو سارا کچھ دکھاؤں۔خیر پھر ہم باہر آگئے وہ کرنل صاحب نے ہمیں اس کنویں کے پانی کی بوتلیں بھر کر بھی دیں بئر موسیٰ جس کا نام ہے۔

گفتگو کی جگہ : کوہ طور پہاڑ کافی اونچا ہے اس کی چوٹیاں اوپر نیچے کو چلی جا رہی ہیں۔اسی سلسلے میں ایک چوٹی ہے جس کا نام ہے،(حجر موسیٰ) موسیٰ کی چٹان۔حضرت موسی علیہ السلام اس کے اوپر جاتے تھے اور وہاں ان کی ہمکلامی ہوتی تھی وہیں کھڑے ہو کر ایک بار کہا تھا،،

رب ارنی انظر الیک

اے اللہ! میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں،،تو اللہ تعالی نے جواب میں فرمایا تھا

قال لن ترانی ولکن انظر الی الجبل

کہ تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو اس پہاڑ سے مراد جس چوٹی پر وہ کھڑے تھے اس سے بھی اونچی چوٹی تھی وہ پہاڑ تھا یعنی پہاڑی سلسلہ تو ایک ہی ہے لیکن اس سے وہ اونچی چوٹی مراد تھی جب موسی علیہ السلام نے اس چوٹی کتاب دیکھا

فلما تجلی ربه للجبل جعله دکاء

جب اللہ کی تجلی اس پر پڑی تو وہ پورے کا پورا پہاڑ جو تھا کالا ہو کر ریت کے ذروں کی طرح بیٹھ گیا اس ٹیلے کا سائز اتنا ہے کہ لوسا کا جیسے پانچ شہر اس کے اندر آ جائیں اتنا بڑا پہاڑ ہے، وہ لیکن اس گائڈ نے بتایا کہ یہ چوٹی، (ہجر موسی) سے بھی اونچی تھی، لیکن یہ بیٹھ گئی ،اور کالی ہو گئی، اس کا نام جبل دکا،، ہے، یہ جبل طور کہلاتا ہے وہ خاص جس جگہ تجلی پڑی تھی اس کا نام ہے،،جبل دکا،،۔

جبل دکا: اب اس جبل دکا پر چڑھنا تھا، میرے جیسا کمزور بندہ جس کے لیے 10 قدم چلنا مشکل،، وہ جبل دکا پر کیسے چڑھ ہے؟ میرے دل میں ایک بات تو یہ ائی کہ میں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ اپ لوگ چلے جاؤ میں یہی رہتا ہوں۔ پھر خیال ایا کہ! جانا تو چاہیے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ چلو بھائی چلتے ہیں اور وہ جو دوسری مخلوق تھی وہ ساری کی ساری سینٹ کے تھرائن کو دیکھ کر آگے تک اور اوپر جاتی تھی آدھے راستے تک،، اس آدھے راستے کے بعد جو لوگ پہاڑوں پر چڑھنا جانتے تھے صرف وہ جاتے تھے اوپر اللہ کی شان دیکھو کہ ہم تھوڑا سا آگے چلے پہاڑ کی ایک چٹان کے پیچھے سے دو اونٹوں والے نکل پڑے سفید اونٹ تھے اور دونو جوان لڑکے لے کر آ رہے تھے میں نے اپنے گائڈ سے کہا کہ یار ان سے بات کرو کہ ہم اپ کو اجرت دیں گے آپ ہمیں پہاڑ کے اوپر لے چلو وہ تیار ہو گئے ایک اونٹ پر میں بیٹھ گیا اور ایک اونٹ پر دوسرا ساتھی بیٹھ گیا تیسرے نے کہا کہ میں چل لوں گا لو جی اب اونٹ پر ہمارا سفر شروع ہوا اب وہ مخلوق پر ہمیں دیکھ رہی ہے، کہ پہلے یہی کاروں میں آ رہے تھے اب یہی اونٹوں پر جا رہے ہیں ۔لیکن اللہ کی شان! دل بڑا خوش ہوا، اس لیے کہ وہ جو میرے اونٹ کا مالک تھا میں نے اس سے پوچھا،

اخی! ما اسمک الکریم ،، کہتا ہے موسی ،سبحان اللہ موسی ہمیں طور پر لے جا رہا ہے۔اونٹ کی سواری زندگی میں پہلی دفعہ کی تھی تقریبا ایک گھنٹے کے قریب ہم لوگ چلتے رہے اس نے ہمیں جبل دکا کی کھلی جگہ پر پہنچا دیا میں نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ بس ہم اسی جگہ تک چڑھیں گے۔اب ہم ایک اورایت پر عمل کریں گے، کونسی؟ اللہ تعالی نے فرمایا،،

اقم الصلواۃ لذ کری

اب ظہر کا وقت ہو گیا ہے، وضوتو ہے ہی نماز پڑھتے ہیں ہم نے ایک چٹان پر نماز پڑھی نماز پڑھ کر پھر ہم دعا کرنے بیٹھے۔

زندگی کی عجیب دعا: وہ دعا بھی ہماری زندگی کی ایک عجیب دعا تھی! کیا مانگا؟ ہمیں کچھ یاد نہیں ہے بس اتنا پتہ ہے کہ دعا مانگتے ہوئے میں نے یہ لفظ بول دیئے۔

میں کہاں کہاں نہ پہنچا   تیری دید کی طلب میں

اور بچوں نے رونا شروع کر دیا، ایسا عجیب پر نور وقت تھا،ٹھنڈ بھی تھی اس میں نہ جانے کیا کیا مانگا، البتہ ایک دعا یہ مانگی، اے اللہ! اس پہاڑ پر حضرت موسی علیہ السلام نے تو کہا تھا کہ میں آپ کو دنیا میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ہم گنہگار ہیں لیکن اس پہاڑ پر اکر بس اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں آپ کو جنت میں دیکھنا چاہتا ہوں۔اے اللہ! جنت میں تو آپ بھی منع نہ فرمائیے۔

لازم نہیں کہ سب کو ملے ایک سا جواب   آونہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

یا اللہ! دنیا کی بات نہیں کرتے آخرت کی بات کرتے ہیں وہ اسی جگہ پر کر رہے ہیں ، جہاں آپ کے ایک پیغمبر علیہ السلام نے یہ الفاظ کہے تھے۔ہمارے لیے وہاں اپنے دیدار کو آسان فرما دیجئے ، پھر دعا مانگ کر ہم لوگ وہاں سے واپس آگئے۔جس وقت ہم دعا مانگ کر

ہٹے تو بیٹے سیف اللہ کا فون آ گیا، پوچھتا ہے :ابو جی آپ کہاں ہیں؟ میں نے کہا بیٹا میں تو یہاں ہوں کوہ طور پر , کہتا ہے ابو جی وہاں سے میرے لیے ایک دو پتھر لے انا میں نے دیکھنے ہیں، اس کے کہنے پر پھر ہم نے سرخ پتھر بھی لے لیا اور کالا پتھر بھی چھوٹا سا لے آئے کہ ہم ان کو دکھائیں گے۔

چند اور زیارتیں: پھر جب ہم واپس نیچے اترے تو ایک جگہ ہے دن بنی ہارون، یہ وہ جگہ ہے جہاں ہارون علیہ السلام، اپنی قوم کے ساتھ ٹھہرے تھے، یہاں ایک چٹان پر لوگوں نے بڑی سی گائیں بھی بنا دی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں پر بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پوجا شروع کی تھی، یہ سب مقامات کی زیارت ہم نے ایک ہی دن میں عصر سے پہلے پہلے کر لی اور وہاں سے واپس ہو گئے۔ البتہ واپسی پر انہوں نے ہمیں کافی دق کیا، جس کو بھی پتہ چلتا کہ ہم سینٹ کیتھرائن سے آئے ہیں، بس وہ کتے لے آتے اور ہمارے بیگ سنگھاتے۔ خیر ہم وہاں سے شرم الشیخ آئے اور فلائیٹ پکڑ کر واپس قاہرہ اگئے۔

اگلے دن جب ہم اٹھے تو ہم نے دوستوں سے کہا کہ آج ایک اور آیت پر عمل کرنا ہے وہ کہنے لگے کہ اج کون سی آیت ہے؟ میں نے کہا کہ جب حضرت موسی علیہ السلام سے اللہ نے ہمکلامی فرمائی تھی تو ہمکلامی کا نچوڑ تھا۔

اذهب الی فرعون انه طغی

لہٰذا اج ہم عجائب گھر میں جائیں گے اور فرعون کی لعش دیکھیں گے۔ پھر الحمدللہ اگلے دن تیار ہو کر صبح صبح ہم نے فرعون کی لعش دیکھی اور اس سے ہم نے کچھ باتیں بھی کیں۔ ہاں ہم نے کہا کہ تیری روح تو سنے گی، وہ بڑی عبرت کی نشانی ہے، 65 سال اس نے بادشاہی کی ہے

۔ 20 سال کا تھا جب اس کو بادشاہت مل گئی تھی اور میری سمجھ میں بات یہ اتی ہے کہ خدائی کا دعوی کرنے کی ایک وجہ یہ بھی بنی ہو کے اتنی جوانی میں اس کو اتنی بڑی بادشاہی مل گئی، لہذا اس کا دماغ خراب ہو گیا تھا، اور وہ کہنے لگا تھا کہ

انا ربکم الاعلیٰ میں نے فرعون کو بہت عبرت کی نظر سے دیکھا۔ اللہ اکبر کبیرا

مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے؟: واپسی پر ہم ایک دو جگہوں پر اڑ گئے سید احمد بدوی رحمتہ اللہ علیہ مصر میں نقشبندی سلوک کے ایک بزرگ گزرے ہیں، بہت لمبا مراقبہ کیا کرتے تھے، صرف نماز کے لیے اٹھتے تھے کئی دفعہ دس دس دن لمبا مراقبہ کرتے تھے۔ اس کی وجہ سے ان کے چہرے پر ایسا نور تھا کہ وہ ہمیشہ چہرہ چھپا کر رکھتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے خادم نے کہا کہ حضرت اتنا لمبا عرصہ اپ کی خدمت کی ہے، مجھے اپنا چہرہ تو دکھا دیجئے! انہوں نے کپڑا اٹھایا، وہ چہرہ دیکھتے ہی غش کھا کر بے ہوش ہو گیا اور پھر وہیں فوت ہو گیا، اتنا نور تھا ان کے چہرے پر۔ طنطنہ ایک جگہ ہے جہاں وہ رہتے تھے، یہ بات میں نے کتابوں میں پڑھی تھی۔ وہاں کے لوگوں نے بھی یہی بتایا اور ان کو سید العاشقین کہتے تھے۔

پھر اگے ایک جگہ،، الیکز نڈریا،، ہے ہم وہاں بھی گئے۔ وہاں حضرت دانیال علیہ السلام اور حضرت لقمان علیہ السلام مدفون ہیں۔ حضرت ابو دردہ رضی اللہ تعالی عنہ بھی وہیں پر آرام فرما ہیں۔ پھر ایک اور زیارت کی ابو بصیری رحمتہ اللہ علیہ کی قبر کی جنہوں نے قصیدہ بردہ لکھا حضرت شیخ الحدیث رحمت اللہ علیہ نے فضائل درود شریف میں اس کا کچھ حصہ دیا ہے

يارب صل وسلم دائما ابدا   على حبيبك خير الخلق كلهم

ان کا نام انہوں نے دیا ہوا تھا سید مداحین، وہ جگہ بھی بڑی عجیب ہے! بالکل سمندر

کے کنارے ہیں۔ پھر ہم واپس سعودی عرب ہی آئے اور عمرہ کیا اور اس عمرے میں شروع سے آخر تک صرف شکر ہی ادا کیا۔ وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

(زیارت کوہ طور کی)

دیکھو کہ رنگ لائی ہے حضور کی — حضرت نے کرلی اب تو زیارت بھی طور کی
مدت سے آرزو تھی کہ جائیں گے ایک دن — سن لی خدا نے گرچہ مسافت تھی دور کی
مشکل کا وہ سفر تھا رکاوٹ تھی چار سو — رستے کی ہر رکاوٹ خدا نے ہی دور کی
دیتے نہ رستہ کیسے نصاری کی پادری — حاصل ہے میرے شیخ کو جو قربت حضور کی
موسی کی رہبری میں پہنچے وہ طور پر — پالی شتر پر چڑھنے کی نسبت حضور کی
مرجع ہی بن گئے تھے خلائق کہ آپ تو — پختہ ہے کتنی دیکھو یہ نسبت حضورص کی
مسجد کو آپ نے جا کر بسایا جبین سے — خوشیوں کا لمحہ لائی محبت وہ طور کی
لکھ کر امان دی تھی جو اہل کتاب کو — قائم ہے آج تک وہ ضمانت حضور کی
حضرت کی ہی رفاقت عطا ہو حنیف کو — جنت میں جب عطا ہو رفاقت حضور کی

اللہ رب العزت ہمارے پیارے حضرت جیؒ کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو مریدین کو اور خلفائے کرام کو اور تمام محبین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ثم آمین

حضرت جی رحمہ اللہ کے دلچسپ واقعات

اعجاز فقیر نقشبندی مجددی

دعاؤں کی عجیب وغریب برکات کے واقعات

دعا مانگنے کا حکم اللہ تعالی نے خود قرآن حکیم میں دیا ہے، جب خود کسی چیز کا حکم دیا جاتا ہے تو اسے قبول کرنا ہوتا ہے تو حکم دیا جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

ادعونی استجب لکم تم مجھ سے مانگو میں (تمہاری دعا کو) قبول کروں گا۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دعا کی زبردست ترغیب دیتے ہوئے فرمایا۔

الدعاء مخ العبادۃ دعا عبادت کا مغز ہے۔

اسی طرح ایک جگہ نبی اکرم ﷺ نے دعا ہی کو عبادت کا قائم مقام قرار دے کر دعا کرنے ہی کو عبادت بنا دیا ارشاد فرمایا

الدعاء ھو العبادۃ دعا کرنا ہی عبادت ہے۔

انہی حکموں کی پابندی کرتے ہوئے مشائخ کثرت سے دعائیں مانگتے ہیں اور سالکین کو بھی دعائیں مانگنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ ایک عمرے کے سفر میں حرم شریف کے اندر حضرت جیؒ نے فرمایا: پیر بھی اسی اللہ سے مانگتا ہے، اور مرید بھی اسی اللہ سے مانگتا ہے، پیر کیونکہ زیادہ مانگتا ہے اس لیے اس کو مانگنے کا طریقہ اور سلیقہ آجاتا ہے۔ سالک کم مانگتا ہے جس کی وجہ سے بہت سے کاموں میں پھنسا رہتا ہے، اور اللہ سے زیادہ نہ مانگنے کی غلطی کی وجہ سے پھر بعض اوقات لوگوں سے مانگتا پھرتا ہے۔ حضرت جی کے چند دعائیں مانگنے کے

واقعات لکھے جاتے ہیں تاکہ سالکین کو بھی زیادہ سے زیادہ دعا مانگنے کی ترغیب ہو مل جائے۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا ذاتی واقعہ

حضرت جی نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ والوں پر کوئی خاص کیفیت آتی ہے تو وہ ساتھ والوں کو دعاؤں میں محروم نہیں کرتے۔ حضرت جی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ ایک بزرگ کی صحبت میں بیٹھے تھے۔ اسی بزرگ نے فرمایا کہ رات کو ایک خاص کیفیت طاری ہوئی تھی اسی حال میں آپ کو میں نے بارگاہ الٰہی میں پیش کیا، آپ کو قبول کرلیا گیا ہے حضرت جیؒ نے فرمایا کہ ہم خود کچھ نہیں ہیں مگر بزرگوں کی دعائیں ہیں کہ آپ لوگ بھاگ بھاگ کر آتے ہیں۔ ہم خود کچھ نہیں ہیں یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ وہ ایسی ایسی زبردست مہربانیاں فرماتا ہے۔

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

دعاؤں سے ناممکن کام ممکن ہوگیا: حضرت مولانا شیخ اظہر صاحب فرماتے ہیں :

1998ء میں جھنگ کا تیسرا سالانہ اجتماع ہونا تھا۔ اس اجتماع میں پہلی مرتبہ پوری جماعت کی صورت میں ہم امریکا سے جارہے تھے۔ اس عاجز نے اس عاجز نے والدین کو نہیں بتایا تھا اس ڈر سے کہ کہیں روک نہ دیں۔ امریکہ میں خالہ رہتی تھیں تو یہی سوچا کہ خالہ سے ملاقات کر کے آتے ہیں۔ پھر دس دن تک خالہ سے دوبارہ ملنے نہ بھی گئے، تو گھر والوں کو محسوس نہیں ہوگا کہ یہ امریکہ میں نہیں ہیں۔ پروگرام یہ یہ بنایا کہ تین دن اجتماع ہے، ایک دن سفر میں لگنا ہے اور ایک دن واپسی کا ہے۔ کل ملا کے پانچ سے چھ دن سفر میں لگا کر آجائیں گے تاکہ کسی

کو بتانا ہی نہ پڑے اس لیے کہ گھر میں ماحول ہی نہیں تھا اس لیے کیسے بتایا جائے کہ جنگ میں کسی اجتماع میں جا رہے ہیں۔ اس پروگرام کے مطابق خالہ سے ملنے کے لیے گئے واپس ائے تو یہ دیکھ کر حیران اور پریشان ہو گئے کہ گرین کارڈ بھی نہیں ہے ٹکٹ بھی نہیں ہے اور پاسپورٹ بھی نہیں ہے۔ خیال ایا کہ ایئرپورٹ گیا تھا ٹکٹ لینے کے لیے تو وہاں پر ہی نہ بھول گیا ہوں۔ ایئرپورٹ فون کیا اور صورتحال بتائی تو انہوں نے اپنی طرف سے بہت تلاش کیا پر نہ مل سکے۔ تب اس عاجز نے حضرت جی کو فون کر کے معاملہ بتایا تو حضرت جی نے فرمایا کہ دعا کرتے ہیں۔

یہ عاجز اجتماع میں جانے کے حوالے سے بالکل ناامید ہو گیا تھا کیونکہ گرین کارڈ بنانے میں تقریباً نو مہینے یا سال لگ جاتا ہے۔ اگلے دن حضرت جی کا فون ایا حالانکہ جنگ اجتماع شروع ہونے والا تھا فرمایا کہ اپ پہلے جائیں پاسپورٹ آفس اور پاسپورٹ بنوائیں پھر آپ امیگریشن آفس جائیں اور ان سے کہیں کہ میرا گرین کارڈ گم ہو گیا ہے، دوسرا بنا دیں پھر ٹکٹ لے کر آ جائیں۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ ایک دن میں یا چند گھنٹوں میں دوسرا گرین کارڈ بنا کر دے ہی نہیں سکتے وہ اج کل تو ایسا کرنا بالکل ہی ناممکن ہے۔ مگر شیخ نے فرمایا تھا تو چلے گئے۔ پہلے پاسپورٹ افس گئے ان کو پاسپورٹ بنانے کے لیے دیا تو انہوں نے کہا کہ اگلے دن صبح لے لیجئے، اگلے دن پاسپورٹ اٹھایا اور وہاں سے سیدھا امیگریشن آفس گئے۔ دو تین گھنٹے لائن میں انتظا کرنے کے بعد جب باری ائی تو انہوں نے کہا کہ اگر آپ کا گرین کارڈ گم ہو گیا ہے تو ہم دوسرا بنا دیتے ہیں، تقریباً نو مہینوں میں تیار ہو جائے گا، میں نے ان سے کہا کہ مجھے آج ہی چاہیے آج شام پاکستان کا سفر ہے اور اہم میٹنگ میں جانا ہے۔ انہوں

نے آگے سے کہا کہ ناممکن ہے۔ اس عاجز کو تو پہلے ہی یقین تھا کہ اتنا جلدی دوسرا گرین کارڈ بن ہی نہیں سکتا۔ واپس جانے لگا تو ایک کاؤنٹر پر نظر پڑی جو بالکل خالی تھا۔ اس کاؤنٹر پر گیا تو وہاں ایک عورت تھی اور میں نے اس سے وہی بات دہرائی جو دوسرے کاؤنٹر پر کر کے آیا تھا۔ اس نے کہا کہ اپ کا گرین کارڈ تو نہیں بن سکتا اتنا جلدی مگر میں اپ کے پاسپورٹ پر ایسی اسٹیمپ لگا دیتی ہوں کہ جس کی بنا پر آپ چند دنوں کے لیے امریکہ سے باہر جا کر واپس آ سکتے ہیں۔ پھر اپ واپس اکر اپنا گرین کارڈ بنا لیجئے گا۔ اس نے وہ اسٹیمپ لگا دی۔ اس عاجز نے شام کو ٹکٹ بھی لے لی وہ جب ٹکٹ لے کر نکلا تو جھنگ اجتماع شروع ہو گیا تھا۔ مگر جب اجتماع میں پہنچا تو اجتماع ختم نہیں ہوا تھا اس سے پہلے پہلے حاضری ہو گئی۔ یہ حضرت جی کی دعاؤں کا خیرت انگیز اثر تھا جو ہم نے عجیب وغریب انداز میں دیکھا۔

دعا سے نوکری کا ملنا: حضرت مولانا شیخ اظہر صاحب مزید فرماتے ہیں: عاجز نے بھی کئی مرتبہ حضرت جی کی دعاؤں کا اثر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ جب تعلیم مکمل ہو گئی تھی اور نوکری کی تلاش شروع کی تو نوکری ملنے میں بہت وقت لگ رہا تھا، کچھ قرضہ بھی ہو گیا تھا۔ مگر دل نہیں چاہتا تھا کہ اس دنیاوی چیز کے لیے حضرت جی سے عرض کیا جائے۔ حضرت جی سے یہ عاجز ہفتہ میں ایک مرتبہ رابطہ کرتا تھا اگرچہ حضرت جی دنیا کے کسی بھی کونے میں تشریف لے گئے ہوں۔ اسی پریشانی کے دوران ایک مرتبہ حضرت جی سے رابطہ کیا۔ اس وقت حضرت جی مکہ مکرمہ میں تھے جب میں نے فون کیا تو یہ نہیں بتایا کہ حضرت جی نوکری کے لیے دعا کیجئے مگر حضرت جی نے خود فرمایا کہ آج آپ کی نوکری کے لیے دعا کرونگا۔ یہ فون رات کے وقت کیا تھا۔ چاگلے دن صبح، جہاں چھ چھ، آٹھ آٹھ، مہینے جا، جا کر انٹرویو دیئے اور کچھ نہیں بنا وہاں

سے خود نوکری کے لیے فون آئے اور فوری نوکری (Start) شروع ہوگئی۔

دعا کی برکات: واشنگٹن ڈی سی میں حضرت جی کے ایک مرید عبدالولی ہیں۔ انہوں نے اپنا واقعہ خود سنایا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں خراب ہوگئیں اور نظر آنا بالکل ختم ہونے کے قریب ہوگیا۔ میں بہت پریشان ہوگیا اور گھر والوں کو بھی بہت زیادہ پریشانی لاحق ہوگئی۔ اس پریشانی کے عالم میں جب حضرت جی کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ حضرت جی! میں نابینا ہو گیا ہوں، تو حضرت جی نے اسی وقت دعا کی اور بہت ہی رقت آمیز دعا کی، اسی رات اللہ تعالی نے بینائی واپس لوٹا دی۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز، اور اللہ کے لیے کوئی چیز مشکل نہیں ہوتی۔

ایک عجیب نقطہ: حضرت جیؒ فرماتے تھے : دعا مانگنے کے بارے میں ایک نقطہ سمجھ لیجئے کہ جب ہم دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں نیک بنا دے تو اس دعا کے مانگنے کا ایک فائدہ تو کم از کم یہ ہے کہ کل قیامت کے دن جب اللہ تعالی پوچھیں گے کہ اے میرے بندے! تو نے کیوں نہ بنا؟ تو وہ بندہ کہہ سکے گا کہ اے میرے پروردگار! میں اپ سے دعا تو مانگتا تھا۔ جب نامہ اعمال میں دعا موجود ہوگی تو اللہ تعالی اسی دعا کو بہانہ بنا کر اس بندے کی مغفرت فرما دیں گے کہ ہاں بھئی ہم سے دعا مانگتا تو تھا کہ اللہ مجھے نیک بنا دے۔ اس لیے سب سے پہلی دعا یہ مانگیئے کہ اے اللہ! مجھے نیک بنا دے۔

خصوصی دعائیں:

1۔ رب کریم! نیکو کی سنگت نصیب فرما، نیکوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، زندگی گزارنا نصیب فرما اور آخرت میں بھی ان کا ساتھ نصیب فرما۔ رب کریم! نیکی کا شوق نصیب فرما۔ سچی اور سچی زندگی

گزارنے کی توفیق عطا فرما۔

2۔رب کریم! ہم ظاہر میں بندے ہیں، حقیقت میں نہایت گندے ہیں، اللہ! ہمارے اندر کی گندگیوں کو دور فرما، ہمارے دلوں کی ظلمت کو دور فرما، ہمارے دلوں کی سختی کو دور فرما، ہمارے دلوں کو منور فرما، ہمارے دلوں کی دنیا کو آباد فرما۔

3۔رب کریم! ہماری نگاہوں کو پاک فرما، ہمارے دلوں کو صاف فرما، ہمارے سینوں کو اپنی محبت سے لبریز فرما، اپنے عشق کی آتش ہمارے سینوں میں پیدا فرما، ہمارے انگ، انگ، سے اپنے ذکر کو جاری فرما، ہمارے روئیں، روئیں سے اپنے ذکر کو جاری فرما، ہماری بوٹی، بوٹی میں اپنی محبت پیدا فرما۔

4۔رب کریم! ہمیں نفس اور شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ فرما، ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری خطاؤں سے درگزر فرما، ہمارے عیبوں کی پردہ پوشی فرما۔

5۔اے اللہ! ہمارے سب گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ! جو گناہ دن میں کیئے ہیں معاف فرما، جو راتوں میں کیئے ہیں معاف فرما، یا اللہ! جو گناہ محفلوں میں کیئے معاف فرما، جو تنہائیوں میں کئے ہیں معاف فرما، یا اللہ! جو گناہ ہمیں یاد ہیں وہ بھی معاف فرما، اور جو گناہ کر کے بھول چکے ہیں وہ گناہ بھی معاف فرما، یا اللہ ہمارے سب صغیرہ کبیرہ گناہوں کو معاف فرما۔

6۔رب کریم! ہمیں اپنا وصل نصیب فرما، اے اللہ! ہم اپنی جھوٹی زبانوں سے کتنی بڑی نعمت مانگتے ہیں ہم پر مہربانی فرما، ہمیں اپنا وصل نصیب فرما۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

رزق میں برکت کیسے ہو؟ ہر کام کا کوئی نہ کوئی سلیقہ اور طریقہ ہوتا ہے اگر اس کام کو اس

سلیقے اور طریقے کے مطابق کیا جائے تو وہ کام بہت آسان ہو جاتا ہے۔اسی طرح رزق حاصل کرنے کے بھی سلیقے اور طریقے ہیں عام طور پر تو لوگ ایک ہی طریقہ استعمال کرتے ہیں کہ محنت مزدوری کریں گے تو رزق ملے گا، حالانکہ یہ ایک طریقہ ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سے طریقے ہیں جس سے رزق بھی ملتا ہے اور برکت والا رزق بھی ملتا ہے۔

رزق میں برکت

برکت کیا ہے؟ حضرت جیؒ فرماتے تھے برکت کا صحیح مفہوم سمجھنے کی ضرورت ہے کہ برکت ہے کیا چیز؟ یادرکھیں کہ جس چیز میں برکت ہوگی وہ

۔1۔انسان کی ضرورتوں کے لیے کافی ہو جائے گی

۔ 2۔ پریشانی کو ختم کردے گی

۔ 3۔ عزتوں کا سبب بنے گی

۔ 4۔دل کو سکون پہنچائے گی

رزق میں برکت کا نسخہ حضرت جیؒ فرماتے تھے :میں نے ایک نوجوان جنرل منیجر کو دیکھا جو 70 ہزار روپے ماہانہ تنخواہ لیتا تھا۔وہ اپنا حال سناتے ہوئے رو پڑا۔کہنے لگا جی کیا کروں میرے خرچے پورے نہیں ہوتے۔میں نے کہا آپ رو نہیں رہے ہیں بلکہ آپ کو لایا جا رہا ہے۔آپ کے اخراجات اس لیے پورے نہیں ہوتے کہ آپ کے مال میں برکت نہیں آپ کی آمدنی 70 ہزار ماہانہ ہے مگر اللہ نے آپ کی ضروریات 70 ہزار سے بڑھا دی ہیں۔ اگر آپ تقوی اور پرہیزگاری کی زندگی نہیں اپنائیں گے تو پھر ایڑی چوٹی کا زور لگا لیں آپ کی ضرورتیں پوری نہیں ہوں گی۔یادرکھیں تقوی رزق کو اس طرح کھینچتا ہے جس طرح مقناطیس

لوہے کو کھینچتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ رزق میں برکت عطا فرماتے ہیں تو پھر ضروریات کو سکیڑ دیتے ہیں۔ پھر آمدنی اگر دو ہزار بھی ہو گی تو ضروریات پوری ہو جائیں گی اور اللہ رب العزت سکون بھی عطا فرمائیں گے۔

ایک عجیب و غریب مجرب وظیفہ پروفیسر محمد افضل عارف صاحب پاکستان سے انگلینڈ جانا چاہتے تھے مگر ایمبیسی والوں نے ان کے کاغذات پر Objection (اعتراض) لگا کر واپس کر دیا۔ انہوں نے Objection (اعتراض) کو کلیئر کرنے کی پوری کوشش کی مگر بات نہ بنی، اس کے بعد حضرت جی رحمہ اللہ کے پاس تشریف لائے اور رونے والی شکل بنا کر عرض کیا کہ ایک کالج میں تھوڑی سی تنخواہ پر پڑھاتا ہوں۔ MSc میتھ کیا ہوا ہے مگر گزارا نہیں ہو رہا۔ گھر والے بھی باتیں بناتے ہیں۔ ان دنوں بہت زیادہ ٹینشن اور ڈپریشن میں ہوں، حضرت میری مدد فرمائے اور کوئی ایسا وظیفہ عطا فرمائے کہ میرا انگلینڈ جانے کا کام بن جائے۔ حضرت جی نے فرمایا کہ کاغذ قلم لاؤ، حضرت جی نے کھڑے کھڑے یہ وظیفہ لکھ دیا اور فرمایا بس دن رات اس کو پڑھتے رہو اللہ تعالیٰ خیر فرمائے گا:

رَبِّ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ اے میرے رب میں بے بس ہو گیا ہوں میری مدد فرما

پروفیسر افضل صاحب فرماتے ہیں: میں دوبارہ انگلینڈ ایمبیسی میں انٹرویو دینے گیا ویزا افسر نے پھر کسی وجہ سے کاغذات کو Reject (مسترد) کر دیا۔ پروفیسر افضل کہتے ہیں کہ مجھے بھی ذرا جلال آ گیا اور عاجز نے بے دھڑک ہو کر اس افسر سے کہا کہ آپ نے خواب مخواہ میرا وقت ضائع کیا ہے، اگر ویزہ نہیں دینا تھا تو پہلے ہی بتا دیتے، آپ لوگ تو وقت کی قدر کرنے کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں، آپ نے دو دفعہ میرا وقت کیوں ضائع کیا؟ جب میں نے اس

طریقے سے بات کی تو اس نے کاغذات اٹھا کر ویزے کی اسٹیمپ لگا دی۔ اور مجھے انگلینڈ کا ویزہ مل گیا۔ اواس وظیفے پر بہت یقین پکا ہو گیا وہ حضرت جی کے لیے دل سے دعا نکلیں۔

ایسی جگہ سے رزق جو بندے نے سوچا بھی نہیں ہوتا

حضرت جیؒ کے خلیفہ شیخ توقیر مدظلہ بیان فرماتے ہیں :اس عاجز اور شیخ مصطفی کمال صاحب نے شام کی سفر میں خدمت کی ذمہ داری لی۔ ایک رات ہم نے بہت کوشش کی کہ کسی کیش مشین سے پیسے نکل آئیں کیونکہ اگلے دن امام نووی رحمت اللہ علیہ کی قبر پر ایصال ثواب کے لیے جانا تھا لیکن سب مشینیں خراب تھیں اور سفر کے لیے ہمارے پاس بالکل پیسے نہیں تھے۔ پریشانی تھی لیکن کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ اگلے دن ایک وین کرائے پر لے کر نکلے۔ جمعے کا دن تھا جمعہ کے وقت ڈرائیور ایک مسجد میں رکا۔ نماز کے بعد حضرت جی رحمہ اللہ اور ہم فقیر مسجد کے پچھلے حصے میں نوافل پڑھ رہے تھے کہ تھوڑی دیر بعد امام مسجد اپنے کچھ رفقاء کے ساتھ آئے اور عربی میں پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ حضرت جی رحمہ اللہ نے کہا کہ مسافر ہیں۔ انہوں نے کہا میں نے یہاں سے نور آتا محسوس کیا ہے۔ آپ ہماری کھانے کی دعوت قبول کریں گے۔ حضرت جی رحمہ اللہ نے کہا کہ ہمیں آگے جانا ہے۔ کچھ اصرار کے بعد امام صاحب نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور کافی پیسے نکالے، ساتھ ہی ان کے رفقاء نے بھی اتباع کی۔ انہوں نے وہ سارے پیسے لے کر حضرت جی کو کہا کہ یہ ہماری طرف سے ہدیہ کے طور پر قبول کرلیں۔ حضرت جی رحم اللہ نے شیخ مصطفی کامال صاحب کو اشارہ کیا کہ قبول کرلیں ہم نے آپس میں کہا کہ ہمارا رزق یہاں سے ملنا تھا اس لیے کل ساری کیش مشینیں کام نہیں کر رہی تھیں۔

وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا وَّیَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ (الطلاق ۲:۳)

جو کوئی تقوی پرہیزگاری اختیار کرتا ہے اللہ تعالی اس کو مشکل سے نکال دیتا ہے

اور (اللہ) بندے کو ایسی جگہ سے بھی رزق دیتا ہے جو اس نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوتا۔

پیٹ کا مسئلہ اور اس کا حل:

حضرت جیؒ فرماتے تھے : کہ آج سمجھتے ہیں کہ پیٹ کا ہی مسئلہ ہے تو پیٹ کا مسئلہ اسی دنیا کا نہیں پیٹ کا مسئلہ آخرت میں بھی ہوگا اگر حرام کھاؤ گے تو زقوم کھانا پڑے گا۔حدیث ہے کہ جو دنیا میں پیٹ بھر بھر کر کھائے گا تو آخرت میں بھوکا ہوگا۔اصول کی بات یاد رکھیں اصل دینے والا اللہ ہے۔مال انسان کے ایمان کے لیے ڈھال ہے۔اگر مال نہیں تو انسان بعض اوقات جیب کی رومال کی طرح بن جاتا ہے اور در در پر مارا پھرتا ہے۔امیروں کے ہاں حرام، حلال کی تمیز ختم ہوگئی ہے۔سود کی ملاوٹ مال کی برکت ختم کر دیتی ہے۔یاد رکھیں! مال اپنی رفتار میں موت سے جلدی آتا ہے مگر اسی طرح واپس بھی جاتا ہے۔

(Easy come easy go)

مال کے بارے میں ہر حال میں اللہ کی تقسیم پر راضی رہیں۔اج ہر حدیث بندے کی خواہش ہے کہ " یٰلَیۡتَ لَنَا مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِیَ قَارُوۡنُ کاش کہ میرے پاس اتنا مال ہو جتنا قارون کے پاس تھا'' مال آتا ہے تو ساتھ وبال بھی لاتا ہے اس وبال کے بارے میں بھی سوچنا چاہیے

[1] انسان کو بغیر تدبیر کے بھی نہیں رہنا چاہیے مناسب سبب اختیار کرلیں تا کہ اللہ کی طرف توجہ لگی رہے۔

[2] عاجز یہ قسم کھا سکتا ہے کہ نماز کی پابندی سے رزق میں برکت ہو جاتی ہے۔اہتمام کے

ساتھ نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ وقت سے پہلے تیاری شروع کر دیں۔ جو خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پابندی سے پڑھے اور نفل نمازوں کا بھی اہتمام کرے تو اللہ رب العزت اس بندے کی عمر بڑھا دیتے ہیں، رزق بڑھا دیتے ہیں اور وہ بری موت سے محفوظ کر دیتے ہیں۔

[3] گھر میں بیوی اور بچے کمزور ہوتے ہیں ان کی وجہ سے رزق مل رہا ہوتا ہے اگر ان پر ہی غصہ اتارے گا تو رزق میں برکت کیسے ہوگی۔

[4] اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہیں۔ جس کو شکر کی توفیق مل گئی تو اس شکر کی وجہ سے برکت اور رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ اگر اللہ پر صحیح توکل کریں تو اللہ پیٹ بھر کھانا بھی عطا فرما دیں گے۔

[5] گھر میں داخل ہوں تو مسکراتے ہوئے چہرے اور سلام لے کر گھر میں داخل ہوں۔ حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں مسکراتے چہرے کے ساتھ آتے تھے اور سلام کرتے تھے۔ جو سلام کر کے گھر میں داخل ہو تو رزق کھلتا ہے جنت بھی آسان ہو جاتی ہے۔

[6] دوام طہارت، ہمیشہ باوضو رہنے کی کوشش کرے تو رزق میں ضرور اضافہ ہوگا۔ وضو سے پہلے اور وضو کے بعد والی کیفیت میں فرق نوٹ کیا گیا ہے اور جیسی زندگی ویسی موت ہوتی ہے اس لیے باوضو رہیں تو موت بھی وضو کے ساتھ آئے گی۔

[7] رزق کے لیے سورہ واقعہ پڑھنا بھی مجرب ہے، جو ہر رات سورہ واقعہ پڑھے تو فاقہ سے ضرور بچے گا۔

[8] ہر فرض نماز کے بعد اول آخر درود شریف اور درمیان میں سات مرتبہ سورہ قریش پڑھنے سے بھی رزق میں برکت ہو جاتی ہے، آزمودہ نسخہ ہے۔

یادرکھنا نبی کریم ﷺ امت کو بے سہارا چھوڑ کر نہیں گئے۔ جب لوگ اعمال ہی نہیں کرتے تو پھر روتے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اعمال کو باقاعدگی سے کرنے کی توفیق عطا فرمائے ہمارے مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

پلے رزق نہ بن دی پکھو تے درویش
جناں تکیہ رب دا اناں رزق ہمیش

محبت شیخ کیوں ضروری ہے؟

بعض لوگوں کو محبت صلح میں اشکال ہوتا ہے کہ محبت شیخ کیوں ضروری ہے؟ پہلے اس محبت کی وجہ سمجھ لینی چاہیے، حدیث شریف میں آتا ہے:

من احب للہ وابغض للہ وأعطی للہ وَمَنع للہِ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الإیمان

جو اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرے اللہ تعالیٰ ہی کی خاطر بغض رکھے، اللہ تعالیٰ ہی کی خاطر کچھ دے اور اللہ تعالیٰ ہی کی خاطر روک لے پس بے شک اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

سوچنے کی بات ہے کہ عام مسلمانوں سے اگر اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کی جائے تو ایمان کامل مکمل ہو جاتا ہے تو پھر مشائخ سے اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کی جائے تو ایمان کا لیول کتنا بلند ہوگا۔ محبت شیخ اس لیے بھی بہت ضروری ہے کیونکہ شیخ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبت کو سیکھنے کی کوشش کی جاتی ہے اس لیے اس ذریعے سے بھی محبت خود بخود ہو جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت کا سبب بنتی۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر محبت شیخ کو بڑھاتے رہنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں بھی شدت پیدا ہو سکے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمد معصومؒ محبت شیخ کی ضرورت

کے بارے میں اپنے مکتوبات میں راقم طراز ہیں

اللہ کے دوستوں سے محبت کرنا اور اس کے دشمنوں سے عداوت رکھنا سب سے افضل عبادت ہے جیسا کہ روایات میں آتا ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا : کیا تو نے میرے لیے کبھی کوئی عمل کیا ہے؟ حضرت موسی علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ میں نے تیرے لیے نماز پڑھی، روزے رکھے، صدقہ کیا اور تیرا ذکر کیا پس اللہ رب العزت نے فرمایا کہ البتہ نماز تیرے لیے دلیل ہے روزہ تیرے لیے ڈھال ہے، صدقہ سایہ اور ذکر نور ہے۔ پس میرے لیے تو نے کون سا عمل کیا؟ تو حضرت موسی علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ آپ مجھے اس چیز کی طرف رہنمائی کر دیں جو آپ کے لیے ہے۔ تو اللہ تعالی نے فرمایا اے موسیٰ، کیا تو نے میرے دوستوں سے دوستی رکھی یا میرے دشمنوں سے دشمنی رکھی پس حضرت موسیؑ نے جان لیا کہ وہ عمل اللہ کے لیے محبت رکھنا اور اللہ کے لیے دشمنی رکھنا ہے۔

اَلحَبُّ فِي اللهِ وَالبَغضُ فِي اللهِ اللہ کے لیے محبت کرنا اور اللہ ہی کے لیے بغض اور دشمنی رکھنا پس اکابر صوفیائے کرام کی محبت کو سرمایہ جانیں اور کام کا مدار اسی پر جانیں۔ (مکتوبات معصومیہ)

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمہ اللہ مجالس فقیر میں کسی کے سوال کہ روحانیت میں محبت شیخ کیوں ضروری ہے کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں سوچیں! جس شیخ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے محبت جیسی نعمت حاصل ہوئی ہو اس سے محبت کرنا کتنا ضروری ہے مثلاً اگر ایک درخت پر اللہ تعالی تجلی ڈالے تو اس میں اور اس کے ارد گرد برکت ہو جاتی ہے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے درخت پر تجلی ڈالی گئی تو اسی طرح شیخ بھی تجلیات الٰہیہ کا مورد ہوتا ہے بھلا سوچیں اس میں کتنی برکت ہوگی اور اس سے کتنی محبت ہونی چاہیے۔

مزید فرمایا فنافی الشیخ ہونے لیے اپنے شیخ کو دیکھیں کہ کیسے اٹھتا ہے کیسے بیٹھتا ہے کیسے بولتا ہے حتی کہ ہر ہر معاملہ میں شیخ کو دیکھے کہ وہ کام کیسے کرتا ہے اس سے فنافی الشیخ کا مرتبہ آسانی سے نصیب ہوگا۔ کیونکہ شیخ سنت پر عمل کرتا ہے اس لیے بندے کو اس کی برکت سے فنافی الرسول اور فنافی اللہ تک پہنچنا نصیب ہو جاتا ہے۔

ایک سفر کے دوران کسی دوست نے حضرت جیؒ سے پوچھا کہ کیا بزرگان دین کے بغیر ڈائریکٹ واصل باللہ ہوا جا سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ہر بندے کا اللہ تعالی کے ساتھ رابطہ تو ہوتا ہے سپلائی تو موجود ہوتی ہے بزرگ تو یہ محبت الٰہی کا تعلق اور زیادہ مضبوط کرنے کی تکنیک بتاتے ہیں کہ یہ اعمال کرو گے تو محبت الٰہی کا تعلق اور زیادہ مضبوط ہو جائے گا۔ مثلاً وقوف قلبی رکھنا، ہر وقت ہر گھڑی ضروری ہے اپنی سوچ ہر وقت اللہ تعالی کی طرف لگی رہے کہ میرا دل اللہ اللہ کرنے والا بن جائے۔ اس لیے ہر وقت یہ سوچتا رہے کہ میرا دل کہہ رہا ہے اللہ اللہ اللہ۔ حدیث قدسی ہے جیسا بندہ اللہ تعالی کے متعلق گمان کرتا ہے ویسا ہی اللہ تعالی معاملہ فرما دیتے ہیں۔

شیخ کے ساتھ شدید اظہار محبت کیوں ہوتا ہے:؟

راقم الحروف نے عرض کیا کہ حضرت! آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے ہیں، آپ کی تشریف آوری پر بچے بھی بہت خوش ہوتے ہیں۔ بعض بچے اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ صاف بول بھی نہیں سکتے پھر بھی آپ کی آمد پر بڑی محبت اور گرم جوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ بچے اتنے باشعور نہیں ہوتے، ان کا شعور اتنا کم ہوتا ہے لیکن ان کی محبت کا اظہار اتنا شدید ہوتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت جیؒ نے فرمایا، ہم نے اپنے بزرگوں سے یہ سنا ہے کہ جو لوگ

محمدی المشرب ہوتے ہیں وہ ہر شعبہ زندگی کے لوگوں میں مقبول ہوتے ہیں جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر طبقہ کے لوگوں میں مقبول تھے۔ مرد حضرات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید محبت رکھتے تھے تو عورتیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید محبت رکھتی تھیں حتی کہ بچے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شدید ترین محبت کرتے تھے۔ محمدی المشرب سالک کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔

بچوں کی محبت شیخ: ایک دفعہ فیصل آباد میں کسی کے گھر حضرت جی کی معیت میں گئے تو دروازے پر ہی ایک چھوٹا سا بچہ نے بمشکل بولنا آتا تھا، وہ دونوں ہاتھ اوپر کر کے نعرے لگا رہا تھا کہ حضرت جی آ گئے حضرت جی آ گئے۔ عاجز نے بیٹھتے ہی حضرت جی سے پوچھا کہ حضرت جی اس بچے کو تو ابھی محبت کا پتہ بھی نہیں ہے اسے تو صحیح طریقے سے بولنا بھی نہیں آتا مگر یہ محبت میں کیسے نعرے لگا رہا ہے۔ آپ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا آپ کی چھوٹی بیٹی زینب جو بڑی مشکل سے چند الفاظ بولتی تھی مگر اس نے بھی اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا حضرت جی کو دیکھ کر میرا دل گول گول ہونے لگتا ہے۔ آپ نے اس بچوں کی محبت کو سمجھاتے ہوئے فرمایا، کہ جو بندہ اتباع سنت میں کمال پیدا کرتا ہے تو جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بچوں کو محبت تھی، اور تمام طبقات میں محبوب تھے وہ بھی اتباع رسول کی ان کی برکت سے تمام طبقات کا محبوب بن جاتا ہے۔

ذَٰلِكَ فَضۡلُ ٱللَّهِ يُؤۡتِيهِ مَن يَشَآءُۚ وَٱللَّهُ ذُو ٱلۡفَضۡلِ ٱلۡعَظِيمِ

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس پر چاہتا ہے فضل فرماتا ہے اور وہ بڑے فضل والا ہے۔

محبت شیخ کا قابل رشک واقعہ: ایک دفعہ وزیر آباد میں ایک لڑکے سے ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ محبت بھی عجیب چیز ہے جو دعا اور توجہ دینے کے لیے شیخ کو راغب کر دیتی ہے۔ پھر فرمایا

کہ ایک دفعہ کسی کالونی میں جانا ہوا۔ یہ لڑکا کار کے ساتھ ساتھ بھاگ رہا تھا۔ ایسی شدید محبت کی وجہ سے شیخ کی توجہ ضرور اس مرید کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ واقعی! عشق ومحبت والے شیخ کی توجہ کو اپنی طرف زیادہ کھینچتے ہیں۔ اگر شیخ کی عدم موجودگی میں بھی محبت وعشق زیادہ سے زیادہ ہو اور استقامت کے ساتھ قائم ودائم رہے پھر بھی شیخ کی توجہات اس کی طرف شدت سے آتی ہیں۔

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

ایک دولہا کی شیخ سے محبت: ایک دفعہ حضرت جی دامت برکاتہم کی معیت میں صادق آباد میں کسی کے گھر میں حاضر ہوئے۔ ان کی شادی کی پہلی رات تھی، انہوں نے خاص کمرے میں حضرت جی کو بٹھایا اور کافی دیر تک حضرت جی کے ساتھ باتیں کرتے رہے۔ آخر کار حضرت جی نے بارہ بجے کے قریب اسے کئی دفعہ کہا کہ اپنے نئے مہمان کے پاس تشریف لے جائیں وہ آپ کا انتظار کر رہی ہوگی۔ اس عاشق صادق نے بڑے ولولے کے ساتھ عرض کیا کہ اس سے تو ساری زندگی ہی ملتے رہنا ہے مگر آپ سے تو بڑی قسمت سے کبھی کبھار ملاقات ہوتی ہے۔ ہم تو زیادہ سے زیادہ آپ کے پاس ہی بیٹھنا چاہتے ہیں۔ اس جوان کی اس عاشقانہ والہانہ اور محبت بھری گفتگو کو سن کر بڑا رشک آیا کہ اسے اپنے شیخ سے فیض اٹھانے کی کتنی سچی طلب ہے حالانکہ نوجوانوں کی ساری زندگی کی حسرت ہوتی ہے کہ کب بیوی سے پہلی رات ملاقات ہو اور وہ اپنی خواہشات کو پورا کر سکیں۔ مگر اس عاشق زار کی عجیب کیفیت تھی جسے دیکھ کر بڑی حسرت ہوئی کہ کاش ہمارے اندر بھی ایسی عاشقانہ والہانہ اور جنونی محبت شیخ پیدا ہو جائے جس کی برکت سے شیخ کی خود بخود توجہ اور دعائیں اس سالک کی طرف آتی ہیں۔

محبت محبت تو کہتے ہیں لیکن وہ محبت نہیں جس میں شدت نہیں ہے

محبت کا والہانہ انداز: حضرت جیؒ راقم الحروف کے گھر تشریف فرما تھے، کسی سلسلہ موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی۔ اس دوران راقم الحروف نے عرض کیا کہ فلاں آدمی کے اندر تو والہانہ انداز محبت ہے۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ واقعی! مرید کی محبت میں اگر والہانہ انداز ہو تو پھر روحانی ترقی بڑی آسانی سے ہوتی ہے۔ اس ملفوظ کی خاص بات یہ تھی کہ حضرت جی دامت برکاتہم نے (والہانہ انداز) پر بڑا خوش ہو کر زور دیا اور فرمایا: محبت میں والہانہ انداز مرید کے لیے ضروری ہے۔

محبت محبت تو کہتے ہیں لیکن وہ محبت نہیں جس میں شدت نہیں ہے

حضرت جی رحمہ اللہ کی محبت شیخ کا واقعہ

گوجرہ شہر کا واقعہ ہے کہ یہ عاجز اندر کمرے میں سویا ہوا تھا۔ اسی دوران حضرت جی دامت رحمہ اللہ باہر سے تشریف لے آئے۔ دوست خدمت شیخ میں مشغول ہو گئے۔ یہ عاجز بھی آیا اور خدمت شیخ میں مشغول ہو گیا۔ حضرت جیؒ نے پوچھا: کیا آپ نے وضو کر لیا ہے؟ عاجز نے منفی میں جواب دیا، پھر فرمایا کہ وضو کر لینا چاہیے، پھر شیخ کی خدمت کرنی چاہیے۔ پھر فرمایا کہ ہم سے زندگی بھر بے وضو شیخ کی خدمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بلکہ ہم نے زندگی بھر شیخ کو بھی بے وضو نہیں دیکھا۔ جو جتنا زیادہ آداب کا خیال رکھے گا وہ اتنا ہی فیض پائے گا، جو محبت کی پہلی منزل ہی طے نہ کر سکے وہ آگے کیا کرے گا؟

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

محبت شیخ کی بڑی وجہ: حضرت جیؒ فرماتے تھے: علمائے کرام نے لکھا ہے کہ شیخ

سے جو محبت ہے وہ اس نظر سے کرو کہ یہ اللہ رب العزت کا چاہنے والا ہے، اللہ سے محبت کرنے والا ہے، اس کی راتیں، اس کے دن، اس کی صبح، اس کی شام، اس کا اٹھنا بیٹھنا ہر وقت اللہ کی محبت میں گزر رہا ہے لہٰذا میں اللہ کے چاہنے والے ایک دل کے ساتھ محبت کر رہا ہوں۔

خدمت کی اقسام: راقم الحروف نے عرض کیا کہ جھنگ اجتماع پر بچیوں کو خدمت کا موقع نہیں ملا۔ ارشاد فرمایا کہ آپ نے خدمت کو صرف پلیٹیں رکھنے اور کھانا کھلانے پر منحصر سمجھا ہوا ہے حالانکہ جو کام بھی شیخ ذمہ لگا دے وہی خدمت کہلاتا ہے۔ آپ کی جامعہ الصالحات کی بچیوں کے ذمے ذکر فکر اور دعائیں مانگنے کی خدمت لگائی گئی تھی تا کہ اجتماع بغیر کسی فتنے کے کامیاب ہو جائے۔ آپ لوگ اس خدمت کو معمولی نہ سمجھیں یہ بھی بہت بڑی خدمت تھی۔

شیخ سے دعائیں لینے کا طریقہ: ایک دفعہ گوجرانوالہ میں بہت سے دوست خدمت شیخ میں مصروف تھے۔ حضرت جی رحمہ اللہ نے سامعین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہمارے حضرت مرشد عالم پیر غلام حبیب نقشبندی مجددی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ جو خدمت کے ذریعے آرام پہنچاتے ہیں تو انگ انگ سے دعائیں نکلتی ہیں۔ حضرت جیؒ نے فرمایا کہ ہم بیان اور ملاقاتوں سے اتنا نہیں تھکتے جتنا مجمع کو توجہات دیتے ہوئے تھک جاتے ہیں۔

حضرت جیؒ کی شیخ سے شدت محبت حضرت جیؒ کی معیت میں فیصل آباد سے جھنگ آ رہے تھے کہ راستے میں حضرت جیؒ نے گراں قدر معارف بیان فرمائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہمیں تو اپنے شیخ سے ایسی محبت تھی کہ دل چاہتا تھا کہ لعاب دہن کو بھی نیچے نہ گرنے دیں، بلکہ اسے تبرک سمجھ کر نگل لینے کو دل چاہتا تھا۔ حقیقت یہی ہے کہ روحانیت میں محبت

شیخ سے ہی بات بنتی ہے۔

ایک دفعہ حضرت جیؒ نے علماء کرام سے خصوصی طور پر مخاطب ہو کر فرمایا کہ روحانیت کے 100 حصے کیے جائیں تو 99 حصے محبت شیخ سے طے ہوتے ہیں اور ایک حصہ اوراد و وظائف سے طے ہوتا ہے۔ واقعی عشق و محبت ہی ہے جو مشکل منازل سے انسان کو پار گزارتا ہے۔

درد و عالم ہر کجا آثار عشق　　　　اسرار عشق ابن آدم سیراز

دونوں جہانوں میں ہر کہیں عشق و محبت کے آثار پائے جاتے ہیں،

انسان بھی عشق و محبت کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔

سنت والا چہرہ: حضرت جیؒ نے اپنے شیخ و مرشد حضرت پیر غلام حبیب نقشبندی مجددی رحمہ اللہ کا واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ انہوں نے بیت الحرام میں ایک آدمی کو دیکھا کہ بڑے نورانی چہرے والا ہے۔ حضرت پیر غلام حبیب نقشبندی رحمہ اللہ نے پوچھا: یہ چہرہ کیسے بنایا ہے؟ اس آدمی نے جواب دیا میں نے نہیں بنایا، بلکہ میرے شیخ نے اس پر محنت کی ہے اور اس کو یہ رنگ لگایا ہے۔ یہ صحبت شیخ کی برکت سے ایسا سنت والا چہرہ بنانا نصیب ہوا ہے۔

انقلابی تبدیلی: حضرت جیؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ کراچی میں میری ملاقات ایک بہت بڑے بزنس مین سے ہوئی جسے بندوں کی پہچان کا بڑا غرور تھا۔ حضرت جی رحمہ اللہ نے پوچھا کہ ان دو پگڑیوں والوں کو ذرا پہچانو۔ کہنے لگا کہ کسی مسجد کے مولوی صاحب لگتے ہیں۔ حضرت جیؒ نے فرمایا کہ پھر دیکھ کر بتاؤ، اس آدمی نے کہا کہ ایک کا کہیں کتابوں کا بزنس ہوگا اور دوسرا شیخ الحدیث لگتا ہے۔ حضرت جی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بھئی! آپ لوگ خود بتاؤ۔ ایک آدمی نے کہا کہ میں ایک معمولی سا کام کرتا ہوں۔ دوسرے آدمی نے کہا: میں تو سبزی بیچتا

ہوں۔ وہ بزنس مین یقین نہیں کر رہا تھا۔ حضرت جی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی اللہ والے کے ہاتھ لگ گئے ہیں، حالانکہ یہ اب بھی سبزی بیچتا ہے اور آئندہ بھی امید ہے کہ سبزی ہی بیچے گا۔ اب بھی گاڑی میں سبزی پڑی ہے، شک ہے کہ تو دیکھ سکتے ہیں۔ تربیت ہو گئی ہے تو سنت والا چہرہ بن گیا ہے، سر پر سنت والا تاج سجا لیا ہے، یہ اللہ والے کی نظر لگ گئی ہے۔

میرے پیر غلام حبیب نقشبندیؒ فرمایا کرتے تھے: اگر بری نظر لگ سکتی ہے تو پھر اچھی نظر کیسے نہیں لگ سکتی؟ جب کسی اللہ والے کی صحبت میں انسان آتا ہے تو اس کی اچھی نظر لگ جاتی ہے اور بندے کی زندگی میں انقلاب آجاتا ہے اور چال ڈھال بدل جاتی ہے۔ اللہ والے بندے پر قرآن و سنت کا رنگ چڑھا دیتے ہیں۔ قرآن حکیم فرماتا ہے:

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (البقرۃ ۱۳۸)

اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے بہتر کس کا رنگ ہو سکتا۔ ہے۔

بس ضرورت اتنی ہے کہ انسان اپنے آپ کو مکمل طور پر کسی اللہ والے کے سپرد کر دے پھر دیکھیں بندے کی حالت کسی طرح بدلتی ہے۔

قال را بگزار مرد حال شو پیش مرد کامل پامال شو!

باتوں سے گزر کر اعمال بناؤ، اس کے لیے کسی کامل شیخ کے حضور اپنے آپ کو سپرد کر دو

شیخ اور سالکین کی آپس میں محبت: حضرت مولانا محمد جعفر نقشبندی مجددی مدظلہ فرماتے ہیں: غالباً 1993–94 کی بات ہے عید الفطر کا موقع تھا ہم کچھ درویش حاضر خدمت تھے۔ حضرت جیؒ اس دن بہت خوش تھے۔ ہماری دل جوئی کے لیے ایک بات یہ ارشاد فرمائی کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ عیدین اپنے مشائخ کے ہاں کیا

کرتے تھے اور پھر حضرت جیؒ نے دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ الحمدللہ تمام سالکین کا صدقہ فطر ادا کر چکا ہوں۔ تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ مہمان سالکین کی اتنی عزت کرتے تھے کہ ان کا کھانا سر پر رکھ کر لاتے تھے اور حضرت جی رحمہ اللہ خود بھی اس پر عمل کرتے تھے۔ پھر عید الفطر جھنگ سٹی سے آگے عام میدان میں پڑھائی۔ واپسی پر کار ڈرائیو کرتے ہوئے چوتھی بات ارشاد فرمائی، کہ تحدیث بالنعمہ کے طور پر کہتا ہوں کہ اللہ رب العزت کا مجھ پہ اتنا کرم ہے کہ میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا فرمایا کہ جتنا جھنگ والے لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں اتنا دوسرے شہر والے نہیں کرتے۔ پھر فرمایا محلے والے خاص طور پر پڑوسی لوگ زیادہ محبت کرنے والے ہیں اور سب کے سب بیعت بھی ہیں۔ پھر رشتہ دار خاص طور پر میرے تمام بھائی مجھ سے بیعت بھی ہیں، میری والدہ مجھ سے بیعت ہیں اور میری بیوی تو شادی کی پہلی رات سے مجھ سے بیعت ہو گئی تھیں۔ پھر اہلیہ کے بیعت ہونے کا واقعہ تفصیل سے اس طرح بتایا کہ شادی کی پہلی رات تھکاوٹ کی وجہ سے نیند آ گئی جب رات کو کسی وقت میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اہلیہ بیڈ کے ایک طرف بیٹھی رو رہی ہیں میں نے پوچھا کیوں رو رہی ہیں؟ اہلیہ نے کہا کہ پہلے مجھے بیعت فرمائیں۔ میں نے کہا کہ پہلے آپ رونے کی وجہ بتائیں گی تو میں بیعت کروں گا۔ اہلیہ نے بتایا کہ میں سو رہی تھی، آپ نیند میں تھے تو میں نے اللہ اللہ کی آواز سنی میں نے ادھر ادھر نظر دوڑائی کہ یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے؟ جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ نورانی آواز آپ کے قلب مبارک سے آ رہی ہے جیسے ہی مجھے یقین ہوا کہ آپ کے قلب مبارک کی یہ کیفیت ہے اس وقت سے میں رو رہی ہوں کہ یہ دولت تو میرے ابا جان کو حاصل تھی لہٰذا آپ پہلے مجھے بیعت فرمائیں۔

آداب شیخ کی ضرورت اور اہمیت حضرت جیؒ ''باادب بانصیب'' میں لکھتے ہیں : ہر راہ کے راہی اور ہر منزل کے مسافر کے لیے کچھ اصول وضوابط ہوتے ہیں جس کی رعایت اور پابندی کرسے منزل پر پہنچنا آسان ہوتا ہے۔ جو شخص ان شرائط کو ملحوظ خاطر نہ رکھے بلکہ ان اصول وضوابط سے انحراف کرے اسے منزل پر پہنچنے میں رکاوٹیں پیش آتی ہیں۔ کبھی تو راستے سے بھٹک کر در بدر کی ٹھوکریں کھانا پڑتی ہیں اور کبھی چوروں ڈاکوؤں سے لٹ پٹ کر مال و متاع سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں ۔ وصول الی اللہ کی منزلیں طے کرنے والے سالکین طریقت کے لیے بھی معاملہ اسی طرح ہے۔ جو سالک آداب کی پابندی نہ کرے بساری عمر اس راستے کی بھول بھلیوں میں گزار دیتا ہے اور کبھی نفس وشیطان کے اوقات وہ ہتھے چڑھ کر اعمال وایمان کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے۔ احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ ان تمام آداب کی پابندی کی جائے جو منزل کا نشان پانے والے واصلین اور جمال یار کا مشاہدہ کرنے والے مقربین نے متعین کر دیئے ہیں۔

نگاہ دار ادب در طریق عشق و نیاز   کہ گفتہ اند طریقت تمام آدابست

عشق ونیاز کی راہ میں ادب کی خوب رعایت کر کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ

طریقت تمام تر آداب ہی ہے۔ (باادب بانصیب)

حالات اچھے ہوں یا برے شیخ کو ضرور بتائے: ارشاد فرمایا : آداب شیخ میں سے یہ ادب بھی ہے کہ مرید اپنی پوری کی پوری کیفیت اپنے پیر کے سامنے کھول دے۔ حالات اچھے ہوں یا برے سب کے سب پیر کے سامنے کھول دے۔ شیخ اچھے حالات میں کمی بیشی کی اصلاح کر دیں گے اور برے حالات کی بہتری کی دعا کرتے رہیں گے۔ بعض مرید شرماتے ہوئے یا

ڈرتے ہوئے برے حالات پیر کے سامنے نہیں کھولتے ہیں حالانکہ چاہیے تو یہ کہ اچھے حالات بتائیں یا نہ بتائیں برے حالات ضرور بتائیں تاکہ پیر صاحب اس کے لیے دعا کریں اور نصیحت کر دیں اور جہاں اصلاح کی ضرورت ہوئی بھی کریں گے۔

خدمت شیخ کی برکات: ارشاد حضرت جیؒ، جو مرید پیر کی خدمت کرتے ہیں تو پیر اس کو بہانہ بنا کر دعا کرتے ہیں۔ اس لیے پیر کی خدمت میں سراسر فائدہ ہی فائدہ ہے۔ حضور کالام کے زمانے میں تین عبداللہ نامی صحابہ یا بہت خدمت کرتے تھے، ایک عبداللہ بن عباس اللہ، دوسرے عبداللہ بن مسعود اور تیسرے عبداللہ بن عمر ہی تھا۔ نبی اکرم کی اسی لیے ان تینوں کے لیے تہجد میں نام لے کر دعا مانگتے تھے، بعد میں یہ تینوں اپنے زمانے کے امام بنے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس امام المفسرین، حضرت عبداللہ بن مسعود الاامام الفقہاء اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام المحدثین بنے۔ یہ سب خدمت کی برکات تھیں۔

اچھے برے حالات تفصیلاً بتائیں ارشاد فرمایا مرید اپنے خراب حالات پہلے بتائے اور تفصیلاً بتائے۔ اس طرح خط لکھتے ہوئے خراب حالات پہلے لکھے اور تفصیل سے لکھے۔ اگر مرید اپنی بات کو مکمل کہے گا تو شیخ اس کے لیے دعا کرے گا، آخر شیخ کی دعا میں کچھ اثر رکھتی ہیں یا نہیں؟ اگر پولیس والے مجرم کا چہرہ دیکھ کر اندازہ لگا لیتے ہیں اور چور پکڑ لیتے ہیں تو کیا پیر اندازہ نہیں لگا سکتا۔ پیر مرید کی باتوں اور چہرے سے اندازہ لگا سکتا ہے کیونکہ حدیث پاک میں آیا ہے:

اتَّقُوا فَرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللهِ

مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

لیکن ادب یہی ہے کہ مرید اپنے حالات خود بتائے ۔تفصیلاً حالات سامنے ہوں گے تو پیر اصلاح کرے، طلب ہوگی تو توجہ بھی ہوگی۔

مَنْ طَلَبَ فَقَدْ وَجَدَ   جس نے طلب کیا اس نے پالیا

آداب کی رعایت اشد ضروری ہے: ارشاد فرمایا : پیر کو ملتے ہوئے یا ٹیلیفون کرتے ہوئے یہ نہ کہے کہ آپ نے مجھے پہچانا یا نہیں، یہ ادب کے خلاف ہے۔اس طرح پیر کی ذہانت کو چیک نہ کریں بلکہ اپنا مناسب تعارف کروائیں۔کئی سالکین کو ادب کی کوئی بات بتائیں تو برا مان جاتے ہیں۔اصلاح اور تاکید کے لیے ذرا سے غصہ سے بتائیں تو منہ بنا لیتے ہیں۔ایسا کرنا سراسر ادب کے خلاف ہے جو مرید آداب کی رعایت کیے بغیر اپنی اصلاح کروانا چاہے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو کسی کے پاس گیا اور جسم پر شیر بنوانا چاہا۔اس نے سوئی لگائی تو کہا کہ کیا بنانے لگے ہیں؟ کہا کہ دم بنانے لگا ہوں۔اس شخص نے کہا دم رہنے دیں۔ پھر سوئی لگائی تو پوچھا کہ اب کیا بنانے لگے ہیں؟ کہا کہ کان بنانے لگا ہوں اس نے کہا کہ کان بھی رہنے دیں۔ پھر سوئی لگائی تو پوچھا کہ اب کیا بنانے لگے ہیں؟ بہت زیادہ درد ہو رہا ہے۔ بنانے والے نے کہا کہ شیر کا سر بنانے لگا ہوں ۔اس شخص نے کہا کہ یہ بھی رہنے دیں۔ بنانے والے نے کہا کیا ایسا بھی کوئی شیر دیکھا ہے جس کے نہ کان ، نہ دم، اور نہ سر ہو؟ آداب کی مثال بھی اسی طرح ہے جو مریدین آداب کو اہمیت نہیں دیتے وہ بھی ایسی ہی اصلاح کروانا چاہتے ہیں۔ کتاب ''تصوف وسلوک'' میں آداب شیخ کا باب بار بار پڑھنا چاہیے حتیٰ کہ آداب کرنا آجائیں۔اس مرید کی اصلاح کیسے ہوگی کہ ذرا سی ڈانٹ ڈپٹ اور سختی بھی برداشت نہ کر سکے، یہ راستہ تو محنت و مجاہدے کا راستہ ہے، یہ راستہ تو خدمت کا راستہ ہے۔

روحانی باپ کے حقوق ارشاد فرمایا: حدیث کا مفہوم ہے کہ تیرا باپ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے چاہے تو اسے کھول دے، چاہے تو اسے بند کر دے۔ مفہوم حدیث ہے، جس نے اپنے باپ کے چہرے پر محبت سے نظر ڈالی اسے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا۔ صحابہ کرام رض نے پوچھا، ہر دفعہ کے نظر ڈالنے پر یہ اجر ملے گا؟ فرمایا ہر دفعہ بھی مل سکتا ہے۔ اللہ کے لیے یہ کوئی مشکل نہیں ہے۔ جس طرح باپ کے حقوق ہیں اسی طرح روحانی باپ کے بھی حقوق ہیں۔ باپ اوپر سے نیچے لانے کا ذریعہ ہے تو روحانی باپ نیچے سے اوپر لے جانے کا ذریعہ ہے، باپ جسمانی پرورش کرتا ہے جب کہ شیخ روح کی پرورش کرتا ہے۔

مرید کی ڈانٹ ڈپٹ میں حکمت: ارشاد فرمایا :اگر شیخ کسی مرید کو ڈانٹے تو شیطان اس کے دل میں وسوسے ڈالے گا کہ بس اب پیر صاحب ناراض ہو گئے۔ شیطان مرید کو خواہ مخواہ بدگمانی کروائے گا، بدگمانی تو محرومی کی جڑ ہے۔ حالانکہ ڈانٹنے کا مطلب ناراضگی نہیں ہوتی پیر کبھی خلوص چیک کرنے کے لیے بھی ڈانٹ کر کوئی بات کہتا ہے، کبھی شیخ سوچتا ہے کہ میں ایسی بات کہہ دوں گا جو سختی والی ہوگی اور مرید شرح صدر کے ساتھ برداشت کر جائے گا تو چمک جائے گا، پیر اس کے لیے خلوت میں تہجد میں دعائیں بھی کرے گا۔ حضرت جی نے فرمایا، ہماری تو یہ حالت تھی کہ جس دن ہمارے شیخ ہمیں نہیں ڈانٹتے تھے ہمیں اپنے خلوص پر شبہ ہونے لگ جاتا تھا۔ یہ یاد رکھیں کہ پیر مرید کو کوئی ذلیل سمجھ کر نہیں ڈانٹتا بلکہ یوں سمجھتا ہے جیسے کسی حسینہ کے چہرے پر کالک لگ گئی ہو، ابھی دھونے سے دور ہو جائے گی۔ مرید کو پیر یہی سمجھ کر ڈانٹتا ہے اور اصلاح کرتا ہے اور اس کے کریکٹر کو نکھار دیتا ہے۔ اچھا کریکٹر ہی انسانی

زندگی کا طرہ امتیاز ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی　　یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

طلب حق ارشاد فرمایا جس بندے میں ادب نہیں اس بندے کا راستہ بند ہو جاتا ہے، اس لیے مشائخ اس پر کیا کر سکتے ہیں۔ جب بھی کوئی سالک گرتا ہے تو بے ادبی کی وجہ سے گرتا ہے۔ محبت ادب اور طلب لے کر بیٹھیں پھر دیکھیں فیض کیسے آتا ہے۔

من طلب فقد وجد　　جس نے طلب کی پس اس نے پالیا۔

طلب پختہ ہو اور جلد باز نہ بنے تو انشاء اللہ سالک کامیاب ہوگا۔

سبق آگے لینے کا واقعہ ایک دفعہ راقم الحروف سے ایک بڑی غلطی ہوئی۔ جس پر حضرت شیخ نے ڈانٹ پلائی اور ادب سکھایا، کیونکہ اس وقت آداب شیخ تفصیل سے لکھے ہوئے نہیں تھے۔ واقعہ کچھ اس طرح ہوا کہ حضرت شیخ کے ساتھ دس دن کراچی میں گزارنے کا موقع ملا۔ آخری دن واپس راولپنڈی جانا تھا۔ ایک مفتی صاحب سے مشورہ کیا کہ حضرت شیخ کو آگے سبق بڑھانے اور لطائف تازہ کرنے کے لیے کہہ سکتے ہیں؟ ان مفتی صاحب نے کہا ہاں! کہہ سکتے ہیں۔ بس راقم الحروف نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، فوراً حضرت شیخ سے عرض کر دیا کہ میرا سبق آگے بڑھا دیں، اس پر خوب ڈانٹ پڑی اور حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ کیا شیخ اندھا ہوتا ہے؟ کیا اس کو پتہ نہیں ہوتا کہ آگے سبق بڑھانا ہے یا نہیں؟ خوب ڈانٹ ڈپٹ ہوئی اور پھر خوب سمجھ آئی کہ تو نے یہ کہ کر غلطی کی ہے۔ اب اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

حضرت جی پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ (حیات، فکر اور اصلاحی خدمات)

ڈاکٹر شازیہ بیگم، لکچرر، یس۔کے، آر اینڈ یس۔کے۔آر گورنمنٹ کالج فار یمن (خود مختار)، کڈپہ

برصغیر کی روحانی تاریخ میں ایسے نفوسِ قدسیہ ہمیشہ موجود رہے ہیں جنھوں نے اپنے علم، عمل اور اخلاص کے ذریعے انسانوں کے دلوں کو منور کیا۔ یہ شخصیات محض خطیب یا واعظ نہیں ہوتیں بلکہ معاشرتی و روحانی اصلاح کا سرچشمہ ہوتی ہیں۔ عصرِ حاضر میں اگر کسی بزرگ کی ذات میں اس روایت کی مکمل ترجمان نظر آتی ہے تو وہ حضرت جی، پیر ذوالفقار احمد صاحب ہیں۔ آپ کی دعوت کا مرکز تزکیِ نفس، اصلاحِ باطن اور اتباعِ سنت ہے، جو آج کے پُرفتن اور ماڈی دور میں ایک مضبوط روحانی سہارا فراہم کرتی ہے۔

"حضرت جی" یہ محض ایک لقب نہیں بلکہ ایک روحانی نسبت، قلبی وابستگی اور اصلاحِ باطن کی ایک روشن علامت ہے۔ برصغیر کے معروف صوفی بزرگ، داعیِ اصلاح اور شیخ طریقت پیر ذوالفقار احمد صاحب کو ان کے مریدین اور معتقدین اسی محبت آمیز اور احترام بھرے عنوان سے یاد کرتے ہیں۔ آپ کی ذات تصوفِ اسلامیہ کی اُس روایت کی امین ہے جو شریعت کی پاسداری، سنتِ نبویؐ کی اتباع اور اخلاقِ حسنہ کی آبیاری کو اپنا شعار بناتی ہے۔

آپ کی ولادت ایک دیندار اور روحانی ماحول میں ہوئی۔ آپ کا گھرانہ دینی اقدار، اخلاقی تربیت اور سادگی کے لیے معروف تھا۔ بچپن ہی سے آپ میں عبادت، خاموش مزاجی اور سنجیدگی کے آثار نمایاں تھے، جو آگے چل کر ایک بڑے اصلاحی مشن کی بنیاد بنے۔

آپ نے اپنی زندگی کا مقصد دنیاوی جاہ ومنصب کے بجائے اصلاحِ امت کو بنایا۔

طویل روحانی، فکری اور دعوتی خدمات کے بعد حضرت جی 14 دسمبر 2025ء کو اس دارِ فانی سے رخصت ہوئے، مگر اپنی تعلیمات اور تربیتی نظام کی صورت میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔آپ کی زندگی علم، عمل، زہد، تقویٰ اور اصلاحِ معاشرہ کا حسین امتزاج تھی۔

برصغیر کی دینی و روحانی روایت میں ایسے مشائخ ہمیشہ موجود رہے ہیں جنہوں نے معاشرے کی فکری اور اخلاقی اصلاح میں اہم کردار ادا کیا۔ حضرت جی، پیر ذوالفقار احمد نقشبندی اسی روایت کے ایک نمایاں نمائندہ تھے۔

ولادت اور خاندانی پس منظر:

حضرت ذوالفقار احمد نقشبندی/ 1 اپریل 1953ء کو صوبہ پنجاب، پاکستان کے شہر جھنگ، پنجاب میں ایک معزز کھرل خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندانی پس منظر دیہی سادگی، دینی رجحان اور اخلاقی اقدار سے وابستہ تھا، جس نے ان کی شخصیت کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا۔

تعلیم و تربیت: حضرت جی کی ابتدائی تعلیم اسکول اور کالج کے مراحل سے گزری۔ انہوں نے عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی علوم سے بھی گہرا شغف رکھا۔

1972ء میں انہوں نے بی ایس سی الیکٹریکل انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی اور عملی زندگی میں اپرنٹس، اسسٹنٹ اور بعد ازاں چیف الیکٹریکل انجینئر کے عہدوں تک پہنچے۔ تعلیم کے دوران وہ کھیلوں میں بھی ممتاز رہے اور جمناسٹک، فٹ بال اور سوئمنگ میں کیپٹن اور چیمپئن رہے۔ ساتھ ہی فارسی، عربی، ابتدائی دینیات اور قرآن کریم کا حفظ بھی کیا۔

روحانی وابستگی اور خلافت: لاہور یونیورسٹی کے زمانِ تعلیم میں ان کا تعلق سید زوار حسین شاہ سے قائم ہوا، جو نقشبندی سلسلے کے صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔ ان سے مکتوباتِ امام ربانی باقاعدہ

سبقاً سبقاً پڑھیں۔ بعد ازاں 1980ء میں وہ غلام حبیب نقشبندی مجددی (مرشدِ عالم) سے وابستہ ہوئے اور 1983ء میں خلافت سے سرفراز کیے گئے۔اسی دوران انہوں نے جامعہ رحمانیہ جہانیاں منڈی اور جامعہ قاسم العلوم ملتان سے دورحدیث کی اعزازی اسناد حاصل کیں۔

خاندانی تربیت اور ابتدائی اثرات: حضرت جی کے والدین نہایت متقی، بااخلاق اور دینی مزاج رکھنے والے تھے۔ والدِ محترم نے دیانت، سچائی اور خدمتِ خلق کا شعور عطا کیا، جبکہ والدہ محترمہ نے عبادت، صبر اور توکل کی عملی تربیت دی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت جی کی شخصیت میں علم کے ساتھ حلم، اور اصلاح کے ساتھ شفقت نمایاں نظر آتی ہے۔

عملی زندگی: تعلیم مکمل کرنے کے بعد حضرت جی نے الیکٹریکل انجینئرنگ کے شعبے میں عملی خدمات انجام دیں۔ آپ نے اپنے پیشہ ورانہ سفر کا آغاز اپرنٹس الیکٹریکل انجینئر کے طور پر کیا، بعد ازاں اسسٹنٹ الیکٹریکل انجینئر اور پھر اپنی محنت، دیانت اور فنی مہارت کے باعث چیف الیکٹریکل انجینئر کے منصب تک پہنچے۔ یہ پیشہ ورانہ ترقی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ حضرت جی نے دنیاوی ذمہ داریوں کو بھی پوری دیانت اور محنت کے ساتھ نبھایا۔ ان کی عملی زندگی اسلامی تصورِ عمل کی بہترین مثال ہے، جہاں دنیا اور دین ایک دوسرے کی ضد نہیں بلکہ تکمیل کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ حضرت جی کی ابتدائی زندگی، تعلیم اور عملی سفر اس حقیقت کو نمایاں کرتے ہیں کہ وہ ایک ہمہ جہت شخصیت کے حامل تھے۔ عصری علوم، دینی تعلیم، روحانی تربیت اور عملی ذمہ داریوں کا حسین امتزاج ہی وہ بنیاد بنی جس پر بعد میں ان کی عظیم اصلاحی، دعوتی اور تربیتی خدمات استوار ہوئیں۔

شخصیت: حضرت جی کی شخصیت علم و عرفان، زہد و تقویٰ اور محبت و شفقت کا آئینہ تھی۔ آپ نہ صرف ایک صوفی بزرگ تھے بلکہ ایک مربی، مصلح اور داعی بھی تھے۔ آپ کی طبعیت میں

سادگی، انکساری اور محبت کا رنگ نمایاں تھا۔ آپ نے اپنی زندگی کو اتباعِ سنت کے سانچے میں ڈھالا اور دوسروں کو بھی اسی راہ کی طرف بلایا۔

فکر : حضرت جی کی فکر کا بنیادی محور شریعت وطریقت کا امتزاج تھا۔ آپ نے واضح کیا کہ تصوف کا اصل مقصد دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے زندہ کرنا اور سنتِ نبویؐ کے مطابق زندگی گزارنا ہے۔ آپ کی تعلیمات میں دنیا سے بے رغبتی، آخرت کی تیاری، اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کو مضبوط کرنے پر زور دیا گیا۔ آپ نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا کہ ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح ضروری ہے۔

اصلاحی و دعوتی خدمات: حضرت ذوالفقار احمد نقشبندی کی اصلاحی خدمات کا محور تزکیٔ نفس، اتباعِ سنت اور اخلاقی اصلاح تھا۔ انہوں نے خانقاہی نظام کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کیا، نوجوانوں کو دین سے جوڑا، بدعات اور انتہاپسندی کے خلاف اعتدال کی راہ دکھائی۔ پاکستان، ہندوستان اور دیگر ممالک میں ان کے اصلاحی بیانات نے ہزاروں افراد کی زندگیوں میں تبدیلی پیدا کی۔

حضرت جی کی اصلاحی خدمات نہایت وسیع اور ہمہ جہت تھیں :

☆ اصلاحِ نفس : لوگوں کو گناہوں سے توبہ اور اطاعتِ الٰہی کی طرف مائل کیا۔

☆ اصلاحِ معاشرہ : معاشرتی بگاڑ کو درست کرنے کے لیے عملی جدوجہد کی۔

☆ دعوت وتبلیغ : وعظ ونصیحت کے ذریعے لاکھوں افراد کو اللہ کی طرف متوجہ کیا۔

☆ روحانی تربیت : خانقاہی نظام کے ذریعے ذکر وفکر کی محافل قائم کیں۔

☆ خدمتِ خلق : عوام کو اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرنے کی طرف راغب کیا۔

خانقاہی تربیت اور خلفاء : حضرت جی نے خانقاہی نظام کو جدید تقاضوں کے مطابق ڈھالا۔

آپ نے ذکر و اذکار، اتباعِ سنت، تزکیہ نفس اور علمی نشستوں کو تربیت کا لازمی حصہ بنایا۔ آپ کے خلفاء دنیا بھر میں دین کی خدمت کر رہے ہیں، پاکستان، ہندوستان، مشرقِ وسطیٰ، یورپ اور امریکہ میں آپ کی فکر کو عام کر رہے ہیں۔

عالمی اثرات اور قبولیت : حضرت جی کے روحانی اثرات برصغیر سے نکل کر دنیا بھر میں پھیل گئے۔ آپ کی تعلیمات نے مغربی دنیا میں اسلام کی روحانی تصویر کو اجاگر کیا، عرب ممالک میں ذکر و فکر کی محافل قائم ہوئیں، اور افریقہ میں بھی آپ کے خلفاء نے دین کی خدمت کی۔ آپ کی فکر نے عالمی سطح پر محبت، امن اور انسانیت کا درس دیا۔

وفات اور بعد کے اثرات:

14 دسمبر 2025ء کو آپ کی وفات امتِ مسلمہ کے لیے ایک عظیم نقصان تھی۔ لیکن آپ کی تعلیمات اور فکر آج بھی زندہ ہیں۔ آپ کے ادارے، تصانیف اور خلفاء آپ کے مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ جھنگ میں قائم "معھد الفقیر الاسلامی" آپ کی علمی و روحانی خدمات کا مرکز ہے۔ حضرت جی پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کا پیغام آج کے دور میں بھی اتنا ہی مؤثر ہے جتنا آپ کی زندگی میں تھا۔ آپ نے امت کو یہ سبق دیا کہ :

☆ شریعت و طریقت کا امتزاج ہی حقیقی کامیابی ہے۔

☆ دل کی صفائی اور تزکیہ نفس کے بغیر ایمان مکمل نہیں۔

☆ سنتِ نبویؐ کی پیروی ہی دنیا و آخرت کی کامیابی کا راستہ ہے۔

حضرت جی پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کی علمی ورثہ اور تصانیف

حضرت جی نے قرآن، حدیث، تصوف اور اصلاحِ نفس پر گراں قدر کتب تحریر کیں۔ ان میں ۱۔ تزکیہ نفس، ۲۔ اصلاحی خطبات، ۳۔ تصوف اور شریعت، ۴۔ ذکر و فکر اور

۵۔محبتِ رسولؐ جیسی کتابیں شامل ہیں۔ یہ تصانیف آج بھی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو کر دنیا بھر میں پھیل رہی ہیں۔آپ کے ملفوظات' اصلاحی بیانات' خطوط اور دروس ایک مستقل فکری سرمایہ ہیں۔ ان کی فکر نے معاصر دینی حلقوں میں تصوف کو شریعت کے دائرے میں سمجھنے کا رجحان مضبوط کیا۔آپکی تصنیف میں:

1- فقیر کا پیام نئی نسل کے نام موضوع : نوجوانوں کے لیے اصلاحی اور روحانی نصیحتیں۔

اس کتاب میں حضرت جی نے نئی نسل کو ایمان، عمل اور اخلاق کی طرف متوجہ کیا۔ مادیت اور فتنوں کے دور میں اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم رکھنے کی عملی راہیں دکھائیں۔

2- پاجا سراغ زندگی (2013) موضوع : سلوک و معرفت کی راہ پر رہنمائی۔

یہ کتاب سالکین کے لیے ایک نصاب ہے جس میں ذکر، مراقبہ اور اتباعِ سنت کے اصول بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں زندگی کے مقصد کو پہچاننے اور اللہ کی رضا کے مطابق گزارنے کی تلقین کی گئی ہے۔

3- عمل سے زندگی بنتی ہے (2009) موضوع : عمل کی اہمیت اور تزکیہ نفس۔

حضرت جی نے واضح کیا کہ ایمان کے بعد عمل ہی انسان کی زندگی کو سنوارتا ہے۔ اس کتاب میں عملی زندگی کو سنتِ نبویؐ کے مطابق ڈھالنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

4- معمولات سلسلہ نقشبندیہ موضوع : ذکر و اذکار اور روزمرہ روحانی معمولات۔

اس کتاب میں روزانہ کے اذکار، دعائیں اور روحانی مشقیں درج ہیں جو سالکین کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتی ہیں۔

5- خواتین کے لیے تربیتی بیانات (2004) موضوع : خواتین کی اصلاح اور تربیت۔

اس کتاب میں خواتین کے لیے پردہ، عبادت، اخلاق اور گھریلو زندگی کے حوالے سے رہنمائی

دی گئی ہے۔ حضرت جی نے خواتین کو دین کی بنیاد پر ایک مثالی زندگی گزارنے کی طرف متوجہ کیا۔

6- تزکیہ نفس موضوع: دل کی صفائی اور گناہوں سے بچاؤ۔

اس کتاب میں نفس کی بیماریوں اور ان کے علاج پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ حسد، تکبر، ریا اور دیگر روحانی امراض کے علاج کے لیے عملی نصاب دیا گیا ہے۔

7- اصلاحی خطبات موضوع: معاشرتی اصلاح اور وعظ و نصیحت۔

حضرت جی کے بیانات کا مجموعہ ہے جس میں معاشرتی بگاڑ، اخلاقی کمزوریوں اور ان کے حل پر گفتگو کی گئی ہے۔

8- تصوف اور شریعت موضوع: تصوف کو شریعت کے ساتھ جوڑنے کی وضاحت۔

اس کتاب میں حضرت جی نے واضح کیا کہ حقیقی تصوف شریعت کے بغیر ممکن نہیں۔ تصوف کا مقصد دل کو اللہ کی یاد سے زندہ کرنا اور سنتِ نبویؐ کے مطابق زندگی گزارنا ہے۔

9- ذکر و فکر موضوع: ذکرِ الٰہی اور فکرِ آخرت۔

اس کتاب میں ذکر کی اہمیت اور فکرِ آخرت کو ایمان کا لازمی جز و قرار دیا گیا ہے۔ حضرت جی نے ذکر کے مختلف طریقے اور ان کے اثرات بیان کیے۔

10- محبتِ رسولؐ موضوع: عشقِ رسولؐ اور اتباعِ سنت۔

اس کتاب میں حضرت جی نے عشقِ رسولؐ کو ایمان کا مرکز قرار دیا اور اتباعِ سنت کو حقیقی محبت کی علامت بتایا۔

حضرت جی پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کی تصانیف ان کے علمی و روحانی ورثے کا روشن باب ہیں۔ یہ کتابیں نہ صرف خانقاہی ماحول میں بلکہ علمی دنیا میں بھی ایک چراغ کی حیثیت رکھتی

ہیں۔ ہر کتاب اپنے موضوع پر ایک جامع رہنمائی فراہم کرتی ہے اور آج بھی لاکھوں افراد کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

الغرض، حضرت جی (پیر ذوالفقار احمد صاحب) عصرِ حاضر میں روحانی بیداری، اخلاقی اصلاح اور اتباعِ سنت کی ایک مضبوط آواز ہیں۔ آپ کی شخصیت علم و عمل، محبت و حکمت اور شریعت و طریقت کے حسین امتزاج کی روشن مثال ہے۔ آج کے پُرفتن دور میں حضرت جی کی تعلیمات دلوں کو جوڑنے، نفوس کی اصلاح اور معاشرے کی تعمیر میں نہایت مؤثر کردار ادا کر رہی ہیں۔ حضرت جی، پیر ذوالفقار احمد صاحب، عصرِ حاضر میں تزکیٔ نفس، اخلاقی اصلاح اور اتباعِ سنت کی ایک مضبوط اور معتبر آواز ہیں۔

آپ کی شخصیت ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ:

"اسلام صرف عبادات کا نام نہیں بلکہ مکمل زندگی کا نظام ہے."

حضرت جی، پیر ذوالفقار احمد صاحب، عصرِ حاضر میں تزکیٔ نفس، اخلاقی اصلاح اور اتباعِ سنت کی ایک مضبوط اور معتبر آواز ہیں۔ آپ کی شخصیت ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ:

"اسلام صرف عبادات کا نام نہیں بلکہ مکمل زندگی کا نظام ہے."

حضرت جی، پیر ذوالفقار احمد صاحب، عصرِ حاضر میں اصلاحِ نفس، تزکیٔ قلب اور اتباعِ سنت کی ایک درخشاں مثال ہیں۔ آپ کی زندگی ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ حقیقی کامیابی دل کی اصلاح اور کردار کی پاکیزگی میں پوشیدہ ہے۔ اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت جی، پیر ذوالفقار احمد صاحب، عصرِ حاضر میں اصلاحِ نفس، تزکیٔ قلب اور اتباعِ سنت کی ایک درخشاں مثال ہیں۔ آپ کی زندگی اور خدمات اس بات کا ثبوت ہیں کہ حقیقی تصوف انسان کو معاشرے سے کاٹتا نہیں بلکہ معاشرے کو سنوارتا ہے۔ اور آپ کی فکری و اصلاحی خدمات آنے والی

نسلوں کے لیے بھی مشعلِ راہ بنی رہیں گی۔

حوالہ جاتی فہرست: **اردو اخبارات:**

1- روزنامہ جنگ، لاہور : عقیدہ ختمِ نبوت کے خلاف سازشیں امت کے لیے لمحہ فکریہ ہیں، مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی" 23/دسمبر 2018ء۔

2- روزنامہ سیاست، حیدرآباد (دکن) " مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی کا حیدرآباد کا دورہ" (16/اپریل 2011ء۔)

3- روزنامہ ایکسپریس، لاہور "معروف روحانی شخصیت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی انتقال کر گئے" (14/دسمبر 2025ء۔)

4- روزنامہ امت، کراچی: " عصرِ حاضر کے ممتاز روحانی مصلح : پیر ذوالفقار احمد نقشبندی" (خصوصی اشاعت، 2019ء۔)

5- روزنامہ نوائے وقت، لاہور" : معروف نقشبندی بزرگ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی کی اصلاحی خدمات" 2018ء۔

اردو دینی کتب، رسائل اور علمی مضامین:

1- مولانا ندیم الواجدی "پیر ذوالفقار احمد نقشبندی : مختصر و جامع سوانحِ حیات" 2018ء۔

2- ماہنامہ دارالعلوم، دیوبند: "معاصر نقشبندی مشائخ اور ان کی خدمات" شمارہ 2012 :ء۔

3- ماہنامہ بینات، کراچی: "تصوف اور اصلاحِ نفس : معاصر تناظر" خصوصی نمبر، 2015ء۔

4- ماہنامہ الفرقان، لاہور: " نقشبندی سلسلہ اور عصرِ حاضر" شمارہ 2016 :ء۔

5- ماہنامہ الرشید، گوجرانوالہ: " اصلاحِ باطن اور دعوتی اسلوب : شیخ ذوالفقار احمد نقشبندی" 2017ء۔

مدارس، فتاویٰ اور ادارہ جاتی اردو :

1- دارالافتاء دارالعلوم دیوبند : "پیر ذوالفقار احمد نقشبندی کی معتبریت" (فتویٰ نمبر : غیر مطبوع، آن لائن اشاعت)

2- دارالعلوم وقف دیوبند :" خطابات و مجالس سے متعلق سرکاری بیانات" 2011ء۔

Dr.Shazeeya Begum,

Lecturer in Urdu, SKR&SKR Government College for Women(A), Kadapa.

Pin code: 516001. Cell No: 9866999808. Email: shazeeyahod.urdu@gmail.com

وہ جو دلوں کو اللہ سے جوڑ گئے

(محبوب العلماء والصلحاء عارف باللہ حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ)

حافظہ سیدہ مسرت النساء بنت سید حسین علی، گولکنڈہ، ٹولی چوکی حیدرآباد ۵۰۰۰۰۸

انا للہ وانا الیہ راجعون!

آج دل ٹوٹا ہوا ہے، آنکھیں نم ہیں اور روح ایک عجیب سی خاموشی میں ڈوبی ہوئی ہے محبوب العلماء والصلحاء عارف باللہ حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ وہ ہستی تھی جن کی نگاہ نے گناہ گاروں کو اللہ سے جوڑا جن کے آنسو امت کے لئے ہوا کرتے تھے 14 / دسمبر بروز اتوار ہم سے جدا ہو گئے۔

ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے اصلاح کا ایک دروازہ بند ہو گیا ہو، روحانیت کا ایک سایہ اٹھ گیا ہو اور دلوں کو اللہ کی طرف جوڑنے والی ایک صدا خاموش ہو گئی ہو۔

آپ نے امت کی اصلاح اور ان کا اللہ سے اپنا تعلق جوڑنے کے لئے اپنی ساری زندگی وقف کر دی حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ (مجددی) ہر اعتبار سے لوگوں کی اصلاح تربیت کے منفرد انداز، بیانات، تحریروں اور خلفائے کرام کے ذریعے کرتے تھے، جس میں روحانیت، تزکیہ نفس، اور عملی زندگی کی رہنمائی شامل تھی، اور ان کا اندازِ تربیت اتنا جامع تھا کہ ان کے تصانیف و مجالس سے لاکھوں افراد نے فائدہ اٹھایا اور ان کے تربیت یافتہ لوگوں نے خود بھی دوسروں کی اصلاح میں اہم کردار ادا کیا۔

اصلاح کا طریقہ کار (تفصیلات): روحانی تربیت و تزکیہ نفس

مجالس اور بیانات : وہ ذکر وفکر، مراقبہ، اور توبہ واستغفار کی اہمیت پر زور دیتے تھے، جس سے لوگوں کے قلوب پاک صاف ہوتے اور اللہ سے تعلق مضبوط ہوتا تھا.

خوابوں کی تعبیر اور روحانی رہنمائی : وہ لوگوں کے خوابوں اور حالات کے مطابق انہیں روحانی رہنمائی دیتے تھے، جس سے ان کی باطنی اصلاح ہوتی تھی.

علمی وعملی رہنمائی: بیانات اور کتب : ان کے بیانات اور کتابیں جیسے ادب تربیت میں قرآن وسنت کی روشنی میں زندگی گزارنے، اخلاقیات، اور معاشرتی مسائل کا حل موجود ہوتا تھا، جس سے لوگ علم اور عمل دونوں میں سنورتے تھے.

خلفائے کرام کا کردار : وہ اپنے تربیت یافتہ خلفاء کو خاص انداز میں تیار کرتے تھے، جو آگے بڑھ کر اپنے اپنے علاقوں میں لوگوں کی اصلاح کرتے، جس سے ان کے فیض کا دائرہ وسیع ہوتا تھا.

عملی زندگی میں اصلاح: دنیاوی اور اخروی توازن : وہ لوگوں کو دنیاوی معاملات میں بھی دیانت داری اور اخروی زندگی میں کامیابی کے لیے عملی تدابیر بتاتے تھے، جس سے ان کی زندگی ہر اعتبار سے بہتر بنتی تھی.

محبت اور شفقت کا پہلو: لوگوں سے محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آتے، انہیں نرمی سے سمجھاتے، اور ان کے حالات کے مطابق رہنمائی کرتے، جس سے لوگ دل سے ان کے رنگ میں رنگ جاتے تھے.

مجموعی اثر: حضرت جی کے اس جامع اور ہمہ گیر اندازِ تربیت نے نہ صرف ان کے ذاتی مریدین بلکہ عام سننے والے افراد کو بھی روحانیت اور اچھے اخلاق کی طرف راغب کیا، اور ان

کے فیض سے لاکھوں لوگوں کی زندگیوں میں مثبت تبدیلی آئی۔ ان کی کتابیں اور بیانات آج بھی اصلاحِ باطن کے لیے ایک بہترین ہیں۔ مندرجہ ذیل کتابوں سے بہت فیض پھیلتا گیا وہ یہ ہیں

مثالی عورت، خواتین اسلام کے کارنامے، دوائے دل، سکون دل، اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات، جنت کی سیر، اصلاح دل کے روحانی نسخے، پاجا سراغ زندگی، حیاء و پاکدامنی، عمل سے زندگی بنتی ہے، گھر جنت کیسے بنے، ازدواجی زندگی کے سنہرے اصول، اولاد کی تربیت کے سنہرے اصول، نماز کے اسرار و رموز، عشق الٰہی، عشق رسول، خواتین کے لئے تربیتی بیانات، تمنائے دل، جدید دلکش واقعات

اور اس کے علاوہ خطبات کی کتاب میں خطبات ذوالفقار جو 43 جلدوں پر مشتمل ہیں علماء حفاظ وطلباء طالبات کا کثیر طبقہ نے بھرپور استفادہ کیا اور کرتے رہیں گے انشاء اللہ العزیز۔

حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ نے بیانات کے ذریعہ بھی لوگوں کے قلوب کو خالق سے جوڑا ہر عنوان کے تحت حضرت جیؒ نے عوام الناس کے دلوں کو بدل ڈالا اور امت کو اللہ سے قریب کیا حضرت جیؒ کا درد بھرا کلام جو مشہور ہیں کہ

میرا دل بدل دے میرا دل بدل دے
میرا غفلت میں ڈوبا دل بدل دے
ہوا و حرص والا دل بدل دے
خدایا فضل فرما دل بدل دے
بدل دے دل کی دنیا دل بدل دے
گناہ گاری میں کب تک عمر کاٹوں

بدل دے میرا رستہ دل بدل دے
سنوں میں نام تیرا دھڑکنوں میں
مزا آجائے مولا دل بدل دے
ہٹا لوں آنکھ اپنی ماسوا سے
جیوں میں تیری خاطر دل بدل دے
کروں قربان اپنی ساری خوشیاں
تو اپنا غم عطا کر دل بدل دے
سہل فرما مسلسل یاد اپنی
خدایا رحم فرما دل بدل دے
پڑا ہوں تیرے در پہ دل شکستہ
رہوں کیوں دل شکستہ دل بدل دے
تیرا ہو جاؤں اتنی آرزو ہے
بس اتنی ہے تمنا دل بدل دے
میری فریاد سن لے میرے مولا
بنا لے اپنا بندہ دل بدل دے
میرا غفلت میں ڈوبا دل بدل دے
دل مغموم کو مسرور کر دے
دل بے نور کو پر نور کر دے

میرا ظاہر سنور جائے الٰہی
میرے باطن کی ظلمت دور کر دے
مے وحدت پلا مخمور کر دے
محبت کے نشے میں چور کر دے
میرا غفلت میں ڈوبا دل بدل دے

مزید آنکہ حضرت جیؒ کے بیانات میں سے جو بیانات سے عوام الناس کے قلوب بدل کر اللہ کی طرف متوجہ ہوئے وہ یہ ہیں

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا انعام، اللہ تعالیٰ کی محبت اور انسان پر آزمائش، اللہ والوں کی زندگی کیسی ہوتی ہے؟، اپنے دل کو اچھا کیسے بنائیں؟، اللہ انسان پر مشکلات کیوں بھیجتے ہیں، اچھے اخلاق، نیند کا نظام، آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور ختم نبوت، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر 3 امتحانات، اللہ کا نظام ہستی جوانی کی غلطیاں، محرم الحرام میں کرنے کے کام، اللہ کا نام، اللہ تعالیٰ کے ہم پر احسانات، مزدوروں کو انکا حق دو، رمضان تقویٰ اور طہارت کے ساتھ گزاریں، لا الاہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی فضیلت، اسباب زندگی، ماہ شعبان کی فضیلت و وظائف، رزق میں برکت کا وظیفہ، اللہ پر توکل، رات کی تنہائی میں گناہ کے نقصانات، رزق میں برکت، بیان سورۃ فاتحہ، سورۃ فاتحہ قرآن مجید کی روح، اللہ کو اپنے بندوں میں کیا پسند آتا ہے، مقصد زندگی، اللہ تعالیٰ کی بندگی، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، انسان کی زندگی کی مثال، کامیابی کا راز، غربت اور تنگدستی سے نجات کا عمل، سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع، ربیع الاول اور اللہ کا احسان، حسبنا اللہ ونعم الوکیل، انسان امیر اور غریب کیوں ہوتا ہے، بیان افتتاح بخاری شریف، انسانی زندگی ہوا میں رکھے

چراغ کی طرح ،دس اسباب جن سے انسان کے گناہ معاف ہوتے ہیں،ہر پریشانی کا حل وظیفہ،اللہ کو مشکل میں کیسے پکارا جائے؟،ذی الحجہ کی فضیلت ،گناہوں سے بچنے کا آسان طریقہ،رزق کی تنگی کیسے دور ہوگی؟،دین اسلام کے 5اصول،ایک گناہ گار شخص کا واقعہ،جوانی کی غلطیاں،رمضان کیسے گزاریں؟،رمضان روح کی غذا،رمضان کی اہمیت،رمضان میں یہ چند کام لازمی کریں،توبہ کی حقیقت اور ضرورت،تسبیح کی کثرت مشکلات سے آسانی کا سبب،رزق میں برکت کا وظیفہ،اپنا سویا ہوا نصیب جگائیں،علم کیا ہے؟،اپنی زندگی میں یہ 3 کام کرلیں،اللہ اپنے بندوں کی مدد ضرور کرتا ہے،زندگی میں سکون کیسے آئے گا،اللہ خوشیاں کب دیتا ہے،قابلیت و قبولیت،گناہوں سے توبہ کریں،تجلیات،ہماری پریشانیوں کا حل،محبت رسول ﷺ،ہر پریشانی سے نجات کا عمل،خاوند اپنی بیوی کے ساتھ یہ 15 کام ضرور کریں،گھر جنت کیسے بنے گا؟،دل کی بے سکونی کی وجہ،ہر مقصد میں کامیابی کا وظیفہ،رمضان کے بعد ہماری زندگی میں تبدیلی کیوں نہیں آتی؟،رمضان کے آخری عشرے میں کرنے کے 2 کام،رمضان کے روزے اللہ کے قرب کا ذریعہ،رزق کے خزانے اللہ کے اختیار میں،قیامت کی نشانیاں،رمضان میں کرنے کے اہم کام،سفر اللہ تعالیٰ کا ذکر،شب براءت کی حقیقت،شعبان کی فضیلت اور شبِ براءت،نفس کیوں قابو نہیں ہوتا؟،حضرت علیؓ کی شان،ماں کی شان،گناہوں سے سچی توبہ،اللہ کے بہترین بندے کون؟،اللہ کے نیک بندے،قریبی رشتہ داروں کی اعانت،گناہوں سے بچنے کا آسان طریقہ،دل کی بے سکونی کی وجہ،غذا کے بنیادی اصول،اللہ کے بندوں کی اللہ سے محبت،ہماری پریشانیاں ختم کیوں نہیں ہوتی؟،حسد کی تین نشانیاں،اللہ تعالیٰ کو خیر خواہی بہت پسند ہے،تین لوگ جو سب سے پہلے جہنم میں جائیں گے،تربیت اولاد،احسان کا بدلہ چکانے والا،اسلام دین فطرت،یقین

کے ساتھ اللہ سے مانگنا، دل کی بیماریاں۔

بہر حال حضرت جیؒ کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ بہت ہی نرم مزاجی اور شیریں کلامی سے عوام الناس کے قلوب کو اللہ کی طرف جوڑ دیتے تھے اور ہر وقت اپنے مواعظ اور خطابات سے اللہ کی معرفت کو پانا سکھاتے تھے۔

حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا. یہ نیت کر لو کے یا اللہ میں جو بھی نیک عمل کروں اس کا ثواب حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے ہر مسلمان کو پہنچا دینا. فائدہ : مثال کے طور پر ہم نے ایک مرتبہ" سبحان اللہ" پڑھا اِس کی ایک نیکی ہوئی اور ایک نیکی کا دس گنا ثواب دیا جاتا ہے یعنی ہمیں دس نیکیاں ملی. اب ہَم نے اِس کا ثواب سارے مسلمانوں کو بخشا، گویا ہَم نے ہر مسلمان کے ساتھ احسان کیا اور ہر مسلمان کے ساتھ احسان کرنے کے بدلے ہمیں ایک نیکی ملی ایک نیکی کا اجر دس گنا یعنی دس نیکی . اور کتنے مسلمان اِس دنیا سے گئے اور کتنے آئینگے کیا ہَم اِس کا اندازہ کر سکتے ہیں. ذرا سوچیے کے ایک مرتبہ" سبحان اللہ" پڑھ کر بخشنے پر کتنی نیکیاں ملی. اب سوچ کیا رہے ہیں ابھی سے نیت کر لی جائے اور اپنے آخرت کیلئے اکاؤنٹ میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں جمع کیجئے اگر آپ اور زیادہ ثواب پانا چاہتے ہیں تو اِس بات کو دوسروں سے شیئر کیجئے اور انہیں بھی تاکید کریں کے وہ شیئر کریں. جو بھی آپکی بات پر عمل کرے گا اسکو تو ثواب ملے گا اتنا ہی ثواب آپ کے اکاؤنٹ میں بھی جمع ھو جائے گا.. ان شاء اللہ..... حضرت جی اسے" گولڈن چین" کہتے ہیں اب یہ آپ پر منحصر ہے کے آپ اپنی چین کتنی لمبی کرتے ہیں. ھم لوگ اپنی قبروں میں چلے جائینگے لیکن ھماری گولڈن چین کی وجہ سے اپنی قبر میں ھم کو ثواب مل سکتا ہے.

ہمارے مشائخ نے یہ بھی بتا دیا کہ اگر کسی انسان کی کیفیت ایسی ہو کہ اس کے دل میں کسی کا خیال بار بار آئے، ہٹانے سے بھی نہ ہٹے، دل میں ایسا جم جائے کہ کسی اور چیز میں دل بھی نہ لگے اور انسان ڈرے کہ میں تو گناہ کا مرتکب ہو جاؤنگا، تو اس کو ایک عمل کرنے کہ اجازت دی گئ ،جس کی اجازت اس وقت یہ عاجز سب مرد اور عورتوں کو دے رہا ہے اور وہ عمل بہت آسان ہے کہ ہر دن میں ایک سو مرتبہ یہ پڑھے لَا مَرْغُوْبِیْ اِلَّا اللہ، لَا مَطْلُوْبِیْ اِلَّا اللہ، لَا مَحْبُوْبِیْ اِلَّا اللہ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ "اگر سو مرتبہ روزانہ اس کی تسبیح پڑھ لی جائے تو ہم نے سینکڑوں نہیں ہزاروں بچے اور بچیوں کو اس عمل کے صدقے گناہ کبیرہ سے بچ کر زندگی گزارتے دیکھا ہے، یہ بہت مجرب عمل ہے وہ بچیاں جو کہتی تھی ہم فلاں کے بغیر مر جائیں گی، اور جو مرد کہتے تھے کہ فلاں کے بغیر ہم مر جائیں گے، چند دن انہوں نے یہ عمل کیا کوئ بھی نہ مرا، اور اللہ تعالیٰ نے ایمان و اعمال کی حفاظت بھی فرمالی، تو اس عمل کی بھی سب کو اجازت ہے کہ اگر خدانخواستہ دل میں کوئ ایسی کیفیت آجائے تو دل کو صاف کرنے کے لیئے یہ ہارٹ کلینر کی مانند ہے امریکہ کی ایک یونیورسٹی کے بچے اور بچیوں نے اس کا نام ہارٹ کلینر دل کی صفائ کرنے والا رکھا ہوا ہے اس لیئے جو انسان بدکاری سے بچے وہ اللہ رب العزت کے نزدیک بہت اچھا انسان ہے۔

بچوں کی تربیت پیار سے رہنمائی:

پیر ذوالفقار احمد نقشبندی نہ صرف دلوں کو اللہ کی طرف جوڑتے تھے، بلکہ بچوں کی روحانی اور اخلاقی تربیت پر بھی خصوصی توجہ دیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ بچے اللہ کی امانت ہیں، اور ان کے دل میں اللہ کی محبت، ادب، اور تقویٰ پیدا کرنا والدین اور اساتذہ کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔

آپ کی تعلیمات میں بار بار یہ بات ملتی تھی کہ : بچوں کے ساتھ شفقت اور نرمی کے ساتھ پیش آنا چاہیے، تاکہ وہ اسلام کی محبت اور اللہ کے ذکر سے دل لگائیں، سختی یا خوف سے دلوں کو بوجھل نہیں کرنا، بلکہ کہانی مثال اور اپنی اچھی عادت سے رہنمائی کرنی چاہیے، نماز ذکر اور نیکی کی عادت چھوٹے بچوں سے ہی ڈالنی چاہئے، تاکہ وہ بڑے ہو کر اللہ کے قریب رہیں۔

پیر صاحب کی زندگی میں یہ بھی واضح تھا کہ بچوں کی تربیت صرف باتوں سے نہیں بلکہ عمل سے ہوتی ہے، وہ ہمیشہ خود نیک اور صابر رہ کر بچوں کے سامنے ایک زندہ مثال قائم کرتے تھے۔ان کی صحبت میں بچے سکون، محبت، اور اللہ کی محبت کا سبق سیکھتے تھے۔

اسی طرح پیر صاحب نوجوانوں سے مخاطب تھے فرماتے تھے کہ : نوجوان اللہ کی نعمت ہیں اور ان کی رہنمائی معاشرے کی ترقی کے لئے ضروری ہے، نوجوانوں کے دل میں ایمان، اخلاق، اور حوصلہ پیدا کرنے کے لئے علم، ذکر اور نیکی کی عادات اپنانا ضروری ہے۔ پیر صاحب کی تعلیمات میں یہ بھی واضح تھا کہ نوجوانوں کو عمل کی مثال دکھا کر اور محبت و نصیحت سے تربیت دی جائے تاکہ وہ دین کے ساتھ مضبوط تعلق قائم رکھ سکیں۔

اسی طرح پیر صاحب خواتین کو نصیحت فرماتے تھے کہ : وہ اپنی زندگی کو اللہ کے قریب رہ کر سنواریں، اور نیکی کو اپنی روزمرہ کی زندگی کا حصہ بنائیں، بچوں اور گھر والوں کی تربیت پر خصوصی توجہ دیں، اور دنیاوی مصروفیات میں دین کو ہرگز نہ بھولیں، انہوں نے کہا کہ خواتین کی تربیت کردارِ معاشرے کی بنیاد ہے، اور ان کے اعمال گھر اور معاشرے دونوں میں برکت اور سکون لاتے ہیں۔

اسی طرح پیر صاحب ہر میاں بیوی سے مخاطب ہو کر بڑے ہی دردمندانہ انداز میں

فرماتے تھے کہ شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے لئے رہنمائی اور سکون کا ذریعہ ہیں' دونوں کو چاہیے کہ محبت' سمجھداری اور نیکی کے ساتھ اپنے گھر کو اللہ کی رضا کے مطابق سنواریں۔ ایک دوسرے کی تربیت اور اخلاق کی بہتری کے لئے نصیحت اور محبت سے پیش آئیں' تاکہ نسلوں میں برکت اور سکون قائم رہے۔

یقیناً جس طرح پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ نے دلوں کو اللہ سے جوڑا' اسی طرح ان کی نصیحت اور محبت آج بھی بچوں' نوجوانوں' خواتین' اور میاں بیوی' کے دلوں میں نیکی' ایمان' اور اخلاق کا چراغ روشن رکھتی ہے۔ ان کی رہنمائی نے ہر عمر اور ہر طبقے کے دلوں کو دین اور اللہ کی محبت سے منور کیا' اور ان کے سبق آج بھی زندگی کے ہر میدان میں روشنی کا ذریعہ ہیں۔

محبوب العلماء والصلحاء عارف باللہ حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ نے ایک دفعہ اپنی مجلس میں بیان فرمایا کہ جو لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو اور اس کی محبت دل میں ہو ہم اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں میں شامل ہو جائیں تو ان کو چاہیے کہ رات کے آخری حصے میں چند رکعت نفل اللہ کے حضور ضرور پڑھیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں والذین یبیتون لربهم سجدا و قیاما اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ افضل الصلوٰۃ بعد المکتوبة قیام اللیل کہ پانچ فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے قیل للحسن حسنؒ سے یہ کہا گیا ما بال المتهجدین احسن الناس وجه کیا وجہ ہے کہ تہجد پڑھنے والوں کے چہرے بڑے منور ہوتے ہیں ان کے چہروں پر بڑا نور ہوتا ہے قال انہوں نے جواب دیا لانهم خلو بالرحمن والبسهم نور من نوره اس لئے کہ وہ اللہ کے ساتھ تنہائی میں عبادت میں وقت گذارتے ہیں اللہ اپنے نور کو ان کے چہروں پر پالش

کر دیتے ہیں اور فرمایا کہ تم اپنے دن کے اعمال کو سنوار لیں اللہ تعالیٰ تجھے رات کے اعمال کی توفیق عطا فرما دیتا ہے اور فرمایا کہ تو دن میں اللہ کی نافرمانی سے اپنے آپ کو بچالے اللہ تجھے رات کی عبادت کی توفیق دیدیتا ہے یہ انداز تربیت تھا حضرت جیؒ کا کہ کیسے لوگوں کے قلوب کو اللہ سے جوڑے اور آباد کرے۔

حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کے لیے دعائے مغفرت میں یہ الفاظ شامل کیے جاسکتے ہیں: ”اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَعَافِہٖ وَاعْفُ عَنْہُ“ (اے اللہ! ان کی مغفرت فرما، رحم فرما، عافیت دے اور درگزر فرما) یا کوئی بھی دعا جو اللہ سے ان کے درجات کی بلندی اور مغفرت کے لیے ہو۔ آپ کے لیے دعائے مغفرت میں ان کی خدمات، روحانی فیض، اور علم وعمل کی روشنی کا تذکرہ بھی ضروری ہے، جیسے ان کے لاکھوں مریدین اور متعلقین اور امت کی ساری بہو بیٹیاں اور مائیں دعا گو ہیں کہ اللہ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین ثم آمین یارب العالمین۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کے اقوال

حاجرہ خانم سروانی، ہسٹری لیکچرر، گورنمنٹ ڈگری کالج مدنہ پلی، آندھرا پردیش

حضرت جیؒ کے اقوال : الحمدللہ میں اللہ تعالی کا بہت بہت شکریہ ادا کرتی ہوں، کیونکہ اللہ تعالی نے اس ناچیز کو حضرت جیؒ کے چند اقوال لکھنے کا موقع عطا کیا، واقعی حضرت جیؒ اللہ کے ولی اور اس کے رسول کے شیدائی، اللہ اور اس کے رسول کی بے پناہ محبت کرنے والے تھے اور اس دنیا کو یہ بتا کر چلے گئے کہ محبت الٰہی، اتباع سنت اور عشق حقیقی کیا ہوتی ہے۔

حضرت جی رحمت اللہ علیہ کے چند اقوال : اگر ہم اپنے اپ کو اللہ کے سامنے پامال کریں گے تو پھر اللہ کے خزانوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں پھر اللہ تعالی بندے کو وہ عطا کرتا ہے جو بندے کے امیدوں سے بڑھ کر ہوتا ہے— اس لیے انسان سجدے میں اللہ کو بہت پیارا لگتا ہے۔

دو نعمتیں بہت بڑے ہیں [۱] اخلاص [۲] اخلاق، ان میں اخلاص کا تعلق اللہ کے ساتھ اور اخلاق کا تعلق اس کی مخلوق کے ساتھ ہے، ذکرِ قلبی اس وقت تک نہیں ملے گا جب تک نگاہ کی حفاظت نہیں ہوگی، سالک کے لیے احتیاط بہت ضروری ہے کیونکہ حکم خدا کو سمجھے اور وہ اپنے دل میں عظمت الٰہی اتنی بڑائی کہ حکم خدا کے خلاف اس کے ذہن میں خیال ہی پیدا نہ ہو، اگر انسان کسی ایسے ماحول میں پھنس جائے کہ وہ نیکی نہ کر سکے تو کم از کم دل میں تڑپ ضرور رکھنی چاہیے، کیونکہ بس اوقات اللہ تعالی دل کی تڑپ پر بھی وہ نعمت اور اجر عطا فرما دیتے ہیں، جس کو اللہ سے محبت ہو جاتی ہے تو وہ اللہ کے لیے سب کچھ قربان کر دیتے ہیں، ہم جتنی دیر بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں اللہ ہمارے ساتھ ہوتا ہے، انسان اللہ تعالی سے محبت کرتا

ہے تو اللہ بھی بندے سے محبت کرتے ہیں، آدمی کو غیر محروم عورتوں کی طرف دیکھنے کا موقع ہو مگر اللہ کی رضا کے لیے نہ دیکھے — تو ہر نظر کے ہٹانے پر اللہ رب العزت جنت میں ایک مرتبہ اسے اپنے چہرے کا دیدار عطا فرمائیں گے، جب بندے کے دل میں اللہ کا خوف اجائے تو وہ گناہوں سے بچ جاتا ہے، اگر دلوں میں کوئی تعلق ہی نہ ہوتا، لوگ ایک دوسرے سے اجنبی ہوتے، ایک کی تکلیف کا دوسرا احساس ہی نہ کرتا، کوئی کسی کہ ساتھ ہمدردی نہ کرتا، تو یہ زندگی انسان کیلئے گزارنی مشکل ہو جاتی ہے، دینی رشتہ خونی رشتہ سے زیادہ گہرا رشتہ ہوتا ہے۔ اس رشتہ کی اپنی ایک مٹھاس اور کشش ہے۔ اس لیے انسان جس کو بھی دوست بنائے دین داری کی بنیاد پر دوست بنائے۔ عام مشاہدہ کہا گیا ہے کہ اگر دوستی کی بنیاد نیکی اور تقویٰ پر ہو تو پھر تعلق اچھا چلتا ہے اور اگر فقط اغراض دنیوی کی بنا پر تعلق ہو تو الٹا وبال بن جاتا ہے، جس طرح کھانے کا مزہ جدا ہے اللہ کی قسم ہر نیک عمل کی لذت جدا ہے۔ غیر محرم سے آنکھ بند کرنے کا مزہ کچھ ہے اور سچ بولنے کا مزہ کچھ اور ہے دوسرے کے خاطر قربانی دینے کا مزہ کچھ اور ہے عبادات کا مزہ کچھ اور ہے۔

جب عورت معرفت کا علم حاصل کرتی ہے، تو اتنی بلندیوں کو پالیتی ہے کہ بڑے بڑے ولیوں کی تربیت کرتی ہے، اور ان کو معرفت کے نکات سمجھا دیتی ہے، مسلمان کو فائدہ نہ پہنچ سکو تو نقصان نہ دو خوش نہ کرسکو تو رنجیدہ نی کرو. تعریف نہ کرسکو تو غیبت نہ کرو، جہاں سوز عشق ضروری ہے وہاں کیف علم بھی ضروری ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ چولی دامن کا تعلق رکھنے ہیں۔ اگر فقط عشق ہو تو انسان بدعات کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ اور اگر فقط علم ہو تو انسان کبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ علم عشق کو متوازن رکھتا ہے۔ جبکہ عشقِ علم میں تواضع پیدا کرتا ہے۔ دونوں ضروری ہیں ایک چیز ہو گی تو بندہ مار کھا جائیگا۔

یہ محبت اللہ رب العزت نے اپنی ساری مخلوق میں تقسیم فرمائی۔ ہر مخلوق نے اپنی اپنی

استعداد کے مطابق اس میں سے حصہ پایا۔ یہ محبت ذی روح چیزوں کو بھی ملی اور جو غیر زی روح ہیں انکو بھی ملی، پوری دنیا میں محبت کا راج ہے، گپ شپ (لایعنی باتیں بندے کے ایمان کا جنازہ نکال دیتی ہے، اسی کو ناجنس کی صحبت کھتے ھیں، (جو ایمان کیلئے خطرہ بنتی ہے)، یہ محبت کرنا دل کا کام ہے۔حواس خمسہ کی جولدتیں — ہیں۔ان میں تو جانور بھی انسان کے ساتھ شریک ہیں ہمیں بھی حواس خمسہ کی لذتیں ملتی ہیں اور حیوانوں کو بھی ملتی ہیں۔لیکن دل کی محبت کا مزہ صرف انسان کا خاصہ ہے اس میں جانور شریک نہیں ہیں، یہ چیز (محبت) انسان کو جانوروں سے ممتاز کردیتی ہے۔

گناہ کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ گناہ کرنے والے بندے کو اللہ تعالیٰ سے وحشت سی ہو جاتی ہے، وہ جو انس ہوتا ہے پیار ہوتا ہے محبت ہوتی ہے وہ سب ختم ہوجاتی ہے، اللہ کے ذکر میں اللہ کے تذکرے میں اللہ کی باتوں میں دل نہیں لگتا، نہ اللہ والو کے پاس لگتا ہے، نہ اللہ والی محفلوں میں لگتا ہے، مسجد آنے کو بھی دل نہیں کرتا، نماز پڑھنی ایک مصیبت لگتی ہے، مسجد میں بیٹھنا ایک مصیبت نظر آتی ہے، دنیا میں اگر کسی کے پاس جاؤ تو وہ کہیں گے کہ کیا لائے ہو جب کہ اللہ رب العزت وہ ذات ہے کہ جب بھی دروازے پر اس کے بندہ جائے۔وہ ہمیشہ بندے سے پوچھتا ہے کہ میرے بندے تم میرے دروازے پر کیا لینے کیلئے آئے ہو، توبہ میں تاخیر کرنا مستقل گناہ ہے۔مثلاً گناہ تو کیا جوانی میں اور اب بڑھاپے میں توبہ کررہے ہیں جو اتنا عرصہ تاخیر ہوئی یہ بھی مستقل گناہ ہے،قول اتنا ہونا چاہیے جتنی جسم میں زبان ہے، اور عمل اتنا ہو جتنا باقی جسم ہے، گویا بات چیت کم ہو اور اعمال زیادہ ہوں، ہم کردار کے غازی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کردار کے غازی پسند ہیں۔

تصوف وسلوک کا نچوڑ یہ ہیکہ ہم اپنی پوری زندگی شریعت وسنت کے مطابق بنائیں، سر سے لے کر پاؤں تک ہم اپنے رب کی فرمانبرداری والی زندگی کو اختیار و کریں، یہ

تمنا ہر وقت اپنے دل میں رکھیں، ورنہ گناہوں کا وبال اپنی زندگی میں ہمیں خود بھی دیکھنا پڑیگا— یہ بات ذرا ذہن میں رکھیئے گا کہ رحمت اور لعنت ایک وقت میں جمع نہیں ہوتی یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک بندے پر لعنت بھی برسے اور اسی بندے پر رحمت بھی بہت بلکہ لعنت والے تمام اعمال سے لے توبہ کرنی ہوگی تو اللہ تعالی کی رحمت کے مستحق ہونگے اور ہم پر رحمت کی برسات ہوگی۔

جس طرح گناہوں کی وجہ سے جسم میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے، اسی طرح نیکی کی وجہ سے جسم کے اندر خوشبو پیدا ہوجاتی ہے، نیک نیت بندہ اپنی طرف سے نیکی ہی کرتا رہتا ہے۔ اور بدکار بندہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، اس کا اللہ ہی محافظ ہوتا ہے۔ اللہ تعالی کو نیک نیت بندہ بہت اچھا لگتا ہے۔

2018ء اس سے پہلے حضرت جیؒ کے بارے میں اس خاکسار کو کچھ بھی معلوم نہیں تھا— 2018ء اکتوبر کو میرے والد صاحب نے عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ پہنچے یہ عمرہ مکمل کیے چار دن بعد والد صاحب کو دل کا دورہ پڑا تو وہ کعبۃ اللہ شریف کا دیدار کرتے ہوئے کوما میں چلے گئے اور حرم شریف کے دائرے میں موجود ہاسپٹل میں لگ بھگ دو ماہ تک رہے دسمبر 26 کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے 28 دسمبر کو بروز جمعہ بعد نماز ظہر مکہ مکرمہ میں ہی تدفین کیا گیا۔ اس عاجز کے والد صاحب بہت نیک اور باخلاق انسان تھے ان کو بھی اپنی زندگی میں تین بار خواب میں اللہ کے رسول ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تھی اس وقت ہمارے بہت سے رشتہ دار عمرے کے لیے جا کر تھے انہوں نے ہم کو یہ تسلی دی اور سمجھایا کہ اپ کے والد صاحب کوئی معمولی انسان نہیں اپ غم مت کیجئے کہ اپ کے والد صاحب کے جنازے کی نماز میں دنیا کے مشہور اور بہت بڑے اللہ کے ولی پیر ذوالفقار نقشبندیؒ اور ان کے خلفاء شریک تھے تب سے مجھے حضرت جی رحمت اللہ علیہ کے بارے میں معلومات حاصل

کرنے کا دل میں شوق پیدا ہو گیا۔

تب سے میں حضرت جیؒ کے بیانات اقوال اور ان کے اشعار جو محبت الٰہی سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں بار بار سنتی رہتی ہوں حضرت جی رحمت اللہ علیہ کا دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد سے اس ناچیز کی حالت او کیفیت کچھ عجیب سی ہو گئی ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بدن کا ایک حصہ مجھ سے جدا ہو گیا، دن میں کئی کئی بار آنکھوں سے آنسو خود بخود چھلک جاتے ہیں، اس ناچیز کا ہی یہ حال ہے تو حضرت جیؒ کے اہل وعیال، خلفاء، سالکین اور مریدین کا کیا حال ہوگا اللہ تعالی سے دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالی ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت جیؒ کے بتاؤیہ طریقوں پر عمل کرنے والے بنائے! آمین!!!

Hajeera Khanum Sarvani

Lecturer in History UM ,Govt Degree college for women

Madanapalle,Annamayya ,Andhra Pradesh

9059444621

آہ افسوس پھر سے ایک روشن چراغ بجھ گیا

حافظہ امۃ النور آمنہ صدیقہ بنت پروفیسر محمد عبد الرحمن صدیقی (بنجاری دروازہ رسالا بازار قلعہ گولکنڈہ حیدرآباد)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

عالم اسلام کی عظیم علمی و روحانی شخصیت، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اور تصوف وسلوک کے ایک روشن چراغ ترجمان دیوبند حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ 14 دسمبر 2025ء کو داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں وہ عصرِ حاضر کی اُن جلیل القدر دینی شخصیات میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے علم وعمل، شریعت وطریقت اور اصلاحِ ظاہر و باطن کو ایک ہم آہنگ اور متوازن انداز میں امت کے سامنے پیش کیا، آپ صرف ایک بزرگ یا خانقاہی شیخ نہیں تھے بلکہ ایک ایسے مصلحِ امت اور مربیِ قلوب تھے جن کی دعوت نے لاکھوں دلوں کو غفلت سے بیداری اور معصیت سے اطاعت کی طرف موڑا۔

ترجمان دیوبند حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ اصلاحِ امت کے لیے ایک "روشن چراغ" تھے، جن کی زندگی اور خدمات نے لاکھوں دلوں کو روحانیت اور درست راستے کی طرف رہنمائی دی، ان کی تحریریں، بیانات اور فیض یافتگان آج بھی اصلاحِ باطن کے متوالوں کو روشنی دکھا رہے ہیں، جس سے ان کی شخصیت کو روحانی اصلاح کے شعبے میں ایک اہم مقام حاصل ہے، جیسا کہ ان کی وفات کے بعد بھی ان کی فکر اور فیض کا اثر موجود ہے۔

تعارف: روحانی دنیا میں کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں جو اپنے علم، عمل اور فیض سے پوری نسل کی

رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی ہیں؛ ترجمان دیوبند حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی ایسی ہی ایک بافیض اور صاحبِ نسبت ہستی تھے، جن کی زندگی" اصلاح کے ایک روشن چراغ" کی مانند ہے جو آج بھی بھٹکے ہوئے دلوں کو منزل کا پتہ بتا رہی ہے.

اصلاحِ باطن کا کام

گہرا روحانی فیض :حضرت پیر صاحبؒ نے اپنی زندگی کا مقصد لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور محبت بڑھانا بنایا.

تحریری اور تقریری فیض :ان کی کتابیں، بیانات اور دروس نے ہزاروں افراد کو روحانیت کی طرف راغب کیا اور انہیں اصلاحِ باطن کی طرف مائل کیا.

'معھد الفقیر' کی بنیاد :انہوں نے اپنی زندگی میں 'معھد الفقیر' جیسی درسگاہ قائم کی، جہاں سے علم اور اصلاح کا کام پھیلتا رہا، اور جہاں انہیں سپردِ خاک بھی کیا گیا.

مثالی شخصیت :وہ خود اپنے بارے میں ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ کیسے اللہ نے انہیں تعلیم کے دوران ہی قرآن یاد کروا کر اصلاح کی طرف راغب کیا، جو ان کی اپنی زندگی میں اصلاح کا پہلا قدم تھا.

آج کے دور میں اہمیت:ان کی وفات کے بعد بھی ان کی تحریریں اور بیانات امت کے لیے ایک رہنما کا کام کر رہے ہیں.

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان کی زندگی سے روشنی حاصل کریں اور اپنی زندگیوں میں انفرادی اور اجتماعی اصلاح کا کام کریں.

نتیجہ: ترجمان دیوبند حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ ایک ایسے چراغ تھے جن کی

روشنی نے بہت سے دلوں کو منور کیا، ان کی فکر آج بھی مسلم معاشرے میں روحانیت کی شمع روشن رکھنے میں مددگار ہے، اور وہ ہمیشہ اصلاح کے متوالوں کے لیے ایک رہبر کی حیثیت سے یاد رکھے جائیں گے

ترجمان دیوبند حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی نے خواتین کی اصلاح کے لیے شرعی اصولوں، قرآنی تعلیمات اور سنت نبویؐ پر مبنی ایک جامع طریقہ اپنایا، جس میں ماں، بیوی، بہو، اور طالبہ کے رشتوں کے حقوق کی ادائیگی، اسلامی آداب، تربیت اور روحانیت پر زور دیا گیا، تاکہ وہ دیندار اور مثالی زندگی گزار سکیں، جیسا کہ ان کی کتابوں جیسے" مثالی عورت" اور تربیتی بیانات سے ظاہر ہے.

ان کے اصلاحی طریقے کے کلیدی پہلو

تعلیمات کا مرکز (قرآن و سنت): انہوں نے خواتین کو قرآن و سنت کی روشنی میں زندگی گزارنے، عبادات کا پابند رہنے اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی تلقین کی.

ذاتی اور خاندانی اصلاح: مثالی عورت (ماں، بیوی، بہو) : انہوں نے مختلف رشتوں میں خواتین کے حقوق اور ذمہ داریاں سکھائیں (جیسے ماں کی شفقت، بیوی کا کردار، ساس- بہو کا تعلق)، تاکہ گھریلو زندگی پر امن رہے.

روحانیت : تزکیہ نفس اور اللہ سے تعلق مضبوط کرنے پر زور دیا، تاکہ خواتین کی زندگی میں نیکی اور تقویٰ آسکے.

تربیتی بیانات: خواتین کے لیے خصوصی تربیتی مجالس اور بیانات منعقد کیے، جن میں عملی زندگی کے مسائل کا شرعی حل بتایا گیا.

ان کی کتب جیسے "خواتین کے لیے تربیتی بیانات" (مثلاً "مثالی عورت") اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں، جن میں عملی زندگی کے ہر پہلو پر رہنمائی شامل ہے۔

رشتوں کی اہمیت: انہوں نے ماں، بیٹی، بہن، بیوی، بہو، اور طالبہ جیسے رشتوں میں ادا کئے جانے والے حقوق (حقوق العباد) کو اجاگر کیا، جو سماجی زندگی کی بنیاد ہیں۔

خلاصہ: ترجمان دیوبند حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی کا طریقہ صرف ظاہری اصلاح پر نہیں تھا، بلکہ اندرونی پاکیزگی، شرعی پابندی، اور خاندانی ذمہ داریوں کے ادراک کے ذریعے خواتین کو ایک کامل مسلمان اور مثالی شخصیت بنانے پر مبنی تھا۔

بہر حال! حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی کی وفات بلاشبہ امتِ مسلمہ کے لیے ایک بڑا روحانی و فکری نقصان ہے، ایسے اہلِ دل اور صاحبِ بصیرت بزرگوں کا اٹھ جانا صرف ایک فرد کی جدائی نہیں ہوتا بلکہ ایک پورے عہد کے خاتمہ کے مترادف ہوتا ہے، آپ کی رحلت سے جو خلا پیدا ہوا ہے، وہ محض ظاہری طور پر نہیں بلکہ فکری، اخلاقی اور تربیتی اعتبار سے بھی شدت سے محسوس کیا جاتا رہے گا۔ یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ ایسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں جو اپنے علم و عمل اور اخلاص کے ذریعے دلوں کی دنیا بدل دیتے ہیں۔

آخر میں ہم سب دعا گو ہیکہ اللہ رب العزت حضرت جیؒ کی بال بال مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

علمائے دیوبند کا ترجمان

(محبوب العلماء والصلحاء حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ)

حافظہ امۃ الصبور خدیجہ صدیقہ بنت پروفیسر محمد عبد الرحمن صدیقی (رسالا بازار قلعہ گولکنڈہ حیدرآباد)

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین

والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم امابعد!

حضرت جی پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کا شمار علمائے دیوبند میں ہوتا ہے، اور ان کی شخصیت علمائے دیوبند کی دینی، روحانی، اور اصلاحی خدمات کے تسلسل کی عکاسی کرتی ہے، جہاں انہوں نے اپنی افادات، تصانیف (جیسے خطبات فقیر) اور تربیتی مجالس کے ذریعے دیوبندی مکتب فکر کے نظریات اور تعلیمات کو عوام تک پہنچایا، خاص طور پر روحانیت اور تزکیہ نفس پر زور دیا، جو دارالعلوم دیوبند کے منہج کا ایک اہم حصہ ہے، اور ان کے دروس اور کتب میں علمائے دیوبند کی اس فکری اور اصلاحی وراثت کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے، اس طرح وہ دیوبند کے علمی و روحانی ورثے کے ترجمان کی حیثیت رکھتے تھے۔

حضرت جی پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کا تعلق نقشبندی سلسلے سے ہے اور ان کی تعلیمات میں علمائے دیوبند کی طرح سنت وشریعت پر عمل، تزکیہ نفس، اور روحانیت کی اہمیت پر زور رہوتا ہے، ان کی کتابیں (جیسے خطبات فقیر، عمل سے زندگی بنتی ہے) اور خطبات علمائے دیوبند کی اصلاحی اور تربیتی فکر کا عکاس ہیں، جس میں قرآن وسنت کی روشنی میں زندگی گزارنے کی تلقین

شامل ہے۔

وہ دیوبندی مکتب فکر کے ایک داعی اور مدرس ہیں، جن کی مجالس میں ہزاروں لوگ شریک ہوتے ہیں اور ان کی تعلیمات سے فیض یاب ہوتے تھے، جو انہیں دیوبندی نظریات کے ترجمان کے طور پر نمایاں کرتا ہے، اور ان کی تعلیمات میں افراط وتفریط سے بچ کر اعتدال، اور تقلید کی اہمیت کو اجاگر کرنا، جو دارالعلوم دیوبند کے بنیادی اصولوں میں شامل ہے، واضح طور پر نظر آتا ہے۔

حضرت جی پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ محض ایک عالم دین نہیں، بلکہ علمائے دیوبند کے اصلاحی اور روحانی مشن کے ایک اہم تسلسل دار اور ترجمان تھے، جنہوں نے اپنی زندگی اور علمی خدمات سے اس فکر کو زندہ رکھا اور عوام تک پہنچایا۔

حضرت جی پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کا علمائے دیوبند سے تعلق ومحبت کا مضمون یہ ہے کہ وہ خود دارالعلوم دیوبند کے علمی فیض یافتہ تھے اور ان کی جوانی میں علماء دیوبند سے علم حاصل کرنے کا ذکر ملتا ہے، اور وہ دیوبند کے علمی اور فکری ورثے کا احترام کرتے تھے، جس کی عکاسی ان کی اپنی تحریروں اور بیانات سے ہوتی ہے، جس میں سنت اور شریعت کی پاسداری پر زور دیا جاتا ہے، جو کہ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد ہے، جس کا مقصد خالص اسلامی تعلیمات کو فروغ دینا تھا۔

حضرت جی پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ نے جوانی میں مقامی علماء سے علم حاصل کیا اور ان کا تعلق دیوبندی مکتب فکر سے واضح طور پر نظر آتا ہے۔

دیوبندی فکر کا احترام : وہ سنت وشریعت کے سانچے میں ڈھلنے اور دینی اقدار پر عمل پیرا ہونے پر زور دیتے ہیں، جو دیوبندی فکر کی بنیادی خصوصیات میں سے ہے اور ان کے بیانات

میں علمائے دیوبند کے کارناموں اور ان کی خدمات کا ذکر ملتا ہے، جو ان کے احترام کی عکاسی کرتا ہے. اور ان کی تحریروں اور تقریروں میں دیوبندی علماء کے تاریخی پس منظر اور ان کی علمی خدمات کا تذکرہ ہوتا ہے۔

حضرت جی پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کا علمائے دیوبند سے محبت کا اظہار ان کے اپنے علمی پس منظر، ان کے بیانات میں دیوبندی فکر کی پاسداری اور علمائے دیوبند کے احترام کے ذریعے ہوتا ہے.

حضرت جی پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کا کا علمائے دیوبند کے نقش قدم پر چلنا ان کے فکر اور مسلک اور تعلق سے ظاہر ہوتا تھا، وہ خود علمائے دیوبند سے گہری عقیدت رکھتے تھے، ان کے خلفاء میں کئی دیوبندی علماء شامل ہیں، اور ان کے درس و تدریس میں دیوبندی مکتبِ فکر کی جھلک نظر آتھی، خاص کر دارالعلوم دیوبند کے بانیوں اور اساتذہ سے محبت اور ان کے راستے پر چلنے کا عزم ان کی گفتگو میں نمایاں تھا.

حضرت جی پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کا علمائے دیوبند، خصوصاً دارالعلوم دیوبند کے بانیوں اور اساتذہ سے بے حد محبت کرتے تھے، اور ان کا ذکر کرتے ہوئے جذباتی ہو جاتے تھے، جیسا کہ ان کی دیوبند سفر کی خواہش اور اس کے اطراف سے گزرنے کا تذکرہ اس کا ثبوت ہے.

ان کے کئی مشہور خلفاء (جیسے مولانا محمود مدنی محمد سلمان بجنوری، خلیل الرحمن سجاد نعمانی) کا تعلق دیوبندی حلقوں سے تھا، جو ان کی فکر کو آگے بڑھانے میں معاون ثابت ہوئے.

وہ شریعت اور طریقت کے توازن پر زور دیتے تھے، اور ان کی تعلیمات میں تصوف اور دیوبندی فکر کا امتزاج نظر آتا ہے، جہاں عشقِ الٰہی کو عبادات میں شامل کیا جاتا ہے اور ان کا تعلق

دیوبندی مکتب فکر کے بڑے ناموں سے رہا، اور وہ ان کے راستے کو اپناتے تھے، جو کہ علمائے دیوبند کے نقش قدم پر چلنے کی واضح نشاندہی کرتا ہے۔

مختصراً حضرت جی پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کا علمائے دیوبند کے نقش قدم پر چلنا ان کی فکر، تعلقات اور روحانی سفر میں واضح نظر آتا ہے، وہ دارالعلوم دیوبند کے علمی اور روحانی ورثے کے حاملین میں سے تھے۔

افسوس صد افسوس ہم ایک عظیم عالم دین سے محروم ہو گئے۔ ان کی زندگی علم و عمل کی زندہ مثال تھی۔ آئیں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ

آہ یہ مسافر کتنے ویران گھروں کو آباد کر گیا

حافظہ امۃ الاحد سکینہ صدیقہ بنت پروفیسر محمد عبدالرحمن صدیقی (بنجاری دروازہ رسالا بازار قلعہ گولکنڈہ حیدرآباد)

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد!

قطب الاقطاب نمونۂ اسلاف ترجمانِ اہل سنت محبوب العلماء والصلحاء عارف باللہ حضرت پیارے جی مولانا حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ 1 اپریل 1953ء کو صوبہ پنجاب، پاکستان کے شہر جھنگ میں ایک کھرل خاندان میں پیدا ہوئے۔

قطب الاقطاب نمونۂ اسلاف ترجمانِ اہل سنت محبوب العلماء والصلحاء عارف باللہ حضرت پیارے جی مولانا حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کی تعلیم اسکولوں اور کالجوں میں ہوئی۔ انھوں نے کئی عصری کورس کیے 1972ء میں بی ایس سی الیکٹریکل انجینئر کی ڈگری حاصل کر کے اسی شعبے سے وابستہ ہو گئے، پہلے اپرنٹس الیکٹریکل انجینئر، پھر اسسٹنٹ الیکٹریکل انجینئر بنے، اس کے بعد چیف الیکٹریکل انجینئر بن گئے، جس زمانے میں وہ انجینئر بن رہے تھے اس زمانے میں جمناسٹک، فٹ بال، سوئمنگ کے کیپٹن اور چمپیئن بھی رہے، ابتدائی دینیات، فارسی اور عربی کی کتابیں بھی پڑھیں، قرآن کریم بھی حفظ کیا، یہاں تک کہ جب وہ لاہور یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے ان کا تعلق عمدۃ الفقہ کے مصنف سید زوار حسین شاہ سے ہو گیا، جو نقشبندیہ سلسلے کے ایک صاحب نسبت بزرگ تھے، قطب الاقطاب نمونۂ اسلاف ترجمانِ اہل سنت محبوب العلماء والصلحاء عارف باللہ حضرت پیارے جی مولانا حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ ان سے مکتوبات مجدد الف ثانی سبقاً سبقاً پڑھی، ان کی وفات کے بعد وہ غلام حبیب نقشبندی مجددی (معروف بہ : مرشدِ عالم)

کے دامن سے وابستہ ہو گئے، یہ 1980ء کی بات ہے، 1982ء میں خلافت سے سرفراز کیے گئے، اس دوران میں انھوں نے جامعہ رحمانیہ جہانیاں منڈی اور جامعہ قاسم العلوم ملتان سے دورۂ حدیث کی اعزازی ڈگری بھی حاصل کی۔

بعدازاں اپنے مرشد کی وفات کے بعد وہ پوری طرح دین کے کاموں میں لگ گئے، کئی سال امریکا میں گزارے۔ مستقل طور پر جھنگ میں مقیم تھے، لڑکوں اور لڑکیوں کے متعدد دینی ادارے ان کی سرپرستی اور اہتمام میں چل رہے تھے، پچاس سے زائد ملکوں کے تبلیغی و اصلاحی دورے بھی کر چکے تھے، دینی وعصری علوم کی جامعیت ان کی امتیازی خصوصیت تھی، انگریزی زبان پر عبور حاصل تھا، ہر سال رمضان المبارک کا مہینہ (صرف آخری عشرہ) افریقی ملک زیمبیا میں گزرتا تھا، جہاں وہ اپنے مریدین اور خلفاء کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ اعتکاف فرماتے تھے۔ ہر سال حج کے ایام میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں مجلسیں لگتی تھیں اور بے شمار عقیدت مند، ان مجلسوں میں ان سے استفادہ کرتے تھے، گویا سال کے بارہ مہینے ان کا فیض جاری رہتا تھا۔ نیز وہ معہد الفقیر الاسلامی، جھنگ کے بانی تھے۔

بہرحال قطب الاقطاب نمونۂ اسلاف ترجمانِ اہل سنت محبوب العلماء والصلحاء عارف باللہ حضرت پیارے جی مولانا حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ نے اپنی تعلیمات اور اصلاحی کاموں کے ذریعے لاکھوں لوگوں کے دلوں کو آباد کیا، ویران گھروں کی نہیں بلکہ روحانی طور پر ویران دلوں کو علمِ دین، عشقِ الٰہی، اور عمل کی دعوت دے کر آباد کیا، اور ان کے خطبات اور کتب جیسے خطباتِ فقیر، عمل سے زندگی بنتی ہے وغیرہ اسی مقصد کے لیے ہیں، جس کے نتیجے میں بہت سے لوگ راہِ راست پر آئے، لہٰذا یہ مضمون کسی خاص تعداد کے ویران گھروں کے بارے میں نہیں

بلکہ روحانی آبادکاری کے بارے میں ہے.

روحانی آبادکاری : پیر صاحب کا کام گھروں کو آباد کرنا نہیں، بلکہ لوگوں کے دلوں میں ایمان، عمل اور دینداری کو زندہ کرنا تھا، تاکہ وہ خود

اپنے گھروں کو امن اور رحمت کا مرکز بنا سکیں.

تحریری کام :ان کی کتب جیسے" اولاد کی تربیت کے سنہرے اصول" اور"مغفرت کی شرطیں" نے بہت سے خاندانوں کو درست سمت دی.

خطبات :ان کے خطبات جیسے خطبات ذوالفقار میں زندگی گزارنے کے عملی اصول بیان کیے گئے، جس سے لوگوں کے اندرونی ویرانے ختم ہوئے.

بہرحال ہر قسم کے اصلاح کی فکر رہتی تھی بڑوں سے لے کر چھوٹوں تک اور مردوں سے لے کر خواتین کی اصلاح کی ہمہ وقت فکر رہتی تھی ایک مرتبہ خواتین کی اصلاح اور گھروں میں ہونے والے جھگڑوں کو کیسے روکا جائے اس سلسلہ میں قطب الاقطاب نمونۂ اسلاف ترجمانِ اہل سنت محبوب العلماء والصلحاء عارف باللہ حضرت پیارے جی مولانا حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی ؒ نے فرمایا گھریلو جھگڑے...... بڑھنے سے کیسے روکیں......؟

کیا آپ کے گھر میں خدانخواستہ ہر وقت لڑائی جھگڑا ہوتا رہتا ہے؟ شاید یہ جھگڑے پہلے کی نسبت زیادہ شدید ہو گئے ہوں۔ شاید آپ کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ یہ جھگڑے شروع کیسے ہوتے ہیں آپ اور آپ کے گھر والے ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو تکلیف پہنچانا نہیں چاہتے لیکن اس کے باوجود کسی چھوٹی سی بات پر لڑائی شروع ہوتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے گھر کا ماحول ڈسٹرب ہو جاتا ہے۔

ماں باپ دونوں یہ بات جانتے ہیں کہ ان کے لڑائی جھگڑے سے ان کے اپنے تعلقات کی خرابی کے ساتھ ساتھ بچوں کا شدید نقصان ہوتا ہے۔ میڈیکل تحقیق بھی یہ بتاتی ہے کہ بچوں میں پیدا ہونے والی مختلف جسمانی اور ذہنی بیماریوں کی ایک بڑی وجہ والدین کی نااتفاقی، ان کی آپس میں تکرار یا پھر علیحدگی ہوتی ہے۔ امریکہ میں کی گئی ایک ریسرچ کے مطابق سنگل پیرنٹس فیملی کے بچے دوسرے بچوں کی نسبت کم ازکم چالیس فیصد زیادہ بیماریوں اور صحت کی خرابی کا شکار ہوتے ہیں۔ صحت کی خرابی کے علاوہ بھی ایسے والدین کے بچوں میں چیخنے چلانے کی عادت اور چڑچڑاپن عام دیکھی جانے والی باتیں ہیں۔

یاد رکھیں کہ اگر گھر والوں کی رائے ایک دوسرے سے فرق ہے تو اِس کا یہ مطلب نہیں کہ گھریلو زندگی میں دراڑ پڑ رہی ہے۔ گھر میں اِختلافِ رائے تو اکثر ہوسکتا ہے لیکن گھر کا ماحول خوش گوار ہوگا یا نہیں،۔ اِس کا اِنحصار اِس بات پر ہے کہ آپ اِختلافات کو کیسے حل کریں گے۔۔ آئیں،۔ چند ایسے اِقدامات پر غور کریں جو آپ لڑائی جھگڑوں کو دُور کرنے کے سلسلے میں اُٹھا سکتے ہیں۔

پلٹ کر جواب نہ دیں:

بحث اُسی صورت میں ہوتی ہے جب دو لوگ ایک دوسرے کو آگے سے جواب دیتے ہیں۔ لیکن اگر ایک شخص جواب دینے کی بجائے دوسرے کی بات سننے لگے تو ہوسکتا ہے کہ بحث ختم ہو جائے۔ لہٰذا جب آپ کو غصہ دِلایا جائے تو فوراً پلٹ کر جواب نہ دیں۔ اپنے اُوپر قابو رکھنے سے آپ اپنی عزتِ نفس اور وقار برقرار رکھیں گے۔۔ یاد رکھیں کہ لڑائی میں جیتنے سے زیادہ اہم یہ ہے کہ گھر میں امن برقرار رہے۔

ایک دوسرے کے احساسات کو سمجھیں:

دوسرے کی بات کو دھیان سے سنیں، اُس کی بات نہ کاٹیں اور نہ ہی پہلے سے اُس کے بارے میں رائے قائم کریں۔ اِس طرح غصے کی آگ بجھ سکتی ہے اور گھر میں دوبارہ سے امن قائم ہوسکتا ہے۔ دوسرے

کی نیت پر شک کرنے کی بجائے اُس کے احساسات کو سمجھنے کی کوشش کریں یہ نہ سوچیں کہ اُس نے یہ جھگڑا آپ کو تکلیف پہنچانے کی نیت سے شروع کیا ہے۔ شاید اُس کے مُنہ سے تلخ باتیں بلا سوچے سمجھے نکل گئی ہوں یا پھر اِس لیے کہ اُسے دُکھ پہنچا ہے۔

خود کو تھوڑا وقت دیں:

اگر آپ کو اپنے غصے کو قابو میں رکھنا مشکل لگ رہا ہے تو نرمی سے معذرت کر کے تھوڑی دیر کے لیے باہر چلے جائیں۔ شاید آپ دوسرے کمرے میں جا سکتے ہیں یا پھر باہر ٹہلنے کے لیے جا سکتے ہیں تاکہ آپ تھوڑے ٹھنڈے ہو جائیں اِس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ مسئلے کو سلجھانے سے اِنکار کر رہے ہیں یا آپ دوسروں سے بات نہیں کرنا چاہتے۔ شاید اِس وقت کے دوران آپ خدا سے دُعا کر سکتے ہیں تاکہ وہ آپ کو صبر اور سمجھ داری سے کام لینے کی توفیق دے

سوچ سمجھ کر اور نرمی سے بات کریں

اگر آپ اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے ایسی باتیں کہیں گے جن سے دوسرے کو تکلیف پہنچے تو معاملہ مزید بگڑ جائے گا لہٰذا ایسی باتیں کہنے کی کوشش کریں جو اُس کے زخموں پر مرہم کی طرح ہوں۔ اُسے یہ بتانے کی بجائے کہ اُسے کیسا محسوس کرنا چاہیے، اُس سے کچھ ایسے سوال پوچھیں جن کے ذریعے آپ معاملے کو بہتر طور پر سمجھ پائیں۔ اور پھر جو باتیں وہ آپ کو بتائے، اُن کے لیے اُس کا شکریہ بھی ادا کریں۔

چیخنے چلّانے سے گریز کریں:

اگر گھر کا ایک فرد صبر سے کام نہیں لیتا تو دوسرے کو غصہ آسکتا ہے چاہے آپ کو کتنا بھی دُکھ پہنچا ہو طنز کرنے، چیخنے چلّانے یا اُس کی بے عزتی کرنے سے گریز کریں۔ ایسے اِلزامات نہ لگائیں کہ تمہیں میری بالکل پرواہ نہیں ہے یا تُم کبھی میری بات نہیں سنتے ہو اِس کی بجائے نرمی سے اُسے بتائیں کہ اُس

کی بات یا کام کا آپ پر کیا اثر ہوا ہے۔شاید آپ کہہ سکتے ہیں کہ مجھے بہت دُکھ ہوتا ہے جب آپ....۔" دوسروں کو دھکے دینا اُن پر ہاتھ اُٹھانا، اُنہیں لاتیں مارنا یا کسی بھی طرح کا تشدد کرنا کسی بھی صورت میں صحیح نہیں ہے اور یہی بات گالی گلوچ کرنے، طعنے دینے یا دھمکیاں دینے کے سلسلے میں بھی لاگو ہوتی ہے

 معافی مانگنے میں دیر نہ کریں اور صلح کرنے کی کوشش کریں:

غصے کی وجہ سے یہ نہ بھول جائیں کہ آپ کا مقصد صلح کرنا ہے۔ یاد رکھیں کہ اگر آپ کی کسی سے لڑائی ہوتی ہے تو آپ دونوں کی ہار ہوتی ہے۔لیکن اگر آپ دونوں صلح کرتے ہیں تو آپ دونوں کی جیت ہوتی ہے۔لہٰذا یہ تسلیم کریں کہ آپ سے بھی غلطی ہوئی ہے۔اگر آپ کو لگتا ہے کہ آپ کی غلطی نہیں ہے تو بھی اِس بات کے لیے معافی مانگیں کہ آپ غصے میں آ گئے اور انجانے میں لڑائی کو بڑھا دیا۔یاد رکھیں کہ آپ کی انا سے زیادہ اہم یہ ہے کہ آپ کے درمیان دوبارہ اچھے تعلقات قائم ہوں اگر کوئی آپ سے معافی مانگتا ہے تو اُسے معاف کرنے میں دیر نہ لگائیں۔

بہر حال! قطب الاقطاب نمونۂ اسلاف ترجمانِ اہل سنت محبوب العلماء والصلحاء عارف باللہ حضرت پیارے جی مولانا حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ نے لاکھوں کروڑوں گھرانوں کو جو ابتداء سے ویران تھے ان کو آباد کر دیا اور کئی گھرانے آج بھی آپ کی اس روشنی سے منور ہو رہے ہیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ حضرت جیؒ کی مغفرت فرمائے

اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین

پیر صاحبؒ شہر وشارم میں

محترمہ "ام حماد حفیظ صاحبہ" میل وشارم، تمل نادو، انڈیا

جس وقت میں شہر میل وشارم کے مدرسۂ اصلاح البنات میں زیر تعلیم تھی، جب حضرت کی تشریف آوری ہوئی، حضرت کی تشریف آوری اور پروگرام کی بعافیت پایۂ تکمیل کو پہنچنے اور اس میں کامیابی کے لئے ہم ختم قرآن مجید اور تسبیحات کے ذریعے دعائیں کر رہے تھے، چوں کہ حضرت پیر صاحبؒ کی کتابوں کے ذریعہ سے حضرت کا ایک خوبصورت تعارف ذہنوں میں جاگزیں تھا، لہٰذا انتظار بھی شدت سے ہو رہا تھا، ہر سو حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کا تذکرہ، خواتین میں بار ہا یہ اعلان ہوا کہ بہت دور دور سے لوگ آنے والے ہیں، دو گھنٹے کا پروگرام ہوگا، لہٰذا سب خواتین پانی کے بوتل، بسکٹ اور چپل کے لئے ایک تھیلی اپنے ساتھ لے کر جلد پہنچ جائیں ورنہ جگہ مل پانا مشکل ہے۔

وشارم کی گلیوں میں سناٹا: جس دن بیان تھا تو اس دن ہر طرف سے مستورات قبل از وقت کے ہیچ گرلز اسکول میں جمع ہو چکی تھیں، بہت بڑا مجمع تھا، شہر کی ساری گلیوں میں سناٹا ہی سناٹا تھا۔

اساتذہ کی نگرانی میں: وقت سے پہلے ہم طالبات بھی اپنی استانیوں کی نگرانی میں بذریعہ وین پہنچ گئے، چاروں طرف انسانوں کا سمندر تھا، مدرسے کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا ہمارے قلوب موم سا ہو گئے تھے کہ آخرت اور عذاب کا تذکرہ ہو یا اللہ کی محبت و رحمت کا ذکر ہو؟ بات بات پر رونا آجاتا تھا، پیر صاحبؒ سے پہلے ایک اور مولانا کا بیان ہوا۔

محشر کا منظر : پھر وقت مقررہ یعنی 11:30 بجے کے آس پاس حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیان کا آغاز کیا، جو" اللہ" اللہ" اللہ" کے ذکر سے شروع ہوا، سب کے دل دہل گئے، ہم طالبات تو وہیں سے رونا شروع کر دیے بلکہ رو رو کر بے قابو گئے، بیان شروع ہوا، آنسو ہیں کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے، ہم سب کو شدت سے یہ احساس ہو رہا تھا ہم میدان محشر میں اپنے پیارے اللہ کے روبرو اس کی رحمت کی آس لگائے، اس سے مغفرت کی بھیک مانگتے کھڑے ہیں۔ ہم سب طالبات ہی نہیں بلکہ سارے ہی خواتین رو رو کر نڈھال ہو گئے، حضرت کا تو بیان پر اثر ہوتا ہے۔

لطیفہ: بیان کے دوسرے یا تیسرے دن مدرسے میں ہمارے استانی (آپی) نے پیر صاحبؒ کے بیان کا خلاصہ سنانے اور اس کا مذاکرہ کرنے کا حکم دیا تو ہم سب نے سنایا کہ حضرت نے چھ (6) غین کے عنوان پر بیان کیا، اور پہلے غین سے مراد : غیبت۔/ دوسرے غین سے : غل۔/ تیسرے سے : غرور۔/ چوتھے سے : غلو۔/ پانچویں سے: غصہ۔ مگر۔ چھٹے غین کا کیا مطلب تھا اور اس میں کیا بتایا؟ خدا کا کرنا کہ یہ ہم میں سے کسی کو یاد نہیں آیا؟، ہم سب طالبات نے ہار مان لیا۔۔

تب خود استانی صاحبہ نے بتایا کہ دیکھو کہ آج ہم کس قدر غفلت میں ہیں کہ ہم کو بیان کا ایک حصہ یاد نہیں آ رہا ہے؟ جب کہ دو دن پہلے ہی ہم نے وہ بیان سنا تھا؟۔۔سب طالبات چیخ اٹھے کہ" غفلت! غفلت!"۔ پھر استانی صاحبہ نے سمجھایا کہ ہم میں کس قدر غفلت ہے کہ وہ غفلت کا لفظ بھی یاد نہیں آیا۔

کتابیں اور بیانات: حضرت جی پیر صاحبؒ کی کتابیں تو سبحان اللہ! الفاظ نہایت

آسان، سلیس، سلاست ایسی کہ گویا ایک بہتی ندی ہو۔

پڑھنے والا سمجھنے کے ساتھ ساتھ محظوظ بھی ہوتا رہتا ہے، کبھی کتاب بند کرنے کا ارادہ بھی نہیں ہوتا، اور نہ وقت کا اندازہ لگتا کہ کتنا وقت گزر گیا؟ انگریزی الفاظ کا استعمال ایسا جاذب کہ گویا براہ راست سن رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہم کو چھ 6 غین سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، حضرت جو ہم کو سکھا کر گئے، جو رہنمائی کر گئے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین یارب العلمین۔

روحانیت، اصلاحِ باطن اور دعوتِ دین کا روشن چراغ
(حافظ مولانا پیر ذوالفقار صاحب نقشبندی ؒ) کی حیات و خدمات

عالمہ حفصہ صدیقہ بنت محمد عبد الرحمن صدیقی (دلاور شاہ نگر. قعلہ گولکنڈہ حیدرآباد)

حافظ مولانا پیر ذوالفقار صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے اُن جلیل القدر مشائخ، مصلحین اور داعیانِ حق میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے اپنی پوری زندگی دین اسلام کی خدمت، اصلاحِ امت اور تزکیۂ نفس کے لیے وقف کر دی۔ آپؒ کی حیاتِ مبارکہ علم و عمل، اخلاص و للہیت، اور شریعت و طریقت کے حسین امتزاج کی عملی تصویر تھی۔

آپؒ نے نہ صرف افراد کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کیا بلکہ پورے معاشرے میں اخلاق، دیانت، تقویٰ اور سنتِ نبوی ﷺ کی خوشبو پھیلائی۔ آپؒ کی شخصیت اس حقیقت کا عملی نمونہ تھی کہ حقیقی روحانیت دنیا سے فرار کا نام نہیں بلکہ دنیا میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگی گزارنے کا نام ہے۔

ولادت، خاندانی پس منظر اور ابتدائی تربیت

حافظ مولانا پیر ذوالفقار صاحب نقشبندیؒ ایک ایسے دیندار، متقی اور علمی گھرانے میں پیدا ہوئے جہاں دین سے محبت، قرآن سے تعلق اور بزرگانِ دین کا احترام نسل در نسل منتقل ہوتا چلا آ رہا تھا۔ بچپن ہی سے آپؒ میں غیر معمولی سنجیدگی، فکرِ آخرت اور عبادت کا ذوق نمایاں تھا۔ کھیل کود کے بجائے ذکر، تلاوت اور نیک صحبت کو ترجیح دینا آپؒ کی فطرت کا حصہ تھا۔ گھر کے ماحول نے آپؒ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت، رسول اللہ ﷺ کی سنت سے وابستگی اور دین کی خدمت کا

جذبہ پیدا کیا، جو وقت کے ساتھ مزید پختہ ہوتا چلا گیا۔

دینی تعلیم اور علمی پختگی

آپؒ نے باقاعدہ دینی تعلیم حاصل کی اور قرآنِ مجید کو حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد حدیث، فقہ، تفسیر، عقائد اور سلوک و احسان کے علوم میں مہارت حاصل کی۔ آپؒ نے اپنے وقت کے اکابر علماء اور مشائخ سے فیض حاصل کیا، جن کی صحبت نے آپؒ کی علمی و روحانی بنیاد کو مزید مضبوط کیا۔

علم کے ساتھ ساتھ عمل پر زور دینا آپؒ کی خاص پہچان تھی۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

''علم اگر عمل نہ بنے تو وہ حجت بن جاتا ہے، اور عمل اگر اخلاص سے خالی ہو تو وہ بے وزن ہو جاتا ہے''۔

سلسلۂ نقشبندیہ سے وابستگی اور روحانی نسبت

پیر ذوالفقار صاحب نقشبندیؒ کو سلسلۂ نقشبندیہ سے خصوصی نسبت حاصل تھی، جو تصوف کے معتبر اور مستند سلاسل میں شمار ہوتا ہے۔ اس سلسلے کی بنیاد شریعت کی کامل پابندی، سنتِ نبوی ﷺ کی پیروی، خاموش ذکر، اور دل کی مسلسل نگرانی پر ہے۔

آپؒ نے اسی منہج کو اختیار کرتے ہوئے لوگوں کو یہ سکھایا کہ:

دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑا جائے

نفس کی اصلاح کی جائے

گناہوں سے نفرت اور نیکی سے محبت پیدا کی جائے

دنیا میں رہتے ہوئے دل کو دنیا کا غلام نہ بنایا جائے

آپؒ کا یہ ارشاد زبان زدِ عام تھا:

''دل کی اصلاح کے بغیر ظاہری اعمال میں روح پیدا نہیں ہوتی''۔

بیعت وتربیت کا نظام

پیر ذوالفقار صاحبؒ نے بیعت کو محض رسمی عمل نہیں بنایا بلکہ اسے عملی تربیت کا ذریعہ قرار دیا۔
آپؒ کے نزدیک بیعت کا مقصد: نفس کی اصلاح'' اخلاق کی درستگی'' عبادات میں خشوع'' معاملات میں دیانت اور زندگی کو سنت کے مطابق ڈھالنا تھا۔

آپؒ مریدین کو کبھی خوابوں اور کرامات کے پیچھے نہیں لگاتے تھے بلکہ عمل، استقامت اور تقویٰ پر زور دیتے تھے۔

دعوت وتبلیغ کا حکیمانہ اور دردمندانہ اسلوب

آپؒ کا دعوتی انداز نہایت نرم، شفیق اور حکمت سے بھرپور تھا۔ آپؒ سخت الفاظ، طعن و تشنیع اور تلخی سے اجتناب فرماتے تھے۔ آپؒ کی گفتگو میں دردِ دل، خیر خواہی اور اخلاص جھلکتا تھا، جس کی وجہ سے بات سیدھی دلوں میں اتر جاتی تھی۔

آپؒ کی مجالس میں بالخصوص درج ذیل موضوعات پر زور دیا جاتا تھا:

- سچی اور نصوح توبہ
- نماز کی پابندی اور خشوع
- سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت
- دنیا کی بے ثباتی
- موت کی تیاری
- آخرت کی جواب دہی

نوجوانوں کی اصلاح میں خصوصی کردار

پیر ذوالفقار صاحبؒ نے نوجوان نسل کی اصلاح کو خاص اہمیت دی۔ آپؒ نوجوانوں کو:

بے حیائی — منشیات — فضول مشاغل — اور نفس پرستی

سے بچنے کی تلقین فرماتے تھے۔

آپؒ فرماتے تھے کہ اگر نوجوان درست سمت اختیار کر لیں تو پوری قوم کی تقدیر بدل سکتی ہے۔

اصلاحِ معاشرہ اور اجتماعی ذمہ داری

آپؒ کی دعوت صرف فرد تک محدود نہیں تھی بلکہ پورے معاشرے کی اصلاح اس کا حصہ تھی۔

آپؒ نے: تاجروں کو دیانت داری اساتذہ کو اخلاص

والدین کو شفقت اولاد کو ادب اور حکمرانوں کو عدل کا درس دیا۔

آپؒ کا یہ قول معاشرتی اصلاح کا نچوڑ ہے:

''اصل تصوف یہ ہے کہ انسان لوگوں کے لیے آسانی بن جائے، بوجھ نہ بنے''۔

اخلاق، تواضع اور انکساری

پیر ذوالفقار صاحبؒ کی شخصیت کا سب سے روشن پہلو آپؒ کے اعلیٰ اخلاق تھے۔ تواضع، عاجزی، صبر، حلم، درگزر اور شفقت آپؒ کی زندگی کا مستقل حصہ تھے۔ آپؒ شہرت، نام و نمود اور دکھاوے سے سخت نفرت کرتے تھے اور ہمیشہ خود کو اللہ تعالیٰ کا محتاج بندہ سمجھتے تھے۔ یہی اخلاص آپؒ کی بات میں اثر اور قبولیت کا سبب بنا۔

تصانیف، بیانات اور اصلاحی مواد

اگرچہ آپؒ نے زیادہ زور عملی اصلاح اور مجالس پر رکھا، تاہم آپؒ کے بیانات، ملفوظات اور اصلاحی خطبات آج بھی لاکھوں لوگوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہیں۔ ان بیانات میں: نفس کی چالیں شیطان کے فریب دنیا کی حقیقت اور اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرنے کے عملی طریقے

وصال اور دائمی اثرات

پیر ذوالفقار صاحب نقشبندیؒ کا وصال بلاشبہ اہلِ دل کے لیے ایک عظیم صدمہ تھا، مگر

آپؒ کی تعلیمات، ملفوظات اور تربیت یافتہ افراد آج بھی آپؒ کے مشن کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔آپؒ نے جو چراغِ ہدایت جلایا وہ آج بھی قلوب کو منور کر رہا ہے۔

نتیجہ اور پیغام

حافظ مولانا پیر ذوالفقار صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ دین محض تقریر یا کتاب کا نام نہیں بلکہ عمل، اخلاق، اخلاص اور اصلاحِ نفس کا نام ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی:

اپنے دلوں کی اصلاح کرنے

سنتِ نبوی ﷺ پر چلنے

اور دین کو اپنی زندگیوں میں نافذ کرنے

کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمیں اولیاءِ کرام کے نقشِ قدم پر چلنے والا بنائے۔

آمین یارب العالمین

حضرت جیؒ بحیثیت مقبول مصنّف

حافظہ امۃ الجبار فاطمہ صدیقہ زوجہ سید عبد المنّان احمد قدوائی (دلاور شاہ نگر قلعہ گولکنڈہ حیدر آباد)

حامداً و مصلیاً و مسلماً امّا بعد!

علم	وہ	نور	ہے	جو	دل	کو	منور	کرتا ہے
جہالت	کے	اندھیروں	کو	دور	کرتا ہے			
کتابیں	پڑھ	کے	یہ	سمجھا	کہ	دنیا	فانی	ہے
جو	پڑھا	نہ	ہو	دین	کا،	وہ	سب	کہانی ہے

حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ بحیثیت مؤلف ایک کثیر التصانیف شخصیت تھے جن کی تصانیف میں روحانیت، اصلاحی موضوعات، اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شامل ہیں، جیسے ان کی مشہور کتاب "شجرہ طیبہ" جو سلسلہ نقشبندیہ سے متعلق ہے، اور ان کی تحریرات میں تصوف، تزکیہ نفس، اور عام مسلمانوں کی فلاح کے پہلو اجاگر ہوتے ہیں، جو انہیں ایک معروف مصنف اور مصلح بناتے ہیں.

بحیثیت مصنف اہم پہلو: روحانی اور اصلاحی کتب : انہوں نے تصوف، تزکیہ نفس، اور روحانی تربیت پر بہت سی کتابیں لکھیں جن میں اپنے ملفوظات اور خطبات کو جمع کیا گیا.

کثرتِ تصانیف : ان کی تصانیف کی تعداد بہت زیادہ ہے، جن میں اکثر ان کے دروس اور خطبات پر مبنی ہیں، جیسے "ملفوظاتِ ذوالفقار" کی کئی جلدیں.

"شجرہ طیبہ" : یہ ان کی ایک خاص تصنیف ہے جس میں سلسلہ نقشبندیہ کی تفصیلات اور شجرہ مبارکہ

درج ہے۔

"محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" : سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان کی یہ تصنیف بہت مشہور ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے۔

عام فہم انداز : ان کی تحریر کا انداز سادہ اور عام فہم ہوتا ہے تا کہ عام آدمی بھی ان سے استفادہ کر سکے۔

"اصلاحِ معاشرہ کے چند اہم پہلو"

مختصراً حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ نے اپنی قلمی خدمات کے ذریعے لاکھوں لوگوں کی رہنمائی کی اور اپنی تصانیف کو اپنی روحانی میراث کا حصہ بنایا۔

حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کی تصانیف میں ان کے افادات و ارشادات کا مجموعہ شامل ہے، جن میں فقہ کے اصول، اولاد کی تربیت، خواتین کے کارنامے، عشقِ الٰہی، عشقِ رسول، اور خطبات شامل ہیں، جیسے زادِ حرم، دوائے دل، علم نافع، خطبات فقیر، اور عمل سے زندگی بنتی ہے، جو ان کے مریدین نے مرتب کیے ہیں، اور ان کی کتابیں دینی اور اصلاحی موضوعات پر مبنی ہیں، جن میں سے کئی کتابیں یہ ہیں۔

اہم تصانیف (منتخب):

فقہ کے بنیادی اصول : فقہی مباحث پر مبنی۔

زادِ حرم : (نکاح اور گھریلو زندگی کے مسائل پر)۔

اولاد کی تربیت کے سنہرے اصول : بچوں کی دینی تربیت کے حوالے سے۔

خواتین اسلام کے کارنامے : خواتین کے لیے رہنمائی۔

حیا اور پاکدامنی : معاشرتی اور اخلاقی پہلو۔

مغفرت کی شرطیں : توبہ اور بخشش کے راستے۔

علم نافع : فائدہ مند علم کے حصول پر.

اسرِ برما : برما کے مسلمانوں کے حالات پر.

عشقِ الٰہی : اللہ سے محبت کا بیان.

دوائے دل : دل کی بیماریوں کا علاج.

عشقِ رسول : پیارے نبی ﷺ سے محبت.

خطباتِ فقیر/خطباتِ ذوالفقار : آپ کے مختلف خطبات کا مجموعہ.

عمل سے زندگی بنتی ہے : اصلاحی اور عملی زندگی پر.

اہلِ دل کے تڑپا دینے والے واقعات : روحانی حکایات.

اور حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کی اکثر کتب دراصل آپ کے لیکچرز اور دروس کا مجموعہ ہیں، جنہیں آپ کے شاگردوں اور منتظمین نے جمع کر کے کتابی شکل دی ہے. یہ تمام کتب دینی، روحانی، اخلاقی اور اصلاحی موضوعات پر مشتمل ہیں، جن کا مقصد مسلمانوں کی زندگیوں میں مثبت تبدیلی لانا ہے۔

دین	کی	کتابیں	نورِ	ہدایت	ہیں
جن	کے	پڑھنے	سے	ملتی ہے	نجات
کتابیں	زندگی کا	سفر	ہیں،	علم کا	خزانہ
جو	مطالعہ	کرے،	وہی	ہو جائے	فائز

کتابوں کی قبولیت کے راز:

کامل رجوع الی اللہ : کتابوں میں اللہ کی طرف مکمل توجہ کا درس ہے.

روحانیت اور نورانیت : ان کے کلام میں روحانیت ہے جو پڑھنے والے کے اندر عمل کا جذبہ پیدا

کرتی ہے.

اصلاحِ امت کی فکر : ہر کتاب میں اصلاح اور تربیت کا مکمل غم ہے.

بے شک یہ ہم نے اندازہ کر کے دیکھا ہے کہ حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کی کتاب پڑھ کر جو ہمیں عبادت کی لذت نمازوں میں خشوع وخضوع اور انسان اللہ کے قریب ضرور ہوتا ہے اور بہت کچھ حاصل ہوتا ہے حضرت جی کی کتاب پڑھنے کے بعد اس میں کوئی شک نہیں اللہ حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کے درجات کو بلند عطا فرمائے اللہ جنت الفردوس میں اعلی سے اعلی مقام نصیب فرمائے

ایک	چراغ	تھا	جو	بجھ	گیا
ایک	سایہ	تھا	جو	اٹھ	گیا

حضرت جیؒ کی والدہ کا اندازِ تربیت

عالمہ ثناء بیگم بنت عبد القدیر صاحب

الحمدللہ الذین اصطفیٰ امابعد!

محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کی والدہ ماجدہ کی دینداری بہت اعلیٰ اور نمونہ تھی، وہ اپنی زندگی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق گزارتی تھیں، ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتی تھیں، نمازوں کی پابند تھیں، اور اپنے بیٹے پیر ذوالفقار احمد نقشبندی کو دین کی تعلیمات اور اخلاق کی تلقین کرتی تھیں،

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کی والدہ ماجدہ ایک انتہائی باصلاحیت، متقی، اور روحانی شخصیت کی حامل خاتون تھیں، جنہں اپنے بیٹے کی تعلیم وتربیت میں نمایاں کردار ادا کرنے اور انہیں دینی وروحانی میدان میں اعلیٰ مقام پر لانے کا ذمہ دیا جاتا ہے، وہ ایک باہمت اور اللہ کے خوف والی خاتون تھیں جنہوں نے اپنے بیٹے کو علم وعمل کا پیکر بنایا. جو ان کی تربیت کا بنیادی ذریعہ بنا، ان کا گھر دینی ماحول کا مرکز تھا اور وہ خود ایک مستجاب الدعوات (جن کی دعا قبول ہوتی ہے) شخصیت تھیں، ان کا اثر پیر صاحب کی زندگی میں واضح نظر آتا تھا.

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کی والدہ وہ خود دین پر عمل کرنے والی تھیں اور اپنے بیٹے کو بھی دینی تعلیمات پر عمل کا درس دیتی تھیں اور وہ اللہ سے بہت ڈرنے والی اور نیک سیرت خاتون تھیں، جن کی زندگی میں نیکی اور پرہیزگاری نمایاں تھیں اور انہوں نے حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی، انہیں دین کا طالب علم

بنایا، اور ان میں علم کا ذوق پیدا کیا اور اپنے بیٹے کو علم، اخلاق اور سنت نبوی ﷺ کی اہمیت سکھاتی تھیں.

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ خود فرماتے تھے کہ میری والدہ نے انہیں دینی تعلیمات اور روحانی راستے پر چلنے کی ترغیب دی اور ان کی والدہ مشکل حالات میں بھی وہ ثابت قدم رہیں اور اپنے بیٹے کی حوصلہ افزائی کرتی رہیں اور ان کے خاندان میں علم وعرفان کا چرچا تھا، اور انہوں نے حضرت جیؒ کو اس روحانی ماحول میں پروان چڑھایا اور حضرت جیؒ اپنی والدہ کو بہت مانتے تھے اور اکثر اپنے بیانات میں ان کی دعاؤں اور نصیحتوں کا ذکر کرتے ہیں، ان کے مطابق ان کی والدہ کی دعا ہی انہیں اس مقام تک لے آئی.

حضرت جیؒ فرماتے تھے کہ وہ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتی رہتی تھیں اور گھر میں دینی ماحول قائم رکھتی تھیں اور وہ مستجاب الدعوات تھیں اور ان کی دعاؤں کا اثر حضرت جیؒ کی زندگی میں دیکھا جا سکتا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی تربیت میں حضرت جیؒ نے دین کا راستہ اختیار کیا، جو ان کی عظمت کی دلیل ہے، ان کی دینداری کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ایک ایسی شخصیت کی ماں تھیں جو آج لاکھوں لوگوں کے لیے روحانی رہنما ہے.

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کی والدہ ماجدہ کو اپنے بیٹے کی فکر رہتی تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اللہ نے انہیں دین کی خدمت کے لیے چُنا ہے اور یہ راستہ آسان نہیں، اس لیے وہ دعا کرتی تھیں اور ان کے لیے اللہ سے مدد مانگتی تھیں، تاکہ ان کا بیٹا دینِ اسلام کی خدمت میں کامیاب ہو اور گمراہ نہ ہو، جو کہ ہر مخلص ماں کی فطرت ہوتی ہے، خاص کر جب بیٹا اللہ کے راستے پر ہو اور ہر ماں کی طرح، حضرت جیؒ کی والدہ بھی اپنے بیٹے کی حفاظت اور

کامیابی کی دعا کرتی تھیں، خاص طور پر جب وہ دین کی بڑی ذمہ داری اٹھائے ہوئے تھے.

انہیں فکر تھی کہ ان کا بیٹا مشکل راستے پر ہے، لوگ طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں، اس لیے وہ ہمیشہ دعا گو رہتی تھیں کہ اللہ انہیں استقامت دے اور ان کی حفاظت فرمائے، جیسا کہ حضرت محمد ﷺ کے لیے بھی صحابہ کرام کو فکر رہتی تھی اور وہ ہمیشہ یہ دعا کرتی تھیں کہ اللہ انہیں دین کے کام میں کامیاب کرے اور ان کے قدم جمے رہیں، خلاصہ یہ کہ یہ فکر مادرانہ شفقت، دین کے کام سے تعلق اور بیٹے کی حفاظت کی دعا کا مجموعہ تھی، جو کہ ایک نیک ماں کا شیوہ ہے۔

عارف باللہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ خود فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے زندگی میں سب سے زیادہ جس ہستی کو روتے ہوئے دیکھا، وہ ان کی ماں تھیں۔ تین سال کی عمر، تہجد کا وقت، ماں کا اللہ کے سامنے رونا، گڑگڑانا، دعائیں کرنا اور ننھا ذوالفقار جاگ کر بیٹھ جانا۔ کبھی کبھی ماں دعا میں بیٹے کا نام بھی لے لیتی تھیں۔ وہ آنسو کسی دنیاوی کامیابی کے لیے نہ تھے، وہ آنسو اللہ سے ایک بندہ مانگنے کے تھے۔ آج ہم حضرت جیؒ کے لاکھوں مریدین کو دیکھتے ہیں، مگر اصل میں کہنا یہ چاہیے کہ ایک ماں ہونی چاہیے۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ کی والدہ کی تربیت کا موضوع ان کے خطبات کا ایک اہم حصہ ہے، جہاں وہ والدین، خاص طور پر ماؤں کو اولاد کی صحیح اسلامی تربیت کے اصول سکھاتے ہیں، جیسے قرآن وسنت کی روشنی میں بچوں کی رہنمائی کرنا، والدین کی ذمہ داریوں کا احساس دلانا، اور مثبت کردار کے ذریعے اولاد کو اچھے مسلمان بنانا. یہ تربیت بچوں کے اندر اللہ کا خوف اور نیک اعمال پیدا کرنے پر زور دیتی ہے.

والدین کی ذمہ داری ہے کہ اپنی اولاد کی اسلامی تعلیمات کے مطابق تربیت کریں اور اپنے بچوں کو گناہوں سے بچانے اور انہیں اللہ سے جوڑنے کا طریقہ بتایا جائے اور اپنے بچوں کی تربیت کے لیے قرآن وسنت کو بنیاد بنانے کی تلقین کی جائے، اس لئے والدین کو خود اچھا نمونہ بن کر بچوں کی تربیت کرنا چاہیے، جیسا کہ پیر صاحبؒ کی والدہ نے شاید کیا ہو، ان کی اپنی زندگی میں بھی ظاہر ہوتا ہے اور یہ تربیت صرف نظریاتی نہیں، بلکہ عملی پہلوؤں پر بھی توجہ دیتی ہے، تاکہ والدین عملی طور پر اس پر عمل کرسکیں.

مختصراً یہ کہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر جس طرح دنیا بھر میں غم، محبت، وابستگی اور عقیدت کی لہر اٹھی، وہ ایک پورے عہد کا وداع ہے۔ لاکھوں مریدین، غیر معمولی اجتماع، دنیا کے مختلف خطوں میں پھیلا ہوا فکری وروحانی نیٹ ورک، اور خاص طور پر جدید تعلیم یافتہ، سنجیدہ اور متانت والے طبقے کی اصلاح یہ سب کچھ کسی ایک دن کی محنت کا نتیجہ نہیں تھا۔ لیکن اگر اس عظیم الشان منظر کے پیچھے جھانک کر دیکھا جائے تو ایک خاموش، گمنام اور بے مثال حقیقت نظر آتی ہے بس ایک ماں حضرت جیؒ جیسی ماں ہونی چاہیے۔

بہر حال ! اگر ہم چاہتے ہیں کہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگ پیدا ہوں، تو پھر ہمیں ماننا ہوگا: ایک ماں ہونی چاہیے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ عارف باللہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی جیسی ماں نے بچپن میں ان کی تعلیم وتربیت فرمائی موجودہ دور کی سب ماؤں کو اپنی اولاد کو ویسی تعلیم وتربیت دینے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

برصغیر کے معروف عارف باللہ

معلمہ سیدہ نازنین بنت سید حسین صاحب، حیدرآباد

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین، وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد

عارفِ باللہ حضرت پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی رحمہ اللہ علیہ، اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کا انتقال عالم اسلام اور تمام وابستگانِ طریقت کے لیے ایک ناقابل تلافی صدمہ ہے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ برصغیر کے ایک معروف عالم دین، روحانی پیشوا اور سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ تھے، وہ ایک عالم دین، شیخ طریقت، اور نفوس کے مربی تھے، جن کا کام دین کی خدمت اور اللہ سے تعلق مضبوط کرنا تھا اور آپ نے دلوں کی اصلاح اور روحانیت کو عام کرنے پر خاص زور دیا اور جنہوں نے اپنی زندگی علم، تقویٰ، سنتِ نبویؐ کی تعلیم، تزکیہ نفس اور امت کی اصلاح کے لیے وقف کی، اور ان کی سادہ زندگی، اخلاص اور اللہ سے تعلق نے لاکھوں افراد کے دلوں کو روشن کیا، انہیں ہندوستان اور پاکستان میں بہت سے خلفاء اور عقیدت مندوں نے قبول عام کی سند دی۔

اور آپؒ ایک عارف باللہ، صوفی اور صاحب نسبت شخصیت کے طور پر مانا جاتا ہے، جن کی زندگی اتباع سنت، تزکیۂ نفس اور باطن کی اصلاح کا نمونہ تھی، جنہوں نے لاکھوں لوگوں کو اللہ

سے جوڑا اور ان کی صحبت سے بہت سے دلوں کو اللہ سے لگاؤ نصیب ہوا، جیسا کہ ان کے خلفا اور عقیدت مندوں کا کہنا ہے، اور وہ سلسلہ نقشبندیہ کے ایک اہم بزرگ اور پیر طریقت تھے، جو شریعت پر عمل اور طریقت کی رہنمائی کرتے تھے.

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ برصغیر کے ان بزرگوں میں سے تھے جن کی زندگی اور خدمات نے دینی اور روحانی شعبے میں گہرے نقوش چھوڑے، اور وہ ہمیشہ ایک مخلص رہنما کے طور پر یاد رکھے جائیں گے اور آپ زندگی سنت نبوی کی اتباع، تزکیہ نفس (روحانی پاکیزگی) اور باطن کی اصلاح کا بہترین نمونہ تھی.

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ صحبت اور دعاؤں سے بے شمار لوگوں کے دل اللہ کی طرف مائل ہوئے اور بہت سے لوگوں کی زندگیوں میں مثبت تبدیلی آئی، جیسا کہ ان کے عقیدت مندوں نے بیان کیا ہے، ان کے ہندوستان اور پاکستان میں بہت سے مشہور خلفا ہیں جو ان سے فیض یاب ہوئے.

مختصر یہ کہ پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ ایک بااثر روحانی شخصیت تھے جنہیں ان کے پیروکار اور عقیدت مند ایک عارف باللہ (اللہ کے نزدیک برگزیدہ اور معرفت رکھنے والا) سمجھتے ہیں، جن کے ذریعے بہت سے لوگوں نے معرفت الٰہی کا سفر طے کیا اور مرحوم نے اپنی پوری زندگی دین کی خدمت، تزکیۂ نفس اور اصلاحِ باطن کے لیے وقف کیے رکھی آپ حضرت خواجہ عبدالمالک نقشبندی کے داماد اور سلسلۂ عالیہ کے عظیم پیشوا تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، درجات بلند کرے، ان کی عظیم دینی و روحانی خدمات کو قبول فرمائے آمین

ایک روشن چراغ جو سنت کی راہ دکھا گیا

(شیخ طریقت، متبع سنت، حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ)

فاضلہ ثانیہ بیگم بنت شیخ بابا صاحب (معلمہ مدرسہ اسلامیہ اشاعت القرآن حسن نگر حیدرآباد)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْد!

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی ایک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا تمہید: اس کائنات میں کچھ وجود ایسے ہوتے ہیں جو خود کو مٹا کر دوسروں کی زندگیوں میں اجالا کر دیتے ہیں۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ ایک ایسی ہی عظیم شخصیت تھے، جنہیں قدرت نے اس دورِ پُرفتن میں "سنت کا روشن چراغ" بنا کر بھیجا تھا۔ جب معاشرہ بدعات کی تاریکی اور مادیت کے اندھیروں میں بھٹک رہا تھا، تب آپ نے اپنی زندگی کے چراغ سے سنتِ مصطفیٰ ﷺ کی ایسی لو لگائی کہ لاکھوں دل منور ہو گئے۔

سنت کا روشن چراغ :ایک استعارہ: ایک چراغ کا کام راستہ دکھانا ہوتا ہے، اور حضرت پیر صاحبؒ نے اپنی پوری زندگی کو سنتِ نبوی ﷺ کے لیے وقف کر کے دکھا دیا کہ حقیقی راستہ وہی ہے جو مدینے کی گلیوں سے ہو کر گزرتا ہے۔

آپ نے صرف زبان سے سنت کا وعظ نہیں کیا، بلکہ آپ کا سراپا، آپ کا لباس، آپ کا اخلاق اور آپ کا ہر عمل ایک جلتا ہوا چراغ تھا جو پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ کامیابی صرف اور صرف اللہ کے رسول ﷺ کی غلامی میں ہے۔

سنت کی تجلیات اور باطنی اجالا: آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ" سنت صرف ظاہری صورت کا نام

نہیں، بلکہ یہ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جو انسان کو اللہ کے قریب کر دیتی ہے"۔ جیسے ایک روشن چراغ اندھیرے میں موجود چیزوں کی حقیقت واضح کر دیتا ہے۔

اسی طرح آپ کی تعلیمات نے امت پر یہ واضح کیا کہ اصل دین کیا ہے اور رسم و رواج کیا ہیں۔ آپ نے سنت کو زندگی کے ہر شعبے، خواہ وہ تجارت ہو، سیاست ہو یا خانگی زندگی، میں ایک رہنما نور کے طور پر متعارف کرایا۔

اتباعِ سنت : نجات کا واحد راستہ: حضرت جیؒ کی زندگی کا یہ پختہ عزم تھا کہ امت کو" نورِ سنت" سے جوڑا جائے۔ آپ نے اپنی کتابوں اور بیانات میں بارہا اس بات پر زور دیا کہ سنت کی راہ پر چلنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوسکتا۔ آپ کے نزدیک سنت کی اتباع ہی وہ روشن راستہ ہے جو بندے کو اللہ کی محبت تک لے جاتا ہے۔ آپ نے ثابت کیا کہ جب انسان سنت کا چراغ تھام لیتا ہے، تو دنیا کے بڑے سے بڑے فتنے اس کا ایمان متزلزل نہیں کر سکتے تھے۔

تاریک دلوں میں سنت کی روشنی: آپ کی تحریک کا اصل مقصد انسانیت کے مردہ دلوں میں سنت کی تڑپ پیدا کرنا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ" سنت وہ نور ہے جو قبر و حشر کے اندھیروں میں کام آئے گا"۔ آپ نے ہزاروں نوجوانوں کے ہاتھوں سے گناہوں کے آلات چھڑوا کر انہیں ذکرِ الٰہی کی تسبیح اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مصلّٰی عطا کیا۔ آپ نے ثابت کیا کہ سنت پر چلنا بوجھ نہیں، بلکہ روح کی راحت اور زندگی کا اصل حسن ہے۔

روشن چراغ : ہدایت کا عالمگیر سفر: یہ روشن چراغ صرف ایک شہر یا ملک تک محدود نہ رہا، بلکہ اس کی روشنی براعظموں کو پار کر گئی۔ آپ نے مغرب کے مادی معاشرے میں جا کر یہ ثابت کیا کہ ایک متبعِ سنت بزرگ اپنی خاموشی اور اخلاق سے بھی وہ انقلاب لا سکتا ہے جو بڑی بڑی تقریریں نہیں

لاسکتیں اور آپ نے سنتِ نبوی ﷺ کو وہ آفاقی نور بنادیا جس نے کالے گورے اور عربی عجمی کی تمیز ختم کر کے سب کو ایک ہی لڑی میں پرودیا۔

اخلاقِ نبوی ﷺ کا عکس: ایک روشن چراغ کی طرح آپ کی ذات سے نکلی ہوئی خیر کی شعاعیں ہر خاص و عام تک پہنچیں۔ آپ نے دشمنوں کو بھی اپنے اخلاق سے جیتا۔ آپ کے چہرے پر موجود سنت کی چمک اور آنکھوں میں موجود حیا کی روشنی دیکھنے والوں کو اللہ کی یاد دلاتی تھی۔ آپ نے معاشرے کے ٹوٹے ہوئے طبقوں کو جوڑا اور انہیں محبتِ الٰہی کے نور سے ہمکنار کیا۔

کتابِ زندگی کا آخری باب: کتابِ زیست کا یہ باب اگرچہ بظاہر ختم ہوگیا ہے، لیکن سنت کا وہ روشن چراغ جو آپ نے جلایا تھا، وہ بجھا نہیں ہے۔

آپ نے اپنے پیچھے لاکھوں ایسے متبعِ سنت شاگرد اور مریدین چھوڑے ہیں جو اب خود چراغ بن کر دنیا کے کونے کونے میں سنت کی راہ دکھا رہے ہیں۔ آپ کی تعلیمات کی روشنی تا قیامت حق کے متلاشیوں کے لیے مشعل راہ بنی رہے گی۔

دعا: بارگاہِ ایزدی میں التجا ہے کہ مولیٰ کریم حضرت پیر صاحبؒ کو ان کی سنتِ نبوی ﷺ سے والہانہ محبت کے صدقے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمیں ان کے جلائے ہوئے اس روشن چراغ کی روشنی میں اپنی زندگی گزارنے کی توفیق دے اور اللہ تعالیٰ ان کے فیض کو جاری و ساری رکھے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی ہمت عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

حضرت پیر ذوالفقار احمد صاحبؒ کی سیرت سے ماخوذ بعض سبق آموز باتیں

حافظہ راشدہ غفرلہا، وانم باڑی

حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ عصر حاضر کے ایک ممتاز روحانی رہنما، مربی، مصلح، اور داعئ اسلام ہیں۔ اسلامی تصوف کے ایک معتبر اور مستند سلسلہ، سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے آپ تعلق رکھتے ہیں۔ اس سلسلہ کی بنیاد شریعت مطہرہ کی کامل پیروی، باطنی اصلاح اور سنت کے اتباع پر رکھی گئی ہے۔ آپؒ ہمیشہ اس بات پر زور دیتے رہے کہ تصوف شریعت سے جدا نہیں ہے بلکہ شریعت کی ہی اصل روح اور جان ہے۔ آپؒ نے نوجوان نسل مرد و خواتین کی دینی اور اخلاقی تربیت پر خصوصی توجہ دی ہے۔ آپ کے بیانات اور تصنیفات سے جہاں عوام و خواص اور علماء متاثر ہوئے وہیں عصری تعلیم گاہوں کے طلبہ اور دانشور لوگ خاص طور پر زیادہ متاثر ہوئے۔ آپ کی تعلیمات سے لوگوں کی زندگی میں بہت ہی مثبت تبدیلی آئی ہے۔

حضرت پیر صاحب کی زندگی اور تعلیمات سے جو اہم سبق اور پیغام ملتا ہے وہ یہ کہ اصل کامیابی روحانی پاکیزگی اور اللہ کی رضا کے حصول میں منحصر ہے۔ حضرت نے آج کے دور کے نوجوانوں کے مسائل کے حل کو دینی حکمت و بصیرت کے ساتھ خوب کھول کھول کر بیان فرمایا ہے۔ اسی کے ساتھ آپ نے دینی احکام و مسائل کے فوائد کو بھی جدید سائنٹفک طریقوں

سے ایسا بیان فرمایا ہے جو دل اور عقل دونوں کو اپیل کرتا ہے۔

حضرت نے اپنی تصانیف و بیانات میں دل، عقل اور نفس کی کیفیت کو نہایت سادہ اور مؤثر انداز میں سمجھایا ہے۔ وہ کسی جگہ ایک ایسے نوجوان کا ذکر کرتے ہیں جو نماز میں سستی کرتا تھا ۔وہ کہتا تھا کہ نماز پڑھنے کو دل نہیں چاہتا ہے اس پر حضرت نے بہت اہم بات سمجھائی کہ دل ہمیشہ صحیح فیصلہ نہیں کرتا اس لئے کہ دل خواہشات کی طرف جلد مائل ہو جاتا ہے۔لہٰذا انسان اپنی عقل سے دل کی رہنمائی کرے ۔مطلب یہ کہ عقل نماز کے فوائد کو سمجھتی ہے۔ جیسے نماز انسان کو وقت کا پابند بناتی ہے۔ اخلاق و کردار درست ہوتے ہیں، زندگی میں نظم وضبط اور ڈسپلن آتا ہے، نماز انسان کو برائیوں سے روکتی اور حفاظت کرتی ہے۔نماز سے سکونِ قلب حاصل ہوتا ہے وغیرہ فوائد جب انسان اپنی عقل سے سمجھ جاتا ہے تو دل کو نماز پر آمادہ کر لیتا ہے۔

حضرتؒ کی کتاب دوائے دل سے چند اہم ملفوظات یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

1۔دل کی اصلاح کے بغیر عمل میں اثر نہیں آتا۔

2۔نماز دل کو اللہ سے جوڑتی ہے۔

3۔اصل کامیابی دل کا بدل جانا ہے یعنی دل کا اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق قائم ہونا ہے۔

حضرت پیر صاحبؒ کے بیانات سے سیکھنے کی اہم باتیں۔

☆ اصل جہاد اپنے نفس کے خلاف ہوتا ہے اور بغیر نفس کی اصلاح کے کامیابی ممکن نہیں۔

☆ دل کو زندہ رکھنے کے لیے ذکرِ حقی بہت ضروری ہے۔

☆ دنیا کو چھوڑنا نہیں ہے بلکہ دنیا کو دل سے نکالنا ہے۔

☆ ہر نیکی اخلاص کے ساتھ ہو اور ریا کاری یعنی دکھاوا نیکی اور عبادت کو برباد کر دیتا ہے۔

☆ عاجزی اختیار کرو، تکبر روحانی ترقی کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

☆ اللہ والوں کی صحبت انسان کو اندر سے بدل دیتی ہے۔

☆ غفلت دل کی موت اور ذکر دل کی حیات ہے۔

☆ کامیابی کا ہر راستہ اتباعِ سنت سے ہو کر گذرتا ہے۔

☆ زبان، نظر اور دل کی حفاظت روحانیت کی بنیاد ہے۔

حضرتؒ کی مبارک زندگی سے لینے کے اہم سبق۔

☆ دین کی خدمت علم اور عمل سے کی جاتی ہے صرف باتوں سے نہیں۔

☆ سنتِ نبویؐ کو زندگی کا معیار اور مقصد بنانے سے روحانی ترقی ملتی ہے۔

☆ دنیا کی مشغولیات میں رہتے ہوئے بھی دل کو اللہ سے جوڑا جا سکتا ہے۔ دست بکار دل بیار، یعنی ہاتھ کام میں مشغول اور دل اللہ کی یاد سے معمور ہو۔

☆ عاجزی اختیار کرنے والا ہی اللہ کے نزدیک بلند ہوتا ہے۔

☆ امت کی فکر و اصلاح کرنا اللہ والوں کی نشانی ہے۔

☆ اللہ پر بھروسہ انسان کو خوف اور پریشانی سے آزاد کر دیتا ہے۔

☆ خدمتِ خلق سے انسان کا دل نرم اور اللہ سے قریب ہو جاتا ہے۔

☆ اصلاح نفس کے بغیر کوئی بھی کام درست ہو کر اللہ کا پسندیدہ عمل نہیں بنتا۔

☆ ذکر اور مراقبہ انسان کو گناہوں سے بچانے میں اور دنیا و آخرت کی ترقی میں مددگار ہیں۔

ان مذکورہ اسباق سے روشنی حاصل کرتے ہوئے ہم میں سے ہر ایک اپنی زندگی کو

بنانے اور سنوارنے کے لئے یہ نیتیں کر سکتا ہے۔

☆میرا ہر کام اللہ کی رضا کے لیے ہو نہ کہ لوگوں کی تعریف سننے کے لیے ہو۔

☆میں اپنے نفس کی اصلاح کو اپنی زندگی کا مقصد بناؤں۔

☆سنت نبویﷺ کو اپنی زندگی کا آئیڈیل بناؤں۔

☆نماز کو اللہ سے ملاقات کا بہترین ذریعہ سمجھ کر پڑھوں۔

☆اپنی زندگی کو امت کے فائدے کے لئے وقف کروں۔

☆موت کو یاد رکھتے ہوئے آخرت کی تیاری کو اہم مقصد بناؤں۔

☆اپنی روحانی تربیت کے لئے کسی متبعِ شریعت و سنت شیخ کی اطاعت کو لازم سمجھوں۔

☆نرمی، حکمت اور محبت سے لوگوں کو دین کی طرف بلاؤں۔

☆ذکر الٰہی سے اپنے دل کو روشن اور اعمال کو مزیّن کروں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت والاؒ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے، انہیں اعلیٰ علّیین میں اپنے قربِ خاص سے نوازے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کامیاب ہونے کی توفیق عنایت فرمائے۔

آمین یا رب العالمین ؤ اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی کی تصنیف "عشقِ الٰہی" کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ :ایک ہمہ جہت جائزہ

اسماء جبین عبدالرشید، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو یشونت راؤ چوان آرٹس و سائنس مہاودیالیہ منگرول پیر مہاراشٹر

تصوف اور تزکیہ نفس کی تاریخ میں سلاسلِ اربعہ (نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ) نے انسانی روح کی بالیدگی اور اصلاحِ احوال میں جو کردار ادا کیا ہے، وہ محتاجِ بیان نہیں ہے۔ ان میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ اپنی اتباعِ سنت، شریعت کی پاسداری اور خاموش ذکر و فکر کی بنا پر علمی اور روحانی حلقوں میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ عصرِ حاضر میں جب مادیت پرستی، الحاد اور فکری انتشار نے انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے، حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم (پیدائش 1953ء؛ وفات 2025ء) کی شخصیت اور ان کا علمی و روحانی ورثہ ایک مینارہ نور بن کر سامنے آیا ہے۔ آپ کی مشہورِ زمانہ تصنیف "عشقِ الٰہی" محض ایک کتاب نہیں بلکہ ایک تڑپتے ہوئے دل کی پکار اور سالکینِ راہِ حق کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہ تجزیاتی مقالہ اس عظیم تصنیف کا فنی، فکری اور اسلوباتی جائزہ پیش کرتا ہے تاکہ اس کے مندرجات، اثرات اور عصری معنویت کو گہرائی میں سمجھا جا سکے۔ مصنف کا علمی و روحانی پس منظر اور فکری جہات

حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی کی زندگی علمِ ظاہر اور علمِ باطن کے حسین امتزاج کی ایک نادر مثال ہے۔ آپ نے روایتی دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید عصری علوم میں بھی کمال حاصل کیا۔ الیکٹریکل انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد ایک بڑے صنعتی ادارے

میں جنرل منیجر جیسے کلیدی عہدے پر فائز ہونا اور پھر چالیس سال کی عمر میں اس دنیاوی جاہ و منصب کو محض رضائے الٰہی کے حصول کے لیے خیرباد کہہ دینا، آپ کے بلند پایہ عزم اور سچے عشقِ الٰہی کی دلیل ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کو دین کی تجدید اور اشاعت کے لیے وقف کر دیا، جس کے نتیجے میں لاکھوں انسانوں کی زندگیاں تبدیل ہوئیں۔

آپ کا تعلق دیوبندی مکتبہ فکر سے ہے اور آپ کے علمی مقام کی گواہی دارالعلوم دیوبند جیسے مستند اداروں نے دی ہے، جہاں آپ کو "صاحبِ نسبت بزرگ" اور "اکابرِ دیوبند کے ہم مشرب" قرار دیا گیا۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت مرشدِ عالم پیر غلام حبیب رحمہ اللہ کے خلیفۂ مجاز تھے۔ آپکی تحریروں میں انجینئرنگ کی منطق اور صوفیانہ وجدان کا ایک ایسا سنگم ملتا ہے جو جدید ذہنوں کو قائل کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ مصنف کی قلمی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے، جس میں فقہ کے بنیادی اصول، اولاد کی تربیت، حیا و پاکدامنی، اور اصلاحِ نفس جیسے اہم موضوعات شامل ہیں۔

عشقِ الٰہی" : تصنیف کا پس منظر اور اسلوبِ نگارش"

کتاب "عشقِ الٰہی" کی تخلیق کے حالات اس کی تاثیر میں اضافے کا باعث ہیں۔ یہ کتاب مصنف نے اپنے بیرونی ممالک کے سفر اور انتہائی مصروفیات کے دوران تحریر فرمائی۔ یہ حقیقت اس بات کی غماز ہے کہ عشقِ الٰہی کی جو تڑپ مصنف کے اندر موجود تھی، وہ کسی بھی ظاہری ہماہمی کیوجہ سے ماند نہیں پڑی۔ اسلوب کے اعتبار سے یہ کتاب سادہ مگر پر اثر ہے، جس میں قرآنی آیات، احادیثِ مبارکہ اور صوفیائے کرام کے واقعات کو اسطرح پرویا گیا ہے کہ قاری خود کو ایک روحانی سفر پر محسوس کرتا ہے۔

اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ ہر طبقہ زندگی کے لوگوں میں

یکساں پسند کی جاتی ہے۔ جید علماء کرام اسے "اللہ کا مجنوں بنانے والی کتاب" قرار دیتے ہیں۔ کتاب میں عربی، فارسی اور پنجابی شاعری کا برجستہ استعمال اسے ایک ادبی شاہکار بھی بناتا ہے۔ خاص طور پر وہ اشعار جو جمالِ الٰہی کی عکاسی کرتے ہیں، قارئین کے دلوں پر گہرا اثر چھوڑتے ہیں۔ کتاب کا موضوعاتی تجزیہ اور ابواب کی تفصیلی تلخیص کتاب "عشقِ الٰہی" بارہ ابواب پر مشتمل ہے، جو انسانی روح کے ارتقائی سفر کی مختلف منزلوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

باب 1 تا 3 اہمیت، ثمرات اور محبانِ الٰہی کی کیفیات

ابتدائی ابواب میں مصنف نے واضح کیا ہے کہ ایمان کی اصل حلاوت اللہ تعالیٰ کی محبت میں پوشیدہ ہے۔ قرآنی بنیادوں پر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ کی محبت ہی وہ طاقت ہے جو انسان کو اطاعت پر ابھارتی ہے۔ جب یہ محبت دل میں بیٹھ جاتی ہے، تو انسان کو ذکر میں لذت ملتی ہے اور گناہوں سے فطری نفرت ہو جاتی ہے۔ مصنف نے سلف صالحین کے ایسے واقعات درج کیے ہیں جو اس باطنی تڑپ کی عکاسی کرتے ہیں۔

باب 4 اور 5 عقل بمقابلہ عشق اور حقیقی و مجازی محبت

ان ابواب میں بڑی لطافت سے واضح کیا گیا ہے کہ عقل انسان کو درِ خدا تک پہنچاتی ہے، مگر عشق اسے قربِ الٰہی نصیب کرواتا ہے۔ علامہ اقبال کے فلسفہ عشق کے تناظر میں یہ بتایا گیا ہے کہ عشق کے بغیر دین و شریعت محض بے روح خیالات بن کر رہ جاتے ہیں۔ اسی طرح فانی انسانوں کی محبت (عشقِ مجازی) اور لایزال رب کی محبت (عشقِ حقیقی) کے فرق کو واضح کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ دنیاوی محبتیں حسرت کا باعث بنتی ہیں جبکہ اللہ کی محبت دائمی سکون دیتی ہے۔

باب 6 تا 8 موت، قبر اور قیامت کے احوال

مصنف نے ان ابواب میں موت کا ایک منفرد تصور پیش کیا ہے کہ اللہ کے محبوں کے لیے موت محبوب سے ملاقات کا ایک پل ہے ۔ سچے عاشق قبر کی تنہائی اور قیامت کی ہولنا کیوں سے بے خوف ہوتے ہیں کیونکہ ان کا توکل اور محبت انہیں اللہ کے اعزاز و اکرام کا مستحق بنا دیتی ہے۔

باب 9 تا 12 علامات، ذرائع اور مرید و مراد کا فرق

سچے عاشق کی علامات میں اتباعِ سنت، کثرتِ ذکر، ترکِ معاصی اور رضائے الٰہی پر راضی رہنا شامل ہیں۔ موجودہ دور کے فتنوں میں اس محبت کو پانے کے لیے مصنف نے عملی طریقے بتائے ہیں، جن میں صحبتِ صالحین، راتوں کی دعا اور مسلسل مجاہدہ شامل ہیں۔ آخری باب میں، مرید (طلب کرنے والا) اور مراد (جسے اللہ خود چن لے) کے درمیان باریک فرق کو واضح کیا گیا ہے۔ ادبی جمالیات اور صوفیانہ اشعار کا کردار کتاب "عشقِ الٰہی" اپنی ادبی فصاحت کی وجہ سے بھی ممتاز ہے۔ مصنف نے اس میں مولانا رومیؒ کے درد وغم، علامہ اقبالؒ کی آفاقیت اور پنجابی وعربی صوفیانہ کلام کو اس طرح یکجا کیا ہے کہ قاری وجدانی کیفیت محسوس کرتا ہے ۔ یہ اشعار صرف آرائش کے لیے نہیں بلکہ معرفتِ الٰہی کے پیچیدہ تصورات کو سمجھانے کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔ علمی وعوامی پذیرائی اور علماء کی آراء کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس پر جید علماء کے تبصروں سے ہوتا ہے۔ حضرت مولانا قاسم منصور مدظلہ کے مطابق یہ کتاب اللہ کا مجنوں بناتی ہے۔ حضرت مولانا مفتی غلام رسول مدظلہ اسے آٹھ بار پڑھنے کے باوجود مزید پڑھنے کا اشتیاق رکھتے ہیں ۔ دارالعلوم دیوبند نے بھی مصنف کی علمی وروحانی شخصیت کی معتبریت کی تصدیق کی ہے، جس سے اس مقالے کے مندرجات کی علمی اہمیت

مزید واضح ہوتی ہے۔اشاعتی معلومات اور رسائی کے ذرائع کے نام سے بھی دستیاب ہے۔ پاکستان میں اس کا بنیادی مرکز" مکتبۃ الفقیر " ہے۔"Love for Allah" کتاب اصل اردو کے علاوہ انگریزی میں ڈیجیٹل دور میں یہ کتاب انٹرنیٹ آرکائیو اور دیگر ویب سائٹس پر مختلف نسخوں (63 سے 129 صفحات) میں عام دستیاب ہے۔مقالے کا عملی پہلو اور تربیتی جہت کتاب کا ایک بڑا حصہ اصلاحِ نفس پر مشتمل ہے۔مصنف نے جدید دور کے فتنوں جیسے انٹرنیٹ اور موبائل کے غلط استعمال کو روح کے لیے زہر قرار دیا ہے اور اس کا علاج عشقِ الٰہی اور حیا میں بتایا ہے۔نقشبندی سلسلے کی روایت کے مطابق" ذکر" اور"صحبتِ مرشد" کو حصولِ منزل کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے

خلاصہ کلام اور فکری نتائج

حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی کی کتاب"عشقِ الٰہی"عصرِ حاضر کے انسان کے لیے ایک ایسی پناہ گاہ ہے جہاں وہ مادیت کے تپتے ہوئے صحرا سے نکل کر روحانی سکون کی چھاؤں پا سکتا ہے۔ یہ مقالہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ کتاب کی مقبولیت کا راز مصنف کے اخلاص، شریعت وطریقت کے توازن اور عملی رہنمائی میں پوشیدہ ہے۔ یہ کتاب ہر اس شخص کے لیے ایک ضروری مشعلِ راہ ہے جو اپنے خالق کے ساتھ ایک مضبوط اور محبت آمیز تعلق استوار کرنا چاہتا ہے۔

Asma jabeen Abdul Rasheed

Yashwant Rao Chauhan art's and science Mahavidyalaya Mangrol peer dist Washim

Maharashtra. Mobile:9881258485. E-mail: haanikonain@gmail.com

کتاب اللہ سے جڑی مبارک زندگی

(قرآن مجید سے تعلق ومحبت شغف قرآن مجید اور حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی صاحبؒ)

حافظہ صاجبہ اُمِ اشرف بنت جناب محمد تاج الدین صاحب مرحوم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

سلاسل اربعہ میں سے سلسلہ نقشبندیہ میں دو باتیں بہت زیادہ نمایاں طور پر پائی جاتی ہیں پہلی بات اتباع سنت کا شوق اور سنت سے غیر معمولی محبت اور دوسری بات قرآن مجید سے تعلق وکثرت سے تلاوت شیخ العلماء والحفاظ والصالحین حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی نوراللہ مرقدہ برصغیر کے ایک ایسے بزرگ گزرے ہیں کہ جن میں غیر معمولی محبت و تعلق تھا اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ کلام قرآن مجید سے جیسا کہ بعض علماء ربانیین کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول ترین بندوں کی ایک یہ علامت ہوتی ہے کہ وہ قرآن مجید سے تعلق بہت گہرا رکھتے ہیں۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی نوراللہ مرقدہ نے خود بھی قرآن مجید سے تعلق زیادہ رکھا اس کی تلاوت کے اعتبار سے ہو یا سمجھنے سمجھانے کے اعتبار سے ہو یا اس میں تدبر غور وفکر کے اعتبار سے ہو اور اپنے خلفاء ومریدین وسالکین و متعلقین ومعتقدین کو بھی بہت زیادہ تاکید فرماتے تھے ترغیب دلاتے تھے کہ روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کریں اور زیادہ سے زیادہ کریں اگر مصروف زیارہیں تب بھی ایک پارہ یا آدھا پارہ تو ضرور تلاوت فرمالیں یا کم از کم پاؤ پارہ تلاوت کرلیں اس سے محبت الٰہی میں ونور قلبی میں اضافہ ہوگا اور اللہ رب العزت سے قربت و تعلق بڑھے گا اور حضرت پیر صاحب بھی کثرت سے تلاوت قرآن فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی نوراللہ مرقدہ خود فرمایا کرتے تھے کہ جو ایوریج بچہ ہوتا ہے وہ بیس دن میں ایک پارہ یاد کرلیتا ہے اور جو بچہ ذہین ہوتا ہے وہ پندرہ دن میں ایک پارہ یاد کرسکتا ہے اور جو اتنی دلچسپی نہ رکھتا ہو وہ ایک مہینہ میں ایک پارہ یاد کرسکتا ہے بحر حال ایک بچہ دو سال میں قرآن مجید حفظ کرسکتا ہے جو بچے محنتی ہوتے ہیں وہ اس سے بھی جلدی یاد کرلیتے ہیں حضرت جی پیر صاحب نوراللہ مرقدہ نے اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ میرے بڑے بھائی ایک ٹیچر تھے اسکول میں وہ مجھے اسکول ہی لے گئے گرما کے دو مہینوں کی چھٹیوں میں میں فارغ تھا تو میرے دل میں شوق پیدا ہوا کہ میں قرآن مجید یاد کروں تو ہمارے قریب میں ایک محلہ تھا مؤمن پورہ اس کی مسجد میں ایک مدرسہ تھا۔

اور وہاں قاری غلام رسول صاحبؒ پڑھاتے تھے بچوں کو تو میرے بھائی نے مجھے وہاں بٹھا دیا تو الحمدللہ میں نے دو مہینوں میں چھ پارے حفظ کرلیے میرے استاذ مجھ سے بہت خوش تھے اور کہتے تھے کہ یہ بچہ بہت ذہین ہے ایک سال کے اندر اندر یہ قرآن مجید کا حفظ مکمل کرلیگا اتنے میں دو مہینہ کی چھٹیاں ختم ہوگئی تو میرے بھائی نے مجھ سے کہا چلو اسکول چلو میں نے ان سے کہا مجھے حافظ بننا ہے مجھے مدرسہ جانا ہے انہوں نے کہا کہ چلو چلو اسکول کا ناغہ نہیں کرنا ہے اسکول جانا ہے خیر میں اسکول سے واپس آکے اپنے امی کے سامنے خوب رو یا دھویا اور کہا کہ امی مجھے حافظ بننا ہے میرے بھائی تو مجھے حافظ بننے نہیں دیتے امی نے ان سے کہا کہ بیٹا جب یہ حافظ عالم بننا چاہتا ہے تو اسے بننے کیوں نہیں دیتا انہوں نے کہا کہ امی میں نے منع نہیں کیا پھر وہ مجھ سے کہنے لگے کہ تمہارے اسکول میں کتنے مضمون ہیں۔

اس زمانہ میں آٹھ مضمون ہوتے تھے میں نے کہا آٹھ مضمون ہیں تو میرے بھائی نے

کہا کہ تم سمجھو کہ تمہارے نو مضمون ہیں تمہارے آٹھ مضمون اسکول کے ہیں اور نواں مضمون دین کا علم ہے جو تمہیں پڑھنا ہے تمہیں پڑھنے سے کس نے روکا میں نے کہا مجھے کون پڑھائے گا تو انہوں نے کہا میں انتظام کردونگا چنانچہ الحمدللہ میں حافظ قرآن بنا اور کچھ ابتدائی کتب درس نظامی کی وہیں پڑھیں۔۔۔۔۔بعد میں آپ علوم قرآنیہ واسلامیہ کی تکمیل فرمائی۔

آپ کی مبارک زندگی قرآن سے منسلک ہوگئی بعدازاں آپ نے اپنے وعظ و نصیحت عام و خاص مشوروں اور قرآن مجید کو حفظ کرنے کے آسان الہامی طریقوں کو تعلیم فرمانے کے ذریعے لاکھوں انسانوں کو قرآن و تعلیم قرآن اور عمل بالقرآن سے منسلک و متصف فرما کر قرآن مجید کے راستے پر ڈالا۔

اللہ تعالیٰ حضرت جیؒ کو غریق رحمت فرمائے اور ان کے حفظ قرآن کو شرف قبولیت عطا فرما کر جنت کے مکمل درجات نصیب فرمائے اور ہم کو اور ہماری نسلوں کو تا قیامت ویسا ہی قرآن سے شغف و تعلق عطا فرمائے اور ہماری زندگی انوارات قرآن سے منور فرمائے آمین یارب العالمین۔

حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کے افکارِ تصوف

سعدیہ فاطمہ باسط علی خان، ناندیڑ مہاراشٹر

اسلامی تصوف کا بنیادی مقصد تزکیہ نفس، اصلاح باطن اور قرب الٰہی ہے۔تصوف اسلامی تعلیمات کا وہ باطنی وروحانی پہلو ہے جس کا مقصد انسان کے اخلاق، نیت اور باطن کی اصلاح ہے، برصغیر میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کو ایک خاص مقام حاصل ہے اور اسی عظیم روایت کے ممتاز بزرگ قطب ارشاد عارف باللہ محبوب العلماء حضرت جی مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ عصر حاضر میں اصلاح نفس اور تزکیہ قلب کے نمایاں داعی تھے، یہ عصر حاضر کے معروف صوفی بزرگ اور مصلح امت ہیں ان کے افکار تصوف کی بنیاد قرآن وسنت، تزکیہ نفس، اصلاح باطن پر قائم ہے۔

عشقِ رسول ﷺ حضرت جی کے نزدیک اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا سب سے محفوظ راستہ عشقِ رسول ﷺ ہے جو اطاعت اور اتباع کے بغیر ممکن نہیں آپ ہمیشہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق سادہ اور خالص تصوف کے داعی رہے ہیں۔

حضرت جی پیر ذوالفقارؒ کے افکار تصوف کی بنیاد شریعت محمدی ﷺ کی کامل پیروی پر ہے۔آپ تصوف کو شریعت سے جدا تصور نہیں کرتے بلکہ فرماتے تھے کہ۔۔۔۔۔"جو تصوف سے الگ ہے وہ تصوف نہیں بلکہ گمراہی ہے"۔آپ کا تصوف صرف خانقاہ تک محدود نہیں بلکہ ایک اخلاقی تربیت، معاشرتی اصلاح اور امت کی فلاح کا پیغام دیتا ہے۔

قرآنی دلیل : کنتم خیر امۃ اخرجت للناس آل عمران 110

آپ کے نزدیک تصوف کا پہلا زینہ فرائض کی پابندی، سنتوں کی اتباع اور محرمات سے اجتناب ہے۔

حضرت جی رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت کو روحانی ترقی کی کنجی قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک عبادات میں اخلاص، معاملات میں دیانت، اخلاق میں نرمی اصل تصوف ہے، وہ دنیا سے مکمل کنارہ کشی کے قائل نہیں، بلکہ دنیا میں رہ کر دین پر چلنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ اصل کمال یہ ہے کہ بندہ بازار میں رہے اور دل اللہ کے ساتھ ہو۔

حضرت جی حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ عصر حاضر کے ان بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے تصوف کو قرآن وسنت کی روشنی میں سادہ اور عام فہم انداز میں پیش کیا۔ آپ کے افکار میں شریعت کی پابندی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع، اطاعت اور محرمات سے اجتناب کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ان کے افکار تصوف کا خلاصہ درج ذیل نکات میں کیا جاسکتا ہے۔

تصوف کی بنیاد اصلاح و باطن حضرت جی کے نزدیک تصوف کا اصل مقصد دل کی اصلاح ہے نہ کہ کرامات یا ظاہری مظاہر، وہ فرماتے ہیں کہ جب دل درست ہو جائے تو اعمال خود بخود درست ہو جاتے ہیں، آپ کے اس کار میں شریعت اور طریقت کے درمیان کوئی تضاد نہیں۔

شریعت : ظاہری اعمال (نماز روزہ حلال وحرام)

طریقت : باطنی صفات (اخلاص، خشوع، تقوی)

حضرت جی کے متعلق بغیر شریعت کے تصوف گمراہی ہے۔ ذکر الٰہی، فکر آخرت اور کثرت توبہ کو ان کا علاج بتاتے ہیں۔

تصوف وشریعت کا باہمی رشتہ حضرت پیر ذوالفقار نقشبندیؒ کے نزدیک تصوف شریعت سے جدا کوئی راستہ نہیں بلکہ شریعت ہی کی روح ہے، وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ جو تصوف شریعت سے ٹکرا جائے وہ تصوف نہیں گمراہی ہے، قرآنی دلیل :**لم جعلناک علی شریعتہ من الامر فاتبعھا** (الجاثیۃ 18)

اصلاح نفس اور تزکیہ قلب آپ کے افکار میں اصلاح نفس کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، نفس کی بیماریوں جیسے تکبر، حسد، ریا، حرص حب دنیا اور غفلت کو روحانی زہر قرار دیتے تھے۔ ان باطنی امراض کو روحانی بیماری قرار دے کر ان کا علاج، ذکر، مجاہدہ اور صحبت شیخ میں بتاتے ہیں۔

قرآنی دلیل :**قد افلح من زکاھا** (الشمس 9)

آپ کے نزدیک کامل تصوف وہی ہے جو سنت رسول ﷺ کے مطابق ہو، ذکر، فکر، خلوت اور مجاہدہ سب سنت کے تابع ہونے چاہئے۔

حدیث شریف : ''جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی'' (ترمذی)

حضرت پیر ذوالفقارؒ کے مطابق تصوف کا اصل مقصد دل کو اللہ کے سوا ہر شے سے خالی کرنا ہے ظاہری عبادت کے ساتھ باطنی صفائی ضروری ہے۔

ذکر الٰہی ومراقبہ کی اہمیت وافادیت

قرآنی دلیل :**الا بذکر اللہ تطمئن القلوب** (الرعد 28)

آپ کے افکار میں عشقِ الٰہی اور محبت رسول ﷺ کو تصوف کی جان قرار دیا گیا ہے، بغیر محبت کے عبادت کو وہ بے روح سمجھتے ہیں۔

تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کی جان سے بھی

زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔حضرت نقشبندی سلسلے کے مطابق ذکر قلبی پر خاص زور دیتے ہیں، کہ ذکر دل کو زندہ کرتا ہے، ذکر غفلت اور روحانی بیماریوں کا علاج ہے، ان کے افکار کا مرکزی نکتہ دل کی اصلاح ہے۔حضرت پیر ذوالفقار ذکر الٰہی کو دل کی زندگی قرار دیتے تھے، خاص طور پر ذکر قلبی کو سلسلہ نقشبندیہ کی امتیازی شان بتایا۔آپ فرماتے تھے کہ۔۔۔۔۔۔۔”جس دل میں ذکر نہیں وہ زندہ لاشہ ہے“۔آپ کے حلقہ ارادت میں ذکر، مراقبہ، مجاہدہ کو خاص اہتمام کے ساتھ سکھایا جاتا تھا۔حضرت جی قلبی اور مراقبہ کو دل کی زندگی کا ذریعہ بتاتے ہیں، خصوصاً نقشبندی سلسلے کے مطابق، ذکر حقی، اللہ کی معیت کا احساس کو روحانی بیداری کا سبب مانتے ہیں۔

محبت الٰہی اور اخلاص حضرت پیر ذوالفقار کے افکار میں محبت الٰہی کو تصوف کی روح کہا گیا ہے، آپ کے نزدیک عبادت کا اصل حسن اخلاص میں ہے نہ کہ دکھاوے میں، آپ تصوف کو نمود و نمائش سے پاک رکھنے کے قائل تھے اور سادگی کو روحانیت کی علامت سمجھتے تھے۔

خدمتِ خلق: آپ کے تصوف میں خدمتِ خلق کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے، آپ کے نزدیک اصل ولایت اچھے اخلاق میں پوشیدہ ہے۔عاجزی، صبر، عفو و درگزر، محبت میں خیر خواہی،۔۔۔۔انھوں نے فرمایا کہ ”جو شخص اخلاق میں کامل نہیں وہ تصوف میں کامل نہیں ہو سکتا“، حضرت جی کا تصور صرف خانقاہ تک محدود نہیں بلکہ گھریلو زندگی، کاروبار، معاشرت، ہر میدان میں اللہ کی یاد کے ساتھ جینے کا درس دیتا ہے۔

اعتدال اور سہولت میں آپ تصوف کو مشکلات، ترک دنیا نہیں بتاتے بلکہ دنیا میں رہتے ہوئے دل کو اللہ سے جوڑ دینا ہی اصل تصوف ہے۔آپ فرماتے تھے کہ۔۔۔۔۔۔

"مخلوق کی خدمت دراصل خالق کو راضی کرنے کا ذریعہ ہے"۔ تصوف گوشہ نشینی نہیں بلکہ سماج میں رہ کر اللہ کی یاد ہے۔ حضرت جی پیر ذوالفقار نے تصوف کے نام پر پھیلنے والی بدعت اور غیر شرعی رسوم کی سختی سے تردید کی ہے۔

اصلاح و معاشرہ حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کے افکار تصوف قرآن و سنت کی روشنی میں تزکیہ نفس، اصلاح، اخلاق، ذکر الٰہی اور محبت خداوندی کا حسین امتزاج ہے، آپ کا تصوف نہ صرف فرد کی روحانی اصلاح کرتا ہے بلکہ ایک صالح اور متوازن معاشرے کی تشکیل میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے، ان کے افکار صرف فرد تک محدود نہیں بلکہ خاندانی نظام کی اصلاح، نوجوانوں کی تربیت، اخلاقی اقدار کے فروغ پر بھی زور دیتے تھے۔

حضرت جی حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کے افکار تصوف قرآن و سنت پر مبنی ہے، ان کے ا افکار تصوف دراصل قرآن و تصوف کا عملی عکس ہے، آپ نے تصوف میں بدعات، غلو اور افراط تفریط سے پاک کر کے ایسا معتدل اور شرعی راستہ دکھایا جو سالک کو اللہ کے قریب کرتا ہے، اور معاشرے کو اخلاقی استحکام عطاء کرتا ہے۔ اصلاح قلب و نفس پر زور دیتا ہے، ذکر و اخلاق کی عملی تربیت کرتا ہے، شریعت و طریقت کا حسین امتزاج ہے۔

حوالہ جات :

1) پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ اصلاح نفس، خانقاہ نقش بندیہ کراچی۔

2) دل کی دنیا، مکتبہ مجددیہ 3) تزکیہ نفس کیوں اور کیسے (4 مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی۔

5) ڈاکٹر محمد اقبال، اسلامی تصوف۔ 6) عبدالحئی حسنی، نزھۃ الخواتر

SADIYA FATEMA BASIT ALI KHAN

MADINA TUL ULOOM GIRLS PRIMARY SCHOOL NANDED-431604

MAHARASHTRA. CELL: **8485884176** sadiyafatemakhan@gmail.com

حضرت جیؒ کا خواتین کے لیے اہم پیغام

حافظہ فوزیہ بیگم بنت عبدالقدیر صاحب (اندرا نگر، حسن نگر، حیدرآباد)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

اسلام نے خواتین کو عزت، وقار اور اعلیٰ مقام عطا کیا ہے۔ عورت ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کی صورت میں معاشرے کی بنیاد ہوتی ہے۔ جب عورت سنورتی ہے تو نسلیں سنورتی ہیں۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اصلاحی دعوت میں خواتین کو خاص طور پر مخاطب فرمایا اور انہیں دین کی اصل روح، یعنی حیا، تقویٰ اور اصلاحِ باطن کی طرف متوجہ کیا۔ حضرت کا پیغام نہایت متوازن، شریعت پر مبنی اور موجودہ دور کے فتنوں کا مؤثر علاج تھا۔

حیاء عورت کا سب سے بڑا زیور:

حضرت رحمۃ اللہ علیہ خواتین کو بار بار یہ پیغام دیتے تھے کہ حیا عورت کی اصل پہچان اور اس کا سب سے قیمتی زیور ہے۔ لباس میں پردہ، گفتگو میں حیا، نظر کی حفاظت، سوشل میل جول میں حدود، حضرتؒ فرماتے تھے کہ حیا کمزور ہو جائے تو ایمان بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے پردہ قید نہیں، حفاظت کا سامان ہے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے پردے کو عورت پر بوجھ یا پابندی کے طور پر نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے حفاظت قرار دیا۔ وہ خواتین کو سمجھاتے تھے کہ پردہ عزت کو محفوظ رکھتا ہے، پردہ دل کے سکون کا ذریعہ ہے پردہ ایمان کی علامت ہے حضرت کا پیغام یہ تھا کہ پردہ عورت کو

معاشرے میں کمتر نہیں بلکہ باوقار بناتا ہے۔

اصلاحِ باطن کی ضرورت:

حضرت رحمۃ اللہ علیہ صرف ظاہری اعمال پر اکتفا نہیں فرماتے تھے بلکہ خواتین کو دل کی اصلاح کی طرف متوجہ کرتے تھے: حسد، غیبت، شکایت، فضول باتیں ان روحانی بیماریوں سے بچنے اور ذکرِ الٰہی کے ذریعے دل کو پاک کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔

گھریلو زندگی کو عبادت بنانا:

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ خواتین کو یہ عظیم خوشخبری سناتے تھے کہ اگر نیت درست ہو تو عورت کا گھر سنبھالنا بھی عبادت بن جاتا ہے۔ شوہر اور بچوں کے حقوق کی ادائیگی صبر اور برداشت گھریلو ذمہ داریوں میں اخلاص یہ سب اعمال اللہ کے نزدیک بہت قیمتی ہیں۔

اولاد کی دینی تربیت:

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ عورت نسلوں کی معمار ہے۔ ماں خود نمازی ہو قرآن سے تعلق ہو اخلاق میں نرمی ہو تو اولاد بھی صالح بنتی ہے۔ حضرتؒ خواتین کو خاص طور پر بچوں میں نماز، ادب اور حیا پیدا کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔

جدید فتنوں سے حفاظت:

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے موجودہ دور کے فتنوں پر خاص توجہ دلائی موبائل اور سوشل میڈیا کا غلط استعمال فیشن اور نمائش غیر ضروری میل جول وہ خواتین کو اعتدال، احتیاط اور خود احتسابی کا پیغام دیتے تھے۔

صبر، شکر اور دعا:

حضرت رحمۃ اللہ علیہ خواتین کو مشکلات میں صبر، نعمتوں پر شکر اور ہر حال میں دعا کی تلقین فرماتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ: "عورت اگر صابرہ اور شاکرہ ہو جائے تو اس کا گھر جنت کا نمونہ بن سکتا ہے۔"

عزت نفس اور خودداری:

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ خواتین کو یہ شعور دیتے تھے کہ وہ اپنی عزت اور ایمان کی خود محافظ ہیں۔ دوسروں کی تقلید میں خود کو نہ کھوئیں اللہ کی رضا کو معیار بنائیں دنیاوی تعریف کے بجائے آخرت کی کامیابی کو دیکھیں۔

بہرحال حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا خواتین کے لیے پیغام نہایت جامع، حکیمانہ اور دورِ حاضر کی ضروریات کے مطابق تھا۔ ان کا پیغام یہ تھا کہ عورت اگر اللہ سے جڑ جائے تو پورا معاشرہ سنور سکتا ہے۔ حیا، پردہ، اصلاحِ باطن، گھریلو ذمہ داریوں میں اخلاص اور اولاد کی دینی تربیت یہی وہ اصول ہیں جن پر چل کر خواتین دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرتؒ کے اس اصلاحی پیغام کو سمجھنے، اپنانے اور اپنی زندگیوں میں نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت کا راز

فاضلہ ام عبدالعزیز بنت سید حسین (تالاب چنچلم، چار مینار حیدر آباد)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

تاریخِ اسلام میں بعض ہستیاں ایسی گزری ہیں جن کی مقبولیت نہ کسی تشہیر کی محتاج رہی، نہ کسی ظاہری طاقت کی۔ ان کی قبولیت دلوں میں خود بخود پیدا ہوئی، اور ان کا اثر زمان و مکان کی قید سے آزاد نظر آیا۔ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی مقبول نفوسِ قدسیہ میں شامل تھے۔ سوال یہ ہے کہ حضرت کی اس ہمہ گیر مقبولیت کا راز کیا تھا؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ راز کسی ایک سبب میں نہیں بلکہ ان کی پوری زندگی کے چند بنیادی اوصاف میں پوشیدہ تھا۔

اخلاص وللّٰہیت

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت کا سب سے بڑا راز ان کا اخلاص تھا۔ نہ شہرت کی خواہش، نہ نام و نمود کی طلب، نہ کسی دنیاوی مفاد کا لالچ، ان کا ہر قول و فعل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تھا۔ یہی للّٰہیت وہ مقناطیس تھی جس نے دلوں کو خود بخود حضرت کی طرف کھینچ لیا۔ حدیث کے مطابق جب اللہ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو اس کی محبت مخلوق کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔

اتباعِ سنت کی کامل پابندی

حضرت کی زندگی سنتِ نبوی ﷺ کی عملی تصویر تھی۔ عبادات میں سنت، اخلاق میں

سنت، معاملات میں سنت۔ لوگ حضرت میں صرف باتیں نہیں بلکہ سنت پر چلتی ہوئی ایک زندہ مثال دیکھتے تھے، اور یہی چیز ان کی مقبولیت کو دوام بخشتی تھی۔

شریعت وطریقت کا متوازن امتزاج

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے شریعت کے بغیر طریقت کو اور طریقت کے بغیر شریعت کو نامکمل قرار دیا۔ نہ افراط نہ تفریط یہ اعتدال پسندانہ فکر عوام و خواص دونوں کے لیے قابل قبول بنی اور ہر طبقہ خود کو حضرت کے قریب محسوس کرنے لگا۔

اخلاقِ حسنہ کا عملی نمونہ

حضرت کے اخلاق ان کی سب سے بڑی دعوت تھے۔ عاجزی، حلم، شفقت، درگزر، ان اخلاقی اوصاف نے حضرت کو دلوں کا حکمران بنا دیا۔ لوگ ان کے اخلاق سے پہلے متاثر ہوتے، پھر ان کی بات سنتے۔

دردِ دل اور خیر خواہی

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کی اصلاح کو اپنا ذاتی مشن سمجھتے تھے۔ گناہ گاروں سے نفرت نہیں بلکہ ہمدردی، کمزوروں کے لیے آسانی، مایوس دلوں کے لیے امید، یہ خیر خواہی حضرت کی مقبولیت کا اہم راز تھی۔

سادگی اور دنیا سے بے رغبتی

حضرت کی زندگی سادگی، قناعت اور بے نیازی کی عملی مثال تھی۔ دنیا کی چمک دمک سے دور رہنا اس بات کی دلیل تھا کہ ان کا دل آخرت سے جڑا ہوا ہے۔ یہی بے رغبتی لوگوں کو یہ یقین دلاتی تھی کہ حضرت کی دعوت خالص دینی ہے، کسی دنیاوی غرض پر مبنی نہیں۔

عمل کی تاثیر، نہ کہ محض بیان

حضرت صرف واعظ نہیں تھے بلکہ باعمل شیخ تھے۔ جو کہتے خود کرتے، جو سکھاتے خود اپناتے، یہ مطابقتِ قول و فعل نے حضرت کی باتوں میں غیر معمولی تاثیر پیدا کر دی، اور یہی تاثیر مقبولیت کا ایک بڑا سبب بنی۔

ہر طبقے سے ہم آہنگی

حضرت مولاناؒ کی مقبولیت کا ایک راز یہ بھی تھا کہ وہ ہر طبقے کی نفسیات کو سمجھتے تھے۔

عوام کے لیے سادہ بات

نوجوانوں کے لیے امید اور رہنمائی تاجروں کے لیے دیانت اہلِ علم کے لیے اخلاص ہر شخص یہ محسوس کرتا تھا کہ حضرت اس سے براہِ راست مخاطب ہیں۔

اللہ سے مضبوط تعلق حضرت کا تعلق اللہ تعالیٰ سے نہایت گہرا تھا۔ کثرتِ ذکر دوامِ مراقبہ خشوع و خضوع اسی تعلق کا اثر تھا کہ حضرت کی صحبت میں بیٹھنے والا اللہ کو یاد کرنے لگتا تھا، اور یہی کیفیت ان کی مقبولیت کا سب سے گہرا راز تھی۔

خلاصہ

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت کا راز کسی ظاہری تدبیر یا وقتی سبب میں نہیں بلکہ ان کی للّٰہیت، اتباعِ سنت، اخلاقِ حسنہ، اصلاحِ باطن اور اللہ سے مضبوط تعلق میں پوشیدہ تھا۔ یہی وہ صفات ہیں جو ہر دور میں قبولیت کا سبب بنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت کے اسوہ سے سبق حاصل کرنے، اپنی نیتوں کو خالص کرنے اور دین کی خدمت اخلاص کے ساتھ کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

خواتین کی دینی واخلاقی تربیت میں حضرت جیؒ کا کردار

عالمہ وفاضلہ حافظہ امۃ اللہ عائشہ صدیقہ بنت پروفیسر محمد عبدالرحمٰن صدیقی صاحب
صدر معلمہ مدرسہ الباقیات الصالحات دلاور شاہ نگر، رسالا بازار، قلعہ گولکنڈہ، حیدرآباد

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

اسلامی معاشرہ کی بنیاد عورت کی دینی، اخلاقی اور روحانی تربیت پر قائم ہے۔ عورت ماں ہے، بہن ہے، بیوی ہے اور آنے والی نسلوں کی پہلی مربیہ ہے اسلام نے عورت کو عزت، حیا اور عظیم ذمہ داری عطا فرمائی ہے۔ عورت خاندان کی بنیاد اور نسلوں کی تربیت کا مرکز ہے۔

اگر عورت سنور جائے تو گھر سنور جاتا ہے، اور اگر گھر سنور جائیں تو پورا معاشرہ اصلاح کی راہ پر آجاتا ہے اگر عورت صالح ہو جائے تو گھر صالح بن جاتا ہے، اور گھر صالح ہو جائیں تو معاشرہ خود بخود سنور جاتا ہے۔

اسی بنیادی نکتے کو سامنے رکھتے ہوئے برصغیر کے عظیم عارف باللہ، مصلح امت اور مربی نفوس حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ نے خواتین کی اصلاح وتربیت کو اپنی دعوت واصلاح کا مستقل اور نہایت اہم حصہ بنایا خواتین کی اصلاح کو بنیادی اہمیت حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: "گھر کی اصلاح عورت کی اصلاح سے شروع ہوتی ہے۔" اسی لیے آپ نے: خواتین کی دینی بیداری اخلاقی تربیت اور گھریلو نظام کی درستگی کو نہایت اہم سمجھا۔

عورت کی اصلاح حضرت جیؒ کی دعوت کا بنیادی ستون: حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ فرمایا کرتے تھے کہ "امت کی اصلاح کا دروازہ گھروں سے کھلتا ہے، اور

گھروں کی اصلاح عورتوں سے شروع ہوتی ہے۔

شریعت کے دائرے میں تربیت کا اہتمام: حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ نے خواتین کی تربیت میں ہمیشہ : شریعت کی مکمل پابندی پردے کا لحاظ اور پاکیزہ ماحول کو بنیاد بنایا۔آپ کے نزدیک: دین سیکھنا عورت کا حق بھی ہے اور ذمہ داری بھی مگر یہ سب شرعی حدود کے اندر ہونا چاہیے۔

"اسی فکر کے تحت حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی عورت کو حقیر یا کمتر نہیں سمجھا بلکہ اسے امت کی معمار اور دین کی امین قرار دیا۔آپؒ کا اسلوب نہایت حکیمانہ، شریعت کے دائرے میں اور فطرت کے عین مطابق تھا۔

حیا، پردہ اور عفت کی تعلیم: موجودہ دور میں حیا اور پردہ سب سے زیادہ حملے کی زد میں ہیں۔حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے خواتین کو فرمایا کرتے تھے کہ: حیا کو ایمان کا حصہ پردے کو عزت کا تحفظ قرار دے کر سمجھایا۔آپ فرماتے تھے کہ: "حیا عورت کا زیور ہے، کمزوری نہیں۔" آپؒ نے خواتین کو یہ احساس دلایا کہ پردہ پابندی نہیں بلکہ عزت، وقار اور روحانی بلندی کا ذریعہ ہے۔

اور حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ نے خواتین کی اصلاح میں سب سے زیادہ زور پردہ، حیا اور عفت پر دیا۔آپؒ کے نزدیک پردہ محض ظاہری لباس کا نام نہیں بلکہ: نگاہوں کی حفاظت دل کی پاکیزگی گفتگو کی شرافت رویّوں کی تہذیب کا مجموعہ ہے۔

نماز اور عبادات کی طرف توجہ: حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ خواتین کو: نماز کی پابندی طہارت کے مسائل اور عبادات کی درست ادائیگی پر خصوصی توجہ دلاتے تھے۔

آپ فرماتے تھے کہ: "عورت کی نماز اس کے گھر کو نور سے بھر دیتی ہے۔"

خواتین کے لیے الگ اصلاحی نظام حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ نے شریعت کی مکمل پابندی کے ساتھ خواتین کی تربیت کے لیے علیحدہ اور محفوظ نظام قائم فرمایا۔

خواتین کے لیے علیحدہ مجالس: اصلاح پردے کے مکمل اہتمام کے ساتھ بیانات تحریری اصلاحی خطوط اور نصیحتیں مستورات کے لیے الگ تربیتی حلقے یہ سب اس بات کا ثبوت ہیں کہ حضرت جیؒ خواتین کی اصلاح کو وقتی نہیں بلکہ نسلی اصلاح سمجھتے تھے۔

گھریلو زندگی کی اصلاح: حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ نے عورت کو صرف عبادت گاہ تک محدود نہیں کیا بلکہ اسے بتایا کہ: شوہر کی خدمت بھی عبادت ہے بچوں کی دینی تربیت صدقہ جاریہ ہے گھر کی ذمہ داری اللہ کی امانت ہے اور اخلاقی تربیت اور گھریلو کردار حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ خواتین کو: صبر برداشت نرم گفتاری درگزر کی تعلیم دیتے تھے، خصوصاً: شوہر ساس سسر اور بچوں کے ساتھ حسنِ سلوک پر زور دیتے تھے۔ آپؒ نے خواتین کو صبر، شکر، قناعت، ایثار اور حسنِ اخلاق کی عملی تعلیم دی تاکہ گھر جنت کا نمونہ بن سکے۔

باطنی اصلاح اور تزکیۂ نفس: حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کی اصلاح کا امتیازی پہلو تزکیۂ نفس تھا۔ خواتین کو بھی: اخلاص تواضع حسد، کینہ، غیبت اور تکبر سے بچاؤ ذکر اللہ کی پابندی کی تعلیم دی جاتی تھی اور آپؒ فرماتے تھے کہ جب تک دل پاک نہ ہو، عمل میں نور پیدا نہیں ہوتا۔

خواتین میں دینی شعور اور غیرتِ ایمانی: حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ نے خواتین کو صرف نیکی کرنے والی نہیں بلکہ دین کی محافظ بنایا۔ آپؒ کی تربیت یافتہ

خواتین: بے پردگی اور فحاشی سے نفرت کرتی ہیں دین پر ثابت قدم رہتی ہیں اپنی اولاد کو دیندار بنانے کا عزم رکھتی ہیں مغربی تہذیب کے زہریلے اثرات سے باخبر ہیں یہی اصل غیرتِ ایمانی ہے جسے حضرت جیؒ نے زندہ کیا۔

اولاد کی دینی تربیت میں عورت کا کردار: حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ فرماتے تھے کہ: "ماں کی گود پہلی درسگاہ ہے۔" اسی لیے خواتین کو: بچوں میں نماز کی عادت ڈالنے قرآن سے محبت پیدا کرنے اچھے اخلاق سکھانے کی تلقین فرماتے تھے۔

فضول رسومات اور غیر اسلامی روایات سے بچاؤ: حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے: جہیز فضول رسمیں اسراف سے بچنے کی سختی سے تلقین فرمائی، کیونکہ یہ: معاشرتی بگاڑ اور دینی کمزوری کا سبب بنتی ہیں۔

دنیا اور دین میں توازن: حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ خواتین کو یہ سمجھاتے تھے کہ: گھر سنبھالنا عبادت ہے نیت درست ہو تو ہر کام ثواب بن جاتا ہے آپ نے خواتین کو: سادگی قناعت اور شکر کی عملی تربیت دی۔

عورت کی عزت اور وقار کا تحفظ: حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے عورت کو: معاشرے میں کمزور نہیں بلکہ باوقار اور باعزت مقام دلایا۔ آپ کی تعلیمات نے خواتین کو: خود اعتماد دینی شعور اور وقار عطا کیا۔

اصلاح کا نرم، باوقار اور شفقت بھرا اسلوب: حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کی اصلاح میں سختی نہیں بلکہ شفقت، حکمت اور خیر خواہی نمایاں تھی۔ آپؒ عورتوں کی نفسیات کو سمجھتے تھے، اس لیے: نہ طعن تھا نہ تحقیر نہ بے جا سختی بلکہ دل کو چھو لینے والی بات، آنکھیں نم کر دینے والی

نصیحت اور عمل پر آمادہ کرنے والی دعوت تھی۔

ایک خاموش مگر عظیم انقلاب: حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی ؒ کی تربیت یافتہ خواتین آج: پردہ دار دین دار اخلاق میں بلند گھروں کی مصلح بچوں کی بہترین مربیہ بن کر معاشرے میں خاموش مگر پائیدار انقلاب برپا کر رہی ہیں۔ یہ انقلاب نعروں سے نہیں بلکہ کردار سے آیا ہے۔حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کا خواتین کی دینی واخلاقی تربیت میں کردار تاریخِ اصلاح کا روشن باب ہے۔آپؒ نے عورت کو اس کا اصل مقام دکھایا، اس کے دل میں اللہ کی محبت جگائی اور اسے امت کی اصلاح کا مرکز بنا دیا۔

اختتامی کلمات: حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃُ اللہ علیہ کا خواتین کی دینی واخلاقی تربیت میں کردار خاموش مگر گہرا، سادہ مگر مؤثر تھا۔آپ نے ثابت کیا کہ: عورت کی اصلاح کے بغیر معاشرے کی اصلاح ممکن نہیں اور شریعت پر مبنی تربیت ہی حقیقی عزت کی ضامن ہے اگر آج کی خواتین حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی ان تعلیمات کو اپنالیں تو: گھر جنت کا نمونہ بن سکتے ہیں اولاد صالح بن سکتی ہے اور معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

اللّٰھم اغفر له، وارحمه، وارضَ عنه، واجعل قبره روضةً من رياض الجنة، وارفع درجاته في علّيين، واحشره مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين۔

اللہ تعالیٰ حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ کی کامل مغفرت فرمائے، ان پر اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے، ان کی قبر کو جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ بنائے، اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

روزمرہ زندگی کے لیے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

عالمہ آمنہ مسکان بنت محمد شاہنواز خان (قاضی گلی قلعہ گولکنڈہ حیدرآباد)

حامداً و مصلیاً و مسلماً اما بعد!

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ دین کو صرف کتابوں یا خانقاہوں تک محدود نہیں رکھتے بلکہ اسے روزمرہ زندگی کا عملی نظام بنا کر پیش کرتے ہیں۔

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسے ہی عظیم مربی اور مصلح تھے جن کی نصیحتوں کا محور یہ تھا کہ عام مسلمان اپنی روزمرہ زندگی میں اللہ کی رضا کیسے حاصل کرے۔ حضرت جیؒ کے سینکڑوں ملفوظات میں سے چند قیمتی ملفوظات پیش خدمت ہیں!

نماز زندگی کا مرکزہ: حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: "نماز صرف فرض ادا کرنا نہیں بلکہ اللہ سے ملاقات ہے۔" آپ نصیحت فرماتے تھے کہ نماز کو وقت پر ادا کرو نماز میں دل کی حاضری پیدا کرو سنتوں اور نوافل کی قدر کرو آپ کے نزدیک جس کی نماز درست ہو جائے، اس کی زندگی خود بخود سنورنے لگتی ہے۔

ذکرِ الٰہی دل کی زندگی: حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ذکر وہ روحانی غذا تھا جس کے بغیر دل مردہ ہو جاتا ہے۔ آپ روزمرہ زندگی میں: صبح و شام کے اذکار چلتے پھرتے اللہ کو یاد رکھنے اور مختصر مگر مستقل ذکر کی تلقین فرماتے تھے۔

سنتِ نبوی ﷺ سے محبت حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت تھی: کھانے پینے سونے جاگنے بات

کرنے لباس اور معاملات ہر چیز میں سنت کو اختیار کرو، کیونکہ: "سنت اپنانے والا کبھی گمراہ نہیں ہوتا۔" حلال وحرام کی سخت تمیز آپ بار بار تنبیہ فرماتے تھے کہ: مشتبہ اور حرام کمائی دل کو سیاہ کر دیتی ہے حلال رزق عبادت میں نور پیدا کرتا ہے روزمرہ زندگی میں: تجارت میں دیانت ملازمت میں امانت لین دین میں سچائی کو لازم قرار دیتے تھے۔

زبان کی حفاظت حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: "اکثر گناہ زبان کے راستے دل میں داخل ہوتے ہیں۔" اسی لیے: غیبت جھوٹ طعن و تشنیع فضول گفتگو سے بچنے اور کم بولنے، نفع کی بات کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔

اخلاقِ حسنہ اور نرم مزاجی نصیحت فرماتے تھے: غصہ پی جانا بڑی عبادت ہے درگزر اللہ کی مدد کا سبب ہے تواضع انسان کو بلند کرتی ہے خاص طور پر گھر اور کام کی جگہ پر نرم لہجہ اور صبر اختیار کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔

وقت کی قدر اور نظمِ زندگی حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک: وقت اللہ کی عظیم نعمت ہے آپ نصیحت فرماتے تھے: فجر کے بعد کا وقت ضائع نہ کرو دن کا ایک حصہ علم کے لیے اور ایک حصہ محاسبۂ نفس کے لیے مخصوص کرو۔

گناہوں سے بچاؤ اور فوری توبہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: "گناہ پر اصرار دل کو مردہ کر دیتا ہے، اور توبہ دل کو زندہ کر دیتی ہے۔" آپ نصیحت فرماتے تھے: نظر کی حفاظت تنہائی میں اللہ کو یاد رکھنا لغزش ہو جائے تو فوراً توبہ کرنا

گھریلو زندگی میں دین داریحضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی خاص نصیحت تھی کہ: گھر کو دین کا مرکز بناؤ بچوں کے سامنے عملی نمونہ بنو بیوی بچوں کے ساتھ حسنِ سلوک رکھو آپ فرماتے تھے: "جو گھر

والوں کا نہیں، وہ باہر کسی کا بھی نہیں۔"

خدمتِ خلق اور خیر خواہی حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ کے نزدیک: دوسروں کے کام آنا اعلیٰ درجے کی عبادت ہے آپ نصیحت فرماتے تھے: کسی کو تکلیف نہ دو استطاعت ہو تو مدد کرو کم از کم دعا ضرور کرو۔

دنیا سے وابستگی میں اعتدال حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے تھے: دنیا ہاتھ میں رہے، دل میں نہیں آپ نصیحت فرماتے تھے: مال و اسباب کو مقصد نہ بناؤ اللہ پر توکل رکھو قناعت اور سادگی اختیار کرو۔

محاسبۂ نفس : دن کا اختتام حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ کی روزانہ کی نصیحت تھی: سونے سے پہلے اپنے دن کا جائزہ لو غلطیوں پر استغفار نیکی پر شکر یہ عمل انسان کو مسلسل بہتر بناتا ہے۔

اختتامی کلمات: حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃُ اللہ علیہ کی نصیحتوں کا حسن یہ ہے کہ وہ مشکل نہیں بلکہ قابلِ عمل ہیں۔

اگر ایک عام مسلمان بھی انہیں اپنی روزمرہ زندگی کا حصہ بنالے تو اس کی: عبادت میں لذت اخلاق میں نرمی اور زندگی میں سکون یقینی طور پر آسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں حضرتؒ کی نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین یارب العالمین۔

حضرت جیؒ اور تصوّف

عالمہ وفاضلہ تہنیت فاطمہ بنت عبدالحکیم (ہیرا خانہ، قلعہ گولکنڈہ، حیدرآباد)

حَامداً ومصلیاً ومسلماً امّا بعدُ!

اسلام محض چند عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مکمل نظامِ حیات ہے جو انسان کے ظاہر اور باطن دونوں کی اصلاح کرتا ہے۔ جس طرح قرآن وسنت انسان کے اعمال کی رہنمائی کرتے ہیں، اسی طرح دل کی اصلاح اور روح کی پاکیزگی کے لیے تصوف ایک نہایت اہم ذریعہ ہے۔ حضرت جیؒ کے نزدیک تصوف اسلام کی روح، ایمان کی حفاظت اور احسان کے مقام تک پہنچنے کا عملی راستہ ہے۔

اور حضرت جیؒ نے فرمایا کہ تصوف اسلام کی وہ روحانی حقیقت ہے جو انسان کو ظاہر کے ساتھ باطن کی اصلاح کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ شریعت کے ظاہری احکام کے ساتھ دل کی پاکیزگی، نیت کی درستگی اور اخلاق کی بلندی کا نام تصوف ہے۔ حضرت جیؒ کے نزدیک تصوف کوئی الگ دین یا نئی راہ نہیں بلکہ عین اسلام کی روح اور احسان کا مقام ہے۔

اور آپؒ نے فرمایا کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جس میں عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق سب شامل ہیں۔ جس طرح فقہ ظاہری اعمال کی اصلاح کرتی ہے، اسی طرح تصوف باطنی اصلاح کا نام ہے۔ حضرت جیؒ کے نزدیک تصوف اسلام کے تیسرے درجے احسان کی عملی صورت ہے۔

تصوف کی حقیقت اور تعریف: حضرت جیؒ تصوف کو یوں بیان فرماتے تھے کہ تصوف دل کو گناہوں اور رذائل سے پاک کرنے اور اسے اللہ تعالیٰ کی محبت، معرفت اور اطاعت سے آباد

کرنے کا نام ہے۔آپؒ کے نزدیک تصوف نہ کوئی فلسفہ ہے اور نہ ہی مجرد وجد و حال کا نام، بلکہ نفس کی تربیت اور دل کی اصلاح کا مسلسل عمل ہے۔

تصوف کی بنیاد : شریعت کی پابندی حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ"تصوف شریعت کے بغیر زندیقیت ہے،اور شریعت تصوف کے بغیر خشک رسم رہ جاتی ہے اور آپؒ کے نزدیک تصوف کی پہلی شرط نماز، روزہ، زکوٰۃ اور دیگر فرائض کی مکمل پابندی ہے۔جو شخص شریعت سے ہٹ کر روحانیت کا دعویٰ کرے،وہ تصوف کے نام پر گمراہی پھیلا رہا ہے۔

اصلاحِ باطن : تصوف کا اصل مقصد حضرت جیؒ کے نزدیک تصوف کا اصل مقصد دل کی اصلاح ہے اور دل سے تکبر،حسد،بغض،ریا،حرص اور دنیا کی بے جا محبت نکال کر اخلاص،عاجزی، صبر،شکر،محبتِ الٰہی اور اتباعِ سنت پیدا کرنا ہی تصوف ہے۔

تصوف اور قرآن وسنت: حضرت جیؒ اس بات پر زور دیتے تھے کہ تصوف کی اصل بنیاد قرآن وسنت ہیں۔قرآنِ مجید میں: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا (یقیناً وہ کامیاب ہوا جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا) یہ آیت تزکیۂ نفس کی اصل ہے،اور تصوف اسی تزکیہ کا نام ہے۔حضرت جیؒ فرماتے تھے جو چیز قرآن وسنت سے ثابت نہ ہو،وہ تصوف نہیں ہو سکتی۔"

شریعت،طریقت اور حقیقت: حضرت جیؒ کے نزدیک: شریعت :اوامر و نواہی پر عمل : طریقت :اخلاص کے ساتھ ان پر چلنا: حقیقت :اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب حاصل ہونا یہ تینوں ایک ہی راستے کے مختلف مرحلے ہیں، جدا جدا چیزیں نہیں اور آپؒ واضح فرماتے تھے کہ شریعت کے بغیر طریقت اور حقیقت کا تصور ہی باطل ہے۔

حضرت جیؒ کے مطابق انسان کے بیشتر گناہوں کی جڑ دل میں ہوتی ہے، جیسے: تکبر حسد ریا بغض دنیا کی محبت تصوف ان بیماریوں کا علاج ہے اور حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:"دل کی اصلاح ہو جائے تو اعمال خود بخود سنور جاتے ہیں۔"

ذکرِ الٰہی اور مراقبہ: حضرت جیؒ ذکرِ الٰہی کو تصوف کی جان قرار دیتے تھے۔ ذکر کے بغیر دل مردہ ہو جاتا ہے۔ آپؒ کے نزدیک ذکر کی صورتیں: زبانی ذکر قلبی ذکر عملی ذکر اسی طرح مراقبہ دل میں اللہ کی عظمت اور حضوری پیدا کرنے کا ذریعہ ہے، مگر شریعت کے دائرے میں رہ کر۔

شیخ کامل کی اہمیت: حضرت جیؒ کے نزدیک نفس کا علاج خود ممکن نہیں، اس کے لیے شیخ کامل کی رہنمائی ضروری ہے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے: "بغیر استاد کے چلنے والا یا تو رک جاتا ہے یا بھٹک جاتا ہے۔"

شیخ کا کام: عیوب کی نشاندہی اعمال کی اصلاح اور استقامت پیدا کرنا ہے تصوف اور اخلاقِ حسنہ حضرت جیؒ کے نزدیک حسنِ اخلاق تصوف کا عملی ثبوت ہے۔ اگر کسی کے ذکر و مشغلے بڑھ جائیں مگر اخلاق نہ سنوریں تو وہ تصوف نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میں حسنِ اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔"

تصوف اور خدمتِ خلق: حضرت جیؒ تصوف کو معاشرے سے جوڑتے تھے۔ آپؒ کے نزدیک: لوگوں کو آسانی دینا ان کے حقوق ادا کرنا اور تکلیف نہ دینا بھی تصوف ہے اور حضرت جیؒ کی تعلیمات میں تصوف صرف خانقاہ تک محدود نہیں بلکہ معاشرے میں عملی کردار ادا کرنے کا نام ہے۔ غریبوں کی مدد، لوگوں کے حقوق کی ادائیگی، حسنِ اخلاق، برداشت اور معافی بی یہ سب تصوف کے عملی مظاہر ہیں۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے: "جو شخص لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرے، اللہ اس کے لیے راستے آسان فرما دیتا ہے۔

موجودہ دور اور تصوف: حضرت جیؒ کے نزدیک موجودہ دور کا سب سے بڑا مسئلہ غفلتِ قلب ہے۔ ظاہری دینداری تو موجود ہے مگر روح ختم ہو چکی ہے۔ تصوف اس غفلت کا علاج ہے جو انسان کو اللہ سے جوڑتا ہے۔ غلط تصورات کی تردید حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ تصوف کے نام پر پھیلنے والی بدعات اور افراط و تفریط سے سختی سے روکتے تھے۔ آپؒ فرماتے تھے: "نہ شریعت

سے بے نیاز تصوف درست ہے اور نہ بے روح شریعت کافی ہے۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ: "دل درست ہو جائے تو عمل خود بخود درست ہو جاتا ہے۔

ذکرِ الٰہی اور صحبتِ شیخ: حضرت جیؒ ذکرِ الٰہی کو تصوف کی جان قرار دیتے تھے۔آپؒ کے نزدیک ذکر محض تسبیح گننے کا نام نہیں بلکہ ہر حال میں اللہ کی یاد میں جینا ہے۔اسی طرح آپؒ صالح شیخ کی صحبت کو نہایت ضروری سمجھتے تھے، کیونکہ نفس اور شیطان کے فریب سے انسان خود نہیں بچ سکتا جب تک کسی کامل راہبر کی نگرانی نہ ہو۔

"موجودہ دور میں تصوف کی ضرورت حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ کے نزدیک موجودہ دور کا سب سے بڑا فتنہ دلوں کی غفلت ہے۔ظاہر تو باقی ہے مگر باطن مردہ ہو چکا ہے۔تصوف اسی غفلت کا علاج ہے جو انسان کو اللہ سے جوڑ کر نفس کی غلامی سے آزاد کرتا ہے۔

بہر حال! حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ کی روشنی میں تصوف: شریعت کی مکمل پابندی کا نام ہے دل کی اصلاح اور اخلاق کی تربیت ہے ذکرِ الٰہی اور اتباعِ سنت کی عملی شکل ہے خدمتِ خلق اور عاجزی کا راستہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنے کا محفوظ ذریعہ ہے حقیقی تصوف وہی ہے جو انسان کو اللہ والا اور بندوں کے لیے رحمت بنا دے۔

اللّٰهم اغفر له، وارحمه، وارضَ عنه، واجعل قبره روضةً من رياض الجنة،وارفع درجاته في علّيين، واحشره مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين۔

اللہ تعالیٰ حضرت جیؒ کی کامل مغفرت فرمائے،ان پر اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائے،ان کے درجات بلند فرمائے،ان کی قبر کو جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ بنائے،اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

مادّیت کے دور میں حضرت جیؒ جیسی روحانیت کی ضرورت

حافظہ سیدہ عشرت النساء بنت سید حسین علی (وٹے پلی، نور پیالیس، حیدرآباد)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

آج کا انسان سائنسی ترقی، معاشی دوڑ اور مادی آسائشوں کے ہجوم میں بظاہر بہت آگے نکل چکا ہے، مگر اس کے باطن میں سکون، مقصدِ حیات اور اخلاقی توازن شدید بحران کا شکار ہیں۔ مادّیت کے اس غلبہ یافتہ دور میں انسان کے پاس سب کچھ ہے، مگر دل خالی اور روح بے چین ہے۔ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے امت کو جن ہستیوں کے ذریعے باطنی رہنمائی عطا فرمائی، ان میں حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ جیسی روحانیت وقت کی سب سے بڑی ضرورت بن کر سامنے آتی ہے۔

مادّیت:

انسان کا ظاہری عروج، باطنی زوالمادّیت نے انسان کو یہ سکھایا کہ: کامیابی کا معیار صرف دولت اور منصب ہےسکون کا راستہ زیادہ سے زیادہ حصول میں ہےنتیجتاً: بے چینی اور ڈپریشن عام خاندانی نظام کمزور اخلاقی قدریں پامال حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ اس زوال کی اصل وجہ اللہ سے دوری کو قرار دیتے تھے۔

روحانیت کی اصل حقیقت:

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک روحانیت: دنیا چھوڑنے کا نام نہیں بلکہ دل کو دنیا کی غلامی سے آزاد کرنے کا نام ہےآپ فرماتے تھے کہ: "اصل امیر وہ ہے جس کا دل اللہ سے جڑا

ہو۔" یہی متوازن روحانیت مادّی دور میں انسان کو سنبھال سکتی ہے۔

شریعت کے تابع روحانیت:

حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ نے واضح کیا کہ: شریعت کے بغیر روحانیت فریب ہے جذباتی کیفیت اصل مقصد نہیں اسی لیے آپ کی تعلیمات میں: نماز کی پابندی سنتِ نبوی ﷺ کی اتباع حلال وحرام کی تمیز روحانیت کی بنیاد تھیں، نہ کہ کشف و کرامات۔

دل کی بیماریوں کا علاج:

مادّیت نے دل میں: حسد حرص تکبر خودغرضی کو فروغ دیا ہے۔

حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ کی روحانیت:

تزکیۂ نفس اخلاص قناعت شکر کے ذریعے ان بیماریوں کا عملی علاج پیش کرتی ہے۔

ذکرِ الٰہی : کھوئے ہوئے سکون کی کنجی حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ کے نزدیک: ذکر دل کی غذا ہے آپ کی تلقین تھی کہ: مصروف زندگی میں بھی مختصر مگر مسلسل ذکر دل کو زندہ رکھتا ہے یہی ذکر مادّی دباؤ کے بیچ روحانی سانس بن جاتا ہے۔

مادّی ترقی اور روحانی توازن حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ نے کبھی ترقی یا تعلیم کی نفی نہیں کی، بلکہ: محنت دیانت اور مہارت کو دین کا حصہ بتایا، مگر ساتھ ہی تنبیہ کی کہ: "اگر دل خالی ہو تو ترقی بوجھ بن جاتی ہے۔

نوجوان نسل اور مادّی فتنہ:

حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ نوجوانوں کے بارے میں فکرمند رہتے تھے: خواہشات کی یلغار میڈیا اور فحاشی مقصدیت کا فقدان آپ کی روحانیت نوجوانوں کو: ضبطِ نفس حیا اور کردار کی

طرف واپس لاتی ہے۔

خانقاہ:

مادّی شور میں سکون کی پناہ گاہ حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ کی خانقاہ: دنیا سے فرار نہیں بلکہ دنیا میں رہنے کی تربیت گاہ تھی جہاں انسان: دل کا بوجھ ہلکا کرتا سمت درست کرتا اور نیا حوصلہ لے کر لوٹتا۔

خدمتِ خلق:

روحانیت کا عملی اظہار حضرت جی رحمۃُ اللہ علیہ کے نزدیک: سچی روحانیت بندوں کے کام آنے میں ظاہر ہوتی ہے یہ تصور مادّی خودغرضی کے مقابلے میں: ایثار رحم اور معاشرتی ہم آہنگی کو جنم دیتا ہے۔

اختتامی کلمات:

مادّیت کے اس اندھے دور میں حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃُ اللہ علیہ جیسی روحانیت تعیش کے خلاف احتجاج نہیں بلکہ انسان کی نجات کا راستہ ہے۔ یہ روحانیت انسان کو: اللہ سے جوڑتی ہے دل کو زندہ کرتی ہے اور دنیا کو قابل برداشت بناتی ہے آج اگر انسان سکون، مقصد اور اخلاق چاہتا ہے تو اسے اسی متوازن، شریعت پر مبنی اور باعمل روحانیت کی طرف لوٹنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ حضرت جی رحمۃُ اللّٰہ علیہ کی کامل مغفرت فرمائے، ان پر اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے، ان کی قبر کو جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ بنائے، اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

گھریلو زندگی اور خاندانی نظام پر حضرت جیؒ کی تعلیمات

معلمہ سیدہ رحیم النساء بنت سید حسین علی (شاستری پورم، حیدرآباد)

حامداً ومصلیاً ومسلماً اما بعد!

اسلام نے انسان کی پوری زندگی کے لیے مکمل رہنمائی عطا کی ہے، اور اس زندگی کی بنیاد گھر اور خاندان ہے۔ اگر گھر سنور جائے تو معاشرہ خود بخود سنور جاتا ہے۔ حضرت جیؒ (مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ) نے اپنی اصلاحی مجالس، خطوط اور ملفوظات میں گھریلو زندگی اور خاندانی نظام کو خاص اہمیت دی۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ سالک کی اصل آزمائش خانقاہ میں نہیں بلکہ گھر میں ہوتی ہے۔

گھر کو عبادت گاہ بنانے کی فکر: حضرت جیؒ کی تعلیم کا بنیادی نکتہ یہ تھا کہ گھر کو محض رہائش گاہ نہیں بلکہ یادِ الٰہی کا مرکز بنایا جائے۔ آپؒ فرماتے تھے کہ اگر شوہر، بیوی، والدین اور بچے سب اپنے اپنے درجے میں اللہ کو راضی کرنے کی نیت کر لیں تو گھر جنت کا نمونہ بن جاتا ہے۔ گھر میں نماز کی پابندی ذکر و درود کا اہتمام، حلال رزق کی فکر یہ سب خاندانی سکون کی بنیاد ہیں۔

میاں بیوی کے تعلقات میں حسنِ اخلاق: حضرت جیؒ میاں بیوی کے تعلق کو خاندان کی ریڑھ کی ہڈی قرار دیتے تھے۔ آپؒ کی تعلیمات کے مطابق: شوہر نرمی، شفقت اور برداشت کا مظاہرہ کرے بیوی اطاعت، احترام اور خیر خواہی کو شعار بنائے چھوٹی باتوں کو نظرانداز کرنا سیکھا جائے غصے میں فیصلے نہ کیے جائیں حضرت جیؒ فرمایا کرتے تھے: "جو شوہر گھر میں اخلاق کا مظاہرہ نہیں کرتا، اس کی روحانی ترقی رک جاتی ہے۔"

والدین کے حقوق اور خدمت: حضرت جیؒ والدین کی خدمت کو قرب الٰہی کا عظیم ذریعہ قرار دیتے تھے۔ آپؒ کے نزدیک والدین کے ساتھ حسنِ سلوک صرف بڑھاپے میں نہیں بلکہ ہر عمر میں فرض

ہے۔والدین کی بات توجہ سے سننا ان کے مزاج اور صحت کا خیال رکھنا ان کے سامنے آواز بلند نہ کرنا آپؒ فرماتے تھے کہ جو شخص والدین کو خوش رکھتا ہے، اللہ اس کے گھریلو مسائل خود حل فرمادیتا ہے۔**اولاد کی دینی واخلاقی تربیت:** حضرت جیؒ کے نزدیک اولاد کی تربیت محض تعلیم دلوانے کا نام نہیں بلکہ کردار سازی ہے۔آپؒ تاکید فرماتے تھے کہ: بچوں کے سامنے والدین کا باہمی ادب ہو جھوٹ، غیبت اور بدکلامی سے گھر کو پاک رکھا جائے بچوں کو کم عمری سے نماز، حیا اور سچائی کا عادی بنایا جائے حضرت جیؒ فرماتے تھے: ”اولاد وہی سیکھتی ہے جو والدین کرتے ہیں، جو والدین کہتے ہیں وہ بعد میں سیکھتی ہے۔

صبر، برداشت اور ایثار کا مزاج: خاندانی نظام اختلافات کے بغیر نہیں چل سکتا، مگر حضرت جیؒ اختلاف کو فساد بننے سے روکنے کی تعلیم دیتے تھے۔شکایت کم اور شکر زیادہ اپنی غلطی پہلے دیکھنا دوسروں کو معاف کرنا آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص گھر میں صبر کرلیتا ہے، اللہ اس کے دین کی حفاظت فرمالیتا ہے۔

خواتین کا مقام اور عزت: حضرت جیؒ خواتین کو خاندان کی اصل معمار قرار دیتے تھے۔آپؒ فرماتے تھے کہ عورت اگر دیندار، باحیا اور سمجھ دار ہو تو نسلیں سنور جاتی ہیں۔خواتین کا احترام ان کی دینی تعلیم کا اہتمام ان پر غیر ضروری دباؤ نہ ڈالنا یہ سب ایک مضبوط خاندانی نظام کی ضمانت ہیں۔

بہر حال! حضرت جیؒ کی تعلیمات ہمیں یہ پیغام دیتی ہیں کہ گھر ہی اصل خانقاہ ہے۔اگر انسان گھر میں شریعت، سنت اور اخلاق کو نافذ کرلے تو اس کی دنیا بھی سنور جاتی ہے اور آخرت بھی۔اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت جیؒ کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اپنے گھروں کو محبت، سکون اور دین داری کا گہوارہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ حضرت جیؒ کی کامل مغفرت فرمائے، ان پر اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے، ان کی قبر کو جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ بنائے، اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

معاشرتی برائیوں کے ازالے میں حضرت جیؒ کا کردارا

حافظہ سیدہ امرین النساء بنت سید حسین علی (محمدیہ کالونی، وٹے پلی، حیدرآباد)

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد!

ہر دور میں معاشرہ مختلف اخلاقی، فکری اور عملی برائیوں کا شکار رہا ہے، مگر موجودہ زمانہ فتنوں کی کثرت، دینی غفلت اور اخلاقی زوال کے اعتبار سے نہایت نازک ہے۔ ایسے دور میں اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو اصلاحِ امت کے لیے کھڑا فرماتا ہے۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ (مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ) انہی عظیم مصلحین میں سے ہیں جنہوں نے خاموش مگر گہرے اثرات کے ساتھ معاشرتی برائیوں کے ازالے کا فریضہ انجام دیا۔

اصلاحِ باطن کو بنیاد بنانا: حضرت جیؒ کی اصلاحی فکر کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ معاشرے کی خرابی دراصل دلوں کی خرابی کا نتیجہ ہے۔ اسی لیے آپؒ نے ظاہری نعروں کے بجائے باطن کی اصلاح کو مقدم رکھا اور دل سے حبِّ دنیا کا علاج نفس کی خواہشات کی مخالفتا خلاص اور تقویٰ کی تلقین آپؒ فرماتے تھے کہ جب دل ٹھیک ہو جاتا ہے تو اعمال خود بخود سنور جاتے ہیں۔

بدعات، رسومات اور خرافات کا خاتمہ: معاشرے میں پھیلی ہوئی بے اصل رسومات، غیر شرعی طریقے اور بدعات کو حضرت جیؒ نے حکمت، نرمی اور دلیل کے ساتھ ختم کرنے کی کوشش کی۔ شادی بیاہ میں فضول خرچی غم کے مواقع پر غیر شرعی رسوم پیری فقیری کے نام پر گمراہ کن اعمال آپؒ کا انداز ہمیشہ اصلاحی اور خیر خواہانہ رہا، جس سے لوگ دل سے بات قبول کرتے تھے۔

اخلاقی برائیوں کے خلاف جدو جہد: حضرت جیؒ نے خاص طور پر ان اخلاقی بیماریوں پر توجہ دلائی جو معاشرتی بگاڑ کی جڑ ہیں: غیبت اور بہتان حسد اور کینہ جھوٹ اور دھوکہ تکبر اور خود پسندی آپؒ

فرماتے تھے کہ جو زبان کو قابو میں لے لیتا ہے وہ پورے معاشرے کی اصلاح میں حصہ دار بن جاتا ہے۔

نوجوانوں کی اصلاح اور رہنمائی: نوجوان طبقہ معاشرے کا سب سے حساس اور متاثر ہونے والا حصہ ہے۔حضرت جیؒ نے نوجوانوں کو: نشہ آور اشیاء سے بچنے فحاشی اور بے حیائی سے دور رہنے صالح صحبت اختیار کرنے کی خصوصی تلقین فرمائی۔آپؒ کی مجالس نے بے شمار نوجوانوں کی زندگیاں بدل دیں۔

خواتین کی عزت اور حیا کا فروغ : حضرت جیؒ نے معاشرتی اصلاح میں خواتین کے کردار کو بنیادی حیثیت دی۔ پردے کی حکمت کے ساتھ تعلیم ماں اور بیوی کے مقام کی وضاحت غیر اسلامی آزادی کے نقصانات کی نشاندہی آپؒ فرماتے تھے کہ جب عورت محفوظ اور باوقار ہو تو پورا معاشرہ محفوظ ہو جاتا ہے۔

گھریلو اور خاندانی نظام کی اصلاح: حضرت جیؒ کے نزدیک معاشرتی برائیوں کی ابتدا اکثر گھر سے ہوتی ہے۔میاں بیوی کے جھگڑے والدین کی نافرمانیاولاد کی دینی غفلت آپؒ نے گھروں میں نماز، صبر اور حسنِ اخلاق کو عام کرنے کی کوشش فرمائی، جس سے خاندان مضبوط ہوئے۔

خاموش خدمت اور عملی نمونہ: حضرت جیؒ کا سب سے مؤثر کردار عملی نمونہ تھا۔شہرت سے دور، اخلاص کے ساتھ اصلاح، کسی کو نیچا دکھائے بغیر سمجھانا، آپؒ کی یہی خاموش محنت معاشرے میں دیرپا تبدیلی کا سبب بنی۔

مختصر کہ حضرت جیؒ نے معاشرتی برائیوں کے ازالے کے لیے نہ کوئی شور مچایا اور نہ سختی اختیار کی، بلکہ اصلاحِ نفس، اخلاق، اور سنت کی پیروی کو ذریعہ بنایا۔آپؒ کی تعلیمات آج بھی ہر فرد کو یہ پیغام دیتی ہیں کہ اگر ہم خود کو درست کر لیں تو معاشرہ خود بخود درست ہونے لگے گا۔اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت جیؒ کے اصلاحی منہج کو سمجھنے، اپنانے اور آگے پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین

مرثیہ : سید العلماء والصلحاء حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی کلیم اللہ فراق قاسمی، استاذ الحدیث والفقہ مدرسہ معدن العلوم وانمباڑی

عشق رسول وعشق الٰہی در قلبِ ذو الفقارؒ

وہ بے نیازِ ماسوا، ذوالفقارِ اہلِ وفا
عشقِ حق میں ہوئے فنا، بجز دیدارِ خدا
اتباعِ رسول سے ملا یہ ذوقِ فنا
یہی طریق وصل خدا، یہی صراطِ ہدیٰ

وہ بے نیازِ ماسوا، ذوالفقارِ اہلِ وفا
عشقِ حق میں ہوئے فنا، بجز دیدارِ خدا

ذوالفقارؒ کو نبی سے تھی ایسی محبت
کہ آپ کی ہر ادا میں تھی نبی کی سنت
نبی کو بھی تھی ذوالفقارؒ سے خاص عنایت
کہ خوابوں میں بارہا بخشی اپنی زیبا زیارت

اتباعِ رسول سے ملا یہ ذوقِ فنا
یہی طریق وصل خدا، یہی صراطِ ہدیٰ

نبیؐ کے صدیق سا اخلاص، سراپا یقین
فاروقؓ کے جلال میں ڈھلا، عزمِ متین
عثمانؓ کی حیا سے معطر، حسنِ قرین
علیؓ کے علم سے روشن، فکرِ مبین

آپ کو ملا ان چار چراغاں سے ضیا
یہی طریق وصل خدا، یہی صراطِ ہدیٰ

سوزِ رومی، عشقِ جامی کا ہے فیضان یہاں
غزالی فکر، مجددی راہ کا ہے عرفان یہاں
اکابرِ دیوبند سے عقیدت کا ہے وجدان یہاں
راہِ سنت، ذوقِ نقشبندی کا ہے میزان یہاں

وہ بے نیازِ ماسوا، ذوالفقارِ اہلِ وفا
عشقِ حق میں ہوئے فنا، بجز دیدارِ خدا

اہلِ ایماں میں بسایا عشقِ خدا
اہلِ نسبت کو بنایا امامُ الہُدیٰ
ایسا قطبِ وقت ہم سے چل بسا
اب ہم لائیں کہاں سے ایسا مقتدا

وہ بے نیازِ ماسوا، ذوالفقارِ اہلِ وفا
عشقِ حق میں ہوئے فنا، بجز دیدارِ خدا

وہ فراق ہوئے ہم سے، پر یہ فراق نہیں
یہ حجابِ نظر ہے، دل سے وہ دور نہیں
اے فراق، یہ مرثیہ درس ہے نوحہ نہیں
یہ سفر ہے طرفِ حق، کوئی انجام نہیں

وہ بے نیازِ ماسوا، ذوالفقارِ اہلِ وفا
عشقِ حق میں ہوئے فنا، بجز دیدارِ خدا

مرثیہ بر وفات محبوب العلماء والصلحاء حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندیؒ (14, / دسمبر 2025، بروز اتوار۔ شام)

جگر خراشی : اُسامہ ابن راہی

مرجعِ شاہانِ عالم اے فقیرِ ذوالفقارؒ
آپ کی رحلت پہ دیکھو ایک جہاں ہے سوگوار

ذہن حیراں، روح زخمی، دامن دل تار تار
کیوں کسی کو اپنے کانوں پر نہیں ہے اعتبار
ایک قیامت سی خبر سے ہو گئے سب بے قرار
اشک بن کر بہہ پڑا ہے خونِ دل بے اختیار

مرجعِ شاہانِ عالم اے فقیرِ ذوالفقارؒ
آپ کی رحلت پہ دیکھو ایک جہاں ہے سوگوار

چُھپ گیا ہے زندگی کا آفتابِ ضوفشاں
صد ہزاروں دل کا مرکز کھو گیا ہے ناگہاں
عندلیبانِ چمن سے چھن گیا ہے آشیاں
کارواں ڈھونڈے ہے ہرجا اپنا میرِ کارواں

عرش سے آئے فرشتے بھی قطار اندر قطار
آپ کی رحلت پہ دیکھو ایک جہاں ہے سوگوار

خانقاہوں میں خموشی، دل کے ہنگامے تمام
ذکر بھی ٹھہرا ہے لیکن اشک ہیں یہ بے لگام
فیض کی وہ روشنی، وہ التفاتِ خاص و عام
کس صدا کو اب پکاریں، کون دے گا اب پیام

وقت جیسے رک گیا ہے، تھم گیا ہے روزگار
آپ کی رحلت پہ دیکھو ایک جہاں ہے سوگوار

گُمرَہوں کا دل حریمِ دِلبراں جس نے کیا
عشقِ رب کو سب دلوں میں جاوداں جس نے کیا
گریۂ شب کو مذاقِ عاشقاں جس نے کیا
قلب کی بنجر زمین کو گلستاں جس نے کیا

آج اس کو ڈھونڈتے ہیں سارے ہی دیوانہ وار
مرجعِ شاہانِ عالم اے فقیرِ ذوالفقارؒ

نقشبندی سلسلے کا تھا چراغِ انجمن
دستِ قدرت نے عطا کی تھی زمامِ فکر و فن
اک توجہ ہی سے ہو عشقِ الٰہی موجزن

رمزِ دل کے فیض سے واقف تھے شیخ و برہمن

آپ کے لمس محبت سے مچلتے دل کے تار
آپ کی رحلت پہ دیکھو ایک جہاں ہے سوگوار

الوداع اے رہنمائے قوم و ملت الوداع
الوداع اے ساقیِ جامِ شریعت الوداع
الوداع اے رندِ صہبائے طریقت الوداع
الوداع اے جادہ پیمائے عزیمت الوداع

رحمتِ رب ہو تری تربت پہ ہر لیل و نہار
مرجع شاہانِ عالم اے فقیرِ ذوالفقارؒ

اس جہانِ کیف و کم سے ایک عالم کیا گیا
آگیا ہے عالم اسباب میں اک زلزلہ
'ابن راہی' ہے حزیں اور لب پہ ہے بس یہ دعا
اس کے پند و موعظت سے بہرہ ور رکھے خدا

تھا کبھی زیبِ چمن اب خاک سے ہے ہم کنار
آپ کی رحلت پہ دیکھو ایک جہاں ہے سوگوار

مرثیہ : سید العلماء والصلحاء حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددیؒ

مفتی محمد انس بجنوری، مرکز دار الایمان علی پورہ جٹ ضلع بجنور

ترے جانے کے غم میں یہ عرب رویا، عجم رویا
زمیں کا دل دہل اٹھا، فلک بھی دم بہ دم رویا

مدارس رو رہے ہیں، خانقاہوں پر ہے غم طاری
مراکز بھی ہیں افسردہ، تصوف کا علَم رویا

چلے ہیں سوئے عقبیٰ ذوالفقارِ نقشبندی بھی
یہ خاکِ ایشیا روئی، ہر اک صحنِ حرم رویا

چمن ویراں ہوا ہے آج دنیائے تصوف کا
تڑپ کر، بلبلا کر، ہر مریدِ محترم رویا

ترے جانے سے خالی ہوگئی ہے بزمِ عرفانی
تری فرقت پہ ہر ہر طائرِ باغِ ارم رویا

جہانِ زہد و تقویٰ کا وہ سورج آج ڈوبا ہے
کہ جس کے واسطے یہ پاک و ہندوستاں بہم رویا

زبانِ خلق پر سکتہ ہے، آنکھیں بہتی جاتی ہیں
جہانِ علم و دانش کا ہر اک اہلِ قلم رویا

رہِ تقویٰ کا وہ سالارِ اعظم ہوگیا رخصت
زمانہ صبحِ دم جن کے لیے با چشمِ نم رویا

بپا ہے غم کا موسم مشرق و مغرب میں ہر جانب
انس بھی خونِ دل سے، مرثیہ کر کے رقم رویا

مرثیہ : سید العلماء والصلحاء حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی صہیب عثمانی قاسمی بنگلور، خلیفہ ومجاز حضرت مولانا پیر طلحہ صاحب قاسمی نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

اے حبیبِ خدا، تم کو مولیٰ ملا
عشق مولیٰ میں خود کو فنا کر گئے
ذوالفقارِ زماں تھے عطائے خدا
عشق مولیٰ کو کیسے بقا کر گئے

اے حبیبِ خدا، تم کو مولیٰ ملا
عشق مولیٰ میں خود کو فنا کر گئے

تری ہر ہر ادا تھی نبیؐ کی ادا
اہلِ دنیا کو عشقِ نبیؐ دے گئے
ایسے مرشد سے ہم سب ہوئے ہیں جُدا
جو ہمیں آشنائے نبی کر گئے

اے حبیبِ خدا، تم کو مولیٰ ملا
عشق مولیٰ میں خود کو فنا کر گئے

وہ ہے صدیق اکبر کا جلوہ نما
وہ جلالِ عمر کی ضیا دے گئے
وہ حیا ئے غنی کی جوانی جیا
علمِ حیدر کا دریا بہا کر گئے

اے حبیبِ خدا، تم کو مولیٰ ملا
عشق مولی میں خود کو فنا کر گئے

سوزِ رومی و جامی کا نغمہ نما
وہ غزالی کی فکرِ جلی دے گئے
وہ مجدد، شہِ حق کا اک مقتدا
دردِ باقی و شاہِ ولی دے گئے

اے حبیبِ خدا، تم کو مولیٰ ملا
عشق مولی میں خود کو فنا کر گئے

بزمِ دیوبند کو ایسا شناسا کیا
نقشِ امداد پھر سے سجا کر گئے
روحِ قاسم کو ایسا دلاسا دیا
ذوالفقار کیسا دیوبند بنا کر گئے

اے حبیبِ خدا، تم کو مولیٰ ملا
عشق مولی میں خود کو فنا کر گئے

جرأتِ مدنی سا چہرا روشن سماں
نورِ تھانوی دلوں میں جگا کر گئے
وہ گلستاں و بوستاں کا تھا راز داں
اور شیطاں کو گہرے زخم دے گئے

اے حبیبِ خدا، تم کو مولیٰ ملا
عشق مولی میں خود کو فنا کر گئے

تُو نے عشقِ خُدا ہم میں بھڑکا دیا
خانقاہوں میں آہیں سنائے گئے
وہ نصابِ تصوف کا ورثہ دیا
وہ فقیری میں شاہی دکھا کر گئے

اے حبیبِ خدا، تم کو مولیٰ ملا
عشق مولی میں خود کو فنا کر گئے

تھا وہ قطبِ جہاں، اور غوثِ زماں
بادب ہر جواں کو بنا کر گئے
نقشبندی وہ فیضانِ سیل رواں
دین احمد جہاں میں عیاں کر گئے

اے حبیبِ خدا، تم کو مولیٰ ملا
عشق مولی میں خود کو فنا کر گئے

مخدوموں کو وہ خدمت کا خوگر کیا
خادموں کو ولایت گری دے گئے
عاشقوں نے محبت کا در کھو دیا
کیسی فرقت وہ امت کو دے کر گئے

اے حبیبِ خدا، تم کو مولیٰ ملا
عشق مولی میں خود کو فنا کر گئے

دردِ ہجراں سے روتا رہا آسماں
شوشل میڈیا کو پاکیزہ راہ دے گئے
اُن کا یہ فیض جاری رہے گا سدا
اپنے معشوق سے وہ وفا کر گئے

اے حبیبِ خدا، تم کو مولیٰ ملا
عشق مولی میں خود کو فنا کر گئے

عاشقوں کیسے شکوہ کروگے بھلا
اولیا کی نگر وہ بنا کر گئے
تیرا معھد ہے اخلاصِ تاجِ ھُدیٰ
جانشیں کو امام الھدی کر گئے

اے حبیبِ خدا، تم کو مولیٰ ملا
عشق مولی میں خود کو فنا کر گئے

محفلوں میں وہ ہوتے تھے جلوہ نما
نغمۂ ”ما ھذا بشرٌ“ کہہ گئے
انکے وقتِ اَجل پر مَلک دی صدا
یہ مَلک ہیں؟ بشر ہیں؟ ہم کیا لئے گئے

اے حبیبِ خدا، تم کو مولیٰ ملا
عشق مولی میں خود کو فنا کر گئے

ایک جمالی تڑپ ایک جلالِ فُغاں
اک حبیبِ اور سیفِ جہاں دے گئے
اے صہیبِ زندہ پھر تو ہے اب کیوں یہاں
وہ خاکِ طلحہ سے مجھ کو لگا کر گئے

اے حبیبِ خدا، تم کو مولیٰ ملا
عشق مولی میں خود کو فنا کر گئے
ذوالفقارِ زماں تھے عطائے خدا
عشق مولی کو کیسے بقا کر گئے

+91 97437 66667

مرثیہ : سید العلماء والصلحاء حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی عبدالرشید مظاہری، استاذ مدرسہ معدن العلوم وانمباڑی

وہ چراغِ راہِ حق، وہ امامِ اہلِ صفا
وہ دلیلِ صدقِ دیں، وہ امینِ اہلِ وفا

وہ تھا وارثِ علمِ احمد، وہ نگہبانِ سنن
جس کے فیض سے ہے زندہ دین کی فضا

زباں پہ ذکرِ الٰہی، نظر میں خوفِ خدا
عمل اس کا آئینہ، دل سراپا ہی دعا

مجاہدۂ نفس میں وہ مثالِ آفتاب
عشقِ حق میں ڈوبا، بے نیازِ ماسوا

ہزاروں دلوں کو اس نے خدا سے جوڑ دیا
وہ طبیبِ زخمِ دل، مسیحا صفت رہنما

نقشبندی نسبت کا وہ روشن استعارہ
مجددی فیض کا تھا وہ سچا سہارا

دلوں کو جس نے محبت کی راہ دکھلائی
وہ شریعت کا نگہباں، طریقت کا پیشوا

نہ اس کی ذات میں کبر، نہ گفتار میں ریا
فنا میں بھی بقا، عجز میں بھی تھا جلا

نہ دعویٰ، نہ نمود، بس اخلاص کا پیکر
نظر آتا نہیں ظاہر، وہ باطن میں ہے اجالا

فنا میں بھی ادبِ مصطفیٰ قائم رکھا
پھر بقا میں بن گیا حق کا وہ آشکارا

آنکھیں ہیں اشک بار، دل ہے پُر ملال
چلا گیا وہ محسن، جو تھا ہر دل بسا

زمانہ آج بھی لیتا ہے اس سے نورِ ہدایت
وہ عبدِ رشید، وہ رہبر، وہ فیضوں کا دھارا

مگر یہ فیض باقی ہے، یہ نسبت ہے دوام
کہ مردانِ خدا مرتے نہیں، دیتے ہیں بقا

منظوم تعزیت نامہ بر وفات محبوب العلماء والصلحاء
پیر طریقت مولانا ذوالفقار صاحب نقشبندیؒ

محمد اسحاق ناصح حلیمی قاسمی

داستانِ غم ہے جس سے ایک دنیا اشکبار
رحلتِ پیرِ طریقت شیخ حضرت ذو الفقار

وہ جو دنیا بھر میں نغماتِ ہدٰی گاتا رہا
جو سلوک و معرفت کا جام چھلکاتا رہا
بندگانِ رب کو راہِ خیر دکھلاتا رہا
ایک عالم جس سے عرفانِ خدا پاتا رہا
آہ وہ ساقی چلا اب جانب پروردگار

داستان غم ہے جس سے ایک دنیا اشکبار
رحلت پیر طریقت شیخ حضرت ذو الفقار

اب کہاں سن پائیں گے ہم وہ بیان دلنشیں
جس کو سن کر رب کے آگے خم ہوئیں کتنی جبیں
بانٹتا تھا روز و شب وہ نور ایمان و یقیں
جس کے فیضاں سے ہے روشن پاک و ہندی سرزمیں
باغ دیں ہے خوشبوؤں سے اس کی ہر سو مشکبار

داستان غم ہے جس سے ایک دنیا اشکبار
رحلت پیر طریقت شیخ حضرت ذو الفقار

ہر گھڑی اس کی زباں پر سوزِ دل کا ساز تھا
وصل ربِّ دوجہاں کا وہ بتاتا راز تھا
وہ گروہِ اہل حق کا فردِ مایہ ناز تھا
محفلِ علم و تصوف کی حسیں آواز تھا
زندگی جس کی تھی دین سرمدی پر ہی نثار

داستان غم ہے جس سے ایک دنیا اشکبار
رحلت پیر طریقت شیخ حضرت ذو الفقار

رہنما ہیں خلق کی خاطر بیانات فقیر
عشق مولیٰ میں کیا لاکھوں دلوں کو بھی اسیر
عاشق سنت وہ پیرِ حق نوا روشن ضمیر
سنتِ خیر الوری کا داعی و حق کا سفیر
پاکدامانی کا خوگر عابد و تقوی شعار

داستان غم ہے جس سے ایک دنیا اشکبار
رحلت پیر طریقت شیخ حضرت ذو الفقار

طالبان حق کو بتلایا سراغ زندگی

تھی عیاں اس کے تصوف میں بھی روح بندگی
گفتگو میں پختگی اور پرکشش تابندگی
حسنِ کردار اور سنت پر رہی پائندگی
جس کے چہرے سے عیاں تھا عشق سنت کا وقار

داستان غم ہے جس سے ایک دنیا اشکبار
رحلت پیر طریقت شیخ حضرت ذو الفقار

خوشہ چیں اسلاف کا وہ دین حق کا راہبر
وعظ کی مجلس میں ہر ہر لفظ ہوتا پر اثر
تھا علومِ عصر کا ماہر وہ تابندہ گہر
حلقۂ دنیا میں بھی رہ کر خدا پر تھی نظر
دور تھا دامن سے داغ اختلاف و انتشار

داستان غم ہے جس سے ایک دنیا اشکبار
رحلت پیر طریقت شیخ حضرت ذو الفقار

آہ یہ ان کی جدائی کا یہ رنج ناگہاں
غمزدہ ہے کس قدر ہر حلقۂ اہلِ دِلاں
موتِ عالم موتِ عالَم کی مثال اب ہے عیاں
دل کی دنیا کو بدل دیتا تھا وہ شیریں بیاں

سب خواص و عامِ ہند و پاک اب ہیں دل فگار

داستان غم ہے جس سے ایک دنیا اشکبار
رحلت پیر طریقت شیخ حضرت ذو الفقار

اے خدا پھر بھیج دے ان کا کوئی نعم البدل
جس کے دل کی روشنی کر دے طریقت کو سہل
ہوگیا ہے آج رخصت صاحب علم و عمل
سارے ہی پسماندگان پر ہے یہ لمحہ جاں گسل
یا الٰہی صبر ہو اہل و اقارب کا حصار

داستان غم ہے جس سے ایک دنیا اشکبار
رحلت پیر طریقت شیخ حضرت ذو الفقار

قبرِ پیرِ ذوالفقارِ نقشبندی میں ہو نور
معاف فرما یا الٰہی شیخ کے سارے قصور
ہو عطا رتبہ بلندی کا انہیں رب کے حضور
موت ہے تقوی شعاروں کے لیے موسیٰ کا طور
کاش ناصح کا بھی اہل اِتّقا میں ہو شمار

داستان غم ہے جس سے ایک دنیا اشکبار
رحلت پیر طریقت شیخ حضرت ذو الفقار

مرتب ایک نظر میں

از۔قاری محمد عادل وانمباڑی، نائب ناظم، انجمن قاسمیہ، پیری میٹ،

چنئی، تمل ناڈو، انڈیا۔ 96297 65181

نام : ڈاکٹر تمیم احمد، وی

ولدیت : مولانا حافظ وی۔حبیب الرحمن صاحب باقوی وانمباڑی نور اللہ مرقدہٗ

سابق امام وخطیب جامع مسجد، تروپتی، آندھرا پردیش

جائے پیدائش: وانمباڑی تمل ناڈو

تاریخ پیدائش: 28/10/1973

مقیم حال: پیری میٹ چنئی تمل ناڈو

خلیفہ مجاز: خطیب الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد سالم قاسمی صاحبؒ،

[نبیرۂ بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ، جانشین حضرت حکیم الاسلامؒ،

سابق مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم وقف دیوبند]

تعلیمی لیاقت

میٹرک، بورڈ آف ہائیر سیکنڈری ایجوکیشن آندھرا پردیش

انٹر، بورڈ آف انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن آندھرا پردیش

فاضل۔جامعہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند

ایم۔اے۔مدراس یونی ورسٹی، چنئی

ایم۔فل۔مدراس یونی ورسٹی، چنئی

پی۔ایچ۔ڈی، کوئمپو یونی ورسٹی، شیموگہ، کرناٹک

تکمیل افتاء۔المعهد العالی للدراسات الاسلامیہ دیوبند یو۔پی

مخصوص اساتذہ کرام

کارپوریشن گورنمنٹ اردو اسکول تروپتی آندھرا پردیش

بڑے حضرت عبدالستار صاحب، چھوٹے حضرت منشی رحمت پیر صاحب،

بڑی استانی صاحبہ، چھوٹی استانی صاحبہ اور دیگر اساتذہ

مدرسہ ناصر الاسلام مسلم پور وانمباڑی

ہیڈ ماسٹر قمر زماں صاحب، اسماعیل حضرت، اسد حضرت، خالد حضرت،

اردو حضرت، عبدالغنی حضرت، عبدالجبار حضرت

اسلامیہ بائز ہائر سکنڈری اسکول، وانمباڑی

نویں جماعت تک کے اساتذہ

انور صاحب، عثمان صاحب، شفیع اللہ صاحب، چھوٹے نثار صاحب،

عبدجلیل صاحب، عبدالقادر صاحب، عبدالباسط صاحب، فاروق صاحب،

سراج صاحب، اقبال صاحب، یعقوب اسلم صاحب عمری، اعظم صاحب وغیرہ

جامعہ نور الھدیٰ، نیلور، آندھرا پردیش

حضرت مولانا مفتی عبدالوہاب صاحب، مفتی منصور صاحب، رشید حضرتؒ، فرید حضرت

مدرسہ کاشف الھدیٰ حضرت نظام الدین مرکز دھلی

حضرت مولانا سعد صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا شبیر صاحبؒ،

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب

دارالعلوم وقف اور دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحبؒ، حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیریؒ،

حضرت مفتی واصف صاحب عثمانیؒ، حضرت مولانا قاری واصف صاحب،

حضرت مولانا احمد خضر شاہ صاحب مسعودی کشمیری، حضرت مولانا فریدالدین صاحب

دارالعلوم سے

حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحبؒ، حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب،

حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمیؒ، حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوریؒ،

حضرت مولانا عبدالخالق صاحب مدراسی، حضرت مولانا عبدالرحیم بستوی صاحبؒ،

حضرت مولانا سلمان صاحب بجنوری، مفتی راشد صاحب اعظمی اور دیگر اساتذہ کرام

مدراس یونی ورسٹی چنئی تمل ناڈو

پروفیسر سید سجاد حسین صاحب، پروفیسر قاضی حبیب احمد صاحب،

ڈاکٹر امان اللہ صاحب ایم۔ بی

کوئمپو یونی ورسٹی شیموگہ کرناٹک

پروفیسر سید خلیل احمد صاحب، پروفیسر سید ثناء اللہ صاحب، ڈاکٹر نصراللہ خان صاحب

تکمیل افتاء۔ المعهد العالی للدراسات الاسلامیه دیوبند

حضرت مفتی ارشد صاحب فاروقی، حضرت مفتی سعید الرحمن صاحب فاروقی،
حضرت مفتی ولی اللہ صاحب قاسمی

عہدے وذمہ داریاں

چیرمین : تنظیم فروغ اردو تمل ناڈو (انڈیا)

بانی وناظم : انجمن قاسمیہ (رجسٹرڈ) چنئی

اکٹیو ممبر : جمعیۃ علماء ھند نئی دہلی

صحافی : تملناڈو یونین آف جنرلیسٹ

ممبر : آل انڈیا میڈیا اسوسیشن میرٹھ۔یو۔پی

ممبر : آل انڈیا ملی کونسل چنئی

ممبر : جماعت العلماء حلقہ پرشواکم چنئی

جنرل سیکرٹری : ہومن رائٹس شہر چنئی تمل ناڈو

رکن شوریٰ : جامعہ قاسمیہ دیوبند

ڈائریکٹر : تمیم امپکس لیدر گوڈس

جوائنٹ سیکرٹری : انجمن ابنائے قدیم، شعبہ اردو، مدراس یونی ورسٹی، چنئی

لکچرار : شعبہ اردو، پریسڈنسی کالج (خودمختار) چنئی

ٹرسٹی ونائب خازن : متحدہ اردو تنظیم تمل ناڈو

رکن: دی ورلڈ کونسل آف پروفیسرز، غازی آباد

ترتیبات وتصنیفات

1 تفسیر مکی جلد اول دروس حرم سورۃ الفاتحہ

از۔شیخ حرم حضرت مولانا محمد مکی حجازی حفظہ اللہ شیخ التفسیر والحدیث مسجد الحرام مکہ مکرمہ

2 اسلام میں عورت کا مقام جلد اول ودوم

3 ازوج النبی ﷺ

4 قصص الانبیاء جلد اول

5 قصص الانبیاء جلد دوم

6 منہاج المسلم جلد اول

7 منہاج المسلم جلد دوم

8 خطبات خطیب الاسلام جلد اول (معاون مرتب) از۔خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم وشیخ الحدیث دار العلوم وقف دیوبند

9 خطبات خطیب الاسلام جلد دوم

10 خطبات خطیب الاسلام جلد سوم

11 خطبات خطیب الاسلام جلد چہارم

12 شجرہ طیبہ مع شجرہ سلوک وشجرۂ نسب

13 دعوت وتبلیغ کے پیغمبرانہ اصول

14 مجموعہ نماز اردو انگریزی

15 اکسیری عمل قرآنی اردو انگریزی بزبان ٹمل

16 درود شریف کا مجموعہ

17 البرکات المکیہ فی الصلوۃ النبویہ

18 قصیدہ طوبیٰ فی اسماء الحسنیٰ

19 خطبات مجاہد جلد اول

20 خطبات مجاہد جلد دوم

21 خطبات مجاہد بزبان انگریزی (زیر ترتیب)

22 منتخب مضامین

23 رمضان المبارک کے مخصوص مضامین

24 اکیسویں صدی اور فکر اقبال

25 فیض احمد فیض: شخصیت اور فن

26 عصر حاضر میں جنوبی ہند کے ممتاز اردو ناقدین و محققین

27 بچوں کے سنہرے نام اور مطلب

28 عصر حاضر میں کلام غالب کی معنویت

29 اردو صحافت کا بدلتا منظر نامہ

30 اردو ادب کے سیاق وسباق میں میر تقی میر کی ادبی حیثیت

31 تمل ناڈو کے ادباء وشعراء کی ادبی خدمات

32 امیر خسرو : شخصیت اور فن

33 اردو زبان وادب کے جدید رجحانات

34 تلگانہ کے ادباء وشعراء کی ادبی خدمات (زیر ترتیب)

35 آندھرا پردیش کے ادباء وشعراء کی ادبی خدمات (زیر ترتیب)

36 حضرت اقدس مولانا حافظ پیر ذوالفقار نقشبندی مجددیؒ حیات افکار اور خدمات

مقالات

01 ٹمل ناڈو کے نمائندہ اسلام پسند ادباء برائے مقالہ ایم۔فل

02 ٹمل ناڈو کے منتخب شعراء کے کلام کا تنقیدی جائزہ برائے مقالہ پی۔ایچ۔ڈی

03 ڈاکٹر داؤد محسن کی غزلوں میں اسلامی افکار

04 اردو قصیدہ نگاری

05 مولانا آزاد کا اسلوب نگارش

06 مولانا آزاد کی غبار خاطر اسلوبیاتی تناظر ایک جائزہ

07 شمس الرحمن فاروقی کی اردو رسم الخط

08 فکر اقبال اور عصر حاضر کے تقاضے

09 ڈاکٹر بشیر الحق قریشی بحیثیت ادیب وانشاء پرداز

10 شاعر مشرق علامہ اقبال کی عالمگیر شہرت

11 اردو کے پہلے عظیم شاعر میر تقی میر

12 پروفیسر قاضی حبیب احمد شخصیت اور ادبی خدمات

13 اردو صحافت اور ڈیجیٹل میڈیا

14 پروفیسر بی۔شیخ علی کی علمی ادبی خدمات

15 راجندر سنگھ بیدی بحیثیت افسانہ نگار

16 اکیسویں صدی اور فکر اقبال

17 خطبات مدراس :ایک صدی کا سفر

مضامین

01 مولانا سید جلال الدین عمریؒ فکر و دانائی اور ایک علمی ادبی شخصیت

02 یوم جمہوریہ کا تاریخی پس منظر

03 انسانی حقوق **Human Rights** کا تعارف

04 صحت و تندرستی کے بارے میں چند اسلامی ہدایات

05 فروغ اردو اور دار العلوم دیوبند

06 تحریک آزادی کے عظیم مجاہد حضرت شیخ الہند کی حیات و خدمات

07 ڈاکٹر اے۔ پی۔ جے۔ عبد الکلام مرحوم کی سماجی اور سائنسی خدمات

08 ایک بے مثال حکمران فخر ہندوستان ٹیپو سلطان

09 رئیس التبلیغ حضرت مولانا الیاس رحمہ اللہ ایک عالم گیر شخصیت

10 اردو میں مابعد جدیدیت پر تنقیدی رویے تجزیاتی مطالعہ

11 سورج گرہن کیا ہے؟

12 سیرت خاتم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

13 قرب قیامت اسکی کچھ نشانیاں

14 اسلام میں مزدور کے حقوق

15 ماں دنیا کی عظیم ترین ہستی

16 دارالعلوم دیوبند صرف ادارہ ہی نہیں بلکہ ایک تحریک

17 حج کی اہمیت اور مکہ مدینہ کی فضلیت

18 راجندر سنگھ بیدی کا بے مثال افسانہ لاجونتی ایک تجزیاتی مطالعہ

19 حضرت حکیم الاسلام ایک عظیم شخصیت

20 سرسید کی علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی ایک تحریک

21 اردو ادب کے متعلق چند اہم معلومات

22 نیوائیر سیلی بریشن

23 اسلام میں مزدور کے حقوق

24 اسلام میں باپ کا مقام و مرتبہ

25 موجودہ صورتحال اور یوم آزادی

26 اسلام میں یوم اساتذہ کی عظمت

27 مولانا سید شاہد الحسنی سہارنپوری ایک عبقری شخصیت

28 کرشن چندر کی شخصیت اور افسانہ نگاری

29 اسلام میں کرسمس ڈے **Christmas Day** کی حقیقت

30 الحاج ملک محمد ہاشمؒ قوم ملت کے عظیم مفکر و رہنما

31 محبوب العلماء حضرت پیر ذوالفقار صاحب نقشبندی مجددیؒ حیات افکار اور خدمات

یہ تمام مقالات و مضامین ملک کے روزنامہ اردو اخبارات

اور دیگر رسائل وجرائد میں شائع ہو چکے ہیں

نوٹ۔ الحمدللہ جملہ کتابیں، مقالات ومضامین شعبہ نشر واشاعت انجمن قاسمیہ پیری میٹ چنئی سے مدارس عربیہ لائبریری کیلیے اپنے کسی بھی نمائندے کو بھیج کر برائے مفت حاصل کرنے کیلئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔9940251340

اسناد واعزازات

ملک وبیرون ملک کے مختلف اداروں اور کالجوں ویونیورسٹی اور دیگر تنظیموں کی جانب سے برائے شرکت، ورکشاپ، سمینار، ویبنار، کانفرنس کے آٹھ سو سے زائد اسناد واعزازت کے علاوہ چار مخصوص ایوارڈ بھی آپ حاصل کر چکے ہیں۔

ماشاءاللہ! تبارك اللہ! الحمدللہ!

اللہ تعالی موصوف کو صحت وعافیت کے ساتھ نظر بد سے حفاظت فرمائے

اوران کی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازیں۔آمین یارب العالمین

Hazrat Maulana Peer Zulfiqar Ahmed Sahib Naqshbandi (RH) Ki Hayat Afkar aur Khidmat

(Collection of Research Papers / Articles, Presented in International Seminar)

Compiler

Dr. Mufti Thameem Ahmed Qasmi

Founder & Administrator Anjuman-e-Qasimiyah, Chennai

Chairman Organization for Promotion of Urdu, Tamilnadu[India]

Organized by

Department of Publication

Anjuman-e-Qasimiyah, Periamet,

Chennai, Tamilnadu[India]

ISBN : 978-81-997672-6-3